چمنستانِ ختمِ نبوّت ﷺ کے گلہائے رنگارنگ ﷺ

جلد ۳

مولانا اللہ وسایا

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان

حضوری باغ روڈ، ملتان۔ 061-4783486

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ

مصنف : مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ

جز سوم : ۵۶۸ صفحات

کل صفحات : ۱۶۷۲

قیمت : ۳۵۰ روپے

مطبع : ناصر زین پریس لاہور

طبع اوّل : اپریل ۲۰۱۶ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

(ع)

(۵۰۵)

عابد حسین صدیقی (اٹک)، جناب شیخ

اٹک کے شیخ عابد حسین صدیقی تھے جو ۱۹۷۴ء کے قریب مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے اور بھرپور خدمات سرانجام دیں۔

(۵۰۶)

عابدہ سلطانہ، محترمہ

ایک بلند بخت مسلمان خاتون ''عابدہ سلطانہ'' نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے شباب کے زمانہ میں ''احمدیت کیا ہے؟ اور احمدیوں کو کیوں اقلیت قرار دیا جائے؟'' کے نام سے یہ پمفلٹ شائع کیا، جسے محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

(۵۰۷)

عادل لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

مولانا محمد عادل لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ''جو عقائد قادیانی کے سوال میں منقول ہیں وہ بلاشبہ باطل ہیں۔ اس کے مقالات کاذبہ سرسام اور سرسام والوں کے سے ہیں۔ یہ شخص بے بصیرت ہونے کی وجہ سے حق اور باطل میں تمیز نہیں کرسکتا۔ اس کے ہفوات شریعت اسلامی کے خلاف ہیں۔ وہ یقیناً ملت اسلام کے دائرہ سے خارج ہے۔''

(۵۰۸)

عاشق الٰہی بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ (مدینہ منورہ)، حضرت مولانا محمد

(وفات: ۲۸ر نومبر ۲۰۰۱ء، مدفون مدینہ منورہ)

مولانا عاشق الٰہی بلندشہری، بلند پایہ عالم دین تھے۔ آپ عرصہ تک دارالعلوم کراچی،

پاکستان کے مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع ؒ کی زیرپرستی پڑھاتے رہے۔آپ نے عربی میں ایک رسالہ ''ماہی القادیانیہ'' بھی تحریر کیا۔ جسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی نے بھی شائع کیا۔مولانا عاشق الٰہی ؒ کراچی سے ہجرت کر کے حجاز مقدس چلے گئے۔مدینہ طیبہ میں آپ کا قیام رہا۔آپ کا معمول رہا کہ عصر سے عشاء تک اور صبح تہجد سے اشراق تک مسجد نبوی میں قیام کرتے۔ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں خوب ذوق وشوق سے عبادت گزاری کے ساتھ ساتھ علمی خدمات سرانجام دیں۔آپ نے قیام مدینہ کے دوران بہت تصنیفی خدمات سرانجام دیں۔ان میں ایک اردو کی تفسیر بھی ہے۔جس کا نام ''انوار البیان'' ہے جو ۹ جلدوں پر مشتمل ہے۔آپ اکثر وبیشتر پاکستان کے دینی رسائل کے لئے مضامین بھی تحریر فرمایا کرتے تھے۔آپ کا مدینہ طیبہ میں وصال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔آپ کا ایک مضمون کا نام تھا:

۱...... ''قادیانیوں کا چہرہ ان کے اصلی آئینہ میں'' دارالاشاعت کراچی سے اکتوبر ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا۔

۲...... ''مرزائیوں کے غوروفکر کے لئے (خیرخواہی کے جذبہ سے)'' یہ مضمون مولانا عاشق الٰہی صاحب نے لکھ کر حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ کی خدمت میں بغرض اشاعت پیش کیا۔حضرت قبلہ ؒ کے حکم پر خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے متوسل جناب حافظ نذیر احمد صاحب نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔

یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۹ میں بھی شامل ہوئے۔

(۵۰۹)

عاشق قصوری، جناب چوہدری محمد

(وفات:۲۵/اپریل ۱۹۶۸ء)

سیاستدان، معروف احرار رہنما، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قید وبند اور قلعہ کی سزا کاٹی۔اٹک جیل میں بھی رہے۔جہاں رہے استقامت ان کو جھک جھک کر سلام کرتی رہتی۔جسم خوب تنومند تھا اور اپنے جسم سے کہیں زیادہ دل دگردہ کے وہ مالک تھے۔حق تعالیٰ رحمتوں کی ان پر بارش فرمائیں۔

(۵۱۰)

عالم آسی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد

(پیدائش:۱۲۹۸ھ ...... وفات:۱۹۴۴ء)

حضرت مولانا محمد عالم آسی رحمۃ اللہ علیہ ''امرتسر'' کے رہنے والے تھے۔ مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔ مولانا محمد عالم آسی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، امرتسر سے ''الفقیہ'' ایک رسالہ بھی شائع کرتے رہے۔ مولانا کی ردقادیانیت پر شہرہ عالم کتاب ''الکاویہ علی الغاویہ'' ہے۔ جو دوجلدوں پر مشتمل ہے۔ آپ نے الکاویہ کی پہلی جلد اگست ۱۹۳۰ء میں شائع کی۔ جس میں عربی زبان میں مختلف علماء کی تقاریظ تھیں۔ راقم کی حماقت ملاحظہ ہو کہ جب اسے احتساب قادیانیت جلد۲۵ میں شائع کیا تو وہ تقاریظ رہ گئیں جو ٹائٹل اوّل کے اندرونی صفحہ اور پھر ٹائٹل کے آخری صفحہ کے اندرون پر تھیں۔ اصل ایڈیشن کے کئی نسخے ملتان لائبریری میں محفوظ ہیں۔ طبع ثانی ہو تو فقیر کی اس حماقت کا ازالہ کردیا جائے۔

آپ انجمن خدام الحنفیہ امرتسر ہاتھی گیٹ کے معتمد تھے۔ آپ نے اپنی کتاب الکاویہ کے ٹائٹل پر خود یہ تعارف لکھا۔ ''جن لوگوں نے اسلام کو ناکمل سمجھ کر تجدید وترمیم یا تنسیخ وتحریف شروع کردی ہے اور اپنے آپ کو مصلح قوم، مجدددین، مہدی یا مسیح ظاہر کرکے لوگوں کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں کہ ہم اسلام کا روشن پہلو دکھلا کر دین محمدی کے اصل رخ سے پردہ اٹھا رہے ہیں۔ ایسے محرفین کے لئے یہ رسالہ ''الکاویۃ علی الغاویۃ'' لکھا گیا ہے۔ جس میں عام شبہات کا عموماً اور مرزائی تعلیم کا خصوصاً ایک ایسا خاکہ پیش کیا گیا ہے کہ جس کے دیکھنے سے ناظرین خود معلوم کرسکیں گے کہ یہ مرزائی تعلیم یا نئی اصطلاحات میں کہاں تک تحریف وتنسیخ سے کام لیا گیا ہے۔''

مولانا اعزاز علی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالغفور غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالرحمان امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابر علماء کی اس پر تقاریظ ہیں۔

ہم نے ان دونوں جلدوں کو احتساب قادیانیت کی جلد۲۵اور۲۶ میں شائع کرنے کی

سعادت حاصل کی۔ باراوّل الکاویہ کی دوسری جلد ستمبر ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔ گویا پاکستان بننے سے بھی تیرہ سال قبل کی یہ کتاب ہے۔ فقیر راقم کی پیدائش سن ۱۹۴۵ء کی ہے۔ راقم کی پیدائش سے تیرہ سال قبل کی یہ تصنیف لیتھو پر شائع شدہ اور اتنی گھنی اور بے ڈھب پرانی کتابت کی دوبارہ شاعت کا دشوارتر مرحلہ صرف وہی دوست ہی اس مشکل کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں جو اس میدان کے شناور ہیں۔ ورنہ دوسروں کے سامنے بین بجانے کا فائدہ نہیں۔

اس تصنیف میں مصنف نے جھوٹے مدعیان نبوت، مسیحیت و مہدویت کے عقائد پر ث کرتے ہوئے ان کے لٹریچر (کتب ورسائل و پوسٹر) کے خلاصہ جات مع تنقیدات اہل اسلام لودرج کیا ہے۔ ان جھوٹے مدعیان نبوت کے عقائد کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے بھی ان کو طویل لکہ طویل تر اقتباسات درج کرنے پڑے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ان جھوٹے مدعیان نبوت کے عون اور خلاف اسلام، عقائد ہمیشہ کے لئے اس کتاب کے ذریعہ مسلمانوں کو معلوم ہو گئے۔

مولانا محمد عالم آسی رحمہ اللہ کولوتارڑ حافظ آباد میں پیدا ہوئے۔ جٹ برادری سے تعلق کھتے۔ والد کا نام مفتی عبدالحمید چشتی نقشبندی رحمہ اللہ تھا۔ جو عابد، زاہد، مفتی شاعر اور خوشنویس ے۔ آسی رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے نانا حکیم مفتی غلام حسین رحمہ اللہ چک بھٹی گوجرانوالہ سے صل کی۔ پھر مدرسہ نعمانیہ میں لاہور پڑھے۔ پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی، فاضل فارسی اور لست کے کورس اعلیٰ نمبروں پر پاس کئے۔ عربی، ہندی، انگریزی، اردو، فارسی، پنجابی چھ زبانوں آپ کو بھرپور عبور حاصل تھا۔ مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد اور اورینٹل کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر ں رہے۔ پھر امرتسر چلے گئے۔ ایم۔اے ہائی سکول میں عربی کے مدرس اوّل مقرر ہوئے۔ سکول نے کالج کا روپ دھارا تو آپ بھی ٹیچر سے پروفیسر ہو گئے۔ اس زمانہ میں مختلف حضرات نے پ سے درس نظامی کی مختلف کتب بھی پڑھیں۔ بیسیوں آپ کے فاضل اور یگانہ زمانہ شاگرد ے۔ آپ کا امرتسر میں وصال ہوا اور وہیں تدفین ہوئی۔ آپ بیسیوں کتابوں کے مصنف تھے اور نکڑوں مضامین آپ کے قلم سے ماہنامہ ''الفقیہ'' امرتسر میں شائع ہوئے۔ ردقادیانیت پر آپ یادگار زمانہ کتاب ''الکاویہ علی الغاویہ'' دو جلدوں میں ہے۔ اسی طرح بہت رے مضامین بھی آپ نے ردقادیانیت پر تحریر فرمائے۔ ان میں سے بیس مضامین و مقالہ جات فہرست عقیدۂ ختم نبوت جلد گیارہ کے ص ۱۸، ۱۹ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ آپ کی بہت ساری بی گرائمر پر کتب اس زمانہ میں عربی کے نصاب میں درساً پڑھائی جاتی تھیں۔ حق تعالیٰ نے آپ خوبیوں کا گلدستہ بنایا تھا۔

(۵۱۱)

عالم بٹالوی (فیصل آباد)، جناب میاں محمد

تحریک آزادی وتحریک ختم نبوت کے سرگرم رہنما تھے۔مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے عمر بھر سرگرم عمل رہے۔ پاکستان بننے کے بعد استاذ محترم مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ فاتح قادیان کی کتابیں گدھا ریڑھی پر لاد کر پاکستان میاں محمد عالم بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ لائے تھے۔فیصل آباد گھنٹہ گھر، چنیوٹ بازار میں عالم کافی ہاؤس ان کی دکان تھی۔مولانا عبیداللہ احرار کی مجلس احرار الاسلام کا دفتر ان کی دکان کی بالائی منزل پر تھا۔تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں دل وجان سے دیوانہ وار شریک عمل رہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(۵۱۲)

عالم رحمۃ اللہ علیہ (شیخوپورہ)، مولانا محمد

(وفات:۲۳رجولائی۲۰۱۴ء)

عالم دین، مدرس، معاملہ فہم، انتہائی زیرک جامعہ فاروقیہ شرق پور روڈ شیخوپورہ کے بانی ومہتمم، جمعیۃ علماء اسلام شیخوپورہ کے ممتاز رہنما، استاذ العلماء مولانا محمد عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو تحریکہائے ختم نبوت میں نمایاں کردار کے حامل رہے۔

(۵۱۳)

عباس حسین گردیزی (ملتان)، جناب سید

یہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں ملتان سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔شیعہ مسلک تھا۔ ۱۹۷۴ء کے تحریک ختم نبوت کے زمانہ میں قومی اسمبلی میں تقریر کی۔ بعد میں پمفلٹ کی شکل میں ”قومی اسمبلی پاکستان میں تقریر سید عباس حسین شاہ گردیزی، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی حمایت، ۵رنومبر ۱۹۷۴ء“ یہ اس کے ٹائٹل کا عنوان ہے۔

(۵۱۴)

عباسی (ڈربن، جنوبی افریقہ)، جناب السید

۱۹۵۷ء میں آپ نے دمشق سے ’’الاسس السیاسیۃ محرکۃ القادیانیۃ ‘‘نامی ۱۶؍صفحاتی رسالہ عربی زبان میں شائع کر کے ڈربن جنوبی افریقہ میں فری تقسیم کرایا۔

(۵۱۵)

عبدالاحد خان پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی

(ولادت:۱۸۵۲ء ...... وفات:۱۹۲۸ء)

خان پور ضلع ہری پور ہزارہ کے نامور عالم دین مولانا قاضی عبدالاحد ہزارہ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم بھی یہاں اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ مولانا قاضی عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ نے بقیہ تعلیم مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے امرتسر میں اور دورہ حدیث شریف دہلی میں مولانا سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ فراغت کے بعد پہلے خانپور پھر راولپنڈی میں خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے قادیانیوں سے مناظرے بھی ہوئے۔

۱...... ’’السیف المسلول نحر شاتم الرسول‘‘

۲...... ’’اظہار المخادعۃ مسیلمہ قادیانی بجواب اشتہار پولس ثانی ‘‘

۳...... ’’اغاثۃ الملھوف المسجون فی مصائد القادیانی المجنون ‘‘

نامی کتب بھی قادیانیوں کے خلاف تحریر کیں۔ مولانا قاضی عبدالاحد خانپوری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بعض مسائل میں مناقشہ رہا۔ لیکن قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سن کر دیر تک حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مغموم رہے۔ ساتھیوں کے سوال کے جواب پر فرمایا کہ نہیں بھائی وہ بڑے عالم تھے۔ ان کی وفات پر دلی صدمہ ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان حضرات کا اختلاف اخلاص پر مبنی تھا، نہ کہ عناد پر۔

(۵۱۶)

عبدالباسط ایڈووکیٹ (لاہور)، جناب

جناب عبدالباسط صاحب ایڈووکیٹ لاہور نے ۴؍فروری ۱۹۹۸ء کو سپریم کورٹ میں ایک رٹ دائر کی۔ اس کی تفصیلات پر مشتمل ''انسداد مرزائیت'' کے نام سے کتاب مرتب کی۔ محض ریکارڈ کے لئے محاسبہ کی جلد سوم میں شامل اشاعت کیا ہے اور بس۔

(۵۱۷)

عبدالجبار عمر پوری رحمۃ اللہ علیہ (مقیم آگرہ)، مولانا

مولانا عبدالجبار عمر پوری رحمۃ اللہ علیہ مقیم آگرہ نے مرزا قادیانی کے متعلق اپنے فتویٰ میں تحریر کیا کہ: ''قادیانی کجرو نے بدعت ضلالت نکالی ہے۔ نصوص میں تحریف کی ہے اور ان باتوں کا جو دین میں بداہۃً ثابت ہیں انکار کیا ہے۔ وہ اور اس قماش کے دوسرے لوگ دین کے چور اور دجالوں میں سے ہیں۔ خدا اس کو توبہ کی توفیق دے یا ذلت آفریں عذاب میں مبتلا کرے۔''

(۵۱۸)

عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں لکھا: ''ان امور کا مدعی جو سوال میں مذکور ہیں، رسول رب العالمین کا مخالف اور اس راہ کا پیرو ہے جو مومنوں کی راہ نہیں۔ علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاتفاق کفر ہے۔ قادیانی کے پیرو نصاریٰ کے پٹھو ہیں۔''

(۵۱۹)

عبدالجبار قادری رحمۃ اللہ علیہ (حیدرآباد دکن)، مولانا سید

حیدرآباد دکن کے ایک قادیانی نے رسالہ ''حجۃ اللہ'' لکھا۔ حضرت مولانا سید عبدالجبار

قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب: ''سیف الجبار'' کے نام سے تحریر فرما کر قادیانیوں کی بولتی بند کر دی۔ قادیانیوں نے دوسرا رسالہ ''انواراللہ'' تحریر کیا جو حضرت مولانا انواراللہ خان حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف تھا۔ مولانا سید عبدالجبار قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا انواراللہ خان حیدرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ قادیانی رسالہ کا آپ نے جواب تحریر فرمایا جس کا نام ہے: ''حجۃ الجبار'' ان دونوں رسائل کو احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شامل کیا گیا ہے اور پہلے یہ دونوں رسائل مرزا قادیانی کے زمانہ میں شائع ہوئے تھے۔

(۵۲۰)

عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ (ڈھڈیاں شریف ضلع سرگودھا)، مولانا

(وفات: ۲۱ رنومبر ۲۰۰۹ء)

برصغیر کے قطب الارشاد اور شیخ زمانہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے برادرزادہ حضرت مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم وتربیت حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ ابتدائی تعلیم آپ نے خانقاہ رائے پور میں حاصل کی۔ دینی کتب کی تعلیم کے لئے آپ کو مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل کیا گیا۔ بانی احرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ساتھ سہارنپور سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ اس زمانہ میں مظاہر العلوم کی مسند حدیث پر حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ (المعروف حضرت ناظم صاحب) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز تھے۔ ان ایسے اکابر علماء وشیوخ سے آپ نے حدیث شریف پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد حضرت مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ رائے پور کے ہوکر رہ گئے۔ حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات آپس میں ہم زلف تھے۔ حضرت مولانا محمد انوری لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو صاحبزادیاں ان حضرات کے عقد میں آئیں۔ ایک ہی روز نکاح ہوا۔ ایک ہی روز دونوں کی رخصتی عمل میں لائی گئی۔ مولانا انیس الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ ہر دو حضرات حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ہی محبوب خلفاء میں سے تھے اور ان کا آپس میں تعلق بھی مثالی تھا۔ حضرت مولانا عبدالجلیل

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی پڑھنے پڑھانے کا باضابطہ شغل اختیار نہیں کیا۔ ساری زندگی عبادت وریاضت، ذکرواذکار میں گزاردی۔ بلامبالغہ انسان ہونے کے باوجود ان کی زندگی ملکوتی زندگی تھی۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد تو خانقاہ ڈھڈیاں شریف میں آپ نے ڈیرے لگادیئے۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے حضرت مولانا عبدالوحید رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے مدرسہ ومسجد ڈھڈیاں کے نظم کو چلایا۔ خانقاہ شریف کے معمولات حضرت مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ نے پورے کئے۔ بہت ہی گمنامی کی زندگی گزاری۔ جلسے، جلوس، میٹنگ واجتماع کے بالکل قریب نہ جاتے تھے: ''رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله'' کا مصداق تھے۔ شاید زندگی میں کبھی تکبیر اولیٰ قضا ہوئی ہو۔ اذان ہونے کے ساتھ ہی وہ مسجد میں ہوتے۔ لیکن احتیاط کا یہ عالم کہ فوتگی سے پہلے فدیہ ادا کیا۔

مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ کو عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کا اعزاز حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ورثہ میں ملا تھا۔ جب کبھی آپ سے ملنے کے لئے جانا ہوا ختم نبوت کے کام کی تفصیلات بڑی محبت سے سنتے اور ان کی طبیعت شگفتہ پھول کی طرح ہوجاتی۔ ختم نبوت پر کام کرنے والوں کو اپنی دعاؤں سے نوازتے۔ حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ بلامبالغہ لاکھوں لاکھ انسانوں نے جنازہ میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔

(۵۲۱)

عبدالحئی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

''تذكرة العباد (لكيلا يفتروا باقوال اهل الحاد) ''قادیانی دجل کرتے ہیں کہ عذاب آرہے ہیں جو مرزا قادیانی کی تکذیب کی وجہ سے ہیں۔ مصنف نے جواب دیا کہ عذاب کے نزول کے کئی اسباب ہیں۔ نبی کے انکار سے عذاب شئی دگر ہے۔ ورنہ جب بھی عذاب آئے تو کوئی نبی ماننا پڑے گا۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ مؤلف مولانا عبدالحئی بن مولانا محمد عثمان ہیں۔ برق مطبع امرتسر سے اوّلاً شائع ہوئی۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شامل اشاعت ہوئی۔ خوب معلوماتی کتاب ہے جو مصنف کی قابلیت کی دلیل ہے۔

(۵۲۲)

عبدالحئیؒ جام پوری ؒ، مولانا

(وفات:۴؍جون ۲۰۰۷ء)

دارالعلوم دیو بند کے فاضل، محقق وفاضل اجل حضرت مولانا عبدالحئی جام پوری ؒ نے دورہ حدیث دارالعلوم دیو بند سے کیا۔ اس زمانہ میں سپیشلائزیشن کے لئے حضرات فضلاء دارالعلوم اپنے اپنے ذوق کے مطابق، خانقاہوں، مناظرین، اطباء کے ہاں رجوع کرتے تھے۔ مولانا عبدالحئی صاحب ؒ نے لکھنؤ دارالمبلغین میں داخلہ لیا اور امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی ؒ کے ہاں فن مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل کیا۔

اس دور میں سردار احمد خان پتافی ؒ نے تنظیم اہل پاکستان کی بنیاد رکھی تھی۔ سردار صاحب مرحوم اسی علاقہ کے نامی گرامی مذہبی زمیندار تھے۔ مولانا عبدالحئی ؒ نے ان کی سرپرستی میں جام پور مسجد مہاجرین، وجامعہ محمدیہ سے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ جب کہ تنظیم اہل سنت کے پلیٹ فارم سے تبلیغی کاوشوں کو جلاء ملنے لگی۔

آپ عرصہ تک تنظیم اہل سنت پاکستان کے دارالمبلغین ملتان، جامعہ قاسمیہ فیصل آباد، مدرسہ سلطان العلوم مدنیہ کوٹلہ رحم علی شاہ ضلع مظفر گڑھ اور دیگر مدارس کے ریفریشر کورسوں میں لیکچرار کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے علاقائی کے پروگراموں اور بالخصوص چناب نگر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کا عرصہ تک معمول رہا۔ حضرت مولانا صوفی اللہ دسایا ؒ مجاہد ختم نبوت اپنی صحت کے زمانہ میں بس، ویگن پر بھرپور وفد ڈیرہ غازیخان سے چناب نگر کانفرنس پر لایا کرتے تھے۔ بدھ شام روانہ ہوتے۔ جمعرات فجر سے قبل پہنچ جاتے اور فجر کا درس مولانا عبدالحئی جام پوری ؒ سے دلا کر ختم نبوت کانفرنس کا آغاز کرتے۔

مولانا عبدالحئی ؒ ملک بھر کی اہم مسلکی میٹنگوں میں شریک ہوتے اور بڑی جچی تلی مختصر رائے دیتے جو وقیع سمجھی جاتی۔ بہت ہی فاضل معلوماتی اور ثقہ عالم دین تھے۔ دینی علوم بالخصوص فتن کے حوالہ سے تاریخ پر گہری نظر اور دسترس تھی۔ فقہ میں تو رسوخ حاصل تھا۔ بعض ان کے فتویٰ جات یادگار اور ٹھوس بنیادوں پر بطور سند کے پیش کئے جانے کے لائق ہیں۔ حضرت

مولانا سید نورالحسن بخاری ؒ کے آخری زمانہ حیات میں تنظیم اہل سنت سے حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری ؒ، حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ ؒ نے علیحدہ مجلس تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان کی داغ بیل ڈالی۔ پھر مولانا عبدالشکور دین پوری ؒ مجلس علماء اہل سنت پاکستان کے نام سے خطباء اہل سنت کی ایک جماعت کے لئے وقف ہوگئے۔ تو اس زمانہ میں سید عبدالمجید ندیم شاہ ؒ کی نظر انتخاب مولانا عبدالحیؒ جام پوری ؒ پر پڑی۔ انہیں مجلس تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان کا سربراہ بنادیا۔ اب تھوڑا عرصہ ہوا ہمارے مخدوم زادہ ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المؤمن شاہ بخاری مدظلہ نے انہیں اپنی مجلس احرار اسلام پاکستان کا صدر منتخب کرایا۔ غرض مولانا عبدالحیؒ جام پوری ؒ ایسے مرنجاں مرنج انسان اور خوبیوں کے مالک تھے کہ جہاں کہیں خلاء پیدا ہوتا اسے پر کرنے کے لئے سب کی نظر حضرت مولانا عبدالحیؒ جام پوری ؒ پر پڑتی اور وہ بھی اپنی طبعی شرافت اور خدمت دین کے مزاج کے باعث کہ اگر میرے جانے سے دین کے اس شعبہ کا کام چل سکتا ہے تو دریغ نہ فرماتے۔ مولانا عبدالحیؒ جام پوری ؒ نے کئی جماعتوں کی کوہ پیائی کی۔ لیکن جہاں گئے اپنے علم وفضل کے باعث نمایاں رہے۔

طبعاً مرنجاں مرنج تھے۔ کسی بھی ادارہ وجماعت میں رہے ہوں اپنے کسی بھی دوسرے فریق کا شکوہ وغیبت نہ کرتے تھے۔ نہ ہی مخالفت مول لیتے تھے۔ اس لئے کہیں بھی رہے احترام تمام طبقوں میں آپ کا کیا جاتا تھا۔

مدرسہ سلطان العلوم کوٹلہ رحم علی شاہ میں دورہ تفسیر کا آغاز ہوا۔ آپ کو تکلیف دی گئی۔ آپ نے تفسیر پڑھائی اور ایسی پڑھائی کہ گویا آپ کا موضوع ہی یہ تھا۔ آپ نے سنی خطباء کے لئے جمعہ خطبہ عربی زبان میں ترتیب دیا، شائع ہوا۔ ملک کی کئی مساجد میں وہ پڑھا جارہا ہے جو آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ مسجد مہاجرین، جامعہ محمدیہ فیض القرآن جام پور میں نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط آپ نے قرآن وسنت سے لوگوں کے ایمانوں کو جلاء بخشی۔ گزشتہ سے پیوستہ برس اس مدرسہ کے جلسہ پر فقیر کی حاضری ہوئی۔ رات کا بیان تھا۔ مدرسہ سے گھر دور ہونے کے باوجود رات کو تشریف لائے اور فرمایا صرف آپ سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔ بیان کے آخر تک شریک مجلس رہے۔ اس سے ان کی برخوردار نوازی کو سمجھا جاسکتا ہے۔ اپنے مسلک کے علاوہ دوسرے مسالک کی جماعتوں وشخصیات کے ہاں بھی آپ کو احترام کا درجہ حاصل تھا۔ مقامی، ضلعی، ڈویژنل امن کمیٹیوں کے رکن رکین رہے۔ جسم ہلکا، رنگ پکا، داڑھی قدرے ورلی چھدرے بالوں والی، قد وقامت دراز، عمر بھر چاک وچوبند رہے۔ ۹۵ سال کی عمر پائی آخر وقت تک کسی کے محتاج

نہ ہوئے۔سوائے بڑھاپا کی کمزوری کے کوئی بیاری نہ تھی۔اخباری اطلاع کے مطابق آخری دن بھی حسب معمول صبح درس قرآن مجید دے رہے تھے کہ دل کی بازی ہار گئے۔حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔اس روز جام پور میں جنازہ ہوا جو آپ کے صاحبزادہ مولانا ابوبکر عبداللہ نے پڑھایا۔ شام کو آبائی قبرستان کوٹ چھٹہ میں آسودہ خاک ہوئے۔حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ دیانتداری کی بات ہے کہ بہت ہی خوبیوں کے مالک عالم دین تھے۔اسلاف کی روایات کی چلتی پھرتی تصویر قانع طبیعت اور ایثار پیشہ تھے۔باوجودیکہ ایک پسماندہ قصبہ نما شہر میں زندگی گزاری۔ لیکن احترام، مقام، شہرت، ملک گیران کو نصیب ہوئی۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ پڑھنے پڑھانے اور تقریر وبیان سے تعلق رکھا۔اگر تحریر کی دنیا کی طرف طبیعت چل نکلتی تو لکھنؤ کی زبان دانی کے باعث قابل قدر ذخیرہ چھوڑ جاتے۔اب بھی سینکڑوں ان کے شاگردان کے لئے ذخیرہ آخرت ہیں۔سراپا خیر تھے۔حق تعالیٰ ان کے ساتھ خیر کا معاملہ فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ آمین! بحرمۃ النبی الکریم!

(۵۲۳)

عبدالحئ عابد رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا

(وفات: فروری ۲۰۱۳ء)

حضرت مولانا قاری عبدالحئ عابد ملک عزیز کے نامور خطیب تھے۔ ہمارے ملک کے نامور خطیب حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے مولانا عبدالحئ عابد رحمۃ اللہ علیہ برادر اصغر تھے۔مولانا عابد نے ''لا نبی بعدی'' کے نام پر یہ رسالہ مرتب کیا۔قرآن وسنت سے ختم نبوت وحیات مسیح پر خامہ فرسائی کی ہے۔اس رسالہ کو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں شائع کیا گیا ہے۔

(۵۲۴)

عبدالحئ رحمۃ اللہ علیہ (مانسہرہ)، مولانا

(وفات: ۱۸ر نومبر ۲۰۰۵ء)

آپ ۱۹۱۰ء میں مولانا محمد عالم کے گھر پیدا ہوئے۔۱۹۶۱ء میں جامع مسجد ناڑی مانسہرہ

کے خطیب مقرر ہوئے۔ مولانا عبدالحئی صاحب نے اورینٹل کالج لاہور سے مولوی فاضل کیا اور وہیں مولانا رسول خان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے درس نظامی ودرس حدیث لیا۔ آپ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور تحریک ہائے ختم نبوت ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں بھی خوب متحرک رہے۔ ان کی مسجد تحریکوں کا مرکز رہی۔ مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء میں سے تھے اور خوب جلالی بزرگ تھے۔

(۵۲۵)

عبدالحئی کوہاٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

حضرت مولانا عبدالحئی کوہاٹی ''آئینہ مرزا یا مرزائی ناول'' کے مصنف ہیں۔ ناول کی طرز پر اس کتاب کو لکھا ہے۔ قادیانی فتنہ سے متعلق جدید انداز تفہیم اپنایا گیا ہے۔ ابتداء میں یہ کتاب سٹیم پریس راولپنڈی میں باہتمام مہتہ کشن چند موہن پرنٹر کے ہاں شائع ہوئی۔ پاکستان بننے سے پہلے کی شائع شدہ ہے۔ کتاب خوب دلچسپ ہے۔ پہلے ایڈیشن کے ۲۴۰ صفحات تھے۔ کم وبیش پون صدی بعد اس کتاب کی احتساب قادیانیت جلد ۵۱ میں دوبارہ اشاعت ہم اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

(۵۲۶)

عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۰ء ...... وفات: ۲۰؍جولائی ۱۹۷۰ء)

مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نامور عالم دین تھے۔ تحریک خلافت، تحریک پاکستان میں بڑی بے جگری سے کام کیا۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی آ گئے۔ حضرت مولانا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جمعیۃ علماء پاکستان کے تاحیات صدر رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑی پامردی کے ساتھ حصہ لیا۔ گویا آپ کی زندگی کا سب سے بڑا مشن عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت تھا۔ چنانچہ اس تحریک میں آپ نے بڑا نمایاں حصہ لیا۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کی حمایت اور مرزائیت کی تردید کی پاداش میں حکومت نے انہیں گرفتار کر لیا۔ ایک سال تک سکھر اور کراچی کی جیلوں میں مولانا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نظر بند رہے۔ قید وبند کی سخت صعوبتوں کو بڑی جوانمردی سے برداشت کیا۔ ان کی مدبرانہ فراست نے پورے ملک میں اس تحریک کو مقبول بنایا۔

(۵۲۷)

عبدالحفیظ پیرزادہ (کراچی)، جناب

(وفات: اگست ۲۰۱۵ء)

جناب عبدالحفیظ پیرزادہ مرحوم، جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی کابینہ میں وفاقی وزیر قانون تھے۔ بھٹو حکومت کے ختم ہونے کے بعد پھر سے وکالت شروع کی۔ کراچی میں وکالت کرتے تھے۔ نامور قانون دان قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر کئی قراردادیں پیش ہوئیں۔ مولانا نورانی مرحوم، مولانا غوث ہزاروی مرحوم وغیرہ ان سب پر ایک ساتھ قومی اسمبلی کی سب کمیٹی میں بحث ہوئی۔ آخر میں گورنمنٹ اور اپوزیشن کی طرف سے ایک متفقہ ترمیمی بل لایا گیا۔ جس پر کئی حضرات کے دستخط تھے۔ جناب عبدالحفیظ پیرزادہ مرحوم نے وفاقی وزیر قانون ہونے کے ناطے قومی اسمبلی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۵۲۸)

عبدالحفیظ حقانی حنفی (آگرہ)، جناب

(پیدائش: ۱۹۰۰ء، بریلی ...... وفات: ۲۳رجون ۱۹۵۸ء، ملتان)

''السیوف الکلامیہ لقطع الدعاوی الغلامیہ'' مفتی آگرہ مولانا عبدالحفیظ حقانی حنفی مرحوم نے ۱۹۳۴ء میں یہ کتاب تحریر فرمائی۔ مصنف نے خود ابتداء میں اس کتاب کے تعارف پر بہت کچھ لکھ دیا ہے۔ اس لئے مجھے اس پر لکھنے کی ضرورت نہیں اور یہ احتساب قادیانیت جلد ۴۶ میں شامل اشاعت ہے۔ مجھے ایسے یاد ہے کہ آگرہ کے مفتی عبدالحفیظ حقانی حنفی، ایم.کیو.ایم کے الطاف حسین کے نانا تھے۔ نانا قادیانیوں کے خلاف، نواسہ ان کے لئے نرم گوشہ رکھے۔ اچھی روایات کے خاتمہ کی اس سے بڑی کیا مثال ہوگی؟ ہے نا اہل کہیں کا۔

مفتی عبدالحفیظ صاحب مرحوم کے والد گرامی کا نام مولانا عبدالمجید مرحوم تھا۔ مفتی حفیظ نے اپنے والد سے صرف ونحو وفارسی پڑھی۔ پھر مولانا عبدالباری فرنگی محلی مرحوم سے پڑھا۔ آپ کے والد صاحب نے ٹانڈہ میں مدرسہ قائم کیا۔ یہ وہاں پڑھانے کے لئے چلے گئے۔ پھر مدرسہ

حمیدیہ مدراس اور انجمن تبلیغ الاحناف امرتسر میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ مدرسہ نعمانیہ فراش خانہ دہلی میں بھی پڑھاتے رہے۔ ۱۹۳۹ء میں آگرہ جامع مسجد کے خطیب ومفتی مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۵ء میں کراچی آ گئے تھے۔ جناح مسجد میں خطیب رہے۔ دارالعلوم مظہریہ کراچی کے شیخ الحدیث رہے۔ جامعہ نعیمیہ لاہور کے سالانہ جلسہ پر گئے۔ واپسی پر ملتان میں وصال ہوا۔ حسن پروانہ قبرستان میں محو استراحت ہیں۔ مولانا محمد حسن حقانی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم امجدیہ کے مہتمم اور سابق ایم. پی سندھ آپ کے صاحبزادہ ہیں۔

(۵۲۹)

عبدالحفیظ سکھروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۷ رجنوری ۲۰۰۲ء)

حضرت مولانا قاری عبدالحفیظ سکھروی رحمۃ اللہ علیہ ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر معدہ کے مرض کا شکار ہوئے جو جان لیوا ثابت ہوا۔ مرحوم بندھانی خاندان کے مشہور قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کے نور نظر تھے۔ تلاوت قرآن کریم کا ذوق انہیں اپنے والد بزرگوار سے وراثت میں ملا تھا۔ آپ کی زبان ہر وقت قرآن کریم کی تلاوت سے تر رہتی تھی۔ نواں گوٹھ سکھر کے مشہور مدرسہ تعلیم القرآن کے شعبہ حفظ وقرات سے ایسے وابستہ ہوئے کہ اپنی زندگی کے تمام لحات تعلیم قرآن کے لئے وقف کر دیئے۔ مایہ ناز مدرس اور قاری قرآن تھے۔ احادیث میں آتا ہے کہ قراء حضرات برزخ، محشر اور جنت میں بڑے سوز وگداز اور وجد آفریں انداز سے قرآن کریم کی تلاوت کریں گے۔ قاری عبدالحفیظ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ شیریں ذوق اس دنیا میں عطا کر دیا تھا۔ قرآن کریم کی کثرت تلاوت کی مٹھاس ان کے ہونٹوں کو ہمہ وقت متبسم رکھتی تھی۔ آپ اپنی گفتگو میں اپنے مخاطب کو سب سے پہلے مسکراہٹ کا تحفہ اور ہدیہ پیش کرتے اور پھر بات کرتے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت سے انہیں قلبی اور جگری تعلق تھا۔ ختم نبوت کے عنوان پر جلسے، کانفرنس، درس کے ہر پروگرام میں پیش پیش رہتے تھے۔ موصوف جید عالم دین بھی تھے۔ تدریسی خدمات کے ساتھ آپ اصلاحی اور تبلیغی خطبات سے سکھر کے مسلمانوں کی جانی پہچانی شخصیت تھے۔ آپ مدینہ مسجد کپڑا مارکیٹ سکھر کے تادم واپسی خطیب رہے۔ مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے عطا کئے جو حسن صورت اور حسن سیرت، علم وفضل کے لحاظ سے اپنے والد کے قابل فخر جانشین ہیں۔ ایک بیٹا

دبئی میں دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے اور دوسرا سکھر میں تدریس اور خطابت کی خدمات اپنے مرحوم والد کی نیابت میں سرانجام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے حسنات کو قبول فرمائیں۔

(۵۳۰)

عبدالحفیظ شاہ رحمۃ اللہ علیہ، جناب سید

موصوف نے عرب امارات میں قادیانیوں کے خلاف ویب سائٹ بنائی۔ ’’ٹوان ون‘‘ ایک کتاب بھی قادیانیوں کے خلاف تحریر کی۔ قادیانیوں کو خوب آڑے ہاتھوں لیا۔

(۵۳۱)

عبدالحق الباکستانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا عبدالحق نے ’’الاحمدیۃ اللاھوریہ‘‘ نام سے ۴۰ صفحات پر مشتمل عربی میں رسالہ شائع کیا۔ لاہوری مرزائی افریقی ممالک میں یہ تأثر قائم کرتے تھے کہ ہمارا قادیانیوں سے کوئی تعلق نہیں اور یہ کہ ہم مسلمان ہیں۔ جس سے وہاں کے مسلمانوں میں لاہوری مرزائیوں سے متعلق صحیح صورتحال واضح نہیں ہوتی تھی۔ جس کے باعث وہ کسی بڑی غلطی کے مرتکب ہوسکتے تھے۔ اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ لاہوری مرزائی بھی مرزا غلام قادیانی کے پیروکار ہیں جو عقائد قادیانی جماعت کے ہیں۔ وہی لاہوری پارٹی کے ہیں۔ ان میں اختلاف عقائد کا نہیں بلکہ اقتدار و مسند نشینی کا ہے۔ جیسے قادیانی غیر مسلم ہیں ایسے ہی لاہوری بھی غیر مسلم ہیں۔ افریقہ و عرب ممالک میں یہ کتاب تقسیم کی گئی اور مسلمانوں کو ایک خطرناک فتنہ سے بچایا گیا۔

(۵۳۲)

عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (اٹک)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۲ء ...... وفات: ۴؍نومبر ۱۹۸۵ء)

مولانا مدرسہ مفتاح العلوم حضرو کے بانی و مہتمم تھے۔ آپ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ایمانی جذبہ سے بھرپور حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

(۵۴۳)

عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (اکوڑہ خٹک)، مولانا

(ولادت: جنوری ۱۹۰۹ء ...... وفات: ۷ر ستمبر ۱۹۸۸ء)

مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ میرٹھ، امروہہ میں بھی پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ پھر قیام پاکستان تک اپنے مادر علمی دیوبند میں پڑھاتے بھی رہے۔ پاکستان بننے کے بعد دارالعلوم اکوڑہ خٹک قائم کیا۔ جو آج پاکستان کے بڑے مدارس اور صوبہ خیبر پختونخواہ کا سب سے بڑا جامعہ شمار ہوتا ہے۔ آپ تین مرتبہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ جب قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا تو آپ نے امت مسلمہ کا مؤقف پیش کرنے میں سنہری خدمات سرانجام دیں۔ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم، مدبر اور بزرگ رہنما تھے۔ حق تعالیٰ آپ کی تربت پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائیں۔

(۵۴۴)

عبدالحق چوہان رحمۃ اللہ علیہ (رحیم یار خان)، مولانا

رحیم یار خان کے مولانا عبدالحق صاحب مجلس احرار اسلام کے سرگرم رہنما تھے۔ حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا پمفلٹ شائع کیا جس کا نام تھا: ''کیا حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑ دی مرزائی تھے؟'' یہ جنوری ۱۹۸۴ء کی بات ہے۔ ان کا دوسرا رسالہ ''فرنگی سیاست کے برگ و بار'' ہے یہ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شائع ہوئے۔

(۵۴۵)

عبدالحق حقانی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

زمانہ جانتا ہے کہ مولانا عبدالحق حقانی محدث ومفسر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں جن کا پورے برصغیر کے ہر حلقہ میں احترام ہے۔ آپ نے تفسیر المنان المعروف تفسیر حقانی اردو آٹھ جلدوں میں تحریر کی۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی جلیل القدر تصنیفات ہیں۔ آپ نے مرزا قادیانی

کے متعلق یہ فتویٰ دیا: ''یہ شخص منجملہ ان دجالوں کے ایک دجال ہے جن کی رسول خدا ﷺ نے خبر دی تھی۔ مگر بڑا بھاری دجال بلکہ اس کا عم دخال ہے۔ اگر پنجاب میں آزادی اور الحاد کا دریا اسی طرح موجزن رہے گا اور اس کے بعد کوئی موٹا تازہ دولت مند خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے گا تو سینکڑوں سادہ لوح پنجابی اس کے بھی مرید ہو جائیں گے۔ خدا تعالیٰ قادیانیوں کو ہدایت نصیب کرے۔''

(۵۳۶)

عبدالحق شیخ رحمۃ اللہ علیہ (چیچہ وطنی)، مولوی

(پیدائش: ۱۹۲۲ء، لدھیانہ ...... وفات: اپریل ۱۹۷۵ء)

آپ کا تعلق چیچہ وطنی سے تھا۔ شروع سے ہی مذہبی رجحان رکھتے تھے۔ آپ نے کبھی بھی کوئی غیر شرعی کام خود کیا نہ اپنے خاندان والوں کو کرنے دیا۔ جوانی سے ہی اسلام سے لگاؤ تھا۔ کبھی بھی شیو (Shave) نہ کروائی۔ پہلے دن سے سنت رسول ﷺ چہرے پر سجا رکھی تھی۔ پابند صوم وصلوٰۃ ہونے کی وجہ سے مولوی کے لقب سے معروف ہوئے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ساہیوال جیل میں تقریباً ۲ ماہ تک پابند سلاسل رہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قربت کا وقت گزارا۔

مالی طور پر کمزور ہونے کے باوجود دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ شہر میں ہونے والے تمام جلسوں کے سٹیج کے تمام انتظامات خود کرتے تھے۔ اعلان بھی خود کرتے تھے۔ ان کی آذان پورے شہر میں مشہور تھی۔ اپنی اولاد کو ہمیشہ حرام وحلال کی تمیز کا درس دیا۔ اپنی زندگی اسلام کے مطابق گزار کر تقریباً ۵۵ سال کی عمر میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ انڈیا کے شہر میں لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ روڈ ایکسیڈنٹ میں شہادت پائی۔

(۵۳۷)

عبدالحق غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی

(وفات: ۱۶ر مئی ۱۹۱۷ء)

مولانا عبدالحق غزنوی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ بڑی مدت سے مرزا قادیانی کو مباہلہ کا چیلنج دے

رہے تھے۔ مرزا قادیانی نے ۲۵؍اپریل ۱۸۹۳ء کے جس اشتہار میں حافظ محمد یوسف ضلع دار اور مولوی عبدالحق غزنوی ؒ کے مباہلہ کا ذکر کیا۔ وہ اشتہار (مجموعہ اشتہارات ج۱ص ۳۹۵ تا ۳۹۹) پر مرزا قادیانی نے درج کیا ہے۔ اس کا عنوان ہے: ''اشتہار مباہلہ میاں عبدالحق غزنوی وحافظ محمد یوسف صاحب'' اس میں بہت کچھ غلط بیانیوں سے کام لیا تھا۔ اس اشتہار کے جواب میں مولوی عبدالحق مرحوم نے ۲۶؍شوال ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۳؍مئی ۱۸۹۳ء کو ایک اعلان شائع کیا جس میں مرزا قادیانی سے خطاب کرتے ہوئے لکھا کہ:

''اب میں بذریعہ اشتہار ہذا دستخط خود تم کو مطلع کرتا ہوں اور ساری دنیا کو اس کا گواہ ٹھہراتا ہوں کہ اگر تمہارے ساتھ مباہلہ کرنے سے مجھ پر کچھ لعنت کا اثر ایسی صفائی کے ساتھ ظاہر ہو، جس میں کسی کو شک وشبہ نہ رہے تو میں تمہاری تکفیر سے تائب ہو جاؤں گا۔ اب اپنے اشتہار کے بموجب مباہلہ کے لئے امرتسر آجاؤ۔ مباہلہ اس بات پر ہوگا کہ تم اور تمہارے سب پیرو دجال کذاب ملاحدہ اور زنادقہ باطنیہ ہیں۔ مباہلہ عیدگاہ کے میدان میں ہوگا۔ تاریخ جو تم مقرر کرو، وہی مجھے منظور ہے۔ اگر تم اپنے اعلان کے بموجب میرے ساتھ مباہلہ کرنے کے لئے امرتسر نہ آئے تو پھر دوسرے علماء سے مباہلہ کی درخواست کرنا پرلے درجے کی بے شرمی اور بے حیائی متصور ہوگی۔

گرازیں بار باز ہم پیچی سرے ۔۔۔ بر تو شد نفرین رب اکبرے

(عبدالحق غزنوی از امرتسر ۲۶؍شوال ۱۳۱۰، تبلیغ رسالت ج۳ص ۵۲، مجموعہ اشتہارات ج۱ص ۴۲۴،۴۲۵ حاشیہ)

مرزا قادیانی ۵؍جون ۱۸۹۳ء کو آتھم کے مناظرہ سے فارغ ہوئے تھے۔ مرزا قادیانی نے اسی دن مولوی عبدالحق کے اعلان کا جواب شائع کیا۔ جس میں لکھا کہ عبدالحق غزنوی کا اشتہار مباہلہ میری نظر سے گزرا۔ اس لئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ مجھ کو اس شخص اور ایسا ہی ہر ایک مکفر سے جو عالم یا مولوی کہلاتا ہے، مباہلہ منظور ہے۔ میں تیسری یا چوتھی ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ تک امرتسر پہنچ جاؤں گا۔ تاریخ مباہلہ ۱۰؍ذیقعد ۱۳۱۰ھ (مطابق ۲۷؍مئی ۱۸۹۳ء) قرار پائی ہے۔ جس سے کسی صورت میں تخلف لازم نہیں ہوگا اور مقام مباہلہ عیدگاہ جو قریب مسجد خان بہادر محمد شاہ مرحوم ہے، قرار پایا ہے۔ ہم بار بار مباہلہ کرنا نہیں چاہتے۔ ابھی تمام مکفرین کا فیصلہ ہو جانا چاہئے۔ اب جو شخص گریز کرے گا اور تاریخ مقررہ پر حاضر نہیں ہوگا آئندہ اس کا کوئی حق نہیں رہے گا کہ پھر کبھی مباہلہ کی درخواست کرے اور پھر ترک حیا میں داخل ہوگا کہ غائبانہ کافر کہتا رہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ مباہلہ سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم مکفرین

کے سامنے جلسہ عام میں اپنے اسلام کے وجوہات پیش کریں۔"

(اشتہار: مرزا قادیانی مورخہ ۳۰ رشوال ۱۳۱۰ھ، رسالہ سچائی کا اظہار ص ۱۷، ۱۸، خزائن ج ۶ ص ۸۱، ۸۲)

مولوی عبدالحق ؒ نے اس کے جواب میں لکھا کہ: "مجھے آپ سے مباہلہ کرنا بدل وجان منظور ہے۔ لیکن میری خواہش ہے کہ مباہلہ ۱۵ رجون ۱۸۹۳ء کے بعد ہو۔ کیونکہ ۱۰ رذیقعد کو آپ آتھم سے مناظرہ کر رہے ہوں گے۔ ہمیں مباہلہ سے پہلے آپ کا لیکچر سننا ہرگز منظور نہیں۔ کیونکہ جب آپ اپنی طرف سے صفائی پیش کریں گے تو ہمیں بھی آپ کی تردید کرنی پڑے گی۔ ایسی حالت میں یہ مباہلہ نہ ہوا۔ مباحثہ ہوگیا اور مناظروں کے جھگڑے تو ختم ہونے والے نہیں۔ مقام مباہلہ میں صرف فریقین دعا کریں گے۔ دعا یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے پر لعنت کرے۔ اس کا جواب بدست حاملان رقعہ ہذا بھیج دیجئے۔"

(عبدالحق غزنوی مورخہ ۷ رذیقعد ۱۳۱۰ھ)

اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے لکھا:

"میاں عبدالحق غزنوی کو واضح ہو کہ اب حسب درخواست آپ کے جس میں آپ نے مجھے قطعی طور پر کافر اور دجال لکھا ہے مباہلہ کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے اور امرتسر میں آنے کی میری دو ہی غرضیں تھیں۔ ایک عیسائیوں سے مباحثہ اور دوسرے آپ سے مباہلہ۔ میں بعد استخارہ مسنونہ انہی دو غرضوں کے لئے مع اپنے قبائل کے آیا ہوں اور جماعت کثیرہ دوستوں کی جو میرے ساتھ کافر ٹھہرائی گئی ہے۔ ساتھ لایا ہوں اور اشتہارات شائع کر چکا ہوں اور متخلف پر لعنت بھیج چکا ہوں۔ اب جس کا جی چاہے لعنت سے حصہ لے۔ میں تو حسب وعدہ میدان مباہلہ یعنی عیدگاہ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ خدا تعالیٰ کاذب اور کافر کو ہلاک کرے۔ ہاں! یہ مجھے منظور ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ نہ کروں۔ دعا صرف یہ ہوگی کہ میں مسلمان اور اللہ رسول کا متبع ہوں۔ اگر میں اس قول میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ میرے پر لعنت کرے اور اگر یہ الفاظ میری دعا کے آپ کی نظر میں ناکافی ہوں تو جو آپ تقویٰ کی راہ سے لکھیں کہ دعا کے وقت یہ کہا جائے وہی لکھ دوں گا۔ مگر اب تاریخ مباہلہ ہرگز ہرگز تبدیل نہیں ہوگی۔ لعنۃ اللہ علیٰ من تخلف منّا وما حضر فی ذالک التاریخ والیوم والوقت"

(۷ رذیقعدہ ۱۳۱۰ھ از امرتسر، جدید مکتوبات احمدیہ ج ۱ ص ۴۴۷)

اس کے جواب میں مولوی عبدالحق مرحوم غزنوی نے ایک اشتہار شائع کیا۔ جس میں لکھا کہ:

"اب میں بری الذمہ ہوگیا ہوں اور مجھ پر کسی قسم کی ملامت نہیں۔ کیونکہ میں نے

تاریخ بدلنے کی محض اس لئے خواہش کی تھی کہ گو میں اور دوسرے مسلمان، مرزا کو کیسا ہی گمراہ اور بے دین سمجھیں مگر جب وہ اسلام کی طرف سے عیسائیوں سے مقابلہ کر رہا ہے تو ہم سب کو بجائے بددعا کے دعا کرنی اور مدد دینی چاہئے۔ مگر مرزا قادیانی نے وہ تاریخ یعنی ۱۰رذیقعدہ نہیں بدلی۔ اب میں بھی ۱۰رذیقعدہ ۱۳۱۰ھ کو دو بجے دن کے مباہلہ کے مقام پر حاضر ہونا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ وہاں جا کر فریقین کی طرف سے لیکچر یا وعظ یا اظہار صفائی مطلق نہیں ہوگا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے اپنے خط میں وعدہ کر لیا ہے۔ مباہلہ کی یہ نوعیت ہوگی کہ پہلے میں تین مرتبہ بآواز بلند کہوں گا کہ الٰہی: میں مرزا کو ضال، مضل، ملحد، دجال، کذاب، مفتری اور محرف کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ ﷺ یقین کرتا ہوں۔ اگر میں اس دعویٰ میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر وہ لعنت کر جو کسی کافر پر تو نے آج تک نہ کی ہو۔ بعدہ روبقبلہ دیر تک ابتہال اور عاجزی سے دعا کریں گے کہ الٰہی جھوٹے کو رسوا اور شرمسار کر اور سب حاضرین مجلس آمین کہیں گے۔''

(عبدالحق غزنوی از امرتسر مورخہ ۸رذیقعدہ ۱۳۱۰ھ)

غرض ۲۷رمئی ۱۸۹۳ء کو امرتسر کی عیدگاہ میں مباہلہ ہوا، اور اس سے فراغت پاکر فریقین اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہوئے۔ اس واقعہ کے سوا سال بعد، جب مرگ آتھم کی پیش گوئی کی میعاد ختم ہوئی اور آتھم کے زندہ سلامت رہنے پر مرزا قادیانی پر ہر طرف سے آوازے کسے جانے لگے تو مولوی عبدالحق نے ایک اشتہار شائع کیا جس کا عنوان تھا: ''اثر مباہلہ عبدالحق غزنوی بر غلام احمد قادیانی'' اس اشتہار میں مولوی عبدالحق نے مرزا قادیانی کی ناکامی اور رسوائی کو اپنے مباہلہ کا نتیجہ قرار دیا اور مرزا قادیانی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ آپ جو فرماتے تھے کہ مباہلہ کے بعد جو باطل پر ہوگا وہ ذلیل و روسیاہ ہوگا۔ اب بتائیے کہ ہم دونوں میں سے باطل پر کون ہے اور ذلیل و روسیاہ کون ہوا ہے؟ آپ نے مولوی عبدالجبار امرتسری کو لکھا تھا کہ میں اپنے الہام پر ایسا ہی ایمان رکھتا ہوں جیسے کتاب اللہ پر۔ مرگ آتھم کی پیشین گوئی کے جھوٹا نکلنے پر بھی تمہیں اپنے الہام پر وہی ایمان ہے یا کچھ فرق آ گیا؟ پنڈتوں، جوتشیوں اور برہموں کی بھی کوئی نہ کوئی پیشین گوئی صحیح نکل آتی ہے۔ لیکن آپ کو اپنی پیشین گوئیوں میں ہمیشہ ذلت و نامرادی کی بھیانک صورت دیکھنی نصیب ہوتی ہے۔ پیشین گوئی کی میعاد گزر چکی، آتھم اب پہلے سے زیادہ قوی، تندرست اور صحیح المزاج ہے۔ تمہاری یہ ذلت و رسوائی مباہلہ کا اثر نہیں تو اور کیا ہے؟''

اس کے بعد مولوی صاحب نے لکھا:

''اب میں مسلمانوں کو عموماً اور مرزائیوں کو خصوصاً قسم دیتا ہوں کہ میرے اور مرزا

کے حال کو دیکھ کر خود ہی اندازہ کرلو کہ مباہلہ کو پندرہ مہینے گزر گئے۔اب میرے اوپر مباہلہ کی تاثیر
ی یا مرزا پر؟ میں ہمیشہ بیمار رہتا تھا۔اب کے سال اللہ کے فضل سے میرے بدن پر پھوڑا
پھنسی تک نہیں نکلا اور وہ باطنی نعمتیں اللہ عزوجل نے اس عاجز کو عطاء کی ہیں، جو نہ بیان کرسکتا
وں اور نہ مناسب جانتا ہوں کہ ان کا اظہار کروں اور مرزا کا حال تو ظاہر ہے اور اس کے
ریدوں کا یہ حال ہے کہ اسماعیل ساکن جنڈیالہ بانی مبانی مباحثہ امرتسر، جس نے مرزا کو مباحثہ
کے واسطے منتخب کیا تھا اور یوسف خاں سرحدی جو مدت سے مرزا قادیانی کا مرید تھا اور محمد سعید
الہ زاد بھائی مرزا قادیانی کی بی بی کا، یہ سب عیسائی ہوگئے۔پیر کا یہ حال اور مریدوں کا یہ کہ
ین ودنیا کی رسوائی وذلت ان پر آپڑی۔"

یہ اشتہار مطبع صدیقی لاہور میں چھپا تھا اور اس پر ۱۴؍ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ کی تاریخ تھی۔
س اشتہار کے انتقام میں قادیاں کے مرزا قادیانی نے مولوی صاحب کو خوب گالیاں دیں۔مشتے
ونہ از خروارے مرزا قادیانی کی ایک عربی تحریر کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔یہ ترجمہ بھی خود مرزا قادیانی کا
ہے۔فرماتے ہیں:

"اے کذاب! تو پہلے مباہلہ کے بعد یہ سب کچھ دیکھ چکا ہے اور تو غرق کیا گیا ہے
ور جلا دیا گیا ہے۔اے احمقوں کے فضلے! ہمیں بتلا کہ کب تو پانی میں سے نکلا۔بلکہ تو تو ندامت
کے پانی میں بدبختوں کی طرح ڈوب گیا اور کہاں تجھے آگ سے نجات حاصل ہوئی۔بلکہ تو تو
س حسرت کی آگ سے جل گیا۔جو شریروں پر بھڑکتی ہے۔"
(حجۃ اللہ مؤلفہ قادیانی ص۱۷، خزائن ج۱۲ ص۲۲۰)

مولوی عبدالحق مرحوم نے پیشین گوئی کی ناکامی کو مباہلہ کا اثر قرار دیتے ہوئے
رزا قادنی کی مندرجہ ذیل تحریر سے بھی استدلال کیا تھا۔مرزا قادیانی نے عیسائیوں کے جواب
یں لکھا تھا کہ:"میری سچائی کے لئے ضروری ہے کہ میری طرف سے بعد مباہلہ ایک سال کے اندر
ضرور نشان ظاہر ہو اور اگر نشان ظاہر نہ ہو تو پھر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں اور نہ صرف
وہی سزا، بلکہ موت کی سزا کے لائق ہوں۔" (حجۃ اللہ، مؤلفہ مرزا قادیانی طبع سوم ص۹)

مرزا قادیانی نے اس استدلال کے جواب میں لکھا کہ یہ غلط ہے کہ:"میرا نشان ظاہر
نہیں ہوا۔بلکہ میرے کئی ایک نشان ظاہر ہوئے۔مباہلہ کے بعد میری ترقی ہوئی، مرید بڑھ گئے،
آمدنی میں اضافہ ہوگیا۔" (حقیقت الوحی ص۲۴۰، خزائن ج۲۲ ص۲۵۲)

اور جب مریدوں نے مرزا قادیانی سے دریافت کیا کہ حضرت! اہل اللہ کے مخالف تو

ان کی بددعا سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کی کیا وجہ ہے کہ مباہلہ کے باوجود عبدالحق غزنوی ؒ کا بال تک بیکا نہیں ہوا؟ تو اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے کتاب انجام آتھم میں، جو ۲۲رجنوری ۱۸۹۷ء کو شائع کی۔ یہ عذر لنگ پیش کیا کہ: ''مباہلہ دراصل میری درخواست سے نہیں تھا اور نہ میرا اس میں یہ مدعا تھا کہ عبدالحق پر بددعا کروں اور نہ میں نے بعد مباہلہ کبھی اس بات کی طرف توجہ کی۔ اس بات کو اللہ خوب جانتا ہے کہ میں نے کبھی عبدالحق پر بددعا نہیں کی اور اپنے دل کے جوش کو ہرگز اس طرف توجہ نہیں دیا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۲۱، خزائن ج۱۱ ص۳۰۵)

لیکن اس تحریر کے ساڑھے پانچ سال بعد مرزا قادیانی نے کتاب (نزول المسیح ص۱۹۴، خزائن ج۱۸ ص۵۷۲) میں جو ۲۰راگست ۱۹۰۲ء کو شائع کی، یہ لکھ کر اپنے بیان کی تردید کردی کہ ''صدہا مخالف مولویوں کو مباہلہ کے لئے بلایا گیا تھا، جن میں سے عبدالحق غزنوی میدان میں نکلا۔''

بہرحال اس مباہلہ کے بعد دوسرے بے شمار مصائب کے علاوہ مرزا قادیانی کا ایک نو سالہ لڑکا مبارک احمد مرگیا۔ اس کے بعد مرزا قادیانی خود بھی مولوی عبدالحق کی زندگی میں طعمہ اجل ہوکر ان کے برسرحق ہونے کی عملی تصدیق کر گئے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے خود لکھا تھا کہ: ''مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو، وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔''

(اخبار الحکم قادیان، مورخہ ۱۰راکتوبر ۱۹۰۷ء ص۹)

یاد رہے کہ مرزا قادیانی ۲۶رمئی ۱۹۰۸ء کو بمقام لاہور مرض ہیضہ میں گرفتار ہوکر مولوی عبدالحق مرحوم کی زندگی میں گیارہ گھنٹہ کے اندر چل بسے تھے اور مولوی صاحب اپنے حریف کے نذر اجل ہونے کے بعد نو سال تک نہایت خوشگوار اور پرعافیت زندگی بسر کر کے ۱۶رمئی ۱۹۱۷ء کو رہگرائے عالم آخرت ہوئے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک!

مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا قادیانی کے کفر پر جب فتویٰ طلب کیا تو مولانا عبدالحق غزنوی ؒ نے اس پر تحریر کیا:

''مرزا قادیانی مرتد ہے۔ ضال، مضل، ملحد ودجال، وسوسہ ڈالنے اور ڈال کر پیچھے ہٹ جانے والا ہے۔ جس کو میرے بیان کی صحت میں شک ہو وہ مجھ سے مباہلہ کرلے۔''

(۵۴۸)

عبدالحق کوٹلوی سرہندی ؒ، جناب ابوالمنظور

''موت قادیانی'' مرزا قادیانی ملعون ۲۶رمئی ۱۹۰۸ء کو مرا۔ یہ رسالہ ۲۹رمئی ۱۹۰۸ء

کوشائع ہوا جو احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہے۔ ابوالمنظور مولانا عبدالحق کوٹلوی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحریر کنندہ ہیں۔ آپ نے حوالہ جات سے اس رسالہ میں ثابت کیا کہ سنت نبویؐ کے مطابق میں نے مرزا قادیانی کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا۔ نجرانی عیسائی سنت کے مطابق مرزا قادیانی کو اولاد سمیت مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کی موت اسی کا (بقول خود قادیانی) نتیجہ ہے۔ اس رسالہ کے ٹائٹل پر یہ آیت قرآنی درج ہے۔ ’’قل ان الموت الذی تفرّون منه فانه ملاقیکم ثم تردون الیٰ عالم الغیب و الشهادة فیکم بما کنتم تعملون ‘‘ اس طرح ٹائٹل پر یہ اشعار بھی درج ہیں۔

ہیں زندہ وہ جنہیں مارتا تھا تو ظالم — رہیں خدا کے فضل سے وہ زندہ سالم
ہیں خوش جہان و جہانیاں تیرے مرنے سے — بچا نہ تیری زبان سے جاہل وعالم
برا بھلا تو تھا کہتا اسی پے عیسیٰ کو — تھا مارتا تو اسی واسطے مسیحا کو
کہے تھا قابل نفرت تو معجزوں کو بھی — اس لئے تھا تو پیچھے لگاتا دنیا کو
محمدی پے نہ تو ہو سکا کبھی قائم — اگرچہ فکر اسی کا تھا قائم و دائم
کدھر گیا تیرا لڑکا اے کادیانی وہ — کہ جس سے بادشاہ ڈھونڈیں گے برکت دائم
شد عقل مسخ کادیانی کی — کہ اب بھی کرتے ہیں تقلید آنجہانی کی
پڑا وہ بھاڑ میں دوزخ کے — گیا گذر ہے یہ علامت قہر آسمانی کی

یہ رسالہ سول اینڈ ملٹری نیوز پریس لدھیانہ سے ۱۹۰۸ء کو شائع ہوا۔ ایک سو چار سال بعد دوبارہ ۲۰۱۲ء میں اشاعت، پروردگار عالم کا فضل ہی ہے اور بس!

’’انکشاف سر حقیقت الوحی‘‘ یہ بھی مولانا ابوالمنظور محمد عبدالحق کوٹلوی سرہندی کی تصنیف ہے۔ اس کو بھی مجلس نے احتساب قادیانیت کی جلد ۴۷ میں شامل کیا ہے۔ ۱۹۰۸ء میں اوّلاً شائع ہوئی۔ اس کے ایڈیشن اوّل کے ٹائٹل پر یہ شعر درج تھے۔

ہے بندہ حق پے لطف یزداں — ہے بندۂ حق پے فضل رحماں
کر اس میں ضرور غور مرزا — اور حق کے لئے دیکھ یہ برہان
ہو حق پے فدا اے اہل احسان — ناحق سے عطاء ہو تجھ کو عرفان
مرزا کے فساد سے بچ کر — ہو تابع حق اے اہل ایمان

’’انکشاف سر حقیقت الوحی‘‘ کادیانی سے ۱۳۲۶ھ اس کتاب کا سن اشاعت اور

مرزا قادیانی کا سن وفات نکلتا ہے۔ کیونکہ ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء بنتا ہے۔ ٹائٹل کی آخری سطور میں یہ رباعی درج ہے۔

غالب ہے ہمیشہ حق بمیدان کید وکذب وبطلان
مرزا پے پڑی ہے مار حق کی ہے منکر حق ذلیل ہرآن
یہ حجت حق ہے اور سلطان بس چھوڑ غرور وکبر وکفران
جی حق سے نہ چرا اے مرزا منہ موڑ رہبری شیطان

(۵۳۹)

عبدالحلیم الیاسی چشتی قادری نقشبندی (یادگیر گلبرگہ)، مولانا

مولانا عبدالحلیم الیاسی جناب پروفیسر الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور شاگرد تھے۔ اس نسبت سے اپنے آپ کو الیاسی بھی لکھتے تھے۔

''آئینہ قادیانیت'' ۱۶؍نومبر ۱۹۶۳ء میں یادگیر گلبرگہ انڈیا سے یہ کتاب شائع ہوئی۔ مرزا قادیانی کے عجیب وغریب انکشافات، اعتقادات، اجتہادات، افترا قات پر مشتمل ہے۔ مولانا عبدالحلیم الیاسی، چشتی، قادری، نقشبندی اس کے مرتب کرنے والے ہیں۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۷ میں شائع ہوگئی ہے۔

(۵۴۰)

عبدالحلیم کانپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

حضرت مولانا احمد عبدالحلیم کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۳ میں شامل اشاعت ہے: ''راہ حق متعلقہ رد قادیان''

ریاست حیدرآباد دکن میں ایک مقام سکندرآباد ہے۔ وہاں قادیانیوں کی شورہ شوری تھی۔ ۱۹۱۶ء میں مولانا عبدالحلیم کانپوری رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے گئے تو قادیانی مکائد کو طشت ازبام کرنے کے لئے آپ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا جو ۵؍اکتوبر ۱۹۲۶ء میں (گویا تالیف کے دس سال بعد) اسے شائع کیا۔ اس رسالہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اشاعت سے قبل حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ملاحظہ فرمایا اور بعض مقامات پر اس کی اصلاح بھی فرمائی۔ اب یہ

رسالہ اپنی اشاعت اوّل (اکتوبر ۱۹۲۶ء) کے بعد (اکتوبر ۲۰۱۰ء) میں گویا چوراسی (۸۴) سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۳۳ میں شائع کرنے پر اللہ رب العزت کا شکر بجالاتے ہیں۔

(۵۴۱)

عبدالحمید آزاد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

غالباً وہوا ضلع ڈیرہ غازی خان کے جناب مولانا عبدالحمید آزاد تھے۔ خوب گورے چٹے، گھنے جسم کے، تیز خدوخال کے بہادر انسان تھے۔ زیادہ عرصہ لاہور میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خادم اور خدام الدین کے منیجر بھی رہے۔ اس زمانہ میں خدام الدین کی پیکنگ اور ڈاک کے سپرد کرنا ان کے ذمہ تھا۔ مزاجاً خالص احراری تھے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لاہور مصری شاہ میں مسجد تھی جو مرحوم کے وصال کے بعد مولانا عبدالحمید آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے آباد رکھی جو آج کل مولانا حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے پاس ہے۔ مولانا عبدالحمید آزاد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ کے بہت اعتماد یافتہ تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے چناب نگر میں مسلم کالونی میں مسجد و مدرسہ کے لئے پلاٹ حاصل کیا تو ابتدائی دنوں میں اس کی نگرانی اور تعمیر کے آغاز کے لئے آپ چناب نگر مسلم کالونی میں تشریف لائے۔ کھڑے کھڑے نہ معلوم کیا وجد کی کیفیت طاری ہوتی کہ نعرہ لگاتے تو سب کو ششدر کر دیتے۔ چناب نگر مسلم کالونی کے شمال کی جانب پہاڑ کو ''جبل البخاری'' کر کے پکارتے۔ لال کرتہ پہنتے۔ دن بھر قادیانیوں کے لئے سوہان روح بنے رہتے۔ بہت عرصہ تک چناب نگر رہے۔ ان کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ غالباً ایک بیٹی تھی جو شورکوٹ کے قریب کہیں دیہات میں بیاہی ہوئی ہے۔ حق تعالیٰ ان کے حامی و ناصر ہوں۔ اصلاً یہ ڈیرہ غازی خان ضلع کے تھے۔

(۵۴۲)

عبدالحمید بٹ (لودھراں)، جناب خواجہ

(ولادت: جولائی ۱۹۱۵ء ...... وفات: اگست ۱۹۹۷ء)

خواجہ عبدالحمید بٹ قادیان کے رہائشی تھے۔ قادیانی تحریک کا بڑے قریب سے آپ

نے مطالعہ کیا۔ عمر بھر قادیانیت کے خلاف نبرد آزما رہے۔ تقسیم سے قبل مولانا محمد حیات ؒ، ماسٹر تاج الدین انصاری ؒ اور مولانا عنایت اللہ چشتی ؒ کے ساتھ قادیان میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا علم بلند کئے رکھا۔ پاکستان بننے کے بعد لودھراں میں آ کر مقیم ہوئے۔ لودھراں کی میونسپل کمیٹی کے ممبر بھی بنے۔ آپ کے قادیانیت کے رد میں دو رسائل ہمیں میسر آئے۔

۱...... ''فرقہ احمدیہ کا ماضی و مستقبل''

۲...... ''قادیانیت ایک دہشت گرد تنظیم''

یہ دونوں رسائل خواجہ عبدالحمید بٹ آف قادیان کے مرتب کردہ ہیں جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لودھراں کے ناظم اعلیٰ صوفی نور محمد مجاہد مرحوم نے شائع کیا تھا۔ حق تعالیٰ مؤلف و ناشر کی مغفرت فرمائیں۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۷ میں دونوں رسائل شامل اشاعت ہیں۔

(۵۴۳)

عبدالحکیم خان پٹیالوی، جناب ڈاکٹر

پٹیالہ کے سرجن ڈاکٹر عبدالحکیم خان تھے۔ جو بیس سال تک مرزا قادیانی کے مرید رہے۔ پندرہ بیس ہزار روپیہ اس زمانہ میں مرزا قادیانی کو چندہ مختلف اوقات میں دیا۔ مرزا قادیانی پر دل و جان سے فدا تھا۔ مرزا قادیانی بھی اس کی تعریف میں الہامی شگوفے چھوڑتا اور قلابے ملاتا تھا کہ مخلص ہے، ذہین ہے، مفسر قرآن ہے۔

اس ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے مرزا قادیانی سے کہا کہ آپ اپنے کو ''مدار نجات'' قرار نہ دیں۔ اس پر مرزا قادیانی بگڑا اور خوب بگڑا۔ عبدالحکیم خان اب بھی اسے ''مسیح الزمان'' قرار دیتا رہا۔ لیکن مرزا اس تجویز پر اتنا پیچ پاء ہوا اور نہایت ہی غصہ سے لکھا: ''ان (مسلمانوں) کو اپنی جماعت کے ساتھ ملانا یا ان سے تعلق رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈال دیں۔ جو سڑ گیا ہے اور اس میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔'' (الذکر الحکیم نمبر:۴، خط نمبر۲، از مرزا قادیانی بنام ڈاکٹر عبدالحکیم خان) پوری امت مسلمہ کو سڑا ہوا دودھ، کیڑے پڑ گئے، کا مصداق بنا دیا۔ پھر بھی ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے خط نمبر۳ میں ''مسیح الزمان'' سے خط کا آغاز کیا۔ مگر مرزا قادیانی تو ''بھوترے ہوئے بولد'' بگڑے ہوئے بیل کی طرح واہی تباہی پر اتر آیا۔ ''الذکر الحکیم نمبر۴، خط نمبر۴'' میں مرزا قادیانی نے ڈاکٹر عبدالحکیم خان کو لکھا کہ: ''ماسواء اس کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔'' اسی طرح مرزا قادیانی نے رسالہ (تحفۃ الندوہ ص۸، خزائن ج۱۹

ص۱۰۱) کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ:''وہ قتل بھی کیا گیا ہو کیونکہ وہ مرتد تھا۔''

یہاں پر قادیانی حضرات سے میری درخواست ہے کہ آج کی پوری قادیانیت اس پر متفقہ مؤقف رکھتی ہے کہ:''مرتد کی سزا قتل نہیں۔'' مگر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ:''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔'' گویا خدائی حکم اور وہ بھی مرزا قادیانی کے قلم سے۔لیکن قادیانیوں کی بدنصیبی ملاحظہ ہو کہ وہ مرزا قادیانی کے قلم سے نکلے ہوئے خدائی حکم کو نہیں مانتے۔

برادران دینی!! یعقوب عرفانی قادیانی نے قادیان سے مرزا قادیانی کے مکتوبات کو سات حصوں میں شائع کیا۔اب ان کو کمپیوٹر پر قادیان ولندن سے تین جلدوں میں شائع کیا گیا۔ لیکن ان دونوں ایڈیشنوں (قدیم وجدید) میں مرزا قادیانی نے جو خطوط محمدی بیگم کے نکاح کے سلسلہ میں اس کے ورثاء کو لکھے تھے جن کو کلمہ فضل رحمانی میں قاضی فضل احمد گورداسپوری ﷺ نے شائع کیا اور مرزا قادیانی نے عدالت میں تسلیم کیا کہ وہ میرے خطوط ہیں۔

اور پھر وہ خطوط جو مرزا قادیانی نے ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے خطوط کے جوابات میں تحریر کئے جو مرزا قادیانی کی زندگی میں ہی الذکر الحکیم نمبر۴ میں ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے شائع کر دیئے تھے۔وہ تمام خطوط قادیانیوں کے شائع کردہ قدیم وجدید ایڈیشنوں میں موجود نہیں۔

قادیانیوں نے اپنے خود ساختہ نبی کے قلم پر سنسر لگا رکھی ہے۔وہ ان خطوط کو یوں چھپاتے پھرتے ہیں جیسے بلی اپنے گوہ کو چھپاتی ہے۔ان خطوط سے قادیانی اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح باؤلا کتا پانی سے اور کوا غلیل سے بھاگتا ہے۔ان خطوط سے قادیانیوں کے ایمان کی طرح جان بھی جاتی ہے۔کیا قادیانی عوام سوچیں گے کہ مرزا قادیانی کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے یہ خطوط کیوں شائع نہیں ہو رہے؟ لیجئے!وہ تمام خطوط جو ڈاکٹر عبدالحکیم خان کو مرزا قادیانی نے لکھے تھے بمع ان کے جواب الجواب کے''الذکر الحکیم نمبر۴'' احتساب قادیانیت جلد۶۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔ابتداء میں تو ڈاکٹر عبدالحکیم خان مرزا قادیانی کو''مسیح الزمان'' لکھتا رہا۔بعد میں ''المسیح الدجال'' لکھنا شروع کر دیا۔اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

''المسیح الدجال'' یہ رسالہ بھی الذکر الحکیم نمبر۴ کے بعد جناب ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کی جانب سے شائع ہوا۔اس میں اور الذکر الحکیم نمبر۴ میں اکثر یکسانیت ہے۔البتہ بعض مقامات پر بہت سی نئی باتیں ایزاد بھی کی گئی ہیں۔جو ایزاد کیا ہے وہ سونے پر سہاگہ ہے۔اس لئے اسی (۸۰) فیصد تکرار کے باوجود محض بیس فیصد خوبصورت اضافی باتوں کے لئے اس کو حک واضافہ کے بغیر مکمل شائع کر دیا ہے۔جناب ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے مرزا قادیانی کی خوب خبر لی

ہے۔ایسا اپریشن کیا ہے کہ مرزا قادیانی کا تمام خبث باطن اور فضلۂ پیٹ، مرزا کے منہ کے راستہ سے بہہ نکلا ہے۔

''الذکر الحکیم نمبر۶ (عرف) کانا دجال'' جناب ڈاکٹر عبدالحکیم خان ﷫ نے الذکر الحکیم نمبر۶ عرف کانا دجال ۱۹۰۷ء میں شائع کیا۔اس میں مرزا قادیانی کے وہ لتے لئے کہ اگر مرزا کی جگہ ابلیس ہوتا تو اس کی نانی مرجاتی۔ یہی حال دجال قادیان کا ہوا۔اس کے بعد مرزا اپنی کتابوں میں جس طرح جل بھن کر ڈاکٹر صاحب کو یاد کرتا ہے۔وہ دلیل ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے تمام تیر ٹھکانے پر لگے۔ڈاکٹر صاحب مرزا کی تردید پر دلیل دیتے دیتے آخر میں ''سچ ہے دجال کانا ہوگا پر خدا کا نا نہیں'' کا ٹانکا لگاتے ہیں تو کمال کر دیتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے مرزا قادیانی کے خواب اپنے خوابوں سے، مرزا قادیانی کے الہامات کا جواب اپنے الہامات سے ایسے دیتے ہیں۔جیسے مثل مشہور ہے کہ جیسا منہ ویسی چپیڑ کی مثال صادق آجاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت جلد۶۰ میں آگئے ہیں۔

(۵۴۴)

عبدالحکیم ﷫ (ساکن دھرم کوٹ)، مولانا

مولانا ابوالقاسم محمد رفیق دلاوری ﷫ نے ''رئیس قادیان'' اپنی کتاب حصہ اوّل باب چہارم میں لکھا ہے کہ مولوی عبدالحکیم بن امان ساکن موضع دھرم، کوٹ رندھاوا نے ''تحفہ مرزائیہ'' نامی کتاب مرزا قادیانی کے خلاف ۱۳۰۲ھ میں لکھی تھی۔ یہ ہمارے ان اولین حضرات میں سے ہیں جنہوں نے کذاب قادیان کے خلاف قلمی جہاد کیا۔

(۵۴۵)

عبدالرؤف دہلوی، جناب

الفلاح جامعہ نگر دہلی سے جناب عبدالرؤف صاحب نے ۱۹۹۹ء میں ''قادیانیت اور اس کے خدوخال'' شائع کیا جواب احتساب قادیانیت جلد۵۴ میں شامل اشاعت ہے۔

(۵۴۶)

عبدالرؤف (مانسہرہ)، مولاناؒ

(وفات:۹/اکتوبر۲۰۰۵ء)

مولانا عبدالرؤف ۱۹۳۹ء کو پیدا ہوئے۔ والدگرامی کا نام مولانا محمد یونس تھا۔ آپ نے جامع مسجد مانسہرہ میں ناظرہ قرآن اور ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کی۔ بالاکوٹ، عطر شیشہ، اشرف المدارس فیصل آباد میں کتب پڑھتے رہے۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان ؒ سے دورۂ تفسیر و دورۂ حدیث شریف کیا۔ پھر اپنے علاقہ میں ترویج واشاعت اسلام کے لئے برسرپیکار رہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے لئے اپنے علاقہ میں مبلغ اور داعی تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں اپنے علاقہ میں مثالی کردار ادا کیا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور انداز میں شریک ہوئے اور علماء علاقہ حضرت مولانا عبدالقیوم ؒ المعروف خطیب صاحب، حضرت مولانا غلام نبی شاہ صاحب کی معیت میں علاقہ بھر کے شیدایان ختم نبوتؐ مسلمانوں کے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے ظفر پارک روانہ ہوئے۔ راستہ میں ڈاڈر کے مقام پر مقیم قادیانی میرزمان سے مڈبھیڑ ہوئی اور مانسہرہ جلسہ گاہ پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ لیکن آنسو گیس اور لاٹھی چارج سے جلوس کو منتشر کر دیا گیا۔ ۲۲/مارچ ۱۹۸۴ء کو لال مسجد اسلام آباد میں امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ کی سرپرستی میں منعقدہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے علماء مانسہرہ کی جمعیۃ میں اسلام آباد روانہ ہوئے۔ جابجا راستے بدل بدل کر رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے اسلام آباد پہنچے کہ اسلام آباد پولیس نے حراست میں لے لیا۔ شرکاء نے پرزور آواز میں ''ختم نبوت زندہ باد'' کے نعرے لگائے کہ پولیس نے گاڑیوں میں لے جا کر گولڑہ تھانہ میں پابند سلاسل کر دیا۔ راقم الحروف (مولانا رشید احمد زاہد) بھی اس سفر میں حضرت کے ساتھ تھا اور کم عمری میں اسیر ختم نبوت کا اعزاز حاصل کیا۔

۱۹۸۴ء کو ضیاء الحق مرحوم نے ان ہی تحاریک اور ختم نبوت کانفرنسوں کے نتیجہ میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا کہ قادیانی، مسلمانوں کی اسلامی اصطلاحات استعمال نہیں کر سکتے تو اس دوران مانسہرہ شہر میں کرامت اللہ قادیانی (معروف رانا بٹن والا) نے عزیز الرحمٰن

نامی مسلمان کو سلام کر دیا۔ چنانچہ امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نقض پر اس قادیانی کے خلاف مانسہرہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایف.آئی.آر درج ہو کر مقدمہ چلا۔ دریں اثناء حضرت مولانا عبدالرؤف ﷫ کے زیر اثر علاقہ متصل میں ایک ڈسپنسری کا اجراء ہوا جس میں عبدالسلام نامی ڈسپنسر قادیانی تعینات ہوا۔ کچھ دن مذکورہ ڈسپنسر اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر رہنے کے بعد آیا تو برسراہ کھڑے حضرت نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی تو اس ڈسپنسر نے کرامت اللہ قادیانی کے مقدمہ میں ہموائی کا ذکر چھیڑ دیا۔ جس سے اس ڈسپنسر کا قادیانی ہونا ظاہر ہوا۔ جس پر حضرت مولانا عبدالرؤف ﷫ نے اعلانیہ مخالفت کی۔ بالآخر اہل علاقہ کے کلی مقاطعہ پر دوسرے دن ہی وہ ڈسپنسر علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہوا اور اس ڈسپنسر نے بفنکیاری تھانہ میں حضرت کے خلاف رپورٹ بھی درج کروادی۔ جو بعد میں خارج کر دی گئی۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد مختلف اوقات میں بعض این.جی.اوز کے کارندوں کی چھان بین میں لگے رہتے تا آنکہ ان کے شناختی کارڈ تک بھی چیک کرتے کہ کہیں کوئی قادیانی یا بدعقیدہ فلاحی کاموں کی آڑ میں مسلمانوں کے عقائد کو خراب نہ کر دے۔

۲۶؍دسمبر ۱۹۸۷ء کو مرکزی جامع مسجد وجامعہ معارف القرآن مانسہرہ میں عالمی مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت نے پندرہ روزہ ردقادیانیت کورس کا انعقاد کیا تو پہلے ہی دن سے کورس کے روح رواں تھے۔ دوران اسباق سوالات اور ان کے درست جوابات دینے پر استاد محترم حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ سے نقدی انعام بھی وصول کئے۔ جواب بھی ان کی ڈائری کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ کورس کے اختتام پر امتحان میں نمایاں کامیابی پر حضرت امیر مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمد ﷫، مولانا اللہ وسایا اور دیگر اساتذہ کرام کے ثبت شدہ دستخط والی سند اعتیاز حضرت امیر مرکزیہ ﷫ کے دست اقدس سے وصول فرمائی۔

۱۹۸۸ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جنرل کونسل اور مجلس عمومی کے رکن ہونے کی حیثیت سے چناب نگر سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے موقعہ پر حضرت امیر مرکزیہ خواجہ خواجگان مولانا خان محمد ﷫ کے انتخاب امارت میں حصہ لے کر رجسٹر میں دستخط ثبت فرمائے۔ حضرت مولانا عبدالرؤف ﷫ عقیدۂ ختم نبوت کے عنوان سے فرمایا کرتے تھے کہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ہوگا تو تب ہی تحفظ صحابیت بھی ہوگا۔ (مولانا رشید احمد زاہد)

(۵۴۷)

عبدالرب خان برہم قادیانی

عبدالرب خان برہم سکہ بند قادیانی تھے۔ مرزا قادیانی کے ملعون الہامات کو معاذ اللہ الہامات الٰہیہ اور قرآن مجید کے برابر مانتے تھے۔ البتہ مرزا محمود کو بدترین خلائق اور ملعون ودجال سمجھتے تھے۔ اس نے مرزا قادیانی کے الہامات کو کسوٹی بنا کر مرزا محمود کو ملعون ثابت کر دیا۔ یہ کتاب ''بلائے دمشق اور خلافت اسلامیہ'' فروری ۱۹۵۸ء میں ایک قادیانی مصنف نے لکھی ہے۔ اس میں بہت کچھ حذف کرنے کے بعد بطور خلاصہ جو باقی رہنے دیا ہے وہ پڑھیں کہ یہ بھی تاریخ کا حصہ ہے۔ پڑھتے ہوئے نہ بھولیں کہ یہ ایک قادیانی تصنیف ہے اور یہ احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں شامل اشاعت ہے۔

(۵۴۸)

عبدالرحمٰن بٹالوی، جناب حاجی

(وفات: ۱۱رجنوری ۱۹۶۶ء)

بٹالہ کے معروف سیاسی کارکن، تحریک خلافت و تحریک آزادی میں بڑی سرگرمی سے شریک عمل رہے۔ بٹالہ میں ان کا گھر تحریکوں کا مرکز تھا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ کے ساتھیوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ردقادیانیت کے لئے ان کی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ان کے وجود سے قادیانیت کانپتی تھی۔ میانی قبرستان لاہور میں محو استراحت ہیں۔

(۵۴۹)

عبدالرحمٰن (تلہ گنگ)، جناب حافظ

حضرت حافظ عبدالرحمٰن تلہ گنگ کے معروف احرار رہنما تھے۔ آپ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران میں فیصل آباد ہوتے تھے۔ تحریک میں آپ نے فعّال کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے اپنی ذاتی لائبریری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر کی لائبریری کے لئے عنایت کردی تھی۔

(۵۵۰)

عبدالرحمٰن خان (ملتان)، جناب منشی

(ولادت: ۸رفروری ۱۹۱۲ء ...... وفات: ۲۳رفروری ۱۹۸۹ء)

جناب منشی عبدالرحمٰن خان صاحب نے ادارہ علوم اسلامیہ چوک چہلیک ملتان میں قائم کیا۔ قادیانی فتنہ کے نام سے ایک مضمون لکھا جو بعد میں پمفلٹ کی شکل میں صدیقی ٹرسٹ نے بھی شائع کیا۔ سماجی رہنما، مورخ، ادیب وناشر تھے۔

(۵۵۱)

عبدالرحمٰن خان (والیٔ افغانستان)، جناب

والیٔ افغانستان کو مرزا قادیانی نے اپنی نبوت ومسیحیت کا خط لکھا، جس کے جواب میں آپ نے صرف اتنا تحریر کیا: ''اینجابیا'' جس کا پنجابی میں ترجمہ یہ ہے کہ: ''ایتھے آ'' سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مرزا چلا جاتا تو اس کی گردن اتار کر فرماتے: ''آں جا برو'' جہنم میں دفع ہو جاؤ۔

(۵۵۲)

عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوسلمان

جناب مولانا ابوسلمان عبدالرحمٰن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ رسالہ ''تنویر السراج فی کیفیۃ المعراج'' ہے۔ سن تالیف معلوم نہیں ہوسکا۔ مصنف نے ٹائٹل پر اس رسالہ کا یہ تعارف درج کیا ہے: ''رسالہ ہذا میں معراج جسمانی کا ثبوت بدلائل عقلیہ ونقلیہ دیا گیا اور مخالفین کے شبہات کا عموماً اور مرزا قادیانی کے شکوک کا خصوصاً جواب دیا گیا ہے۔'' سب سے اوّل میں یہ رسالہ دفتر اہل حدیث امرتسر سے شائع ہوا اور پھر احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شائع کیا گیا۔

(۵۵۳)

عبدالرحمٰن دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی

مولوی عبدالرحمٰن دیو بندی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ’’مرزا غلام احمد قادیانی مسیح دجال کا مثیل ونظیر ہے۔ جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوا سے کبھی اتنی جرأت نہیں ہوسکتی کہ حدیث رسول اللہ کو تفسیر قرآن ہونے کے درجے سے بھی گرادے اور اپنے اقاویل باطلہ کو اتنا بلند کرے کہ ان کی بدولت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیثوں کا انکار کرے اور قرآن میں تحریف وتبدیل کرے۔ کیا اس نے قرآن میں یہ قول خداوندی نہیں پڑھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کہولت (ادھیڑ پن) میں کلام کریں گے؟ حضرت مسیح علیہ السلام نے زمین میں رہ کر کہولت میں کب کلام کیا ہے۔ جب تک حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی نہ مانی جائے قرآن پاک کا یہ ارشاد صادق نہیں آسکتا۔ تعجب ہے کہ یہ شخص آیات واحادیث میں استعارات باطلہ تجویز کرتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ اپنے باطل الہامات میں ایسے استعارے کیوں جائز نہیں رکھتا۔ تاکہ اس کو ان مفتریات سے نجات ہو اور خدا کی آیات بینات پر ایمان نصیب ہو۔‘‘

(۵۵۴)

عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (ساکن لکھوکی)، مولانا

مولانا عبدالرحمٰن نے مرزا قادیانی کے متعلق اپنے فتویٰ میں تحریر کیا کہ:

’’جو عقائد کفریہ مرزا کے متعلق سوال میں مذکور ہیں ان میں سے ہر ایک کفر اس کے کافر ہونے کے لئے کافی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میرے الہام بھی کتاب اللہ کی طرح قطعی ہیں۔ لہٰذا وہ احادیث صحیحہ صریحہ کے مقابلہ میں مرتدانہ کلام کرتا ہے۔ ہر حدیث صحیح مرفوع ہے، جس کو علمائے حدیث نے بالتحقیق ثابت کیا ہے۔ بالاجماع واجب القبول ہے اس کا مکذب کافر ومرتد ہے۔ اس میں کشف یا الہام کا حیلہ قابل قبول نہیں ہے۔ اگر حدیث متواتر ہے تو اس کا منکر قطعی کافر ہے۔ ورنہ ظنی کافر ہے۔ پس میری تحقیق میں قادیانی ملحد اور اشد المرتدین ہے۔ اس نے ازالہ کے صفحہ ۲۹۷ میں تمام اہل اسلام کو جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک ہوئے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں پر ایمان لانے کی وجہ سے (معاذ اللہ) خارج از ایمان قرار دیا ہے۔ اس ملحد نے عیسیٰ علیہ

السلام کوبتقلید نصاریٰ صلیب پر چڑھا کر نص قرآنی سے انکار کیا ہے۔"قال اللہ تعالیٰ وما صلبوہ "اور عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا لکھا ہے۔فرشتوں کے عروج ونزول کا انکار کیا ہے جو صریح کفر ہے اور یہ مستلزم ہے۔اس کفر کو کہ قرآن پاک کلام الٰہی نہیں بلکہ"ان ھذا الا قول البشر "کیونکہ اس قول کے بموجب نہ کوئی جبریل آیا اور نہ خدا کا کلام زمین پر پہنچایا۔خروج یاجوج ماجوج کا انکار بھی کفر صریح ہے۔خروج دجال سے مسیح کذاب کا انکار، نبی اللہ ہونے اور احمد مبشر بالقرآن ہونے کا دعویٰ بھی کفر صریح ہیں۔عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ ماننا اس ملحد کی نصرانیت ہے اور اپنی ذات کو ابن اللہ کا لقب دینا اس کی یہودیت ہے۔چنانچہ یہود بھی کہا کرتے تھے:"نحن ابناء اللہ واحبّاء "اور جو لوگ ان کفریات صریحہ کو صحیح مانتے ہیں یا مرزا قادیانی کی بزرگی کے قائل ہیں ان میں بھی رائی برابر ایمان نہیں اور اس کی ملحدانہ تاویلیں خدا اور رسول سے استہزاء وتمسخر ہے۔"

(۵۵۵)

عبدالرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (تلہ گنگ)، مولانا

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے سابق رکن رکین حضرت مولانا فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور تلہ گنگ کی معروف دینی شخصیت حضرت مولانا عبدالرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا پیر عبدالشکور نقشبندی کے ہمراہ احمد نگر سے انٹرچینج سیال موڑ کی طرف تشریف لارہے تھے کہ گاڑی کا ٹرک سے تصادم ہوگیا۔جس کے نتیجہ میں مولانا عبدالرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالشکور نقشبندی کے صاحبزادے موقع پر جاں بحق ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مولانا عبدالرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بہی خواہوں میں سے تھے۔وہ بہت ہی مرنجان مرنج شخصیت تھے۔

(۵۵۶)

عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا

جامعہ اشرف المدارس گروناتک پورہ فیصل آباد کے مہتمم مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے متفرق مضامین جو تحذیر الناس پر مخالفین کے اعتراضات کے جوابات

پر مشتمل تھے اور مختلف کتب و رسائل میں منتشر تھے مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے ''تحفہ نعمانی، لفرقۃ القادیانی'' کے نام پر ان کو جمع کر کے شائع کر دیا اور اب احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شائع شدہ ہے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ!

(۵۵۷)

عبدالرحمٰن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (مالیر کوٹلہ)، مولانا صوفی سید

جناب مولوی صوفی سید عبدالرحمٰن خان گیلانی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ ''ختم نبوت المعروف ایٹم بم رحمانی بر عنق قادیانی'' جو ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا۔ اڑسٹھ سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شائع ہوا ہے۔ سید، گیلانی، مجددی اور خان کا اجتماع مؤلف کے نام میں سمجھ میں نہیں آ رہا۔ موصوف مالیر کوٹلہ بھارتی پنجاب کے رہائشی تھے۔ اس پمفلٹ کے علاوہ بھی ان کی کتب ہیں۔

(۵۵۸)

عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا میاں

(وفات: ۱۷؍۱؍اکتوبر ۲۰۱۱ء)

مولانا میاں عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۵۲ء میں گاؤں سم الٰہی منگ ضلع مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا میاں محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم دین اور بزرگ رہنما تھے۔ آپ شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، شیر اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، پیر طریقت مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ کے دست و بازو تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ نرینہ اولاد میں مولانا محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے صاحبزادے میاں عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مولانا محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نیوانار کلی لاہور کی جامع مسجد المعروف تلوار والی کے خطیب تھے۔ آپ اپنے ہاتھ میں ڈنڈا رکھتے تھے۔ اس لئے آپ کا نام مولانا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ڈنڈے والا مشہور ہو گیا۔

آپ نے مسجد انار کلی میں مدرسہ تجوید القرآن قائم کر رکھا تھا۔ یہاں پر میاں عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قاری محمد نذیر رحمۃ اللہ علیہ، قاری مقبول الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قرآن مجید

۱۹۶۶ء میں حفظ کیا۔ میاں عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی خوبصورت تلاوت کرتے تھے۔ تلاوت کے زیروبم کو خوب جانتے تھے۔ آپ کی نیکی وپارسائی اور کلام الٰہی کی برکات کا واضح پرتو اور برکات آپ کی تلاوت سننے والوں کے دلوں پر اثر کرتا تھا۔

مولانا میاں عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی کتب جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ۱۹۶۸ء میں پڑھیں۔ تجوید اور دیگر فنون کی کتب کے لئے الجامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۲ء تک پڑھتے رہے۔ آپ نے دورہ حدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور، شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۹۷۳ء میں کیا۔ وفاق المدارس کا امتحان آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور کی طرف سے دیا۔ جامعہ مخزن العلوم والفیوض خانپور، شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے دورہ تفسیر پڑھا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، تحریک نظام مصطفےٰ ۱۹۷۷ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء، تحریک ناموس رسالت ۲۰۱۱ء میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے تادم واپسیں سرپرست اعلیٰ تھے۔ تنظیم اہل سنت کی مرکزی شوریٰ کے رکن تھے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے قائد حضرت صاحبزادہ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری نے مجلس علماء اسلام قائم کی۔ امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ اس کے امیر منتخب ہوئے۔ تب لاہور مجلس علماء اسلام کے صدر میاں عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

مولانا میاں عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شریف اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی ولی حسن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا فضل الرحیم، مولانا علی اصغر عباسی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات سے اکتساب فیض کیا۔ بنوری ٹاؤن میں مصری اساتذہ سے فن تجوید میں مہارت حاصل کی۔ مولانا میاں عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ رنگ سانولا، چہرہ پرگوشت کتابی، پیشانی کشادہ، آنکھیں سرمگی، قد دراز، اعضاء متناسب، بات کرنے کا انداز دھیما اور خیرخواہانہ۔ جب بھی بات کرتے تھے خیر کی کرتے تھے۔ غیبت سے کوسوں دور۔ تمام دینی جماعتوں کے اکابر کا دل وجان سے احترام کرنا وظیفہ حیات تھا۔ کلمہ حق کہنے میں اپنے اسلاف کی یادگار تھے۔

والد گرامی مولانا محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جامع مسجد انارکلی کی خطابت اور مدرسہ کے اہتمام کو خوب دینی خدمت سمجھ کر سنبھالا۔ جامع مسجد ومدرسہ کی نئی دیدہ زیب تعمیر کرائی۔ بہت ہی کشادہ پروقار کوہ قامت، کئی منزلہ عمارت کو دیکھیں تو آپ کے حوصلہ کی بلندی کا مظہر نظر

آتی ہے۔ مورخہ ۱۱؍اپریل ۲۰۰۹ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شاہی مسجد لاہور میں ختم نبوت کانفرنس منعقد کی۔ تب مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا قاری نذیر احمد، جناب میاں رضوان نفیس پر مشتمل تبلیغ رابطہ کمیٹی قائم ہوئی۔ مولانا میاں عبدالرحمٰن ؒ اس کمیٹی کے سربراہ تھے۔ مانسہرہ اکوڑہ خٹک سے لے کر ساہیوال تک، سیالکوٹ سے لے کر سرگودھا و بھکر تک ہر اہم شہر میں مولانا میاں عبدالرحمٰن ؒ اپنے رفقاء سمیت تشریف لے گئے۔ اس پورے علاقہ کو جلسہ گاہ بنادیا۔ ہر جگہ جلسہ عام، پریس کانفرنس، میٹنگ سے کانفرنس کے لئے ایسا منظم پروگرام تشکیل دیا کہ جب کانفرنس منعقد ہوئی تو بادشاہی مسجد اور گردونواح کے پورے علاقہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔

مولانا میاں عبدالرحمٰن ؒ بہت صالح عالم دین اور اہل دل حضرات میں سے تھے۔ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ سے آپ نے حرم کعبہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت درخواستی ؒ، مولانا عبیداللہ انور ؒ سے بھی بہت نیاز مندی کا تعلق تھا۔ آپ مورخہ ۷؍اکتوبر کو اپنے گاؤں سے چلے ابتداء میں صلوٰۃ الحاجت پڑھی۔ دکاندار سے حساب کیا، ادائیگی کی۔ مولانا مفتی عبدالقدوس کے جامعہ اشاعۃ الاسلام مانسہرہ میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کیا۔ خطبہ جمعہ و امامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس بیان، خطبہ جمعہ، تلاوت و قرأت، دعا کے دوران میں ایسا نورانی ماحول کا سماں قائم ہوا کہ ہر آنکھ اشک بار تھی۔ پرسوز تلاوت سے لوگوں کے دل پگھلے جاتے تھے۔ دعا میں الحاح و رازی کے ماحول نے درو دیوار کو بھی رلا دیا۔ بیان کے دوران میں نور کی چادر تنی نظر آتی تھی۔

جمعہ سے فراغت کے بعد سوات جانے کے لئے ایبٹ آباد کا سفر کیا۔ قلندر آباد کے قریب کار پر مخالف سمت سے آنے والی ہائی۔ ایس ٹکرائی، تو ڈرائیور اور آپ کے رفیق سفر قاری سیف الرحمٰن زخمی ہوگئے۔ مولانا میاں عبدالرحمٰن ؒ کو بازو، پسلیوں اور بائیں ٹانگ پر شدید چوٹیں آئیں۔ ایوب میڈیکل کمپلیکس ایبٹ آباد میں آپ کو لایا گیا۔ ڈاکٹروں نے خون کی بوتل لگانا چاہیں تاکہ اپریشن کیا جاسکے۔ آپ نے ڈاکٹروں سے فرمایا، میرا وقت آگیا ہے۔ اب آپ علاج کی کوشش نہ کریں۔ ذکر اذکار، کلمہ طیبہ، سورۂ یٰسین، دعائیں اور آخر میں سبحان اللہ و الحمد للہ، اللہ اکبر! پڑھا اور جان بحق ہوگئے۔ اگلے دن جنازہ ہوا۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ محمد میاں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اپنے گاؤں کے قبرستان میں رحمت باری کے سپرد ہوئے۔ حق تعالیٰ! بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین! بہت ہی جامع شخصیت کے

حامل عالم ربانی تھے۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل کی نعمت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

(۵۵۹)

عبدالرحمٰن مصری قادیانی، لاہوری

ایک فاضل نوجوان عبدالرحمٰن جو قادیانی ہوا۔ قادیانی جماعت نے اسے مصر سے تعلیم دلوائی۔ انتہائی فاضل اور قادیانی جماعت کے دوسرے چیف گرو مرزا محمود کا اعتماد یافتہ اور قادیانی جماعت کے متعدد عہدوں پر فائز رہا۔ مرزا محمود نے اس کے بیٹے اور بیٹی کی عزت کو پامال کیا۔ عبدالرحمٰن مصری نے اپنی اولاد سے مرزا محمود کی جنسی زیادتی کو سنا تو دماغ شائیں شائیں کرنے لگا۔ اس نے مرزا محمود کو خط لکھے۔ مرزا محمود نے اسے جماعت سے نکال دیا۔ یہ لاہوریوں کے گروپ میں شامل ہوگیا۔ ہائیکورٹ تک بات گئی۔ زندگی بھر یہ مرزا محمود کی جنسی بے راہ روی پر احتجاج کرتا رہا، لیکن لاہوری مرزائی رہا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا کہ اس کا بیٹا بشیر احمد مصری مسلمان ہوگیا۔ اس نے مرزا طاہر کے مباہلہ کا جواب بھی تحریر کیا جو احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شائع شدہ ہے۔

(۵۶۰)

عبدالرحمٰن مونگیری رحمۃ اللہ علیہ، جناب حاجی سید

خانقاہ رحمانی مونگیر کے متوسلین میں ایک بڑا نام حضرت حاجی سید عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا ہے۔ آپ حضرت قبلہ مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدان باصفا میں سے تھے۔ آپ کے رد قادیانیت پر تین رسائل ہمیں ملے ہیں:

۱...... ''آئینہ قادیانی''

اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی کتب واقوال سے قادیانیت کے مکروہ عقائد وعزائم سے عوام کو باخبر کرتے ہوئے قادیانیت کی حالت واقعی کو بیان کیا ہے۔ اوّلاً خانقاہ مونگیر سے یہ شائع ہوا۔ فلحمد للہ!

۲...... ''تنبیہ قادیانی''

یہ رسالہ بھی خانقاہ رحمانیہ مونگیر سے شائع ہوا۔ اس کے مصنف بھی حضرت حاجی

عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ صاحب ہیں۔اس کے پہلے ایڈیشن کے ٹائٹل پر فارسی کے یہ اشعار درج تھے۔

هوش داریداے مسلمان جہاں...... قادیان — فتنہ دردین محمد مصطفٰے خواہد شدن
می نہد فضل خودش برنور عین مصطفٰے — ڈاڑمی خاید زبانش بیحیا خواہد شدن
قصہ دیرینہ ظلم یزید پر جفا — حالیا تازہ زدست میرزا خواہد شدن
گاہ عیسٰی گاہ موسٰی گاہ فخر انبیاءً — گاہ ابن اللہ گاہے خود خدا خواہد شدن

پہلے شعر میں جہاں کے بعد اور قادیان سے پہلے کا لفظ مٹا ہوا ہے۔پہلی اشاعت میں اس کے چوبیس صفحات تھے۔اللہ تعالیٰ مرحوم مصنف کی تربت پر اپنی رحمتوں کی موسلا دھار بارش نازل فرمائیں۔

۳...... ''حق طلب کی سچی فریاد''

عبدالمجید نامی ایک ماسٹر قادیانیت سے متاثر تھے۔انہوں نے دو خط لکھے۔ایک خط مولانا عصمت اللہ مدرس سوپول کو لکھا اور دوسرا خط اپنے بھائی عبدالحمید کو لکھا۔جسے شائع بھی کر دیا گیا۔جو خط اپنے بھائی کو لکھا اسے معروف قادیانی عبدالماجد نے شائع کرایا۔دونوں خطوط کا جواب حضرت حاجی سید عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے تحریر فرمایا۔کان پور سے اوّلاً یہ شائع ہوا۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس خدمت کو قبول فرمائیں۔

عالمی مجلس نے احتساب قادیانیت جلد۳۰ میں ان تینوں رسائل کو جمع کر دیا ہے۔

رد قادیانیت پر آپ کا ایک اور رسالہ:

۴...... ''حق نما''

ہے جو ایک سو پندرہ سال قبل اگست ۱۹۰۰ء لاہور میں مرزا قادیانی کے مقابلہ کے لئے مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔مگر مرزا قادیانی چیلنج دینے کے باوجود لاہور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں آنے کی جرأت و حوصلہ نہ کر پایا۔''حق نما'' رسالہ میں حاجی سید عبدالرحمٰن مونگیری نے ''معرکہ لاہور'' کی پوری روئیداد قلمبند کر دی ہے۔یہ رسالہ احتساب قادیانیت کی جلد۳۸ میں شائع ہو گیا ہے۔

(۵٦۱)

عبدالرحمٰن قادیانی (ڈیرہ غازیخان)

مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا موسیو بشیر تھا۔جس پر غلام قادیان کے مریدوں نے

بدکرداری کے سنگین وغلیظ الزام عائد کئے۔ اس کے باعث غلام قادیان کی جماعت، لاہور وقادیان کے دوگروہوں میں تقسیم ہوئی۔ لاہوری جماعت کے مرزائی عبدالرحمٰن ساکن ڈیرہ غازی خان نے قادیانی گروہ پنجاب کے امیر مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ سرگودھا کو اور عبدالرحمٰن کے بیٹے شفیق الرحمٰن خان ڈیرہ غازی خان نے مرزا محمود کے بیٹے مرزا رفیع کو خطوط لکھے کہ وہ مرزا محمود ملعون قادیان کی صفائی پر حلف اٹھائیں۔ دونوں نے حلف اٹھانے سے گریز وفرار اختیار کر کے اپنی اور مرزا محمود کی مزید رذالتوں کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ عبدالرحمٰن لاہوری مرزائی ڈیرہ غازی خان نے چناب نگر وسرگودھا کا سفر بھی کیا۔ ”پیر باپ کی پاکیزگی کے حلف سے مرید بیٹے کا گریز بمع ضمیمہ تبلیغی سفر“ کے نام پر ایک مضمون لکھا۔ یہ تمام خط وکتابت وتبلیغی سفر کی رپورٹ متذکرہ بالا پمفلٹ میں ایک ساتھ احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں شائع کر دیئے ہیں۔ یاد رہے کہ اس میں کاتب ومکتوب الیہ سب قادیانی ہیں۔

(۵۶۲)

عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا حکیم

(وفات: ۲۸ر جولائی ۱۹۹۵ء)

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ ایڈیٹر ہفت روزہ ”المنبر“ فیصل آباد ایک عبقری انسان تھے۔ قدرت نے ان کے پہلو میں حساس دل رکھا تھا۔ امت مسلمہ کی پریشانی پر وہ پریشان ہو جایا کرتے تھے۔ اس کے حل کے لئے وہ اس وقت تک بے چین رہتے جب تک وہ اسے حل نہ کرا لیتے۔ یا یہ کہ جو کچھ وہ کر سکتے تھے۔ نہ کر گزرتے۔ فقیر راقم الحروف کا ۶۹۔ ۱۹۶۷ء میں لائل پور مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے طور پر تقرر ہوا۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا صاحبزادہ افتخار الحسن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا طوطی بولتا تھا۔ حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ تحریکی اور حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ علمی میدان میں فتنہ قادیانیت کے خلاف سرگرم تھے۔ حضرت مولانا مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ کا محاذ سنبھال رکھا تھا۔ حضرت مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ تدریس، مناظرہ اور انتخابی سیاست کے شناور تھے۔ حضرت مولانا صاحبزادہ افتخار الحسن رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی ؒ دونوں آسمان خطابت کے درخشندہ ستارے تھے۔
ان حضرات کا باہمی ربط، میل وجول قابل رشک تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دیوبندی، بریلوی جنگ کا سیز فائر ہو چکا تھا۔ لیکن ابھی تک تلخی کی گردنہ بیٹھی تھی۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا تاج محمود ؒ اور حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف ؒ اتحاد بین المسلمین کے لئے مقامی اور قومی سطح پر کوشاں تھے۔ حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف ؒ اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن دل ودماغ کے اعتبار سے بہت ہی وسیع المشرب تھے۔ زندگی بھر وہ جامع مسجد جناح کالونی میں دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ حضرت مولانا کی یہ خوبی تھی کہ وہ وقت کے بہت پابند تھے۔ صبح سے شام تک ان کا تمام وقت کمپیوٹرائز ہوتا تھا۔ نماز میں تکبیر تحریمہ اور صف اوّل کی پابندی کے خوگر تھے۔ گرمی، سردی، معمولی بیماری، بارش اور آندھی ان کے نزدیک کوئی عذرات نہ تھے۔ وہ مسجد میں قدم رکھتے۔ جماعت کھڑی ہو جاتی۔ گویا ان کا ایک ایک قدم بھی ضابطہ کا پابند تھا۔

حضرت مولانا نے اپنی زیرادارت ہفت روزہ ''المنبر'' کا اجراء کیا۔ تمام تر اشاعتی مشکلات کے باوجود اس کی اشاعت میں تسلسل کو قائم رکھا۔ ان کے رسالہ کے زیادہ تر موضوعات، حالات حاضرہ پر قوم کی رہنمائی۔ ان پر بےلاگ تبصرہ وتجزیہ۔ تعلیمی میدان میں امت کی رہنمائی۔ اتحاد بین المسلمین، مسئلہ ختم نبوت اور منکرین ختم نبوت کا علمی وواقعاتی تعاقب واحتساب تھے۔ یہ اس رسالہ کا طرہ امتیاز تھا۔ حضرت مولانا موصوف دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، حنفی نزاعات پر بالکل نہ لکھتے تھے۔ ہاں کبھی ماحول کی تلخی دیکھ کر فریقین سے اصلاح احوال کے لئے ضرور خامہ فرسائی کرتے تھے۔

اسلامیان فیصل آباد پر مولانا کا یہ عظیم احسان ہے کہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی ؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی ؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ کو آپ نے فیصل آباد میں بلایا۔ ان کے علاوہ دیگر ملکی وغیر ملکی تعلیمی مذہبی شخصیات کو انہوں نے اپنے قائم کردہ ادارہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ سرگودھا روڈ فیصل آباد میں بلا کر ان کے خیالات سے اسلامیان فیصل آباد کو بہرہ ور کیا۔ آپ ایک سچے دردمند عالم دین تھے۔ آپ نے قادیانیوں کے خلاف صدائے حق بلند کی۔ لیکن اس میں بھی شائستگی اور دعوت وانذار کے پہلو کو نمایاں رکھا۔ آپ نے ''قادیانیوں سے پہلا خطاب'' کے نام پر ایک پمفلٹ بھی شائع کیا۔ جو ان کی تقاریر کے نکات پر مشتمل تھا۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف ﷫ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ تحریک کے یوم اوّل سے یوم فتح تک مسلسل تین ماہ انہوں نے اپنے اوپر خواب وخور بھول کر اس کے لئے کام کیا۔ آپ کی خدمات وشخصیت کے پیش نظر آپ کو آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا رکن رکین بنایا گیا۔ آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ﷫ آپ کی رائے کو بڑے احترام سے سنتے اور اسے دل میں جگہ دیتے تھے۔ مولانا بہت زرخیز دماغ کے آدمی تھے۔ مشکل اور آڑے وقت میں حالات کا تجزیہ کر کے ایسی تجاویز لاتے جو حاصل مجلس ہوا کرتی تھیں۔ آپ تجاویز کے بادشاہ تھے۔ جس موضوع پر گفتگو کرتے اس کی ایک ایک جزئی تک کی تفصیل سے پردہ اٹھاتے۔ مثلاً اس بات کی تین قسمیں ہیں۔ تیسری قسم چار صورتوں سے خالی نہیں۔ چوتھی صورت کی پانچ وجہیں ہوسکتی ہیں۔ پانچویں وجہ کو آپ گیارہ حصوں پر تقسیم کرسکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی بھی مسئلہ کی تقسیم در تقسیم سے جو آپ نتیجہ نکالتے گویا صورتحال کا عرق کشید دیتے تھے۔ بایں ہمہ گفتگو اتنی مربوط ہوتی تھی کہ اس سے کوئی اکتاہٹ نہ ہوتی تھی۔ ہر بات کو وہ اس طرح چھلنی میں چھان دیتے تھے یا اس کا ایسا الٹرا ساؤنڈ کر دیتے تھے کہ اس سے بہتر تشخیص وتجویز نہ ہوسکتی تھی۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف ﷫ صحیح معنی میں مزاج شناس اور حکیم تھے۔ ان کی باتیں حکمتوں کے موتی اور ان کے مشورے جواہر پارے ہوتے تھے۔ حضرت مولانا نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جس قائدانہ شان سے ملک وقوم، عوام وحکمرانوں کی رہنمائی کی وہ آپ کی بالغ نظری کی دلیل ہے۔ آپ نے ملک کے طول وعرض کے دورے کئے۔ عوام میں تحریک کی روح کو پھونکا۔ مرکزی ومقامی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت کی۔ ان تمام تر کوششوں کے ساتھ ساتھ ایک ایسی خدمت کی اللہ رب العزت نے آپ کو توفیق بخشی جو آپ ہی کا حصہ ہے۔ حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف ﷫ نے قادیانی عقائد ونظریات کے اصل کتابوں سے حوالجات کی فائل (محضرنامہ) تیار کیا۔ قادیانی کتب کے فوٹو لے کر قومی اسمبلی کے تمام اراکین تک پہنچائے۔ گویا پوری امت کی طرف سے اس نوعیت کا فریضہ سرانجام دیا کہ تمام ممبران قومی اسمبلی تک قادیانی کتب کے مندرجات کو دیکھنے کی رسائی ہوگئی۔ یہ کام آپ کا بڑا دقیع بھی تھا اور منفرد بھی۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے بعد جناب جنرل ضیاء الحق مرحوم تشریف لائے۔ آپ نے موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ ان تک رسائی حاصل کی اور اپنی اجلی سیرت وبلندی کردار کے

باعث جنرل صاحب کے دل میں اتر گئے اور پھر قومی مسائل میں ان کی جس طرح آپ نے دینی رہنمائی کی وہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے لئے جنرل محمد ضیاء الحق رحمہ اللہ کو قائل کرنے میں آپ نے بڑا مؤثر کردار ادا کیا۔ اس پر ان کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ کا قلب آئینہ کی طرح شفاف تھا۔ جس صاف گوئی سے وہ کام لیتے وہ آپ کا ہی حصہ تھا۔ جس سے ناراض ہوں فوراً چہرہ بتا دیتا تھا کہ اس سے قلب میں تکدر ہے۔ جس پر راضی ہوں اس پر مہربانی کی برسات برسا دیتے تھے۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ بڑے مردم شناس تھے۔ ان میں تکبر نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ البتہ وضع دار ضرور تھے۔ پوری زندگی وضع داری میں گزار دی۔ مرحوم بہت ہی خوبیوں کے مالک تھے۔ سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت پر آپ ضرور تشریف لاتے۔ ان کے خطاب کو بڑے احترام سے سنا جاتا۔ گھن گرج، جوش وخروش، ترنم وشاعری سے ان کا خطاب خالی ہوتا تھا۔ سادہ بے تکلف گفتگو کرتے تھے اور دل موہ لیتے تھے۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ کے رسالہ المنبر کے احتساب نے چناب نگر کے قادیانیوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ ''المنبر'' کا ہر شمارہ قادیانیوں کے پاؤں کے نیچے زمین کو لوہے کے توے سے زیادہ گرم کر دیتا تھا۔ قادیانی تگنی کا ناچ ناچنے لگ جاتے اور اول فول پر اتر آتے تھے۔ لیکن حکیم صاحب رحمہ اللہ نے کبھی ان کے اول فول کی پرواہ نہ کی۔ اپنا فرض ادا کئے گئے۔ دیانتداری کی بات ہے کہ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے بعد قلمی طور پر اہل حدیث مکتب فکر سے حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ کی خدمات تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں۔ حکیم صاحب رحمہ اللہ تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں کے قدردان تھے۔ خود فقیر راقم الحروف چشم دید گواہ ہے کہ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے جس طرح حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ، حضرت مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کا دل وجان سے احترام کیا اس کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی ہے۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ ایک صاف دل ودماغ، اجلی سیرت اور بلند کردار انسان تھے۔ دھان پان جسم تھا۔ لکھنوی مزاج تھا۔ گفتگو میں احتیاط۔ ہر بول تول کر بولتے اور ہر قدم پھونک کر رکھتے اور سوچ کر اٹھاتے تھے۔ ان کی مربوط گفتگو دل لبھانے والی ہوتی تھی۔

شہد سے میٹھی رسیلی گفتگو کرتے تھے۔تکلف سے کوسوں دور ہونے کے باوجود اجلا لباس آپ کی وضع داری کی علامت یا شخصیت کی پہچان تھا۔قراقلی ٹوپی،سفید لمبی داڑھی،نورانی چہرہ،سفید لباس، چلتے تھے تو علم کا وقار قائم ہو جاتا تھا۔حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔کیا خوبیوں کے مالک تھے۔

مجالس میں اختلاف رائے کے جلال کو بھی فقیر نے دیکھا۔لیکن اس میں اپنے موقف کی حقانیت ضرور ہوتی تھی۔کس مسلمان کی دلآزاری نہ ہوتی تھی۔آج مخاصمت ومجادلہ کے دور میں ان لوگوں کو تلاش کرنا مشکل اور بہت مشکل ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی آخرت کی مشکلات آسان فرمائے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں آسانیاں اور راحتیں دی تھیں۔انہوں نے محنت کر کے رزق حلال کمایا اور مخلوق خدا اور امت مصطفیٰ کی خدمت کی۔وہ دین کے سپاہی اور ملک کے پہرہ دار تھے۔ہم گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے فرائض سے کبھی کوتاہی نہیں کی۔اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔آمین!

مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم کے ردقادیانیت پر چار رسائل ہمیں ملے۔ ردقادیانیت کے عنوان پر اللہ رب العزت نے ان سے بے پناہ کام لیا۔وہ اپنی طرز کے رہنماء تھے۔قادیانی گروہ سے رورعایت کا تصور بھی ان کے لئے سوہان روح سے کم حادثہ نہ تھا۔البتہ ان کا دل درمند قادیانیوں کی ہدایت کے لئے ہر وقت بے قرار رہتا تھا۔آپ کے چار رسائل:

۱...... ’’قادیانی غیر مسلم کیوں؟‘‘

۲...... ’’مرزا غلام احمد کے پمفلٹ ’’ایک غلطی کا ازالہ‘‘ کی ضبطی‘‘

حکومت پاکستان،قادیانی امت اور اسلامیان پاکستان کا طرز عمل،جون ۱۹۶۴ء میں نواب امیر محمد خان نواب آف کالاباغ وگورنر مغربی پاکستان نے ’’ایک غلطی کا ازالہ‘‘ مرزا قادیانی کا پمفلٹ ضبط کیا۔اس پر مولانا عبدالرحیم اشرف ؒ نے یہ مقالہ تحریر کیا۔جو پہلے ہفت روزہ ’’المنبر‘‘ میں شائع ہوا۔پھر پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا گیا۔

۳...... ’’قادیانیوں سے پہلا خطاب‘‘

ستمبر ۱۹۷۴ء میں جب پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔تب مولانا عبدالرحیم اشرف ؒ نے سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ وغیرہ میں قادیانیوں کو اسلام کی دعوت دی۔اس خطاب کو بعد میں پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا گیا۔

۴...... ’’قادیانی اور مسلمان‘‘

یہ پمفلٹ بھی حضرت مولانا عبدالرحیم اشرف ﷫ کا مرتب کردہ ہے۔
یہ چار پمفلٹ حضرت المرحوم کے احتساب قادیانیت کی جلد ۳۸ میں شائع کئے گئے۔
آپ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران ممبران اسمبلی کے لئے ایک کتابچہ مرتب کیا۔ جس میں مرزا قادیانی کی کتابوں سے حوالہ جات کے اصل کتب کے فوٹو شائع کئے گئے۔ وہ بھی بہت قابل قدر محنت ہے۔ لیکن ان حوالہ جات کے فوٹو کی طباعت خاصہ مشکل ومحنت طلب کام ہے۔ بھاری پتھر ہے۔ چوم کر چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو کوئی دوست اس پر کام کردیں گے۔ مولانا عبدالرحیم اشرف ﷫ کے صاحبزادہ جواب ان کے جانشین ہیں۔ ڈاکٹر زاہد اشرف صاحب بہت باہمت وباصلاحیت ہیں۔ وہ ہمت کریں تو حضرت مرحوم کے تمام رسائل ردقادیانیت اور یہ حوالہ جاتی کتاب ''محضر نامہ'' اور آپ کے ''المنبر'' میں شائع ہونے والے ردقادیانیت کے تمام ادارتی نوٹ ایک ساتھ شائع کردیں۔ تو ایک جامع چیز مرتب ہو جائے گی۔

(۵۶۳)

عبدالرحیم جوہر جہلمی، جناب مہر

جہلم مجلس احرارالاسلام کے صدر مہر عبدالرحیم جوہر جہلمی تھے۔ انہوں نے یہ رسالہ ''چار سو بیس نبی یعنی مرزا قادیانی کی فریب کاریاں'' ترتیب دیا۔ اس کے ٹائٹل پر موصوف نے یہ تعارف شائع کیا۔
''اہل سنت والجماعت کے بعض عقائد کے متعلق مرزائی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ باتیں سنت اللہ کے خلاف ہیں۔ اس ٹریکٹ میں ان کے لغو اور بیہودہ اعتراضوں کا جواب پرلطف پیرایہ میں دیا گیا ہے۔'' جو احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شامل اشاعت ہے۔

(۵۶۴)

عبدالرحیم خان نیازی (فیصل آباد)، جناب صوفی

(وفات: ۱۷؍اپریل ۱۹۹۱ء)

مجلس احرار اسلام کے بنیادی کارکن، کالاباغ میانوالی کے نیازی پٹھان قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ پھر کالاباغ سے فیصل آباد آگئے۔ اوّل آخر احراری تھے۔ مزاج کے بھی عقیدہ اور خوبو

کے لحاظ سے بھی۔ مجلس احرار اسلام کے صدر مولانا عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کا گروپ علیحدہ قائم ہوا تو یہ ان کے ساتھ چلے گئے۔ لیکن حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان سے نیازمندانہ عقیدت کے تعلق میں کبھی بھی فرق نہ آنے دیا۔ مولانا عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یہ مجلس احرار کے اس دھڑا کے امیر بھی بنے۔ جب کہ ان کے سیکرٹری جنرل چوہدری ثناء اللہ بھٹہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہ سب حضرات خوب ہی جانفروشوں کا گردہ تھا۔ اپنے مشن سے دلی لگاؤ ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ کیا گئے پورا دور ہی لد گیا۔ پہلے چنیوٹ اور پھر چناب نگر مجلس تحفظ ختم نبوت کی سالانہ ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت ان کا معمول رہا۔ بہت ہی بھلے اور محبتوں والے انسان تھے۔ آج کیا ان کا تذکرہ آیا کہ دل وجان ان کے گرویدہ ہو چلے ہیں۔ ان حضرات سے یہ محبت بھی انشاء اللہ آخرت میں ان کے ساتھ ہونے کا باعث بنے گی۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

(۵۶۵)

عبدالرحیم سلیم ایڈووکیٹ (حیدرآباد دکن)، جناب

ہائیکورٹ حیدرآباد دکن کے وکیل جناب عبدالرحیم سلیم کے دوست ایک قادیانی وکیل حافظ عبدالعلی تھے۔ دونوں مسافر بنگلہ محبوب آباد میں جمع ہوگئے۔ باتوں باتوں میں مرزا قادیانی کا تذکرہ آیا تو قادیانی وکیل عبدالعلی نے عقائد احمدیہ نامی کتابچہ پڑھنے کے لئے جناب عبدالرحیم سلیم وکیل ہائیکورٹ کو پکڑا دیا۔ انہوں نے اسے پڑھ کر قادیانی وکیل سے چند سوالات کئے۔ قادیانی وکیل نے ان سوالات کے جوابات پر مشتمل خط تحریر کیا۔ اس خط کا جواب الجواب جناب عبدالرحیم سلیم وکیل ہائیکورٹ نے لکھا تو کتاب ''نعم المعانی، تردید عقائد قادیانی (۱۳۴۲ھ)'' تیار ہوگئی۔ کتاب عام فہم انداز میں لکھی گئی ہے اور مسلمان وکیل نے قادیانی وکیل کا کامیاب تعاقب کیا ہے۔ کتاب کے نام سے ۱۳۴۲ھ سن اشاعت نکلتا ہے۔ ۹۲ سال بعد دوبارہ اس کی اشاعت احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں محض توفیق ایزدی ہے۔ اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔

(۵۶۶)

عبدالرحیم سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب شاہ

سہارنپور میں شاہ عبدالرحیم کے نام پر تین بزرگ گزرے ہیں۔ ایک کا نام شاہ عبدالرحیم سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ولایتی تھا۔ یہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء میں سے تھے۔

دوسرے شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ تھے جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد تھے۔ تیسرے شاہ عبدالرحیم سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہیں شاہ عبدالرحیم سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حکیم نورالدین بھیروی ثم قادیانی ایک دفعہ مہاراجہ جموں کے لئے دعا کرانے کے لئے گیا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا: ''نام نورالدین ہے؟'' حکیم نے کہا: ''ہاں!'' فرمایا: ''قادیان میں ایک شخص غلام احمد نام کا پیدا ہوا ہے، جو کچھ عرصے بعد ایسے دعوے کرے گا جو نہ اٹھائے جائیں نہ رکھے جائیں اور تم لوح محفوظ میں اس کے مصاحب لکھے ہوئے ہو۔ اس سے تعلق نہ رکھنا، دور دور رہنا، ورنہ اس کے ساتھ ہی تم بھی دوزخ میں پڑو گے۔'' حکیم صاحب سوچ میں پڑ گئے۔ فرمایا: ''تم میں الجھنے کی عادت ہے۔ یہی عادت تم کو وہاں لے جائے گی۔'' چنانچہ کچھ عرصے بعد مرزا غلام احمد، قادیان میں ظاہر ہوا اور دعویٰ نبوت کیا اور کبھی مسیح موعود بنا اور حکیم نورالدین اس کا خلیفہ اوّل بنا اور اس کے دین کو پھیلایا۔ یہ شخص بڑا عالم تھا۔ مرزا قادیانی کو بہت کچھ سکھاتا تھا۔ اس کے ساتھ گمراہ ہوا۔ بعد ازاں شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے علمائے لدھیانہ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ: ''میں نے قادیانی کے متعلق استخارہ کیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یہ شخص بھینسے پر اس طرح سوار ہے کہ منہ دم کی طرف ہے۔ جب غور سے دیکھا تو اس کے گلے میں زنار ہے۔ جس سے اس کا بے دین ہونا نظر آتا ہے اور یہ بھی یقیناً کہتا ہوں کہ جو اہل علم اس کی تکفیر میں اب تک متردّد ہیں۔ کچھ عرصے تک سب کافر کہیں گے۔''

(فتاویٰ قادریہ، از مولانا محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۷)

چنانچہ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے تمام اکابر امت جو قادیانی کی تکفیر سے پہلو تہی کرتے اور لوگوں کو اس سے منع کرتے تھے، آئندہ چل کر اس کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دینے لگے۔ (رئیس قادیان ج ۲ ص ۱۰)

(۵۶۷)

عبدالرحیم سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب قاری

(وفات: ۲۵ر فروری ۱۹۸۳ء)

موصوف عالم، صوفی، حافظ، قاری اور مدرس تھے۔ مولانا شاہ عبدالرحیم رائے

پوری ؒ سے بیعت کا تعلق تھا۔ تقسیم کے بعد روڈہ ضلع خوشاب میں مدرسہ رحیمیہ قائم فرمایا۔ اس علاقہ میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ کی گرانقدر خدمات ہیں۔

(۵۶۸)

عبدالرحیم عاجز (لاہور)، جناب

(ولادت: ۱۸۹۶ء، امرتسر ...... وفات: مئی ۱۹۵۵ء، لاہور)

مجلس احرار اسلام ہند کے رہنما اردو، پنجابی کے نامور شاعر، جناب عبدالرحیم عاجز امرتسری ؒ اپنے دور کے نامور شاعر تھے۔ جناب مرزا غلام نبی جانباز ؒ اور جناب سائیں محمد حیات پسروری ؒ آپ سے اصلاح لیتے تھے۔ جناب عبدالرحیم عاجز امرتسری ؒ کی کئی کتابیں شائع ہوئیں۔

۱...... ’’پیغام زندگی‘‘
۲...... ’’وطن دے سچے عاشق‘‘
۳...... ’’مجاہد امرتسر‘‘
۴...... ’’عبرت نامہ‘‘
۵...... ’’پیغام عاجز‘‘
۶...... ’’پیراں دا ردنائے رساں دا سیاپا‘‘

پنجابی زبان میں آپ کی دو نظمیں ایک پمفلٹ میں شائع ہوئیں جس کا نام ’’قادیانی دجل‘‘ تھا۔ وہ پمفلٹ احتساب قادیانیت جلد۴۴ میں شائع ہوا۔ فلحمدللہ!

(۵۶۹)

عبدالرحیم قریشی ؒ (حیدرآباد دکن)، مولانا

اس کے مؤلف جناب محمد عبدالرحیم قریشی ہیں جو کل ہند مجلس تعمیر ملت کے سیکرٹری جنزل اور آل انڈیا مسلم لاء بورڈ کے سیکرٹری ہیں۔ آپ نے رسالہ ’’قادیانی مسلمان نہیں‘‘ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں شائع کیا۔ تبلیغ اسلام سوسائٹی مدینہ منش حیدرآباد سے یہ شائع ہوا۔ قادیانیوں نے حیدرآباد انڈیا میں پر نکالے۔ مؤلف نے یہ رسالہ تالیف کر کے شائع کیا۔ قادیانیت بے

پر وبال ہوگئی اور اب یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۵۱ میں پیش خدمت ہے۔

(۵۷۰)

عبدالرحیم منہاج رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا

فیصل آباد میں مسیحی حضرات کے نامور پادری تھے۔ جناب ڈیوڈ منہاس، اللہ رب العزت نے انہیں توفیق بخشی۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اب آپ کا نام ''مولانا عبدالرحیم منہاج'' قرار پایا۔ مولانا عبدالرحیم منہاج نے مرزا قادیانی کے بیٹا مرزا محمود کی نام نہاد تفسیر صغیر سے تحریف کے چند نمونے جمع کئے۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی وحضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ کی تقریظ لکھی۔ اس رسالہ کا نام: ''نبوت کے نام پر قرآن پاک میں شرمناک تحریف'' ہے۔ یہ رسالہ اوّلاً ادارہ دعوت دارشاد چنیوٹ سے شائع ہوا۔

''قرآن اور ختم نبوت'' یہ رسالہ بھی مولانا عبدالرحیم منہاج مرحوم کا ہے۔ جو ۱۹۸۵ء میں ادارہ دعوت وارشاد نے شائع کیا۔ ان دونوں رسائل کو ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۳۹ میں شائع کیا۔

(۵۷۱)

عبدالرحیم ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

ڈیرہ غازیخان کے علاقہ سے تعلق رکھنے والے دو بزرگ استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان آکر ''کتب خانہ'' قائم کیا۔ جس کا نام مکتبہ صدیقیہ رکھا۔ یہ دونوں حضرات بھائی تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم ربانی تھے۔ آپ جامعہ خیرالمدارس اور قاسم العلوم ملتان میں استاذ الحدیث بھی تھے۔ اخلاص وتقویٰ کا پیکر تھے۔ آپ کو اللہ رب العزت نے دردمند عالم دین کا دل نصیب فرمایا تھا۔ آپ نے مکتبہ صدیقیہ سے، بہت سی درسی اور دیگر کتب شائع کیں۔ آپ نے ملتان سے ماہنامہ ''الصدیق'' بھی جاری کیا۔ جو اپنے دور میں نامور دینی، ادبی معلوماتی رسائل میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کے برادر حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ ڈیروی نے ''الصدیق'' میں شائع ہونے والے ردقادیانیت پر اہم مضامین کو پمفلٹوں ورسائل کی شکل میں

شائع کرنا شروع فرمایا تھا۔ ہمیں آپ کے تین رسائل ملے ہیں۔

۱...... ''مرزائیوں کے خطرناک ارادے''

۲...... ''مرزائیوں کا اصلی چہرہ''

۳...... ''مرزائیوں کی خوفناک سیاسی چالیں''

ان تینوں رسائل کو ہم نے احتساب قادیانیت جلد۴۴ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ''مرزائیوں کے خطرناک ارادے'' ماہنامہ الصدیق ملتان ماہ جمادی الاوّل ۱۳۷۱ھ میں شائع ہوا تھا۔ اس میں قادیانیوں کے سیاسی خطرناک عزائم کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ باسٹھ سال بعد شائع ہوا۔ دوسرا رسالہ ''مرزائیوں کا اصلی چہرہ'' اس میں قادیانیوں کے خلاف اسلامی عقائد کو بیان کیا گیا ہے۔ تیسرا رسالہ ''مرزائیوں کی خوفناک سیاسی چالیں'' کا موضوع، نام سے واضح ہے۔

(۵۷۲)

عبدالرحیم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۳۰ر دسمبر ۱۹۸۸ء)

حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ضلع باغ آزاد کشمیر کے مشہور علاقہ حصب بانڈیاں (جھڑ غنی آباد) سے تھا۔ آپ کی پیدائش ۱۹۲۵ء فضل خان (مرحوم) کے گھر ہوئی۔ مولانا عبدالرحیم خیرالمدارس ملتان کے فاضل اور مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ گویا مجمع البحرین تھے۔ مولانا عبدالرحیم نے تحریک آزاد کشمیر میں بھی بڑھ چڑھ کا حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء جب تحریک ختم نبوت اپنے عروج پر تھی آپ نے بھی تحریک ختم نبوت کی تحریکی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ جہانگیر پارک صدر کراچی قادیانیوں کے جلسہ عام کو ناکام بنانے میں آپ نے بنیادی کردار ادا کیا۔ اس موقع پر آپ کے برادر کبیر حضرت مولانا امیر الزمان خان کشمیری بھی اس تحریک کے روح رواں تھے۔ بالآخر آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس وقت جیل میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری متعدد اکابرین اور بے شمار کارکنان جیل کو آباد کر چکے تھے۔ مولانا عبدالرحیم بھی ایک سال تک سنٹرل جیل کراچی میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ ۶۳ برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کی وفات

جمعۃ المبارک کے دن ۳۰؍دسمبر ۱۹۸۸ء کو ہوئی۔ کثرت ازدحام کی وجہ سے آپ کی نماز جنازہ ۳ مرتبہ ادا کی گئی جس میں اطراف واکناف کے لوگوں نے شرکت کی۔ آپ کی تدفین مقامی قبرستان حسب باغڑیاں (جھڑغنی آباد) مسجد سے قبلہ کی سمت چند قدم کے فاصلے پر ہوئی اور اس میں ہمیشہ کے لئے آسودہ خاک ہوئے۔

(۵۷۳)

عبدالرحیم کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حکیم

(وفات: ۴؍دسمبر ۱۹۶۹ء، پتوکی)

موصوف عالم دین اور مناظر تھے۔ مجلس احرار اور جمعیۃ اہل حدیث کے کارکن تھے۔ اپنے عہد شباب سے تازیست قادیانیت کے وہ لتے لئے کہ قادیانی ہاں ہاں کرا ٹھے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں ان کی تربت پر۔

(۵۷۴)

عبدالرزاق انقلابی رحمۃ اللہ علیہ (شجاع آباد)، مولانا

''قتل دجال'' مولانا عبدالرزاق صاحب انقلابی شجاع آباد کے علاقہ کے رہائشی اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ ایک بار فقیر مرتب کتاب ہذا کی مکہ مکرمہ میں آپ سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔ تب آپ مکہ مکرمہ میں عبادت کی غرض سے قیام پذیر تھے۔ آپ کا رسالہ ''قتل دجال'' کے نام سے یہ پمفلٹ دراصل ایک نظم ہے۔ جو آپ نے دجال قادیان کے متعلق تحریر کی۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۵۷۵)

عبدالرزاق سلیم خانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

حضرت مولانا عبدالرزاق سلیم خانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۴ میں شامل ہے۔

''تحفة الایمان لاهل القادیان'' حضرت مولانا عبدالرزاق سلیم خانی ﷫ دارالمبلغین لکھنؤ کے مناظر تھے۔ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی ﷫ امام اہل سنت کے شاگرد تھے۔ آپ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا تو حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن چاند پوری ﷫ نے اس پر تقریظ تحریر فرمائی۔ جو ۲۷؍رجب المرجب ۱۳۵۴ھ، مطابق ۲۶؍اکتوبر ۱۹۳۵ء کی تحریر فرمودہ ہے۔

قارئین! یہ عجیب اتفاق ہے۔ احتساب قادیانیت جلد۳۳ میں نمبر۱۱ پر درج رسالہ بھی اکتوبر ۱۹۲۶ء کا ہے۔ نمبر۱۲ پر درج رسالہ بھی اکتوبر ۱۹۳۵ء کا ہے اور فقیر جس وقت یہ سطور تحریر کر رہا ہے ماہ اکتوبر ۲۰۱۰ء ہے۔ یہ رسالہ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔ اب ۲۰۱۰ء ہے تو گویا پون صدی (۷۵ سال) بعد اس رسالہ کو شائع کرنے کی سعادت پر اللہ تعالیٰ کے انعامات بے پایاں پر بے حد شکریہ۔ فلحمدللہ!

(۵۷۶)

عبدالرزاق مہتہ قادیانی

عبدالرزاق مہتہ۔ مرزا قادیانی کے زمانہ میں ایک بدنصیب قادیانی ہوا۔ اس کا نام بھائی عبدالرحمٰن تھا۔ اس کے بھائی کا نام ''عبدالرزاق مہتہ'' تھا۔ مہتہ صاحب مرزا محمود قادیانی کی خلوتوں اور جلوتوں کا محرم راز اور شریک کار تھا۔ خود مرزا محمود کو بھی یہ فیض دیتا رہا۔ اس کے پاس مرزا محمود کے خاندان کی اخلاق باختگی کے گواہ یعنی فوٹو تھے۔ مرزا ناصر نے ان کو حاصل کرنے کے لئے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کئے۔ یہ کراچی چلا گیا۔ مرزائی قیادت نے وہاں بھی اس کو دم نہ لینے دیا۔ اس نے مرزا ناصر کے متعلق قادیانی قیادت کو ایک درخواست دی۔ بعد میں اسے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا۔ یہ آدمی آخر تک قادیانی رہا۔ قادیانی کا قادیانیت کے متعلق کیا نظریہ تھا؟ اس کا جواب یہ پمفلٹ ہے۔ اس کا مکمل نام (پاپائے ربوہ کے خلاف ایک مرید کا استغاثہ مرزائیوں کی روحانی شکارگاہ) قادیانی کمینگی پر قادیانیوں کو ماتم کی دعوت ہے۔ یہ درخواست ۱۴؍دسمبر ۱۹۷۹ء کو دی گئی۔ پھر پمفلٹ چھپا۔ اب احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں ہم نے محفوظ کر دیا ہے۔

(۵۷۷)

عبدالرسول بکھر بار (شاہ پور ضلع سرگودھا)، مولانا

مولانا عبدالرسول حکیم قمرالدین مرحوم کے فرزند (موضع بکھر بار تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا) کے رہنے والے تھے۔ علوم دینیہ اور طبیہ کی تعلیم اور تربیت کے بعد لکھنؤ سے وطن لوٹے۔ مولانا ابوالسعد احمد خان بانی خانقاہ سراجیہ سے بیعت تھے اور مجاز بھی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ وقت کے اساتذہ سے طب کے فن میں مہارت حاصل کی۔ تشخیص وتجویز اور دواسازی میں ماہر تھے۔ آپ کے لاتعداد شاگردوں میں حکیم عبدالمجید سیفی مرحوم سرفہرست تھے۔ آپ عربی، فارسی، اردو اور پنجابی، چاروں زبانوں کے قادرالکلام شاعر تھے۔ تحریک خلافت کے علاوہ حزب الانصار، دارالعلوم اور ماہنامہ شمس الاسلام کے معاون رہے۔ بزرگان دین کی وفات پر حکیم صاحب کے مرثیے اور منظوم تاریخیں ان کی قادر الکلامی اور وسعت علم کا ثبوت ہیں۔ فن طب اور نقشبندی سلسلہ کے بارے میں رسائل لکھے جن میں سے اکثر مکتبہ حزب الانصار بھیرہ نے شائع کئے۔ پہلے پیر بل کے نقشبندی شیخ مولانا غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے حالات زندگی پر کتاب انوار مرتضویہ لکھی۔ حکیم صاحب کے نوشتہ بعض رسائل ہنوز شرمندہ اشاعت ہیں۔ (تذکار بگویہ، جلد سوم ص۶۱۰)

قادیانی اخبار الحکم قادیان ۱۰رمئی ۱۹۰۶ء میں ''نقشبندیوں پر اتمام حجت'' کے نام سے مضمون شائع کیا۔ تب مولانا حکیم عبدالرسول بکھر بار نے ''تازیانہ نقشبندی ربانی بتردید حملہ قادیانی'' کے نام سے تحریر فرمایا جس کے ایک سو گیارہ صفحات ہیں۔ اس کتاب میں ''قال'' سے قادیانی عبارت نقل کر کے ''اقول'' سے اس کا جواب دیئے ہیں اور قادیانی کی بولتی بند کر دیتے ہیں۔ یہ رسالہ ضمیمہ سراج الاخبار میں شائع ہوا تھا۔

(۵۷۸)

عبدالرشید طالوت رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، مولانا

(وفات: ۳۰ر مارچ ۱۹۶۳ء، ملتان)

موصوف ڈیرہ غازی خان کے رہائشی تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ نامور

عالم ادیب اور شاعر تھے۔ فراغت کے بعد گورنمنٹ کے تعلیمی اداروں ملتان سے وابستہ رہے۔ حضرت امیر شریعت ؒ سے والہانہ احترام کا تعلق تھا۔ اس زمانہ میں ماہنامہ الصدیق ملتان میں مضمون بھی لکھتے تھے۔ ملتان تعلیمی بورڈ کے چیئرمین مختار ظفر نے آپ کی سوانح بھی لکھی ہے۔ آپ کے مجموعہ کلام پر زکریا یونیورسٹی میں کوئی صاحب مقالہ بھی لکھ رہے تھے۔ آپ نے اپنے قلمی نام ''ابوالفضل جبروتی'' سے مرزا قادیانی کے خلاف ۱۹؍فروری ۱۹۵۰ء میں رسالہ لکھا۔ جس کا نام تھا: ''مضمون چور'' اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی دوسرے حضرات کے مضامین چوری کر کے اپنی کتابوں میں شامل کیا کرتا تھا۔ آپ کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں شامل کیا گیا ہے۔

(۵۷۹)

عبدالرشید ؒ (لاہور)، مولانا

جامع مسجد القدس چوک دالگراں لاہور سے ایک رسالہ نکلتا ہے۔ ماہنامہ ''تنظیم اہل حدیث'' اس میں اہل حدیث عالم دین مولانا عبدالرشید صاحب ؒ کا کئی اقساط میں مضمون شائع ہوا۔ ''ختم نبوت اور نزول عیسیٰ علیہ السلام'' پھر یہ بعد میں اسی نام سے کتاب کی شکل میں بھی شائع ہوا۔ مرزا ملعون قادیان نے سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی حیات اور نزول کا انکار کر کے خود کو مسیح ثابت کرنا چاہا۔ اس کے لئے اس ملعون نے بنیاد یہ قائم کی کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آ گئے تو یہ ختم نبوت کے منافی ہے۔ حالانکہ اس ملعون قادیان سے کوئی پوچھے کہ:

الف...... عیسیٰ علیہ السلام جنہیں رحمت عالم ﷺ سے قبل نبوت مل چکی ہے۔ ان کے دوبارہ تشریف لانے سے انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں اضافہ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ پہلے سے صف انبیاء کے شمار میں آ گئے۔ ان کا تشریف لانا تو مرزا قادیانی کے قول کے مطابق ختم نبوت کے منافی ہوا۔ البتہ مرزا غلام احمد قادیانی، رحمت عالم ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے تو یہ ختم نبوت کے منافی نہیں۔ اس الٹی منطق کو سوائے دجل وفریب کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

ب...... پھر سیدنا مسیح علیہ السلام کا تشریف لانا گویا پہلے کے ایک نبی، رحمت عالم ﷺ کی امت میں بھی شامل ہو رہے ہیں۔ جب کہ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی امت میں سے ایک شخص نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے۔ انبیائے

سابقین سے ایک نبی کا آپ ﷺ کی امت میں داخل ہونا اور ایک شخص آپ ﷺ کے امتی کا دعویٰ نبوت کرنا۔ ان دونوں باتوں میں ملعون قادیان فرق نہ کر سکا۔ مولانا عبدالرشید صاحب ؒ اہل حدیث مکتب فکر کے عالم دین نے اس بات کو پھیلایا۔ قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کو مبرہن کیا تو یہ کتاب تیار ہوگئی۔ مولانا نے اخبار تنظیم اہل حدیث لاہور میں ختم نبوت پر مضمون لکھا۔ اس میں ضمناً نزول مسیح علیہ السلام کی بحث آ گئی۔ لاہوری مرزائیوں کے اخبار ہفت روزہ پیغام صلح نے اس پر اشکال قائم کئے۔ مولانا عبدالرشید ؒ نے ان کے جوابات تحریر فرمائے۔ جو تنظیم اہل حدیث لاہور میں شائع ہوئے۔ پیغام صلح لاہور کی بولتی بند ہوگئی۔ چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند! سوئے کیا کہ گویا مر گئے۔ تنظیم اہل حدیث میں شائع شدہ جوابات کا مجموعہ یہ کتاب ہے۔

''ختم نبوت اور نزول عیسیٰ علیہ السلام'' ۹۲ صفحات کا رسالہ ہے۔ جسے ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۳۶ میں شائع کیا۔

(۵۸۰)

عبدالستار انصاری، جناب

(پیدائش: ۱۹۳۵ء، امرتسر ...... وفات: ۱۵/اگست ۱۹۸۵ء، حافظ آباد)

ضلع حافظ آباد کے جناب عبدالستار انصاری ؒ نے رسالہ ''چودھویں صدی کے مجددین'' مرتب کیا۔ مولانا عبدالغفور ہزاروی ؒ جو بریلوی مکتب فکر کے نامور عالم دین تھے مصنف رسالہ ہذا ان کے تربیت یافتہ تھے۔ قادیانی محمد اعظم اکسیر نے ''چودھویں صدی کا مجدد کہاں ہے؟'' نامی رسالہ لکھا۔ اس کا جواب یہ رسالہ ہے۔ اسی طرح مصنف رسالہ ہذا عبدالستار انصاری ؒ نے ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے ایک ممبر کی رہنمائی کے لئے مختصر ختم نبوت پر دلائل جمع کر کے ملعون قادیانی کی تحریرات سے اس کا دعویٰ نبوت کرنا، ثابت کیا۔ اس رسالہ ''چودھویں صدی کے مجددین'' کے ساتھ اسے بھی شائع کر دیا۔ دونوں احتساب کی جلد ۴۵ میں شامل اشاعت ہیں۔ انصاری صاحب ؒ بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ تحریر میں جگہ جگہ یہ رنگینی بھی نظر آئے گی۔

(۵۸۱)

عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۲۱ر دسمبر ۲۰۱۲ء)

مولانا عبدالستار تونسوی ۱۸ر مارچ ۱۹۲۶ء کو تونسہ ضلع ڈیرہ غازیخان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام مولانا حکیم اللہ بخش تھا۔ آپ بلوچوں کے قبیلہ سہانی سے تعلق رکھتے۔ مولانا اللہ بخش صاحب دینی، دنیوی تعلیم سے بہرہ ور تھے۔ مختلف سکولوں میں پڑھاتے رہے۔ دن بھر پڑھاتے فارغ وقت مسجد خلفائے راشدین تونسہ شریف میں دینی تعلیم وتدریس اور خدمت قرآن کا فریضہ سرانجام دیتے۔ آپ نے نصف صدی اس مسجد میں فی سبیل اللہ خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے اپنے بیٹے عبدالستار کو خود مقامی سکول میں تعلیم دلوائی۔ پھر قرآن مجید ناظرہ عبدالستار نے حافظ محمد عثمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ دینی تعلیم کے لئے آپ مدرسہ محمودیہ خانقاہ تونسہ شریف میں داخل ہوئے۔ تونسہ شریف کی وجہ شہرت خانقاہ سلیمانیہ تونسہ ہے جس کی بنیاد حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی۔ خواجہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ قوم افغان، قبیلہ جعفر سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا تولد تونسہ سے تیں کوس جانب دامن کوہ سلیمان (کوہ درگ) موضع گڈ گوجی میں ہوا۔ سن ولادت ۱۱۸۴ھ ہے۔ پیدائش کے چار سال بعد والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ نے ملاں یوسف سے پڑھنے کے لئے بھیجا۔ نصف قرآن مجید ان سے پڑھا۔ پھر اپنی قوم کے ایک حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتے رہے۔ میاں حسن علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں پڑھنے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت وخلافت حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ چشتیاں ضلع بہاول نگر سے تھی۔

خواجہ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اوچ شریف کے سفر پر تھے۔ خواجہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی یہاں ان سے ملاقات ہوئی۔ خواجہ سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ اور مرشد مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہوں نے خواجہ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرید وخلیفہ سے فرمایا کہ کوہستانی شاہباز پر پرزے نکال رہا ہے اسے پھانسو۔ اس کا قبضہ میں آنا دونوں جہاں کی نعمتوں کے حصول کے مترادف ہے۔ وہ اپنے وقت کا سلیمان ہوگا۔ چنانچہ کوٹ مٹھن سے مشائخ کا قافلہ اوچ شریف خواجہ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے آیا تو

اس میں خواجہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ خواجہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے علاقہ کے لوگوں کو عموماً روہیلے کہا جاتا تھا۔ حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین خواجہ نو بہار کی بیعت کرنے کے بعد خواجہ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کو اوچ شریف میں بیعت کیا۔ پھر خواجہ مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید و خلیفہ مولانا محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ہمیں مبارک دو کہ وہ شاہباز عقل جس کے لئے سال بسال ہم کو سفر کرنا پڑتا تھا اب ہمارے دام میں آ گیا۔ خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کے جانشین خواجہ محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں مدرسہ محمودیہ قائم ہوا۔ جہاں حضرت مولانا عبدالستار تونسوی نے مولانا خالق داد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالستار شہلانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔ مؤخر الذکر دونوں حضرات دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ حضرت خواجہ محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیوبند بھیجا تھا۔ چنانچہ اس روایت کے تحت مولانا عبدالستار تونسوی صاحب کو بھی دارالعلوم دیوبند بھیجا گیا۔ ۴۷۔۱۹۴۶ء میں آپ نے دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث شریف کیا۔ ۱۶ر جمادی الاوّل ۱۴۲۶ھ کو فقیر راقم نے مسجد عثمانیہ ملتان میں آپ نے چند سوالات کئے۔ آپ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میں نے بخاری اور ترمذی، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مسلم شریف مولانا بشیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ابوداؤد مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ابن ماجہ قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ، نسائی مولانا فخر الحسن رحمۃ اللہ علیہ، طحاوی مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (اکوڑہ خٹک)، شمائل ترمذی مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ، مؤطا امام مالک مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت صدر صاحب سے دارالعلوم دیوبند میں پڑھیں۔ وفاق المدارس کے موجودہ صدر گرامی حضرت مولانا سلیم اللہ خان، حضرت مولانا سید بشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ (لودھراں) آپ کے ہمدرس تھے۔ جو طلباء کی جماعت دورہ حدیث شریف میں عبارت پڑھتی تھی۔ ان میں حضرت مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ بھی نمایاں طور پر شامل تھے۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد شعبان میں لکھنؤ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چلے گئے۔ آپ نے یہاں مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالسلام بن مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔ فن مناظرہ میں یہ حضرات اس وقت امام مانے جاتے تھے۔ ان سے باقاعدہ آپ نے کلاس مناظرہ میں ٹاپ کیا۔ لکھنؤ میں آپ کے ہمدرس حضرت علامہ مولانا قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جو فیروزہ ضلع رحیم یارخان کے باسی تھے۔ جب آپ لکھنؤ پڑھ رہے تھے۔ اسی دوران پاکستان بنا۔ آپ نے تعلیم

مکمل کرنے کے بعد سفر کیا۔ راستے مسدود تھے۔ سہارنپور تک آئے۔ دیوبند نہ جاسکے۔ سہارنپور سے پاکستان آگئے۔ پاکستان میں آکر اپنے گھر پر طلباء کو درس نظامی کی کتب پڑھانی شروع کیں۔ پھر سنجر سیداں نزد تونسہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنی تدریس کے زمانہ میں مقامات، متنبی، حماسہ کئی بار پڑھائیں۔ آپ بجا طور پر شیخ الادب تھے۔ سنجر پور سیداں کے بعد مدرسہ محمودیہ کے اس دور کے مہتمم اور خانقاہ سلیمانیہ محمودیہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ نظام الدین رحمہ اللہ کے حکم پر اپنی مادر علمی مدرسہ محمودیہ تونسہ میں اپنے اساتذہ کے زیر سایہ تدریس کا آپ نے بیڑا اٹھایا۔ یہاں آپ نے بخاری شریف تک کی تعلیم دی۔ اس دوران آپ قریب وجوار میں تبلیغ اسلام کے لئے بھی تشریف لے جاتے۔

آپ کا باضابطہ پہلا مناظرہ جنوری ۱۹۴۹ء میں منگروٹہ شرقی نزد تونسہ میں ہوا۔ حضرت مولانا درمحمد صاحب رحمہ اللہ مخدوم عالی ضلع ملتان میں عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ مولانا درمحمد صاحب رحمہ اللہ منگروٹہ شرقی کے باشندہ تھے۔ مولانا درمحمد صاحب رحمہ اللہ کا بھائی اپنے دوستوں کے ساتھ اہل تشیع کی مجلس سن کر آیا۔ اپنے بھائی کو کہا کہ یا تو آپ شیعہ کے کسی مناظر کے سامنے گفتگو کریں اور مجھے مطمئن کریں۔ ورنہ میں شیعہ ہو جاؤں گا۔ مولانا درمحمد صاحب رحمہ اللہ، مولانا عبدالستار صاحب تونسوی رحمہ اللہ کو لے کر گئے۔ آپ نے سردی کے باعث دیہاتی طرز کا موٹی اون کا کھڈی پر تیار کردہ موٹا کمبل پہن رکھا تھا۔ مقابلہ میں اہل تشیع کی طرف سے مناظر ذوالفقار شاہ تھے۔ جن کے متعلق مشہور تھا کہ وہ صحاح اربعہ کے حافظ ہیں۔ اہل سنت کے ہاں چھ حدیث کی کتب کو صحاح ستہ کہا جاتا تھا اور شیعہ حضرات کے ہاں چار ان کی حدیث کی بنیادی کتب کو صحاح اربعہ کہا جاتا ہے۔ سید ذوالفقار شاہ صاحب شیعہ مناظر گویا اپنے مسلک کے ٹاپ کے نامور مذہبی رہنما تھے۔ حضرت مولانا عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ آج پہلی بار مناظرہ کے میدان میں تشریف لائے تھے۔ چند ٹرنوں میں شیعہ مناظر پر یہ کیفیت تھی کہ سردی کے باوجود گویا پسینہ میں نہا گئے۔ پانی پے پانی کے گلاس چڑھائے۔ میدان مولانا عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ کے ہاتھ رہا۔ سید ذوالفقار شاہ صاحب کوٹ، جبہ، پستول، طرّہ، کتابوں، بندوقوں کے جلو میں میدان میں اترے تھے۔ ادھر حضرت تونسوی رحمہ اللہ سادہ کمبل میں ملبوس تھے۔ مناظرہ کے آخر پر کیفیت یہ تھی کہ حضرت تونسوی رحمہ اللہ کو لوگوں نے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا اور فریق مخالف ایسے غائب ہوئے کہ ڈھونڈھنے سے ملنا بھی دشوار ہوگیا۔ تحریف قرآن موضوع تھا اور میدان تونسوی صاحب رحمہ اللہ نے مار لیا۔

چکوال، تونسہ، لتری شالی، دولتانہ ضلع وہاڑی، اسلام پور رحیم یارخان، وچھیان ضلع سرگودھا، سیت پور ضلع مظفر گڑھ، باگڑ سرگانہ، بکھر بار ضلع سرگودھا، رانا واہن، جھی بہار، بہاری غربی، تھانہ چوک قریشی، محمد پور دیوان، دولتانی اکثر مناظرے آپ کے شیعہ نامور مناظر مولانا محمد اسماعیل گوجروی سے ہوئے۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب کو فقیر راقم نے دیکھا ہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں فیصل آباد، مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ، صاحبزادہ افتخار الحسن رحمۃ اللہ علیہ، حکیم عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد اسحق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا صاحبزادہ فضل رسول اور دیگر حضرات کے بہ شانہ بشانہ تھے۔ بلاء کے تیز رفتار، گرجدار آواز کے حامل خطیب تھے۔ عبارتیں فرفر پڑھنے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ جہاں جاتے چیلنج پر چیلنج دیتے۔ مناظرہ کے چیلنج کے بغیر تو ان کی تقریر کا تصور نہ تھا۔ مولانا احمد شاہ چوکیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا دوست محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ اہل حدیث مناظر سے مولانا محمد اسماعیل گوجروی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے ہوئے۔ لیکن دیانتداری کی بات ہے حضرت مولانا عبدالستار تونسوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے دو چار مناظروں کے بعد مولانا تونسوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام سنتے ہی اسے پسینہ چھوٹ جاتا تھا۔ وہ حیلے بہانے سے سامنے آنے سے کنی کتراتا تھا۔ جہاں سامنا ہوا اس کا پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ فقیر راقم عینی گواہ ہے کہ ۱۹۶۸ء ماہ شوال کی سات تاریخ کو جھوک وڑھیل تھانہ نوشہرہ جدید ضلع بہاولپور میں مناظرہ تھا۔ حضرت مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ مناظر تھے۔ معین مناظر مولانا سید محمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ پیلی راجن، مولانا حافظ اللہ بخش گرواں رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کی طرف سے تھے۔ شیعہ حضرات کی جانب سے مولانا محمد اسماعیل گوجروی تھے۔ ان کے معاون مولانا قاضی سعید الرحمٰن تھے۔ مناظرہ میدان میں ہونا تھا۔ سامعین، شائقین اور ناظرین کے دونوں جانب سے ٹھٹھ لگے ہوئے تھے۔ شیعہ نمائندے اہل سنت کے نمائندوں سے بات طے کر کے جاتے شیعہ مناظر اپنے لوگوں کی طے کردہ بات سے انحراف کر جاتا۔ شیعہ زمیندار پھر آ کر نئے سرے بات طے کر کے جاتے۔ لیکن مولانا محمد اسماعیل پھر مکر جاتے۔ دن بھر یہ کیفیت رہی۔ لیکن شام تک شیعہ مناظر اپنے رہائشی مکان سے باہر نہ آئے۔ مولانا تونسوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صبح سے میدان میں سٹیج پر براجمان ہو گئے۔ جب مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی طرح مناظرہ پر تیار نہ ہوئے تو شیعہ، سنی رہنماؤں نے مولانا تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ وہ تقریر کریں۔ مولانا تونسوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی کالی، بیالیس سال عمر، شباب کا جوبن بھرپور قد کاٹھ، چہار پہلو والی ٹوپی، سفید کپڑے، سینے پر پستول

آویزاں ہوا، خطاب کیا کیا، جادو کر دیا۔ ان کی ایک ایک للکار شیر کی دھاڑ معلوم ہوتی تھی۔ ایک ہی خطاب میں ہزاروں لوگوں کے عقائد کو صحیح کر گئے۔ آپ کی پوری زندگی اسی طرح کے شب و روز کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ آپ نے حجاز مقدس میں حرم کعبہ میں درس دیئے۔ مدینہ یونیورسٹی کے طلباء نے آپ سے کسب فیض کیا۔ مدینہ منورہ میں ایک اہل تشیع سے مناظرہ بھی ہوا۔ مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجاز مقدس، افریقہ، امارات، بنگلہ دیش، برطانیہ نامعلوم کہاں کہاں عظمت اہل بیت رضی اللہ عنہا واصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے جھنڈے بلند کئے۔ زندگی بھر آپ نے اہل تشیع سے تقابل رکھا۔ لیکن جب بھی گفتگو کرتے خطاب میں ''شیعہ بھائی'' کہہ کر خطاب کرتے۔ ایک داعی الی اللہ و مبلغ اسلام میں جو خوبیاں ہونی چاہئیں وہ آپ میں موجود تھیں۔ آج کل کے خطیب اپنی درشت بیانی سے جہاں جائیں شیعوں کو اشتعال دلا کر شیعیت پر اور پکا کر کے آتے ہیں۔ حضرت تونسوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے علاقہ بھر کی شیعیت ہل جاتی تھی۔ شیعہ عوام اپنے خطیبوں سے پوچھتے کہ کتابیں ہماری ہیں۔ مسائل اہل سنت کے کیوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں، اذان، خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم تمام مسائل ہماری کتب میں اہل سنت والے کیوں ہیں؟ شیعہ حضرات اپنی پبلک کو قابو کرنے کے لئے بڑا زور لگاتے۔ کتنے حضرات راہ راست پر حضرت تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے آئے۔ یہ مستقل تاریخ کا باب ہے۔

تنظیم اہل سنت کے مرکزی دفتر ملتان، احمد پور شرقیہ، کوٹ ادو، خدام الدین لاہور، جامعہ فریدیہ اسلام آباد، حرمین شریفین، جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں آپ نے ہزارہا علماء کرام کو رورفض پر تیاری کیا کرائی گویا مناظر بنادیا۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں آپ شعبان کے اخیر اور رمضان المبارک کے اوّل کے دس پندرہ دن دیتے تھے۔ فقیر راقم ان دنوں ردقادیانیت پڑھانے کے لئے آپ کے ہمراہ ہوتا۔ آپ کے پڑھانے کی شان یہ تھی کہ ہر لحہ برابر آپ کے دلائل تیز رفتار الیکٹرک سیڑھی کی طرح مدارج طے کرتے نظر آتے تھے۔ ایسا مخلص، مجاہد، بااصول عالم دین صدیوں بعد تک شاید دنیا نہ دیکھ پائے۔ مولانا صوفی غلام سرور، مولانا عبدالشکور دین پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالقادر آزاد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بشیر احمد الحسینی، مولانا صاحبزادہ بشیر احمد، مولانا محمد حسین حیدری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (اسلام آباد)، مولانا مفتی محمد عیسیٰ، مولانا احسان الحق تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ فخر الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ معین الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مسعود اظہر، مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ضیاء الرحمٰن سمندری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاری عبدالحیٔ عابد رحمۃ اللہ علیہ،

مولانا خدا بخش شجاعبادی ؒ ایسے بلا مبالغہ بیس ہزار سے زائد علماء آپ کے شاگرد ہوں گے۔ صرف بنوری ٹاؤن اور تنظیم اہل سنت کے طلباء کی تعداد کو سامنے رکھا جائے۔ جب بھی دس پندرہ ہزار سے زائد علماء ہوں گے۔ جنہوں نے آپ کے سامنے زانوائے قلمبند تہہ کئے۔ مولانا تونسوی صاحب ؒ اپنے موقف کے پکے تھے۔ سیدنا علی ؓ کو اقرب الی الحق اور سیدنا معاویہ ؓ کو قریب الی الحق پر سمجھتے تھے۔ یزید علیہ ما علیہ کو سیدنا حسین ؓ کی شہادت کا مجرم گردانتے تھے۔ زندگی بھر حیات النبی ﷺ کے مسئلہ پر اکابر دیوبند کی تحقیقات کے جھنڈے بلند کئے رکھے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں اپنے علاقہ میں، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں ملک بھر میں عقیدہ ختم نبوت کے منادو مبلغ کا عظیم الشان کردار ادا کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنما حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ کے دل و جان سے قدر دان تھے۔ ان کا ذکر خیر آتا تو کافی دیر ان کی مدح و توصیف فرماتے تھے۔ چنیوٹ، چناب نگر، ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت فرماتے تھے۔ راقم کو یاد ہے کہ ایک دفعہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے پہلے دن ظہر کے بعد آخری بیان اس اجلاس میں آپ کا تھا۔ سٹیج پر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ، حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ، حضرت مولانا عبدالستار دائیں سے بائیں علی الترتیب تشریف فرما تھے۔ تینوں خدا رسیدہ اکابر کے اجتماع نے جلسہ گاہ کو انوار الٰہی کے نزول کا مہبط بنا دیا تھا۔ اللہ رب العزت کی شان بے نیازی کہ تشریف فرمائے آخرت بھی اسی ترتیب سے ہوئے۔

فقیر راقم تو آپ کی محبتوں پر فدا تھا۔ اتنی شفقت فرماتے تھے کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے۔ نہیں یاد کہ حضرت سے کوئی بات کہی ہو اور آپ نے رد کر دی ہو۔ بنوری ٹاؤن کے تمام دروس آپ کے سامنے ہوتے تو اتنی دعائیں دیتے کہ خون بڑھ جاتا۔ کراچی سے ملتان کے لئے ایک سفر بھی ایک ساتھ ٹرین میں ہوا۔ دیگر جلسوں پر شرکت ہوتی تو روحانی غذا مل جاتی۔ ایک بار مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب ؒ نے اسلام آباد میں دیوبندی علماء کا مشترکہ اجلاس رکھا۔ دعوت نامہ مولانا خواجہ خان محمد ؒ کی طرف سے تھا۔ اہتمام و داعی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تھی۔ فقیر دعوت نامہ لے کر حاضر ہوا۔ ڈائری دیکھی تو فرمایا کہ بالکل فارغ نہیں، بہت مشکل ہے۔ فقیر نے عرض کیا آپ پہلے دن ظہر کے بعد لیہ کے قریب بیان سے فراغت کے بعد تھل ایکسپریس سے سفر کریں۔ اگلے دن اسلام آباد ظہر تک اجلاس میں شریک رہیں۔ ظہر کے بعد جہاز سے ملتان اور پھر ملتان سے رات عشاء کے بعد جہاں وعدہ ہے وہاں تشریف لے جائیں۔ جلسوں کی وعدہ خلافی بھی نہ ہوگی۔ ہمارا بھی کام ہو جائے گا۔ مان گئے اور پھر ایسے کیا۔ آپ کا ملتان قیام ہوتا تو گاڑی

دفتر ختم نبوت میں پارک کرتے۔ گاڑی کے آنے سے پتہ چل جاتا کہ حضرت ملتان میں مسجد عثمانیہ حافظ غلام قادر ؒ کے ہاں ہیں۔ ملاقات کے لئے جاتے تو سدا بہار ہو جاتے۔ بہت ہی دعائیں دیتے۔ مجلس کے ہر خورد وکلاں دوست وبزرگ رہنماؤں کی وفات پر تعزیت کے لئے ضرور تشریف لاتے۔ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سے بہت محبت کا برتاؤ فرماتے۔ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری حج سے تشریف لائے۔ آپ مٹھائی کا ٹوکرا لیکر مبارک باد کے لئے تشریف لائے۔ رکھ رکھاؤ اور وضع داری بھی مثالی تھی۔ آپ کا سینہ وچہرہ مؤمن کا تھا۔ جس پر ناراض ہوتے ظاہر وباطن سے اس پر ناراض ہوتے۔ راضی ہوتے تو کرم وعفو کے پہلو میں جگہ مل جاتی۔

آپ ایک ضابطہ کے انسان تھے۔ زندگی بھر صاف شفاف معاملہ رکھا۔ اجلا سفید لباس، اس سے زیادہ اجلا کردار۔ اس سے زیادہ اجلے تمام دنیوی معاملات، غرض اپنی طرز کے وہ ایسے بزرگ تھے جن کو حق تعالیٰ نے خوبیوں کا منبع بنا دیا تھا۔ ۱۹۴۷ء سے ۲۰۱۲ء تک پچپن سال برابر اس دھرتی پر توحید ونبوت، صحابہ واہل بیت کی عظمت اور عقائد حقہ کی تبلیغ میں اخلاص کے ساتھ وقت گزارا۔ ۱۹۲۶ء سے ۲۰۱۲ء تک ستاسی سال عمر بنتی ہے اور اگر قمری تاریخ کا اعتبار کیا جائے تو نوے سال سے زائد آپ نے عمر پائی۔ زندگی بھر اس آب وتاب سے وقت گزارا کہ دیکھ کر سیکھا جاسکتا ہے کہ سلیقہ کی زندگی کیسے گزاری جاسکتی ہے۔ آپ ایک متبحر عالم، کامل شیخ، کامیاب مناظر اور فاتح جرنیل تھے۔ آپ کیا گئے تاریخ کا ایک باب بند ہوگیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! تنظیم اہل سنت، آپ کے صاحبزادگان، جامعہ عثمانیہ آپ کے لاکھوں شاگردان ومریدین تعزیت کے مستحق ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سب سے تعزیت گزار اور دعا گو ہے۔

(۵۸۲)

عبدالستار چاوڑو ؒ (بدین سندھ)، مولانا

(وفات: ۸/ اپریل ۲۰۱۴ء)

حضرت مولانا عبدالستار چاوڑو ؒ ۱۹۵۰ء میں بدین کے ایک چھوٹے سے قصبے میں ایک غریب کسان کے گھر پیدا ہوئے۔ انہوں نے مختلف مدارس سے تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے بعد بدین میں آئے۔ لیکن وہاں علمائے حق کا نہ کوئی مدرسہ تھا نہ کوئی مسجد۔ مولانا نور محمد سجاولی ؒ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے تھے کہ کاش بدین میں ہماری کوئی مسجد یا مدرسہ ہو جہاں سے دین

حق کی تعلیم عام ہو۔ مولانا عبدالستار چاوڑ رحمۃ اللہ علیہ نے استاد کے اس فکر کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوشش کی اور ایک دینی ادارہ مدرسہ "بدرالعلوم" بدین کے نام سے قائم کیا۔ حضرت مولانا نور محمد سجادلی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سائیں عبدالغفور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں نے مولانا عبدالستار چاوڑ کو کندن بنادیا۔ دلیری مولانا عبدالستار چاوڑ رحمۃ اللہ علیہ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ یہ دین کا مجاہد اور سپاہی ختم نبوت کا مسئلہ ہوتا تھا تو وہاں پہنچ جاتا تھا اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی لچک کا مظاہرہ نہ کرتا تھا اور ہر قربانی کے لئے سب سے آگے ہوتا تھا۔ ایک دفعہ بدین کے ایک تاجر کو ایک قادیانی لٹریچر ملا، وہ لے کر سیدھا مولانا عبدالستار چاوڑ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ مولانا نے فوری ایکشن لیا اور ضلعی انتظامیہ سے مل کر قادیانیوں کا تعاقب کیا اور سارے مسلک کے علماء کو اکھٹا کر کے بدین میں ایک بڑا احتجاجی مظاہرہ کیا اور قادیانی لٹریچر کے پھیلاؤ کو روکا۔

دوسری مرتبہ جب بدین کے مضافات میں ایک گاؤں علی مراد چانڈیو میں قادیانیوں نے عبادت گاہ بنائی۔ مولانا کو جب پتہ چلا تو اس وقت کے ڈپٹی کمشنر بدین اور ڈی۔ پی۔ او بدین انتظامیہ کو لے کر اس گاؤں میں پہنچے۔ قادیانی بھاگ گئے اور مولانا نے کہا کہ قادیانی اپنا مرزا اوڑہ بنائیں لیکن مسجد نہیں۔ مولانا نے ضلعی انتظامیہ کی موجودگی میں اس مسجد کا محراب گرادیا۔ پھر واپس لوٹے اور اس معاملے کی ہمیشہ خبر گیری کرتے رہے۔ لیکن پھر کبھی قادیانیوں میں ایسی ہمت پیدا نہ ہوسکی۔ تیسرا واقعہ کھڈ ہارو شہر میں رونما ہوا جب مسلمانوں کے قبرستان میں ایک قادیانی عورت کو دفنا دیا گیا اور لوگوں نے وہاں مظاہرے کئے۔ لیکن انتظامیہ نہ مانی اور مولانا عبدالستار چاوڑ کھڈ ہارو شہر پہنچ گئے۔ جب تک اس قادیانی عورت کی وہاں سے لاش نہ نکال لی گئی تب تک دھرنا ختم نہ کیا اور نہ ہی انتظامیہ کے آگے گھٹنے ٹیکے۔ بدین میں ایک دو مرتبہ قادیانیوں نے پروگرام کرنے کی کوشش کی لیکن مولانا عبدالستار چاوڑ رحمۃ اللہ علیہ وہاں بروقت پہنچ کر ان کی مسلمانوں کو ورغلانے کی سازش کو ناکام بنادیا۔ ختم نبوت کے معاملے پر بیماری کی حالت میں بھی جماعت کے ہر معاملے میں ان کے ساتھ شانہ بشانہ رہتے تھے اور رد کر فرماتے تھے میرا کوئی ایسا عمل نہیں ہے۔ مگر میرا ایمان ہے کہ اللہ پاک ختم نبوت کے ذریعے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت عطاء فرمائیں گے۔

ایک دفعہ قادیانیوں کی طرف سے بدین میں تبلیغی پروگرام ہونے کی وجہ سے مولانا نے ایک بڑے مظاہرے کا اعلان کیا۔ اس میں مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی بھی شریک ہوئے اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے فرمایا اگر سندھ کے ہر ضلع میں مولانا عبدالستار چاوڑ رحمۃ اللہ علیہ جیسے دلیر ختم نبوت کے مجاہد پیدا ہو جائیں تو قادیانی ایسی حرکت کرنے کا کبھی سوچ بھی نہ سکیں۔ الحمد للہ!

یہ مظاہرہ بڑا ہی کامیاب رہا اور اس میں مولانا صبغت اللہ جوگی، مولانا محمد عیسیٰ سموں، مولانا غلام علی گوپانگ، مولانا فتح محمد مہیری اور دیگر مقامی علماؤں نے شرکت کی۔

مولانا عبدالستار چاوڑو رحمۃ اللہ علیہ آخری دم تک ختم نبوت کے سپاہی کی حیثیت سے اپنے فرائض ادا کرتے رہے اور شوگر و دیگر امراض میں مبتلا ہونے کے باوجود اگر کہیں بھی ختم نبوت کا کوئی مسئلہ ہوتا تو وہاں پہنچ جاتے اور قیادت فرماتے۔ ایک مرتبہ مولانا عبدالستار چاوڑو رحمۃ اللہ علیہ کو فالج ہوا اور وہ گھر پر تھے تو اس وقت کے ختم نبوت کے مبلغ نے مولانا عبدالستار چاوڑو رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ ایک بریانی والے نے بتایا ہے کہ شہر کے ایک قادیانی گھر میں پروگرام چل رہا ہے۔ میں نے وہاں چاولوں کی دیگیں بھیجیں ہیں۔ مغرب کا وقت تھا فالج اور بیماری کے باوجود مولانا عبدالستار چاوڑو رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ کے طلبہ، جماعت کے ساتھیوں اور شہریوں کو لے کر اس گھر کا گھیراؤ کر کے کھڑے ہو گئے اور انتظامیہ آئی، قادیانی دیواریں پھلانگ کر فرار ہوئے اور پروگرام سبوتاژ ہو گیا۔ اس کے بعد قادیانیوں کی سرگرمیاں بدین اور مضافات میں ختم ہو گئیں۔

(ازقلم: مولانا عبدالمالک بوہڑ)

(۵۸۳)

عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: یکم راکتوبر ۱۹۱۵ء ...... وفات: ۲ رمئی ۲۰۰۱ء)

مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام ذوالفقار علی خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ مولانا عبدالستار نیازی رحمۃ اللہ علیہ اٹک پنوالہ تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے سکول و کالج کی تعلیم حاصل کی۔ فارسی میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ اقبالیات کے بھی ماہر مانے جاتے تھے۔ تحریک پاکستان کے نامور رہنما اور مسلم لیگ میانوالی کے بانی تھے۔ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس کے بانیوں میں سے تھے اور تیسرے صدر بھی رہے۔ انجمن نعمانیہ ہند کے بھی صدر رہے۔ اسلامیہ کالج لاہور کے شعبہ اسلامیات کے بھی سربراہ رہے۔ پنجاب اسمبلی کے رکن بھی رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کو پھانسی کی سزا مارشلاء حکام نے سنائی جو بعد میں بدل دی گئی۔ قومی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے۔ ورلڈ اسلامک مشن کے وائس چیئرمین بھی رہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر بنے تو آپ سیکرٹری جنرل

بنے۔ ایک زمانہ میں وفاقی وزیر مذہبی امور بھی رہے۔ ایک عرصہ بعد مولانا نورانی میاں رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف ہوا تو جمعیۃ علماء پاکستان نیازی گروپ بھی تشکیل دے کر اس کے سربراہ بن گئے۔ بہت ہی خوب بہادر اور دبنگ آدمی تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی طرح تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں بھی گرانقدر اور مثالی خدمات سرانجام دیں۔ روکڑی موڑ میانوالی جامع مسجد اصلاح المسلمین میں مدفون ہیں۔

مردغازی مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ اور تحریک ختم نبوت

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے سزائے موت کا فیصلہ سن کر کہا: ''بس......! اس سے بھی بڑی سزا ہے تو دے لیجئے۔ میں ناموس مصطفیٰ ﷺ کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں۔''

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں اپنی اسیری کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: مجھے اپنی زندگی پر فخر ہے کہ جب تحریک ختم نبوت کے مقدمے کے بعد میری رہائی ہوئی تو پریس والوں نے میری عمر پوچھی۔ اس پر میں نے کہا تھا: ''میری عمر وہ سات دن اور آٹھ راتیں ہیں جو میں نے ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کی خاطر پھانسی کی کوٹھڑی میں گزاری ہیں۔ کیونکہ یہی میری زندگی ہے اور باقی شرمندگی! مجھے اپنی زندگی پر ناز ہے۔''

گرفتاری اور پھانسی کی سزا

آپ کا پروگرام تھا کہ قصور سے بس کے ذریعے اسمبلی گیٹ تک پہنچ جائیں اور اسمبلی میں تقریر کر کے ممبران اسمبلی کو تحریک کے بارے میں مکمل تفصیلات سے آگاہ کر دیں۔ لیکن قصور میں آپ جن لوگوں کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے غداری کرتے ہوئے ملٹری کو بتادیا۔ آپ صبح کی نماز کی تیاری کر رہے تھے کہ اپنے ایک کارکن مولوی محمد بشیر مجاہد کے ہمراہ گرفتار کر لئے گئے۔ قصور سے گرفتار کر کے آپ کو لاہور شاہی قلعہ لایا گیا۔ جہاں سے بیانات لینے کے بعد ۱۶/اپریل ۱۹۵۳ء کو آپ جیل منتقل کر دیئے گئے اور آپ کو چارج شیٹ دے دی گئی۔ ملٹری کورٹ میں کیس چلا۔ جو ۱۷/اپریل کو شروع ہوا اور مئی تک چلتا رہا۔ ۷/مئی کی صبح کو اسپیشل ملٹری کورٹ کا ایک آفیسر اور ایک کیپٹن آپ کو بلا کر ایک کمرے میں لے گئے۔ جہاں قتل کے نو اور ملزم بھی تھے۔ مگر ڈی۔ ایس۔ پی فردوس شاہ کے قتل کا کیس ثابت نہ ہو سکا اور آپ کو بری کر دیا گیا۔

دوسرا کیس بغاوت کا تھا، جس میں آپ کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا جو اس طرح تھا:

"You will be hanged by neck till you are dead."

ترجمہ...... "تمہاری گردن پھانسی کے پھندے میں اس وقت تک لٹکائی جائے گی جب تک تمہاری موت نہ واقع ہو جائے۔"

آرڈر سناتے ہوئے افسر نے کہا:

افسر...... "Please sign it."(اس پر دستخط کیجئے)

علامہ نیازی......"I will sign it when I kiss the rob."(میں جب پھانسی کے پھندے کو بوسہ دوں گا۔اس وقت اس پر دستخط کروں گا)

افسر...... "You will have sign it"(تمہیں اس پر دستخط کرنے ہوں گے)

علامہ نیازی...... "I am already told you that I will sign it when I kiss the rob."(میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ جس وقت پھانسی کے پھندے کو بوسہ دوں گا۔اس وقت دستخط کروں گا۔میں جیل میں ہوں اور آپ کے پنجوں میں ہوں۔مجھے لے جاؤ اور پھانسی دے دو)

افسر...... "Mr. Niazil our officer will enquire from us whether you were serve with the notice in death warrant."(مسٹر نیازی! ہمارے آفیسر ہم سے پوچھیں گے کہ تم نے نوٹس دے دیا ہے یا نہیں؟ تو میں کیا جواب دوں گا؟)

مولانا نیازی...... "If you so fear from your officers, well I sign it for you."(اگر آپ کو اپنے افسران ہی کا خوف ہے تو آپ کی خاطر اس پر دستخط کئے دیتا ہوں)

چنانچہ آپ نے بڑے اطمینان سے اس پر دستخط کر دیئے،افسر نے آپ کی ہمت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: تم میری ہمت (Moral) کے بارے میں پوچھتے ہو،تو وہ آسمانوں سے بھی بلند ہے۔تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

افسر کے جانے کے بعد جب آپ کمرے میں اکیلے رہ گئے تو تائیدِ ایزدی سے آپ کو سورۂ ملک کی یہ آیت یاد آ گئی:"اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا" آپ نے اس آیت سے یہ تاثر لیا کہ موت وحیات کا خالق

صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ لوگ میری زندگی کا سلسلہ منقطع نہیں کر سکتے۔ اگر اس مقصد کے لئے جان بھی جائے تو اس سے بڑی زندگی کیا ہو سکتی ہے...؟

ایک لمحے کے لئے آپ پر خوف کا حملہ ہوا۔ لیکن فوراً زبان پر یہ شعر آ گیا:

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

آپ وجد کی حالت میں یہ شعر بار بار پڑھتے اور جھومتے۔ اسی عالم میں آپ کمرے سے باہر آ گئے تو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل مہر محمد حیات نے یہ خیال کیا کہ ملٹری کورٹ نے آپ کو بری کر دیا ہے۔ چنانچہ اس نے کہا: ''نیازی صاحب! مبارک ہو۔ آپ بری ہو گئے۔'' آپ نے فرمایا: ''میں اس سے بھی آگے نکل گیا ہوں۔'' اس نے کہا: ''کیا مطلب؟'' آپ نے فرمایا: ''اب انشاء اللہ! حضور پاک ﷺ کے غلاموں اور عاشقوں کی فہرست میں میرا نام بھی شامل ہوگا۔'' وہ پھر بھی نہ سمجھا تو آپ نے فرمایا: ''میں کامیاب ہو گیا۔''

آپ کی سزائے موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی۔ ادھر جیل میں قیدی تک آپ کو دیکھ کر روتے تھے۔ جب آپ کو پھانسی کی کوٹھڑی میں لے جایا گیا تو آپ نے لوگوں کو اطمینان دلایا اور فرمایا کہ: ''کتنے عاشقان رسول جام شہادت نوش کر رہے ہیں۔ اگر میں بھی اس نیک مقصد کے لئے جان دے دوں تو میری یہ خوش قسمتی ہوگی۔''

مولانا نیازی سات دن اور آٹھ راتیں پھانسی کی کوٹھڑی میں رہے اور ۱۴ مئی کو آپ کی سزائے موت، عمر قید میں تبدیل کر دی گئی اور پھر مئی ۱۹۵۵ء کو آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا گیا۔

۱۹۷۴ء میں جب دوبارہ مسلمانان پاکستان نے تحفظ ختم نبوت کے لئے تحریک چلائی تو آپ ایک بار پھر سر بکف ہو کر میدان عمل میں اترے۔ اپوزیشن کی تمام دینی وسیاسی جماعتوں پر مشتمل آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل ہوئی اور آپ کو مرکزی نائب صدر منتخب کیا گیا۔ آپ نے ملک گیر دورے فرما کر قادیانی مکر وفریب کے جال کو تار تار کیا اور مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسول کی شمع روشن کی۔ اس سلسلے میں آپ کو جن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اخبارات کی فائلیں ان کی شاہد ہیں۔ آپ نے اپنی بیماری، بڑھاپے اور حکومت کی ستم رانیوں کی پروا نہ کی۔ یکم ستمبر ۱۹۷۴ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں مجلس عمل کے زیر اہتمام تاریخی جلسے سے خطاب کیا اور بالآخر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

(دو نامور مجاہد، صدیق ہزاروی)

نیازی صاحب فرماتے ہیں کہ: دہلی دروازے کے باہر چار نوجوانوں کی ڈیوٹی تھی۔ پولیس نے چاروں کو باری باری گولی کا نشانہ بنایا۔

نیازی صاحب کے بقول: ہمارا ایک جلوس مال روڈ سے آ رہا تھا۔ ''لا الٰہ الا اللہ'' کا ورد، نعرۂ تکبیر، ختم نبوت زندہ باد، کے نعرے وردِ زبان تھے۔ وہاں پر زبردست فائرنگ ہوئی۔ لیکن نوجوان سینہ کھول کھول کر سامنے آتے رہے اور جام شہادت نوش کرتے رہے۔

معلوم ہوا کہ اسی تحریک میں کرفیو لگ گیا۔ اذان کے وقت ایک مسلمان کرفیو کی خلاف ورزی کر کے آگے بڑھا۔ مسجد میں پہنچ کر اذان دی۔ ابھی ''اللہ اکبر'' کہہ پایا تھا کہ گولی لگی ڈھیر ہوگیا۔ دوسرا مسلمان آگے بڑھا۔ اس نے ''اشہد ان لا الٰہ الا اللہ'' کہا تھا کہ گولی لگی ڈھیر ہوگیا۔ تیسرا مسلمان آگے بڑھا۔ ان کی لاشوں پر کھڑا ہو کر ''اشہد ان محمدا رسول اللہ'' کہا کہ گولی لگی ڈھیر ہوگیا۔ چوتھا آدمی بڑھا۔ تین کی لاشوں پر کھڑے ہو کر کہا: ''حی علی الصلوٰۃ'' کہ گولی لگی ڈھیر ہوگیا۔ پانچواں مسلمان بڑھا۔ غرضیکہ باری باری نو مسلمان شہید ہوگئے۔ مگر اذان پوری کر کے چھوڑی۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

مولانا عبدالستار نیازی راوی ہیں کہ: اس تحریک میں جو آدمی بھی شریک ہوتا تھا، یہ طے کر کے آتا تھا کہ وہ ناموس مصطفیٰ ﷺ کے لئے جان دے دے گا۔ پولیس نے لاٹھی چارج کیا۔ لوگ لاٹھیاں کھاتے رہے۔ ایک نوجوان کے پاس حمائل شریف تھی۔ فردوس شاہ ڈی.ایس.پی نے ٹھوکر ماری۔ نوجوان گر گیا۔ حمائل شریف دور جا گری اور پھٹ گئی۔ فردوس شاہ کو لوگوں نے موقع پر قتل کر دیا۔ قرآن مجید کی بے حرمتی کرنے والا اپنے منطقی انجام کو پہنچ گیا۔

پھانسی کی سزا کے مستحق گردانے گئے۔ مگر آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ عدالت کے ایک رکن نے پوچھا کہ: ''آپ کو موت کا کوئی خوف نہیں؟'' تو آپ نے جواب دیا: ''سرور کائنات ﷺ پر ہزاروں زندگیاں قربان کی جاسکتی ہیں۔''

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ کو اور، نوابزادہ نصر اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کو مجلس عمل کا نائب صدر بنایا گیا۔

۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی آپ نے مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ بشانہ گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ بڑی عظمتوں کے مالک تھے۔ خدا تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔

’’تحریک ختم نبوت‘‘ مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے چار سال بعد یہ رسالہ مرتب کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ چنیوٹ میں انجمن طلباء اسلام چنیوٹ نے ختم نبوت کانفرنس رکھی جس میں مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ یہ مقالہ لکھ کر تشریف لائے۔ جسے آپ نے کانفرنس میں پیش کیا اور پھر شائع بھی کیا۔ نصف صدی سے زائد عرصہ بعد اس کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں شائع ہو گیا۔

(۵۸۴)

عبدالستار دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

شیخ الحدیث مولانا عبدالستار دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ رسالہ جس کا نام ’’القول الصحیح فی حیات المسیح‘‘ ہے۔ مکتبہ ایوبیہ کراچی نے ۱۳۸۴ھ میں شائع کیا۔ اب ۱۴۳۴ھ میں گویا نصف صدی بعد احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳ میں محفوظ کیا گیا۔ ’’حیات مسیح علیہ السلام‘‘ کے عنوان پر لائق تحسین مواد اس میں شامل ہے۔

(۵۸۵)

عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ (حضرو ضلع اٹک)، مولانا

(وفات: ۱۴؍اگست ۲۰۱۲ء)

حضرت مولانا عبدالسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ متبحر عالم دین تھے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ آپ کو مستحضر تھے۔ افہام وتفہیم کے امام تھے۔ آپ کی انہی خوبیوں نے آپ کو تعلیم کی دنیا میں ہردلعزیز بنادیا تھا۔ مولانا محمد صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ دو ساتھی تھے۔ طالب علمی کے زمانہ سے دینی تعلق قائم ہوا۔ حضرو میں جامعہ اشاعت الاسلام قائم کیا تو دونوں ایک ساتھ رہے۔ اتنے رکھ رکھاؤ والے انسان تھے کہ ان کے باہمی تعلق کو دیکھ کر لوگ سمجھتے تھے آپ دونوں حقیقی بھائی ہیں۔

مولانا محمد صابر صاحب مرحوم کا پہلے انتقال ہوا۔ اب مولانا عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں چل دیئے جہاں ہم سب نے جانا ہے۔ دونوں حضرات نے جامعہ اشرفیہ سے فراغت حاصل کی

تھی۔ شیخ الکل مولانا رسول خان ؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری ؒ ایسے جبال العلم شخصیات کی صحبتوں نے آپ کو سراپا علم بنادیا۔

مولانا عبدالسلام ؒ اس وقت جامعہ اشاعت الاسلام کے شیخ الحدیث تھے۔ ہر دینی تحریک میں صف اوّل میں رہ کر علاقہ چھچھ کو سراپا تحریک بنادیتے تھے۔ پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کے لئے تحریک میں آپ طلباء کی بسیں لے کر اسلام آباد آئے اور مظاہرہ میں شرکت کی۔ غالباً ۸۴ گاؤں وقصبات کے مجموعہ کا نام چھچھ ہے۔ یہ خالصۂ علمی علاقہ ہے۔ یہاں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔ اس علاقہ کو بخارا سے بھی تشبیہ دی جاتی ہے۔

مولانا نصیر الدین غورغشتی ؒ، مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری ؒ، مولانا مفتی احمد الرحمٰن ؒ، مولانا قاری سعید الرحمٰن ؒ، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان ؒ، مولانا عبدالقدیر مؤمن پوری ؒ، مولانا قاضی غلام گیلانی ؒ، مولانا قاضی زاہد الحسینی ؒ ایسے ہزاروں علماء اس علاقہ چھچھ سے تعلق رکھتے تھے۔

ان اکابر کے بعد علاقہ چھچھ کی اس علمی وامتیازی وصف کو قائم رکھنے، آبروئے علم کو تابدار بنانے میں شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام حضروی ؒ کا بڑا حصہ ہے۔

آپ بنیادی طور پر مذہبی حوالہ سے اشاعت التوحید والسنۃ سے وابستہ تھے۔ سیاسی حوالہ سے آپ کا جمعیۃ علماء اسلام سے تعلق تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے بھی دلی محبت فرماتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے آسیہ نامی شیخوپورہ کی ایک مسیحی خاتون کو سزا ہونے پر تحفظ ناموس رسالت قانون کے خلاف بین الاقوامی مخالفانہ تحریک کو ناکام بنانے کے لئے اسلام آباد میں آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت گول میز کانفرنس رکھی۔ اس میں شرکت کے لئے دعوت نامہ آخری مرحلہ پر ان کو بھجوایا گیا۔ لیکن ان کی محبت کہ وہ اس میں تشریف لائے۔

مولانا عبدالسلام صاحب ؒ بہت ہی مرنجان مرنج شخصیت کے حامل انسان تھے۔ آپ کے ہزاروں شاگرد دنیا بھر میں خدمت اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

اشاعۃ التوحید میں شامل بعض انتہا پسند لوگوں نے قائلین سماع پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ مولانا عبدالسلام ؒ خود عام موتی کے سماع کے قائل نہ تھے۔ لیکن قائلین سماع پر کفر کے فتویٰ کے سخت خلاف تھے کہ اس مختلف فیہ مسئلہ میں کتنے قائلین سماع پر زد پڑے گی تو آپ نے اندرون خانہ جنگ لڑی اور اس مؤقف کے بودہ پن کو واشگاف کیا۔ آپ نے ان انتہاء پسندوں از قسم چتروڑی وغیرہ کو اشاعۃ بدر کیا۔

اسی طرح آپ نے اشاعۃ کے دوستوں کے سامنے میٹنگوں میں مؤقف رکھا کہ کیا ہم دیوبندی ہیں یا نہیں؟ اگر دیوبندی ہیں تو حیات النبی ﷺ پر دیوبند کا وہی مؤقف ہے جو دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب دیوبندی نے فریقین کے صلح کرانے کے وقت فیصلہ تحریر فرمایا تھا۔ اس مؤقف کو جو نہیں مانتا نہ وہ دیوبندی ہے نا اشاعۃ سے اس کا تعلق ہے۔ وہ معتزلی، خارجی کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ وہ اکابر دیوبند کے مسلک سے ہٹا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے اشاعۃ التوحید والسنۃ کی میٹنگوں میں اس مؤقف کو علی الاعلان دہرایا۔ اعتدال پسند اشاعۃ التوحید کے حلقہ میں آپ کے مؤقف کو بڑی پزیرائی ملی۔

آپ نے قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے حیات النبی ﷺ پر فیصلہ کی عبارت پر مشتمل پمفلٹ شائع کر کے ملک بھر سے اپنے حلقہ اشاعۃ التوحید کے علماء اور بالخصوص اپنے شاگردوں، علماء، مدرسین، خطباء کے دستخط کرائے۔ ان کی مخلصانہ جدوجہد سے ملک بھر میں محبت کی ایک نئی فضا قائم ہوئی۔ اس پر ان کے حلقہ کے بعض پیشہ ور لوگ چین بجیں بھی ہوئے۔ مگر آپ کے عزم کے سامنے وہ نہ ٹھہر سکے۔ ان کی اس معتدل پالیسی نے بہت ساری تلخیوں کو محو کردینے کی راہ پیدا کی۔ مولانا عبدالسلام حضروی رحمۃ اللہ علیہ اس دور میں بہت غنیمت شخص تھے۔ ان کی سادگی، وضع داری، اخلاص بھری کاوش تاریخ کے انمٹ نقوش ہیں۔ وہ کیا گئے بہت ساری خیر و برکت بھی ساتھ لے گئے۔

(۵۸۶)

عبدالسلام قادری باندوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا سید عبدالسلام قادری باندوی نے ''خنجر براہین ختم نبوت برگلوئے قادیانیت'' رسالہ لکھا۔ موصوف جمعیۃ علماء پاکستان کراچی کے نائب ناظم تھے۔ ان کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد۵۲ میں شامل اشاعت ہے۔

(۵۸۷)

عبدالسلام لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

یکم رجب المرجب ۱۳۵۱ھ سے ۱۲رجب المرجب تک حضرت مولانا عبدالشکور

لکھنوی ؒ شہرۂ آفاق مقدمہ بہاولپور کی پیروی کے لئے بہاولپور تشریف لائے۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا حافظ عبدالسلام ؒ آپ کے ہمراہ تھے۔ اس زمانہ میں حضرت لکھنوی ؒ نے مقدمہ بہاولپور کے لئے جو مواد جمع کیا کتاب ''صولت محمدیہ برفرقہ غلمدیہ'' میں آپ کے صاحبزادہ صاحب نے محفوظ و مرتب کر دیا۔ کتاب کے چار فصل اور ایک خاتمہ ہے۔ فصل اوّل: میں برادران اسلامی کے لئے چند ضروری ہدایات۔ فصل دوم: میں مقدمہ بہاولپور کے واقعات۔ فصل سوم: میں فرقہ غلمدیہ وقادیانیہ، مرزائیہ کی مختصر تاریخ ہے۔ فصل چہارم: میں مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق چند ضروری معلومات (عقائد کفریہ) ہیں۔ خاتمہ: میں ریاست بہاولپور کے کچھ مسرت انگیز چشم دید حالات ہیں۔ اسی کتاب سے مرزا ملعون کے کفریہ عقائد ونظریات کو مباحثہ رنگون میں بھی درج کیا گیا۔ بہت سا مواد ایک ہی ہے۔ چونکہ دونوں جگہ انہیں حوالہ جات سے مرزا قادیانی کے کفر کو واضح کیا گیا۔ ہم نے بھی اس کتاب میں اس طرح تکرار کے باوجود رہنے دیا۔ موقعہ کی مناسبت سے اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۰ میں ''صولت محمدیہ برفرقہ غلمدیہ'' شائع ہوئی۔

(۵۸۸)

عبدالسلام ہزاروی ؒ، مولانا

میسور کے نمائندہ مولانا محمد عبدالسلام سلیم ہزاروی ؒ مدرس ٹریننگ کالج میسور اور قادیانی جماعت کے نمائندہ حبیب اللہ خان کے درمیان ۲۷؍اپریل ۱۹۳۵ء کو تحریری معاہدہ ہوا کہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان ۳؍جون کو مباہلہ ہوگا۔ وہ معاہدہ کی تحریرات اور قادیانی عقائد پر مشتمل ایک تحریر پمفلٹ کے ذریعہ چھپوا کر تقسیم کی گئی۔ اس پمفلٹ کا نام: ''اہل میسور کے ساتھ ۳؍جون ۱۹۳۵ء کو فرقہ ضالہ ومضلہ قادیانیہ کا مباہلہ'' (یاد رہے کہ اس پمفلٹ میں قادیانی کتب کے حوالہ جات میں مفہوم کو سامنے رکھا گیا ہے۔ عبارات کے نقل کی پابندی نہیں کی گئی) یہ مباہلہ ہوا یا نہیں؟ فقیر نے کہیں نہیں پڑھا۔ فقیر نے اس مباہلہ کی تفصیلات کے لئے قادیانیوں کی تاریخ احمدیت کو بھی دیکھا تو اس مباہلہ کے متعلق کوئی چیز نہ ملی۔ بظاہر یہی لگتا ہے کہ مباہلہ سے پہلے مرزا محمود کے پاس قادیان میں ٹیچی ٹچ کر کے آیا۔ صبح مرزا محمود نے قادیانی جماعت کو مباہلہ سے روک دیا ہوگا۔ بہرحال یہ غالب گمان ہے۔ ورنہ قادیانی مؤرخ دوست محمد اسے ضرور مبالغہ وکذب آفرینی سے مرچ مصالحہ لگا کر پیش کرتا۔ اس کا خاموش رہنا قادیانی فرار کی غمازی کرتا

ہے۔ والعلم عند اللّٰه !اس زمانہ کی کہیں کسی کے پاس معلومات ہوں تو بھجوانے پر صحیح رائے قائم کرنی ممکن ہوگی۔ متذکرہ رسالہ کو ہم نے احتساب کی جلد ۳۰ میں شائع کیا۔

(۵۸۹)

عبدالسلام ہمدانی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۲۱ر جولائی ۱۹۵۵ء، لاہور)

موصوف مولانا محمد عالم امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید، مجلس احرار اسلام ہند کے کارکن تھے۔ اپنے دور میں قادیانیت کو ناکوں چنے چبوائے۔ میانی قبرستان لاہور میں محو استراحت ہیں۔

(۵۹۰)

عبدالشکور حنفی مرزا پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مرزا پور انڈیا کے حضرت مولانا حافظ عبدالشکور حنفی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو معروف مناظر اسلام مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست و بازو تھے۔ مولانا عبدالشکور حنفی رحمۃ اللہ علیہ النجم لکھنؤ کے کالم نگار بھی تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی ملعون کے ایک پیروکار کے رسالہ ''نور ہدایت'' کا ''تحفہ محمدیہ برائے فرقہ غلمدیہ'' کے نام سے جواب تحریر فرمایا۔ عمدہ المطابع لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اوّلاً یہ ماہنامہ رسالہ النجم لکھنؤ نمبر ۱۳ تا ۱۶، رجب، شعبان ۱۳۴۹ھ میں قسط وار شائع ہوا۔ بعدہ کتابی شکل میں بھی شائع ہوا۔ اب دوسری بار ستمبر ۲۰۰۹ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے احتساب قادیانیت کی جلد ۳۰ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۵۹۱)

عبدالشکور دین پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۱ء ...... وفات: ۱۴ر اگست ۱۹۸۷ء)

آپ کی پیدائش دین پور ضلع رحیم یار خان میں مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ہوئی۔ آپ کے دادا مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا میاں غلام محمد خلیفہ دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے داماد اور

مرید تھے۔ دین پور، دادلغاری، میر پور ماتھیلو، بائی جی شریف، پنوں عاقل اور مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی میں پڑھتے رہے۔ مدرسہ قاسم العلوم سے ہی دورۂ حدیث شریف کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں سکھر جیل میں اڑھائی ماہ گرفتار رہے۔ مولانا غلام حسین حاصل پوری ؒ فاضل دیوبند بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ۱۹۵۱ء میں خانپور سے حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی ؒ سے تفسیر پڑھی اور پھر چار سال مدرسہ مخزن العلوم خانپور میں پڑھاتے رہے۔ حضرت درخواستی ؒ کی بھتیجی اور مولانا عبدالرحیم درخواستی ؒ کی صاحبزادی آپ کے عقید میں آئیں۔ سکھر اللہ والی مسجد اور جامع مسجد گول چوک اوکاڑہ میں خطب رہے۔

۱۹۶۶ء میں ملک کی ممتاز مذہبی جماعت تنظیم اہل سنت میں شریک ہوئے۔ مرکزی نائب صدر اور مرکزی دفتر کی جامع مسجد میں عرصہ تک خطیب بھی رہے۔ ۱۹۷۰ء میں ملتان سے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا اور دل ناتواں نے مقابلہ خوب کیا۔ مجلس تحفظ حقوق اہل سنت اور پھر مجلس علماء اہل سنت کے سربراہ رہے۔ جامعہ اسلامی مشن بہاولپور کا اہتمام سنبھالا اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ ہمیشہ ختم نبوت کانفرنسوں میں تشریف لاتے۔ آپ کا مرکزی بیان ہوتا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک ۱۹۸۴ء میں صف اوّل میں رہے۔

(۵۹۲)

عبدالشکور لکھنوی ؒ، مولانا

رنگون میں خواجہ کمال الدین قادیانی پہنچا۔ بڑا چالاک اور چال باز تھا۔ اس نے اہل رنگون کے سامنے اپنے اسلام کا دعویٰ کیا اور کہا کہ: ہم غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتے اور یہ بات قسمیہ کہتا۔ جیسا کہ بہت سے قادیانی خصوصاً ''لاہوری'' کہتے ہیں۔ خواہ مخواہ ہم کو بدنام کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم پکے مسلمان ہیں۔ قرآن کو مانتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کو اللہ کا سچا رسول سمجھتے ہیں۔ عوام اس کی باتوں میں آ گئے۔ اس کی تقریریں ہونے لگیں۔ بہت سے مقامات پر نماز بھی پڑھائی۔ جمعہ تک پڑھایا۔ رنگون کے ذمہ داران بہت فکرمند تھے کہ عوام کو کس طرح اس فتنے سے محفوظ رکھیں؟ عوام میں دن بدن اس کو مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ مقامی علماء سے اس کی گفتگو بھی ہوئی مگر اپنی چال بازی کی وجہ سے اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دیتا۔ مشورہ کر کے یہ طے پایا کہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی ؒ کو مدعو کیا جائے۔ چنانچہ تار دے دیا گیا اور وہاں اس کی شہرت بھی ہو گئی کہ بہت جلد مولانا عبدالشکور صاحب ؒ تشریف لا رہے ہیں۔ وہ اس سے

گفتگو کریں گے۔ خواجہ کمال الدین قادیانی نے جب مولانا کا نام سنا تو راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت دیکھی۔ چنانچہ وہ مولانا کے وہاں پہنچنے سے پہلے پہلے چلا گیا۔ مولانا تشریف لے گئے۔ مولانا کی تقریریں ہوئیں۔ عوام الناس کو حقیقت سے خبردار کیا اور ذمہ داروں کی ایک مجلس میں فرمایا کہ: ''آپ حضرات نے غور فرمایا کہ وہ کیوں یہاں سے چلا گیا؟ دراصل وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھ گیا ہوگا کہ میں اس سے یہ سوال کروں گا کہ تو مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا قائل نہیں۔ مگر تو اسے مسلمان سمجھتا ہے یا کافر؟ اس کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔ جو بھی جواب دیتا پکڑا جاتا۔ وہ مرزا صاحب کو کسی حال میں کافر تو کہہ نہیں سکتا تھا۔ اگر مسلمان کہتا تو اس پر بھی اس کی گرفت ہوتی کہ جو شخص مدعی نبوت ہو، وہ کسی حال میں مسلمان نہیں رہ سکتا۔ ایسے آدمی کو مسلمان سمجھنا خود کفر ہے۔ میں اس سے یہی سوال کرتا اور انشاء اللہ! اسی ایک سوال پر وہ لاجواب ہو جاتا اور اس کا راز فاش ہو جاتا۔ یہ سوال آپ لوگوں کے ذہن میں نہیں آیا۔ اس لئے آپ لوگ پریشان رہے۔''

مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے نامور مناظر ہی نہیں استاذ المناظرین تھے۔ آپ نے رفض وبدعت اور منکرین ختم نبوت کے خلاف جو خدمات انجام دیں وہ تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ آپ نے معروف زمانہ قادیانی/مسلم مقدمہ بہاولپور میں امت کی طرف سے نمائندگی بھی فرمائی۔ مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایسے مناظرین حضرات کے آپ استاذ تھے۔

(۵۹۳)

عبدالصمد سربازی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی

مولانا قاضی عبدالصمد سربازی رحمۃ اللہ علیہ نامور عالم دین تھے۔ آپ بلوچستان قلات کے قاضی القضاۃ بھی رہے۔ آپ نے ''فتح مبین'' رسالہ میں فارسی نظم میں تحریک ختم نبوت کے راہنماؤں کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور آپ کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۲۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۵۹۴)

عبدالصمد سندوری سیاح رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

حضرت مولانا سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے رد میں ''شمس

الہدایت'' نامی کتاب تحریر کی۔ امروہہ کے ایک قادیانی نے بزعم خود ''شمس بازغہ'' کے نام پر اس کا ردلکھا۔ جونہی کتاب چھپ کر سامنے آئی۔ اس کے ایک دو مباحث کی تردید میں فوری مولانا عبدالصمد سندوری سیاح رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ تحریر کیا۔ جس کا نام: ''امروہی کے شمس کا سفہ کا دائی کسوف'' ہے جس میں خوب منطقی طرز استدلال سے امروہہ کے قادیانی کا ناطقہ بند کیا۔ یہ احتساب جلد ۵۳ میں شائع ہوا ہے۔

(۵۹۵)

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ (مکہ مکرمہ)، فضیلۃ الشیخ

مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر، حرمین شریفین کے سب سے بڑے شیخ اور استاذ الشیوخ الحرم، سعودی عرب کے مفتی اعظم جناب عبدالعزیز بن باز نے حیات مسیح علیہ السلام پر فتویٰ دیا۔ جس پر دیگر شیوخ حرمین کے بھی دستخط ہیں جو فتاویٰ ختم نبوت میں بھی شائع ہو گیا ہے۔

(۵۹۶)

عبدالعزیز (بٹالہ)، جناب منشی

منشی عبدالعزیز یا نبی بخش نمبردار بٹالہ مرزا قادیانی کے وہ مقرب مرید ہیں جن کا نام ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۲ نمبر ۶۷ میں مرزا قادیانی نے ان ۳۱۳ مریدوں میں کیا فرمایا ہے جن کو بقولہ ''اصحاب بدر'' قرار دیا ہے۔ اس فہرست میں ۳۱۳ مریدوں کی فہرست دی۔ آئینہ کمالات میں بھی یہ فہرست ہے اور ضمیمہ انجام آتھم میں بھی۔ دونوں جگہ چار چار صفحات کو اس فہرست سے بھر دیا ہے۔ اس سے سمجھیں کہ کذاب قادیان کی کتب میں کس طرح تکرار تھا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس میں درج بہت سارے مرید کذاب قادیان کو چھوڑ گئے۔ جیسے حافظ یوسف، منشی الٰہی بخش، عباس علی لدھیانوی، ڈاکٹر عبدالحکیم چھوڑنے والوں میں ایک منشی عبدالعزیز بھی تھا۔ اس قادیان بدری صحابی (معاذ اللہ) نے جو پوست کندہ حالات مرزا قادیانی اور ان کے درباریوں کے لکھے ہیں ان میں سے مسیحیت کی نسبت کچھ قلعی کھلتی ہے۔ اس لئے اس مرید خاص کا وہ مضمون جو پیسہ اخبار لاہور مطبوعہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۱ء کے ص ۱۰، ۱۱ پر ہے۔ باصلہا ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ یہ پرچہ شامل مسل مقدمہ کرم الدین دبیر ہو چکا ہے۔

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار لاہور، السلام علیکم! الحکم کے ایڈیٹر نے آپ کے ریمارک حقیقت المہدی پر ناراض ہو کر بہت زہر اگلا ہے اور آپ سے بعض باتوں کے مطالبہ کے لئے زور دیا ہے۔ چونکہ ان میں ایسی باتیں بھی ہیں جن کا جواب میں اپنے ذمہ سمجھتا ہوں۔ اس لئے ان کو قلمبند کر کے ارسال خدمت کرتا ہوں۔ آپ براہ مہربانی ان کو اپنے قیمتی پرچہ میں جگہ دیں تا کہ ایڈیٹر الحکم اور اس کے ہم خیالوں کے لئے تسلی کا موجب ہو۔

اوّل...... اپنے راسخ الاعتقاد رہ چکنے کی نسبت جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس کے لئے میں امید نہیں کرتا کہ آپ کے پرچہ میں جگہ ہو۔ اس کا مفصل بیان رسالہ الہلال میں ہوگا۔ اس جگہ صرف اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ مرزا قادیانی نے کمال محبت کے باعث مجھے اپنے گھر میں وہ جگہ دی ہوئی تھی جس میں نواب محمد علی خان صاحب مالیر کوٹلہ والے اترا کرتے تھے اور وہ مکان ان کے مکان کی دیوار بدیوار ہے اور اس دیوار میں ایک دریچہ بھی ہے جس سے مرزا قادیانی کی بیوی صاحبہ جو میری بیوی سے کمال محبت رکھتی تھیں ہر روز آ کر رات تک اس مکان میں بیٹھا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ جب ہم بٹالہ میں تھے تو بیوی صاحبہ دو دفعہ وہاں بھی تشریف لائیں۔ اس کا مرزا قادیانی اور ان کے مریدوں کو بخوبی علم ہے۔ اس کی تصدیق ایڈیٹر الحکم سے بھی کر لیجئے۔ اگر اس کو سچ کہنا گوارا ہوگا تو انکار نہیں کرے گا۔ اگر میرے راسخ الاعتقاد ہونے میں کسی قسم کی شیطانی رگ کے ذریعہ فرق آ گیا ہوتا (اور اب گو وہ جانتا ہے موجودہ خاص الخاص مریدوں میں سے کس کس میں شیطانی رگ ہے جو ہمارے ملک میں مشہور ہے۔ لنگڑے یا کانے میں ایک رگ زیادہ ہوتی ہے) تو مرزا قادیانی جو ملہم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کی ہر ایک بات وحی تصور کی جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ سے اس امر کے ضرور اطلاع پاتے اور اپنے گھر والوں کو ہمارے ساتھ ایسا رابطہ نہ کرنے دیتے۔

دوم...... میرے راسخ الاعتقاد ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہے کہ مرزا قادیانی کی بیوی صاحبہ جب تمام جوان عورتوں کو جن کی نسبت مرزا قادیانی گورداسپور کے مقدمہ میں حلفاً بیان کر چکے ہیں کہ وہ عمر رسیدہ عورتیں ہیں۔ صبح کو ہوا خوری کے لئے نکلتی تھیں تو ان کی حفاظت کا کام میرے سپرد ہوتا تھا اور ایک دفعہ بھی ان عورتوں کے ریوڑ کی حفاظت کے لئے کوئی دوسرا مرید مقرر نہ ہوا۔ اس ریوڑ میں

ایڈیٹر الحکم کی بیوی بھی شامل ہوتی تھی۔اب ایڈیٹر صاحب اس کا جواب دیں کہ مجھ سے بڑھ کر کون راسخ الاعتقاد سمجھا جاتا تھا۔

سوم...... مرزا قادیانی کی بیوی عشاء کو بھی کبھی کبھی اپنی ہم جولنوں کے ساتھ باغ میں جایا کرتی تھیں اوران میں ایڈیٹر کی بیوی بھی ہوتی تھی۔جو کوڈ کبڈی میں شامل ہوتی تھی۔ایسے پرخطر وقت میں جب کہ عورتیں زیورات سے لدی ہوئی ہوتی تھیں،ان کی حفاظت کا کام میرے ہی ذمہ ہوتا تھا۔ان سب باتوں کا علم ایڈیٹر الحکم کو بھی ہے۔اگر اس کے دل میں خدا تعالیٰ کا ذرا خوف بھی ہوا تو جھوٹ نہیں بولے گا۔ورنہ پھر مرزا قادیانی خدا ان کی عمر دراز کرے موجود ہیں۔

چہارم...... میں ان کے ۳۱۳ اصحاب کبائر سے ہوں جن کی نسبت مرزا قادیانی کا خیال ہے کہ ان کا وہی مرتبہ ہے جو جنگ بدر والوں کا تھا۔ان ۳۱۳ کی فہرست مرزا قادیانی کی کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور پھر میرے نام کو چند اور کے ساتھ اور بھی خصوصیت سے بیان کیا ہے۔اس فہرست میں میرا نام درج کرنے کے وقت مرزا قادیانی نے ایڈیٹر کو کوئی اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

پنجم...... مرزا قادیانی کی بیوی کو میری بیوی کے ساتھ یہ محبت تھی کہ انہوں نے اپنے چھوٹے لڑکے کو میری بیوی کا بیٹا قرار دیا اور میرے لڑکے کو اپنا بیٹا بنایا۔اس پر انہوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا اور ہم نے زردے اور نمکین پلاؤ کی دیگیں پکائیں اور تمام مریدین قادیان کو دعوت دی۔ایڈیٹر الحکم نے بھی خوب پلاؤ گوشت سے پیٹ ٹھونسا اور اس وقت اسے ذرا خیال نہ آیا کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

ششم...... جب مرزا قادیانی پر ہنری کلارک صاحب نے مقدمہ دائر کیا اور ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے بٹالہ میں قیام کیا اور مرزا قادیانی نے سب مریدوں کو تار دیا اور سب نے بٹالہ آکر کئی روز ڈیرہ کیا۔اس وقت بندہ نے ہی سب کی مہمان نوازی کا ذمہ اٹھایا اور ہر طرح کے اخراجات کو گوارہ کیا۔اس کے علاوہ میرا گھر ہمیشہ مرزا قادیانی کے مریدوں کے لئے ہوٹل رہا۔ جو چاہتا قادیان جاتے وقت بھی ٹھہرتا اور جو چاہتا قادیان سے آتے وقت بھی وہاں ہی اترتا۔ خواجہ کمال الدین اور مفتی محمد صادق اور کئی ایسے معزز مریدوں کی بیویاں رات کو میرے ہی گھر میں آرام کرتی رہیں۔اس وقت ایڈیٹر صاحب نے کسی اپنے

پیر بھائی کو اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔
مرزا قادیانی نے مجھے سرکاری طور پر اپنا مختار بھی کر دیا تھا۔ اگر ان کو مجھ پر کوئی شک وشبہ ہوتا تو یہ ذمہ داری کا کام میرے سپرد کیوں کیا جاتا۔ اس جگہ یہ منظور نہیں کہ میں اپنی خدمت گزاریاں جتلاؤں۔ خدائے علیم بذات الصدور خوب جانتا ہے اس قدر بیان کرنا صرف ایڈیٹر الحکم کے خیال کو مٹانے کو ضروری تھا۔ کاش وہ مضمون لکھتے وقت مرزا قادیانی کا مشورہ لیتے اور معقول بحث کی طرف توجہ فرماتے۔ گیند کے پھاڑنے سے چیتھڑے ہی نکلیں گے۔ آئندہ احتیاط کو کام میں لائیں اور حسب شرائط حقیقت المہدی کا جواب لکھ کر دوصد روپیہ پائیں۔ اب رہا باغ کا معاملہ سو اس کا علم ایڈیٹر صاحب کو بخوبی حاصل ہے۔ خود مرزا قادیانی نے اپنے خسر اور بیوی کے کہنے سے باغ کا اہتمام میرے ذمہ ڈالا اور یہ ضرورت ان کو اس واسطے پڑی کہ آپ کی بیوی کو عورتوں کے ہمراہ باغ میں جانے اور دل بہلانے کا شوق ہے اور جب وہ باغ میں جاتی تھیں تو ٹھیکہ دار باغ ان کو باغ کے اندر نہیں آنے دیتے تھے۔ کیونکہ وہ خود درختوں سے پھل پھول توڑنا چاہتی تھیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے فائدہ کے لئے باغ میرے سپرد کیا اور جب تک باغ میرے پاس رہا مرزا قادیانی کی بیوی تمام عورتوں کو ہمراہ لاتی رہیں اور اپنے ہاتھوں سے پھل پھول توڑتی رہی ہیں۔ بلکہ آتے وقت ہر ایک عورت جھولیاں بھر کر خاوندوں کے لئے بھی لے جاتی رہی ہیں۔ ایڈیٹر الحکم کی بیوی نے بھی ان کے آگے کئی دفعہ میوہ جات نذر کئے ہوں گے۔ ایڈیٹر صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے محض مرزا قادیانی کی بیوی کی خاطر غیروں کے پاس باغ فروخت نہیں کیا تا کہ ان کو اور ان کی ہم جولنوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ علاوہ اس کے پھل کے دنوں میں آموں کے ٹوکروں کے ٹوکرے عام مریدوں کے لئے بھی آتے رہے ہیں اور سب سے زیادہ لالچی آموں کے ایڈیٹر صاحب ہی ہوتے رہے۔ اس بات کی مرزا قادیانی بھی تصدیق کر سکتے ہیں۔ میں نے مرزا قادیانی کے باغ پر صدہا روپیہ لگا کر برباد کر دیئے اور اپنی نمبرداری اور زمینداری کا ذرا خیال نہیں کیا۔ کیا ایڈیٹر صاحب کو اس قدر واقعات کے بعد بھی خیال نہ آیا کہ میں قادیان میں فائدہ پہنچانے کو گیا تھا یا فائدہ اٹھانے کو؟
اب رہا مرزا قادیانی کی صحبت سے فائدہ اٹھانا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا۔ سو

مرزا قادیانی کی صحبت سے تو مجھے معلوم ہو گیا کہ ان کے عقائد مخالف اسلام ہیں اور ان کا دعویٰ پیغمبری کا ہے اور اپنے منکروں کو کافر جانتے ہیں۔ کیا یہ میرے لئے کافی نہیں؟ رہی نماز سو خدا کے فضل سے کبھی ضائع نہ ہوئی۔ ہاں! مرزا قادیانی محض علمائے اسلام کے سب شتم کے تحریر کرتے وقت بہتر بہتر نمازیں جمع کر کے ضائع کر دیتے ہیں۔ بلکہ حج جو عین فرض ہے اس کو ضروری ہی نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ رحمت اللہ اور مولوی نورالدین جیسے متمول لوگوں کو قطعاً معاف کرا دیا ہے۔ شیخ صاحب کی طرف دیکھئے۔ ولایت کو کس طرح بھاگتے اور حج سے کس طرح ڈرتے ہیں۔ زکوٰۃ کبھی مرزا قادیانی نے دی نہیں۔ حالانکہ گھر میں ہزار ہا روپیہ کا زیور موجود ہے اور روزے تو جان بوجھ کر مریدوں سے چھڑوا دیتے ہیں۔ اگر کسی نے ذرا عذر کر دیا کہ مجھے فلاں تکلیف ہے تو روزوں کی معافی ہے۔ علاوہ اس کے کبھی آپ نے خود امامت نہیں کرائی۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا میں بڑا ثواب سمجھتا ہوں۔ لیکن اس بات کو میں ہمیشہ مکروہ خیال کرتا رہا ہوں کہ مولوی نورالدین اور محمد احسن امروہی جیسے فاضلوں کو امامت کے لئے اجازت نہ دی جائے اور ایک ناقص الاعضاء (عبدالکریم ٹنڈا) شخص کو امام بنایا جاوے۔ جس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ لیکن پھر بھی میں دیکھا دیکھی ان کے پیچھے نماز پڑھتا رہا ہوں۔ اب ایڈیٹر الحکم بتائیں کہ کتنی نمازیں میں نے ایسے امام کے پیچھے نہیں پڑھیں۔ میرا اعتقاد وہی ہے جو مرزا قادیانی کے بیعت میں داخل ہونے سے پہلے تھا۔ میں خود پنج بناء اسلام پر قائم ہوں اور جو شخص ان پر قائم ہے وہ میرے نزدیک مسلمان ہے۔ میں حدیث کا منکر نہیں ہوں۔ البتہ صرف ایسی حدیثوں کا منکر ہوں جن کے معنی مرزا قادیانی من گھڑت کر کے ایز اوپر لگاتے ہیں۔

ایک ورق ابتدائی حقیقت المہدی بعد ترمیم جناب ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار کی خدمت میں مرسل ہے۔ اس میں میرے عقیدہ کا مفصل بیان ہے۔ ایک ورق ایڈیٹر صاحب الحکم کو بھی بھیج دیا ہے۔

خاکسار: مولوی عبدالعزیز نمبردار رئیس بٹالہ ضلع گورداسپور

(۵۹۷)

عبدالعزیز چشتی (پاکپتن)، جناب حکیم

حکیم عبدالعزیز صاحب چشتی تھے جو پاکپتن میں رہتے تھے۔ ۱۹۲۵ء میں ’’در تحقیق مرض مالیخولیا مسیح قادیانی، یعنی درد دل بعجائبات طب‘‘ کتاب شائع کی جواب محاسبہ قادیانیت جلد۳ میں شامل ہے۔

(۵۹۸)

عبدالعزیز رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۳۰/اکتوبر ۱۹۸۴ء)

مخدوم المشائخ حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی عمر شریف اسی نوے کے
رمیان تھی۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا حافظ صالح محمد مرحوم قطب الارشاد حضرت مولانا
شید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد
تھے۔ بیعت کا تعلق حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن مرحوم اسیر مالٹا سے تھا۔ خلافت قطب الارشاد
ضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملی تھی۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ،
ضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبتوں کے آپ علمبردار تھے۔ آپ کی سب
سے بڑی خوبی یہ تھی کہ سنت نبویہ علیہ السلام پر پوری طرح کار بند تھے۔ مبالغہ نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے
کہ برسوں آپ کی خدمت میں رہنے والے واقف راز احباب عینی گواہ ہیں کہ اتباع شریعت پر اس
ق سے کار بند تھے کہ وہ سنت نبویہ علیہ السلام کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ طبیعت میں سادگی
نکساری، عاجزی اور درویشی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بڑے بڑے عالم دین اور مشائخ وقت
پ کے شاگرد اور حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ درس وتدریس کے علاوہ خانقاہی نظام جواب
ستان میں عنقاء نظر آتا ہے، آپ کے دم قدم سے قائم تھا۔ مدتوں کی اتباع شریعت وریاضت
نے آپ کو کندن بنا دیا تھا۔ بڑے صاحب الرائے ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید'' کے مصداق تھے۔
درب العزت نے آپ کو اپنی بے شمار دنیاوی نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔

آپ کا پیشہ زمیندارہ تھا۔ مگر اس کے باوصف زندگی بھر پکا مکان نہیں بنوایا۔ گیارہ چک
یہ وطنی میں رہائشی مکان کے ساتھ ملحق قرآنی مدرسہ آپ کی یادگار ہے۔ مکان کی طرح مدرسہ بھی
ا ہے۔ رحمت عالم ﷺ کے فرمان کی روشنی میں کہ سب سے برا مال وہ ہے جو تعمیر بے جا پر خرچ
۔ اس پر طرح سختی سے کار بند رہے کہ اب تک اپنا مکان کچا ہے۔ مدرسہ کے ساتھ چند ستون مٹی
کھڑے کر کے ان پر سرکنڈوں کا چھپر ڈال دیا۔ گرمی وسردی میں یہی آپ کا گیسٹ ہاؤس اور
قاہ تھی۔ اسے ایک مرید کی خوش فہمی پر مبنی نہ سمجھا جائے کہ اس دور میں اس درویش منش، فرشتہ
رت انسان کے اجلے کردار اور سنت نبوی ﷺ پر عمل کو دیکھ کر مولائے کریم کے فرشتے بھی رشک

کرتے ہوں گے۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری ؒ اور پھر ان کی وفات کے بعد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ ختم نبوت کے محاذ کے تکوینی طور پر انچارج تھے۔ آپ کو ہر دو حضرات سے نسبت شاگردی و بیعت حاصل تھی۔ آپ نے بھی ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے لوگوں کی جس طرح سرپرستی فرمائی وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان آپ کی وفات سے اپنے ایک مربی ومحسن اور سرپرست سے محروم ہوگئی۔

حضرت مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری ؒ کی وفات کے بعد ملتان دفتر مجلس کی مرکزی مجلس شوریٰ کا پہلا اجلاس تھا۔ اس میں مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی ؒ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا انیس الرحمان لدھیانوی ؒ کی تحریک پر مجلس شوریٰ نے پاس کیا کہ مبلغین حضرات اپنی اصلاح کے لئے حضرت رائے پوری ؒ کی خدمت میں چک گیارہ چیچہ وطنی سے رابطہ رکھیں۔ اس فیصلہ نے فقیر کو آپ کا غلام بے دام بنا دیا۔ پہلی بار حضرت مولانا محمد شریف جالندھری ؒ کا رقعہ لے کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا محمد شریف جالندھری ؒ کے عظیم احسانات میں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے ایک ولی اللہ سے ملاقات کے لئے راہنمائی فرمائی۔ فقیر پہلی بار حاضر ہوا۔ واپسی پر مولانا محمد شریف ؒ نے پوچھا کہ بیعت! میں نے عرض کیا ہوگئی۔ فرمایا کوئی قلبی کیفیت! میں نے عرض کیا کہ جب تک حضرت شیخ کی مجلس میں رہا۔ دل میں اللہ رب العزت کی یاد کے علاوہ اور کچھ نہ رہا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہی ایک کامل کی نشانی ہے کہ اس کی مجلس دل کی دنیا کو خداوند کریم کی یاد کا گہوارہ بنا دے۔ فقیر اس لحاظ سے بڑا ہی خوش نصیب ہے کہ حضرت اقدس کی بے پناہ محبتوں کی نعمت اسے حاصل رہی اور اس لحاظ سے بڑا ہی بدنصیب ہے کہ ان کی محبتوں اور شفقت سے فائدہ حاصل نہ کر سکا۔ ''ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں'' اپنی بدنصیبی کا جتنا ماتم کروں کم ہے۔ کہ ان کے کرم سے کما حقہ فائدہ حاصل نہ کر سکا۔

آپ متواتر تین سال تک عیدالفطر (چناب نگر) کی مسجد محمدیہ میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ عید سے فراغت کے بعد مسلم کالونی کے مدرسہ ومسجد میں تشریف لاتے۔ ان کی عید کے روز تشریف آوری سے ہماری دو عیدیں جمع ہو جاتیں۔ جب کبھی حاضری کا اتفاق ہوتا تفصیل سے محاذ ختم نبوت کے حالات وواقعات سنتے۔ دعائیں دیتے۔ اللہ رب العزت آپ کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔ آمین!

آپ کی وفات سے ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے لوگ آپ کی مخلصانہ دعاؤں سے محروم ہوگئے۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت مولانا محمد انوری ؒ کی وفات پر حضرت مولانا تاج محمود ؒ بہت ہی زیادہ غمگین ہوئے۔ حضرت مولانا محمد شریف جالندھری ؒ کے سوال کے جواب پر حضرت مولانا تاج محمود ؒ نے فرمایا کہ مولانا! آپ کو معلوم نہیں کہ جب ہم لوگ سو جاتے ہیں تو کتنے نیک دل لوگوں کی دعائیں ہمارا پہرہ دیتی ہیں۔ بلاشبہ حضرت اقدس کا وجود ان قدسی صفت لوگوں میں سے تھا جن کی دعاؤں اور وجود مسعود سے امت مسلمہ کی بے شمار نفع وسود مندی کی باتیں وابستہ تھیں۔

اس سال عید الفطر کی عید آپ نے حضرت مولانا تاج محمود ؒ کی مسجد میں ادا فرمائی۔ مولانا مرحوم کی وفات کے بعد یہ پہلی عید تھی۔ اس لئے آپ نے اپنے مخلص ورکروں اور حضرت مولانا مرحوم کی اولاد اور ارادت مندوں سے شفقت فرمائی کہ آپ کے تشریف لانے سے بہت ہی زیادہ حوصلہ افزائی ہوئی۔ مولانا مرحوم کے صاحبزادہ طارق محمود ؒ نے حضرت سے درخواست کی کہ آپ مولانا تاج محمود ؒ کی بیٹھک میں تشریف لے چلیں۔ فرمایا: نہیں، میں مولانا کے پاس ہی بیٹھوں گا۔ یہ فرما کر حضرت مولانا تاج محمود ؒ کی قبر مبارک پر تشریف لائے۔ دیر تک کچھ پڑھتے رہے۔ مراقبہ کی حالت آپ پر طاری تھی، مگر کیا مجال ہے کہ کسی کو کچھ محسوس ہو کہ آپ پر کیا کیفیت طاری ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ خانوادہ رائے پور دریا ہی نہیں سمندر پی جاتے ہیں مگر ڈکار تک نہیں لیتے۔ یعنی صاحب کرامت وکشف ہونے کے باوجود! خفاء اتنا ہوتا ہے کہ کیا مجال ہے کہ کسی کو کچھ علم ہو کہ یہ بھی، کچھ ہیں۔ دعا فرمائی اور چل دیئے۔

بعد میں فقیر اپنے گرامی قدر مخدوم چوہدری محمد اقبال کے ہمراہ حضرت کی رہائش گاہ پر حاضر ہوا۔ دست بوسی کے بعد بیٹھتے ہی میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت سے پوچھوں کہ میرے محسن مولانا تاج محمود ؒ کا کیا حال ہے؟ حضرت کا احترام اور مزاج مانع رہا۔ مگر دل میں یہ خیال بار آئے کہ پوچھ لینے میں کیا حرج ہے۔ میری اس قلبی کیفیت کو اللہ رب العزت نے آپ پر منکشف فرما دیا۔ فوراً میری طرف نظر شفقت فرمائی اور فرمایا کہ: ’’گھر بنا بلبل کا باغ میں‘‘ مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ ایک حضرت مولانا تاج محمود ؒ کی بابت یہ خوشخبری اور دوسری یہ کہ مجھے میرے سوال کا بن پوچھے جواب مل گیا۔

اس قسم کی بیسوں باتیں لکھی جاسکتی ہیں، مگر حضرت کا اتباع سنت نبوی پر کاربند رہنا اتنی

بڑی ولایت ہے کہ اس کی اب نظیر ملنا مشکل ہے۔ آپ جناب رانا نصر اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں فیصل آباد میں آپ ہر سال رمضان شریف گزارتے تھے۔ رانا صاحب نے پچاس سالہ خدمت سے حضرت اقدس کو اتنا خوش کیا کہ اس پر جتنا بھی رانا صاحب کو خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ ان کی خوش بختی کی انتہا ہے کہ آپ کا وصال بھی ان کے گھر ہوا۔ رمضان المبارک کے تذکرہ سے بات یاد آئی کہ ایک دفعہ حضرت اقدس مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فیصل آباد میں رمضان شریف گزارا۔ حضرت مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملنے کے لئے دو چار بار تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مولانا آپ کے احترام و مقام کا تقاضا یہ ہے کہ میں آپ سے ملنے کے لئے حاضر ہوا کروں۔ مگر میری بیماری کا آپ کو علم ہے کہ چل نہیں سکتا۔ اس لئے آپ بار بار تشریف لا کر مجھے زیر بار نہ کیا کریں۔

قدر زر زرگر بد اند قدر جوہر جوہری

آپ کی ایک نماز جنازہ فیصل آباد میں حضرت مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اور چیچہ وطنی میں حضرت مولانا عبدالعلیم رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ آپ کی حسب خواہش عام مقابر مسلمین میں دفن کیا گیا۔ اللہ رب العزت آپ کی قبر مبارک بقعہ نور بنائے۔ آمین!

(۵۹۹)

عبدالعزیز رحیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ:

''مرزا فقیر اور اہل صلاح کا لباس پہن کر خلق خدا کو گمراہ کر رہا ہے۔ جو لوگ اس کی ملمع سازیوں کا ابطال کر رہے ہیں وہ اس کا اجر حق تعالیٰ سے پائیں گے۔''

(۶۰۰)

عبدالعزیز مرتضائی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۸/اپریل ۱۹۷۵ء، قصور)

عالم، مدرس، صوفی، فاضل مظاہر العلوم سہارنپور تھے۔ اپنے دور کے مناظر بھی تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے لئے ساعی رہے۔

(۶۰۱)

عبدالعزیز ملتانی، جناب ابوالحزیر

''اکاذیب مرزا'' مولانا ابوالحریز عبدالعزیز مناظر ملتانی اہل حدیث رہنما نے یہ رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ اس میں مرزا قادیانی کے پچاس جھوٹ ان کی کتابوں سے لکھے گئے ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ ایسا شخص نبی تو بجائے خود، صحیح معنوں میں مسلمان بھی نہیں ہوسکتا اور جو قادیانی ان حوالہ جات کو غلط ثابت کر لے ہر حوالہ پر انعام کا اعلان کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں آ گیا ہے۔

(۶۰۲)

عبدالعزیز، مولانا ابوعمر

''تبلیغی تحفہ'' جناب مولانا ابوعمر عبدالعزیز نے سوال جواب پر یہ رسالہ مرتب کیا۔ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ، مطابق اکتوبر ۱۹۳۲ء میں اوّلاً لاہور سے شائع ہوا۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں پیش خدمت ہے۔

(۶۰۳)

عبدالعلیم صدیقی قادری حنفی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش: اپریل ۱۸۹۲ء، میرٹھ ...... وفات: ۲۲/ اگست ۱۹۵۴ء، مدینہ منورہ)

''مرزائی حقیقت کا اظہار'' حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی قادری حنفی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ ماریشس میں عرصہ تک قیام پذیر رہ کر خدمت اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ آپ کی تبلیغ حق سے سینکڑوں بندگان خدا غیر مسلم افراد نے اسلام قبول کیا۔ ان میں قادیانی بھی تھے جو مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ اسلام سے مسلمان ہوئے۔ ان دنوں ماریشس میں قادیانیوں کا مربی ایک حافظ قادیانی تھا۔ مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی للکار حق کے باوجود کبھی روبرو آنے کی جرأت نہ کر پایا۔ مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جلسہ میں اعلان فرمایا کہ میں

اب ماریشس چھوڑ کر دوسرے ملک جا رہا ہوں۔ ابلیس اعظم نے اس قادیانی مربی کے کان میں پھونک ماردی کہ اب موقع ہے ڈینگ پے ڈینگ، ہینگ پے ہینگ مار کر حماران قادیان کے سامنے نمبر بنالو۔ اس نے ایسے وقت میں دو پمفلٹ لکھ کر شائع کئے۔ جن دنوں مولانا شاہ عبدالعلیم ؒ سفر کے لئے پابرکاب تھے ان پمفلٹوں کی تقسیم ہوگئی۔ آپ نے پمفلٹ لیا۔ بحری جہاز کا سفر تھا۔ جتنے دن جہاز میں رہے ان تمام پمفلٹس کا جواب لکھ دیا۔ قادیانی پمفلٹوں کا نام اظہار حقیقت نمبر ۱، ۲، ۳ تھا۔ مولانا نے سب کا جواب ''مرزائی اظہار حقیقت'' کے نام سے یہ جامع کتابچہ مرتب فرمادیا۔ یکم رمئی ۱۹۲۹ء کو یہ مکمل ہوا اور احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شامل اشاعت ہے۔ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی ؒ کا ۲۴ راگست ۱۹۵۴ء کو وصال ہوا۔ مدینہ طیبہ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ زہے نصیب!

حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی ؒ کے جانشین حضرت مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم تھے۔ باپ مولانا عبدالعلیم صدیقی ؒ نے قادیانیت کے خلاف اوائل میں تحریک اٹھائی۔ بیٹے نے قومی اسمبلی میں ان کو کافر قرار دلوایا۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی ؒ سے فقیر کے استاذ محترم مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر ؒ کے برادرانہ تعلقات تھے۔ دونوں نے مل کر ردقادیانیت پر کام کیا۔ اس لئے مولانا شاہ احمد نورانی ؒ، حضرت مولانا لال حسین اختر ؒ کو ''چچا حضور'' فرمایا کرتے تھے۔ کہاں رہیں اب وہ محبتیں، اب تو عقربی دنیا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی ؒ نے دارالعلوم قومیہ میرٹھ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ ڈویژنل کالج میرٹھ سے بی۔اے کیا۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی ؒ، مولانا عبدالباری فرنگی محلی ؒ اور دیگر سے تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ دنیا بھر میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ واقعی عالمی مبلغ اسلام تھے۔ کولمبو، سری لنکا، جاپان، چین، شنگھائی، کینیڈا، ڈربن، افریقہ، ہانگ کانگ میں آپ نے مساجد تعمیر کرائیں جو آج بھی آپ کی بلندی ورفعت منصب کی آئینہ دار ہیں۔ شدھی کی تحریک میں ہندوستان میں گاؤں گاؤں آپ پھرے۔ تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔

(۶۰۴)

عبدالغفار لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا عبدالغفار لکھنوی ؒ نے مرزا قادیانی کے متعلق اپنے فتویٰ میں تحریر کیا کہ:

''قادیانی ہفوات، جمہور اسلام کے عقائد کے خلاف ہیں۔اس کے توہمات ایسے ہیں، جیسے غول بیابانی کے دانت۔خدا اس کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے اور مسلمانوں کو اس کے اور تمام شیاطین اخرس کے مکائد سے بچائے۔''

(۶۰۵)

عبدالغفار (مگھیانہ، جھنگ صدر)، مولانا

معروف احرار رہنما مولانا غلام قادر مگھیانہ کے فرزند کا نام مولانا عبدالغفار مگھیانہ تھا۔ باپ کی طرح ہمیشہ مجلس احرار سے وابستہ رہے۔عقیدۂ ختم نبوت کے دل وجان سے محافظ تھے۔ درویش صفت اور اپنی دنیا میں مست تھے۔باپ کی طرح طرّہ دار پگڑی پہننا ان کی شناخت تھی۔ بھلے انسان اور قول وفعل کے مخلص تھے۔ان حضرات سے ہمیشہ لوگوں نے دین پر چلنا سیکھا۔اس لئے کہ جو کہتے تھے اس پر پہلے خود عمل کرتے تھے۔

(۶۰۶)

عبدالغفور انوری (ملتان)، جناب ملک

(ولادت:۱۳؍اکتوبر۱۹۱۳ء ...... وفات:۱۱؍اکتوبر۱۹۸۸ء)

جامعہ خیر المدارس ملتان کے خازن ومحاسب رہے۔پہلے مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے۔جامعہ خیر المدارس سے فراغت کے بعد حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری مرحوم کے ساتھ مجلس احرار کی ترقی کے لئے کوشاں رہے۔غالباً مولانا عبیداللہ احرار رحمہ اللہ کے بعد کچھ عرصہ کے لئے مجلس احرار اسلام کے صدر بھی بنے۔عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گہری سوچوں کے ساتھ داعی وساعی رہے۔

(۶۰۷)

عبدالغفور پنجہ (شاہ پور، ضلع سرگودھا)، جناب قاضی

۱...... ''تحفۃ العلماء فی تردید مرزا......تحریف مرزا'' انگریز کے زمانہ میں شاہ پور ضلع تھا۔

سرگودھا بعد میں ضلع بنا۔ قیام پاکستان سے قبل مولانا قاضی عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ ساکن پنجہ براستہ مٹھہ ٹوانہ ضلع شاہ پور نے یہ کتابچہ تحریر فرمایا۔

۲...... ''اکاذیب مرزا'' یہ رسالہ بھی قاضی عبدالغفور صاحب کا ہے۔ یاد رہے دونوں رسائل میں حوالہ جات بعینہ مصنف نے نقل نہیں کئے۔ اپنی طرف سے حوالہ جات کا مفہوم نقل کیا۔ بہت سارے حوالے خلط ملط ہوگئے۔ اس لئے حوالہ جات میں بہت دقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اب یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۴۶ میں شامل اشاعت ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا عبدالغفور صاحب کے رد قادیانیت پر اور دو رسائل:

۳...... ''تحفۃ العلماء فی تردید مرزا...... لیاقت مرزا''

۴...... ''عمدۃ البیان فی جواب سوالات اہل قادیان''

مؤخر الذکر دونوں عقیدہ ختم نبوت جلد ۱۳ میں شامل ہیں۔

(۶۰۸)

عبدالغفور جہلمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۶؍اکتوبر ۱۹۸۶ء)

جامعہ اثریہ جہلم کے مہتمم، ممتاز اہل حدیث رہنما، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

(۶۰۹)

عبدالغفور عباسی مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۸؍مئی ۱۹۶۹ء، مدینہ منورہ)

موصوف نامور عالم دین تھے۔ مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا فضل علی قریشی مسکین پوری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے۔ ہمیشہ ختم نبوت کے تحفظ کے کام کی سرپرستی فرماتے تھے۔

(۶۱۰)

عبدالغفور غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا عبدالغفور غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے دجال قادیان کے خلاف یہ فتویٰ دیا کہ:

''رسول خدا ﷺ نے کذاب دجالوں کے ظہور کی اطلاع دی تھی۔ قادیانی بھی انہیں میں سے ایک ہے۔ یہ شخص چھپا مرتد اور باطنی اور قرمطی اور ان لوگوں میں سے ہے، جن کے حق میں سید کائنات ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے، جن میں نفسانی خواہشیں ایسا اثر کر جائیں گی، جس طرح دیوانہ کتا اس شخص پر اثر انداز ہوتا ہے جسے وہ کاٹ کھاتا ہے اور اس کی کوئی رگ یا جوڑ اس کے اثر سے محفوظ نہیں رہتا اور ان لوگوں میں سے ہے جن کے حق میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے کذاب پیدا ہوں گے۔ ان کے شر سے بچنا۔''

(۶۱۱)

عبدالغفور قاسمی سجاول رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۲۵ر نومبر ۲۰۱۴ء)

ضلع ٹھٹھہ میں ''سجاول'' ایک معروف تاریخی شہر ہے۔ اس کے قریب پانچ چھ میل کے فاصلہ پر گجو نامی ایک آبادی ہے۔ ۱۹۴۲ء میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ میمن کے ہاں مولانا سائیں عبدالغفور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ یہاں پیدا ہوئے۔ گجو بھی علماء کرام کا مرکز گردانا جاتا تھا۔ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تعلیم پائی۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا عبدالغفور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے والد گرامی اور دیگر اساتذہ سے یہاں پر تعلیم کا آغاز کیا۔ گجو کے قریب مرکزی شہر سجاول ہے۔ یہاں ۱۹۳۹ء میں حاجی سید عبدالرحیم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم ہاشمیہ کی بنیاد رکھی۔ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ جب پڑھنے کے لئے یہاں تشریف لائے تو اس وقت ادارہ کے مہتمم اور استاذ الحدیث مولانا نور محمد سجاولی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مولانا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۹۹۰ء) مولانا عبداللہ میمن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد نور رحمۃ اللہ علیہ (میانوالی)، مولانا عبدالمتین ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حبیب اللہ سموں رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد بخش تالپور رحمۃ اللہ علیہ، لطافت الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اساتذہ سے آپ نے کسب فیض کیا۔

دارالعلوم ہاشمیہ میں مولانا نور محمد مرحوم وقت کے بڑے بڑے فاضل اجل اور نامور علماء کی تدریس کے لئے خدمات حاصل کرتے تھے۔ ایک زمانہ میں حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ وہاں پڑھاتے رہے۔ جامعہ خیرالمدارس کے شیخ الحدیث مولانا محمد شریف کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت افغانی رحمۃ اللہ علیہ سے یہیں سجاول میں تکمیل کی تھی اور یہیں ان کی دستار بندی ہوئی۔ دارالعلوم ہاشمیہ سجاول میں ایک بار حضرت مولانا سید فیض علی شاہ مانسہروی رحمۃ اللہ علیہ تدریس کے لئے تشریف لائے۔ مولانا سید فیض علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند میں بھی مدرس رہ چکے تھے۔ آپ سے مولانا عبدالغفور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے سجاول میں معقولات کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا سید فیض علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ) کے جامعہ اشرف العلوم میں حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر تشریف لے گئے تو مولانا عبدالغفور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ہمراہ آئے اور ایک سال یہاں پڑھا۔

دارالعلوم دیوبند کے مدرس اور حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو دارالعلوم کبیروالا کے بانی تھے۔ آپ بھی معقولات ومنقولات کے مانے ہوئے استاذ الاساتذہ تھے۔ مولانا عبدالغفور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی معقولات پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ اس زمانہ میں کیوں نہیں آئے جب میں معقولات پڑھاتا تھا۔ اب تو میں نے معقولات پڑھانی ترک کردی ہیں۔ تو مولانا عبدالغفور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ فرمایا کہ اس وقت تو میں پیدا بھی نہ ہوا۔ مولانا عبدالخالق مرحوم اس پر مسکرائے اور آپ کو کچھ عرصہ معقولات کی کتب پڑھائیں۔

حضرت مولانا سائیں عبدالغفور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ طاہر والی مدرسہ انوریہ حبیبیہ میں بھی حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا منظور احمد نعمانی مرحوم سے بھی پڑھتے رہے۔

دورہ حدیث شریف کے لئے آپ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لے گئے۔ ۱۹۶۴،۶۵ء میں یہاں سے دورہ حدیث کیا۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی ولی حسن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ ایسے فاضل یگانہ روزگار شخصیات سے تعلیم حاصل کی۔ اس زمانہ میں مشرقی ومغربی پاکستان کے تمام مدارس میں آپ نے سب سے زیادہ نمبرات حاصل کئے۔ حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت الاستاذ مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے جامعہ میں مدرس رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن مولانا نور محمد سجاولی رحمۃ اللہ علیہ

کے کہنے پر آپ دارالعلوم ہاشمیہ آ گئے اور یہاں سے اپنی تدریسی خدمات کا آغاز کیا۔ حضرت الاستاذ مولانا نور محمد صاحب ؒ کے بعد آپ ان کے علمی جانشین قرار پائے۔ آپ نے دارالعلوم ہاشمیہ کو ترقی دی۔ نئی کوہ قامت عظیم الشان بلڈنگ و مسجد تیار کرائی جو اپنی مثال آپ ہے اور پھر یہیں سے آپ کا جنازہ اٹھا۔ سندھ کے اس حصہ میں حضرت مولانا نور محمد صاحب ؒ نے تنظیم اصلاح المدارس قائم کی۔ اندرون سندھ میں یہ تنظیم گویا سندھ کے دینی مدارس کا تعلیمی بورڈ ہے۔ اس وقت پچانوے مدارس اس تنظیم سے وابستہ ہیں۔ پہلے مولانا نور محمد صاحب ؒ صدر تھے۔ ان کے وصال کے بعد مولانا سائیں عبدالغفور قاسمی ؒ صدر بنے۔ اس کے ناظم اعلیٰ مولانا غلام محمد سموں ہیں۔ اس وقت ان مدارس میں پڑھانے والے تمام کے تمام اساتذہ حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی ؒ کے شاگرد ہیں۔ سجاول، ٹھٹھہ، بدین اور دور دراز سندھ کے خطہ میں مولانا عبدالغفور قاسمی ؒ نے بہت سی مساجد بنوائیں۔ وہاں مکتب قائم کئے۔ ان کی سرپرستی اور رہنمائی اور مالی معاونت آپ فرماتے رہتے تھے۔

مولانا عبدالغفور قاسمی ؒ معقول و منقول کے علوم میں اس وقت اتھارٹی مانے جاتے تھے۔ ہزاروں آپ کے شاگرد ہوں گے۔ پڑھانے کا قدرت نے آپ کو خوب سلیقہ دیا تھا۔ آپ اپنے اساتذہ کے علوم کے امین اور شارح سمجھے جاتے تھے۔ آپ پر طلباء جان چھڑکتے تھے۔ آپ تکلفات سے کوسوں دور تھے۔ ہنس مکھ شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی سادگی نے آپ کو ہر دل عزیز بنا دیا تھا۔ آپ ایک بار دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ مولانا غلام محمد سموں آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے مختلف درسگاہوں میں اساتذہ کے طرز تعلیم کو دیکھا۔ مولانا عبدالغفور قاسمی ؒ اس وقت ملک کے ان چند شیوخ حدیث میں سے تھے جنہیں انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔

مولانا عبدالغفور قاسمی ؒ بیک وقت جہاں آپ اعلیٰ درجہ کے مدرس تھے۔ وہاں پر کامیاب ترین محبوب عام و خواص خطیب بھی تھے۔ غرض آپ نے تدریس و خطابت، مسند حدیث اور منبر و محراب سے دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے فریضہ کو ادا کرنے کا خوب حق ادا کیا۔

فقیر راقم سے ایک بار فرمایا کہ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری ؒ ایک بار سندھ تشریف لائے۔ مجھے (مولانا عبدالغفور قاسمی ؒ) فرمایا کہ آپ اپنے کو یہاں مجلس تحفظ ختم نبوت کا امیر سمجھیں۔ فرماتے تھے کہ حضرت جالندھری ؒ کے اخلاص کا صدقہ ہے کہ سب سے زیادہ میری تقریروں میں جس بنیادی مسئلہ کا بیان ہوتا ہے وہ ختم نبوت کا مسئلہ ہے۔ اس کے بغیر میری تقریر مکمل نہیں ہوتی۔ شیطان جس طرح حضرت عمرؓ کے نام سے بھاگتا تھا قادیانیت

مولانا عبدالغفور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے لرزاں وترساں میدان سے بھاگتی تھی۔

مولانا عبدالغفور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ چناب نگر، ملتان، کراچی تک ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت فرماتے تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر آپ نے ختم نبوت برطانیہ میں بھی شرکت فرمائی۔ تب حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے جس سال ختم نبوت کانفرنس برطانیہ میں شرکت کی۔ اس سال مین آف دی خطیب آپ قرار پائے۔ مولانا عبدالغفور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ حدیث: ''انا اوّلهم في الخلق وآخرهم في البعث ''پر خطاب فرمایا۔ خطاب کیا تھا۔ علم کا سمندر موجزن تھا۔ پورا اجتماع سراپا گوش تھا۔ اس تقریر کے بعد مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ماتھا چوما اور فرمایا مولانا آپ کی خطابت کے پیچھے کسی بزرگ کی دعا ہے۔ آپ کی الہامی تقریر ہوتی ہے۔ مولانا عبدالغفور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ نے صحیح جانا۔ استاذ مولانا نور محمد سجادل رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں سمیٹنے کا مجھے اعزاز حاصل ہے۔ حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا جمعیۃ علماء اسلام سے جماعتی تعلق تھا۔ آپ جمعیۃ پر دل وجان سے فدا تھے۔ آپ نے علالت کے باوجود ملک بھر میں جمعیۃ کی مرکزی کانفرنسوں میں خطاب کیا۔ جمعیۃ کے آپ مرکزی وصوبائی عہدیدار بھی رہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام بزرگ خورد سے آپ محبت فرماتے تھے۔ آپ نے آئینہ قادیانیت سندھی کو اصلاح المدارس کے تمام مدارس کے نصاب میں داخل کرایا۔ آپ کراچی تشریف لاتے تو ناممکن تھا کہ کراچی ختم نبوت کے دفتر تشریف نہ لائیں۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سعید احمد جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد جمیل خان رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے محبت بھرے تعلقات تھے۔

فقیر راقم ان کی محبتوں کا اسیر ہے۔ جہاں کہیں جلسہ پر تشریف لے جاتے وقت پر تقریر کے لئے فرماتے۔ تاکہ زیادہ انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑے کہ ان کی صحت متحمل نہ تھی۔ لیکن جہاں فقیر ان کے ہمراہ ہوتا۔ پہلے نہ صرف بیان کراتے۔ بلکہ بسا اوقات بیان سنتے بھی اور اصلاح بھی فرماتے اور حوصلہ افزائی بھی۔ وہ کیا گئے علم وفضل کی مسندیں ویران ہوگئیں۔ مجلس سونی سونی لگتی ہے۔ ان سے آبروئے علم وابستہ تھی۔ وہ اس دھرتی پر علم کے وقار کی سب سے عمدہ مثال تھے۔ وہ کیا گئے موت العالم موت العالم کا منظر پھر آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔ دارالعلوم ہاشمیہ، جمعیۃ علماء اسلام، اصلاح المدارس، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، آپ کے شاگرد، پورا خاندان، پورا سندھ پر ان کی موت نے سناٹے کی کیفیت طاری کردی ہے۔

شوگر کے مریض تھے۔ بارہا عوارض نے گھیرا۔ آپریشن ہوئے۔ لیکن بیماری کو اپنے پر
غلط نہیں ہونے دیا۔ بیسوں عمرے، حج وطواف، ملکی وغیر ملکی اسفار سب جاری رہے۔ آخری بار گلے
کے آپریشن کے لئے ہسپتال گئے تو پیغام اجل کو لبیک کہا۔ سجاول میں جنازہ ہوا۔ آپ کے استاذ زادہ
نے جنازہ پڑھایا۔ مصری شاہ قبرستان میں اپنے استاذ کے قدموں میں نم کنومة العروس
کے مزے لے رہے ہیں۔ جس شان سے زندگی گزاری۔ اس سے کہیں زیادہ شان کے ساتھ قیامت
کے روز یہاں سے اٹھیں گے۔ حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

(۶۱۲)

عبدالغفور کلانوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

حضرت مولانا عبدالغفور کلانوری رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ رسالہ کا نام ''قادیانی ہذیان''
ہے۔ یہ رسالہ مولانا منظور الحق صاحب ناظم مستشار العلماء قصور نے اوّلاً ۱۳۵۲ھ میں گویا بیاسی
سال پہلے شائع کیا تھا۔ اشاعت اوّل میں جو آپ نے تعارف لکھا وہ یہ ہے:
''خدا جزائے خیر دے جناب مولانا عبدالغفور صاحب کلانوری مولوی فاضل وفاضل
دیوبند کو جنہوں نے خلیفۂ قادیانی مرزا محمود کے فریب آمیز رسالہ ''سرزمین کابل میں ایک تازہ
نشان کا ظہور'' کے جواب میں ایک کفر شکن رسالہ لکھا جس کا عنوان ہے: ''قادیانی ہذیان'' فاضل
مؤلف نے اس رسالہ میں ''آہ نادر شاہ کہاں گیا'' اور ''دو بکریاں ذبح کی جائیں گی'' وغیرہ
مرزا قادیانی کی پیش گوئیوں پر زبردست تنقید فرما کر ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی کی پیش گوئیوں کی
حقیقت دجل وزور اور عیاری ومکاری کے سوا کچھ نہیں۔''
احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں یہ رسالہ شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے
سرفراز فرمایا۔

(۶۱۳)

عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت: یکم اپریل ۱۹۱۵ء ...... وفات: ۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء)
مولانا عبدالغفور ہزاروی نامور عالم دین، شیخ طریقت، شاعر، خطیب، سیاستدان،

تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت کے رہنما تھے۔ کوٹ نجیب اللہ ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ وزیرآباد میں مزار بنا۔ آپ مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر بھی رہے۔ وزیرآباد میں جامعہ غوثیہ نظامیہ کے بانی تھے۔

(۶۱۴)

عبدالغنی شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی

(وفات: یکم/اکتوبر ۱۹۶۸ء)

مدرسہ عین العلم شاہجہانپور، یو. پی کے صدر مدرس حضرت مولانا مفتی عبدالغنی شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ، جنہیں پٹیالوی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ پٹیالہ پھر مالیرکوٹلہ اس کے بعد شاہجہانپور رہے۔ اس لئے سب نسبتیں درست ہیں۔ ۱۹۲۷ء میں ھدایۃ الممتری عن غوایۃ المفتری کے نام سے ایک کتاب تالیف کی۔ (کتاب کا نام حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تجویز فرمایا) اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب میں اسلام اور قادیانیت کا تقابل کر کے قادیانی کفر کو واشگاف الفاظ میں مدلل ومبرہن طور پر ثابت کیا ہے۔ دسمبر ۱۹۷۸ء اور جنوری ۱۹۸۸ء میں اس کے دو ایڈیشن اشاعت اوّل کا عکس لے کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے ''اسلام اور قادیانیت ایک تقابلی مطالعہ'' کے نام پر شائع کئے گئے۔ ۱۹۸۶ء میں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت نے بھی انڈیا سے اس کو شائع کیا۔

مصنف مرحوم بہت بڑے عالم دین اور بزرگ رہنما تھے۔ مولانا مفتی ہند کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ پھر مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر مولانا مفتی عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ عین العلم شاہجہان پور میں صدر مدرس اور مدرسہ امینیہ دہلی میں مدرس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ کے تبحر علمی پر یہ کتاب ''شاہد عدل'' ہے۔ آج تک اس کتاب کے تمام ایڈیشن اس طرح شائع ہوتے رہے کہ ایک صفحہ کے دو کالم بنا کر پہلا دایاں کالم اسلامی عقیدہ اور دوسرا بایاں کالم قادیانی عقیدہ کے لئے مختص کر کے تقابل پر شائع کیا گیا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کے نہ صرف معترف ومداح بلکہ قدردان تھے۔ ہر وہ شخص جس نے اس کتاب کے بالاستیعاب مطالعہ کا شرف حاصل کیا، وہی اس کتاب کا گرویدہ ہوگیا اور واقعہ بھی یہی

ہے کہ اس کی ہر بحث فیصلہ کن اور لاجواب و بے مثال ہے۔ جامعہ خیر المدارس ملتان کے استاذ التفسیر حضرت مولانا محمد عابد صاحب مدظلہ کا عرصہ سے اصرار تھا کہ اسے کمپیوٹر پر شائع کیا جائے اور بجائے دو کالموں کے عام مروجہ کتابوں کی طرح پہلے ایک بحث (عقیدہ اسلامی نمبرا) مکمل ہو جائے اور پھر قادیانی عقیدہ نمبرا کو درج کیا جائے۔ ہمارے مخدوم حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی نے بھی اس تجویز کی تائید وتصویب فرمائی۔ ہر چند کہ یہ کام خاصہ مشکل اور عرق ریزی کا طالب تھا۔ اشاعت اوّل جولائی ۱۹۲۷ء سے آج ۲۰۰۶ء تک مکمل اسی (۸۰) سال بعد کے حوالجات کو جدید قادیانی کتب ورسائل سے تخریج کر کے کمپوز کرانے کا مرحلہ، کے۔ٹو کی چوٹی سر کرنے کے مترادف تھا۔ لیکن محض اللہ تعالیٰ کی عنایت، فضل وکرم، احسان وتوفیق سے کمر باندھ لی اور پھر اسے احتساب قادیانیت کی جلد ۱۷ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کتاب کا دیباچہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ (ثالث) نے تحریر فرمایا۔ اس کی آپ نے وضاحت فرمائی کہ ۱۹۲۷ء میں محلہ تارین ٹکلی شاہجہانپور کی مسجد پر مرزائیوں اور مسلمانوں میں جو مقدمہ درپیش تھا جس میں اہل اسلام ہائیکورٹ الہ آباد تک کامیاب رہے۔

مولانا عبدالغنی شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ اہل اسلام کی طرف سے گواہ تھے۔ اس سلسلہ میں آپ کو مرزا قادیانی کی تصنیفات اور دیگر مخالف وموافق کتابوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ تمام چھان بین کے بعد آخر میں جس نتیجہ پر پہنچے اس کو مولانا موصوف نے بغرض افادۂ عام اس کتاب میں حوالۂ قلم فرمایا ہے...... کتاب اس قدر جامع ہے کہ اس کو پڑھ لینے کے بعد مناظرین بیسیوں کتابوں کے مطالعہ سے مستغنی ہو جائیں گے۔

اس وقیع رائے گرامی کے بعد مولانا عبدالغنی شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مقام ومنصب کو سمجھنے کے لئے مشکل نہ ہوگی۔ ہمارے محترم مولانا شاہ عالم گورکھپوری (دیوبند) نے متذکرہ مقدمہ مسجد کے سلسلہ میں تفصیلات قلم فرمائی ہیں جو یہ ہیں۔

شاہجہانپور کے مقدمہ میں قادیانیوں کی ذلت آمیز شکست

شاہجہانپور میں ایک موقع ایسا بھی آیا کہ قادیانیوں نے قلب شہر میں واقع محلہ تارین ٹکلی (Tarain Tikli) کی ایک مسجد ''نوری مسجد'' پر قبضہ جمانے کی ناپاک کوششیں شروع کر دیں۔ قادیانیوں کی ضد اور ہٹ دھرمی کے سبب معاملہ زیریں عدالت سے لے کر ہائیکورٹ الہ

آباد تک پہنچا۔ اس مقدمہ میں حضرت مولانا مفتی عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی بیش بہا قربانیاں اور خدمات ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مناسبت سے اس پورے مقدمہ کا مختصر خاکہ پیش کردیا جائے۔

نوری مسجد پر جب قادیانیوں نے قبضہ کرنے کی منصوبہ بندی کی تو باوجود اس کے کہ قادیانیوں کی تعداد شاہجہانپور اور اطراف میں انگلیوں پر شمار کے قابل تھی۔ لیکن انہوں نے اہل بدعت اور شیعوں سے مل کر مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کی ایسی قوت حاصل کرلی تھی کہ اس قوت نے مٹھی بھر قادیانیوں میں کثیر التعداد مسلمانوں سے محاذ آرائی کا نشہ پیدا کردیا تھا۔ مشہور مثل ہے کہ جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف بھاگتا ہے۔ چنانچہ قادیانی بھی طاقت کے نشے میں خرمستیاں لینے لگے اور انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ جس راستے پر چل رہے ہیں وہ راستہ انہیں ذلت ورسوائی اور تاریخی موت کی طرف لے جارہا ہے۔ نورانی مسجد میں قادیانیوں نے اپنی بے جادخل اندازی کے سبب جب معاملہ نقض امن تک پہنچایا تو کوتوالی پولیس شاہجہانپور نے اس کیس کو اپنے ہاتھ میں لے کر سلجھانے کی کوشش کی۔ مگر طاقت کے نشے میں چور قادیانی ماننے والے کب تھے۔ انہوں نے ضلع مجسٹریٹ کی عدالت میں اپیل کر ڈالی۔ حاکم وقت کے حکم پر ٹی مجسٹریٹ نے ۱۷یا۱۸اکتوبر ۱۹۲۰ء میں موقع کا معائنہ کیا اور دفع فساد کے لئے یہ انتظام کیا کہ قادیانی جب مسجد میں پوجا پاٹ کریں تو مسلمان اس وقت مسجد میں نہ آئیں اور جب مسلمان نماز پڑھیں تو قادیانی اپنے پوجا پاٹ کے لئے نہ آئیں۔ دونوں جماعتوں کی رضامندی سے وقت مقرر کردیا گیا اور اگرچہ اس فیصلے میں مسلمانوں کی حق تلفی اور مسجد کی بے حرمتی تھی۔ تاہم مسلمانوں نے حاکم وقت کے فیصلے پر عمل درآمد شروع بھی کردیا۔ لیکن عید کی نماز کے موقع پر قادیانیوں نے پھر ہنگامہ کردیا اور مسلمانوں کو مسجد سے پورے طور پر بے دخل کرنے کے لئے یہ منصوبہ بنالیا کہ اب یہ مقدمہ دیوانی عدالت سے فیصل کرایا جائے۔ چنانچہ شاہجہانپور کے قادیانی سرغنوں نے ۱۹۲۱ء میں مقدمہ دائر کیا۔ اس میں قادیانی خود مدعی بنے اور مدعا علیہم میں جن مسلمانوں کو نامزد کیا۔ ان میں ایک نام حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ثالث) کا بھی ہے جو حضرت مولانا مفتی عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ اسی طرح حافظ ذاکر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایڈووکیٹ ساکن محلہ شتر خانہ کا بھی نام مدعا علیہم میں ہے۔ حافظ صاحب موصوف نے ابتدائی تعلیم مدرسہ عین العلم میں مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ آگے چل کر ماشاء اللہ خود بھی فارسی اور اردو میں یکتائے روزگار مدرس ہونے کے ساتھ پیشہ ور وکیل بھی تھے۔ تاحین

حیات مدرسہ سعیدیہ شاہجہانپور کے انتظامی امور سے بحیثیت ناظم وابستہ رہے۔

قادیانیوں نے اس مقدمہ میں کامیابی کے لئے اپنی پوری قوت جھونک دی۔ مقدمہ اگرچہ ضلعی سطح کا تھا لیکن اس کے مشورے اور منصوبے قادیان کے ہیڈکوارٹر سے طے ہوتے تھے۔ ادھر مسلمانوں کے پاس سوا خدا پر بھروسہ کرنے کے کوئی طاقت وقوت نہیں تھی۔ حضرت مولانا عبدالغنی ؒ نے توکلا علی اللہ، حضرت مولانا کفایت اللہ ؒ (ثالث) اور حافظ ذاکر علی ؒ اور دیگر مسلمانوں کی سرپرستی شروع کی اور خود بھی گواہ کی حیثیت سے حق وباطل کی اس جنگ میں شریک ہوئے۔ قادیانیت کا مکروہ وتلبیسی چہرہ بےنقاب کرنے کے لئے کتب قادیانیت کی ورق گردانی شروع کی۔ لگاتار پیشی پر پیشی ہوتی رہی۔ طرفین سے گواہیاں بھی گذرتی رہیں۔ قادیانیوں نے خود کو مسلمان ثابت کر کے مسجد کا حقدار بننے کے لئے مکروفریب کے سارے گر آزمالئے۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ علماء دیوبند کی مخلصانہ جدوجہد نے ان کے سارے مکروفریب پر پانی پھیر دیا اور اس میں بنیادی کردار اور کامیابی کا سہرا حضرت مولانا مفتی محمد عبدالغنی صاحب ؒ کے سر جاتا ہے۔

مقدمہ کا فیصلہ یکم رفروری ۱۹۲۷ء میں آیا۔ فیصلے میں جج نے واضح طور پر یہ کہا ہے کہ قادیانی کسی بھی طرح نوری مسجد شاہجہانپور کے حقدار نہیں ہیں اور نہ انہیں مسجد کے استعمال کا حق حاصل ہے۔ قادیانیوں کا نوری مسجد میں داخلہ بانی مسجد کے منشاء کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ بانی مسجد مسلمان تھے جس وقت مسجد کی بنیاد رکھی گئی تھی اس وقت مرزا قادیانی کے ملحدانہ دعاوی کا وجود بھی نہیں ہوا تھا اور جب قادیانی اپنے قول وقرار کی روشنی میں مسلمانوں سے الگ ایک ایسا جدید فرقہ ہیں کہ اس کا ربط اسلام اور مسلمانوں سے کبھی نہ رہا اور نہ ہے اور نہ آئندہ کبھی ربط رہ سکتا ہے تو پھر انہیں مسلمانوں کی تعمیر کردہ مسجد میں کہاں سے حق حصہ حاصل ہوگا؟ چنانچہ ای ٹامس سب ڈویژنل مجسٹریٹ نے باضابطہ حکم دیا کہ تمام قادیانی جماعت اور بالخصوص مدعی قادیانیوں کو مسجد تارین گلی میں داخل ہونے اور عبادت کرنے کی ممانعت کی جاتی ہے۔ ملاحظہ کیجئے جج کے الفاظ:

''احمدیوں نے طے کیا کہ اب یہ مقدمہ عدالت دیوانی سے فیصل کرایا جائے۔ ۱۹۲۱ء میں سرگروہ جماعت احمدیہ نے مقدمہ عدالت دیوانی میں دائر کیا۔ ۱۵رفروری ۱۹۲۷ء کو فیصل ہوا۔ مقدمہ خارج ہوگیا اور یہ طے کیا گیا کہ احمدی حقدار نہیں ہیں اور نہ مدعیان متولی تھے۔ فیصلے میں صرف قابل غور امر یہ ہے کہ آیا مدعیان کو مسجد کے استعمال کا حق حاصل ہے یا نہیں اور یہ اس کا

جواب ہوگا کہ آیا بانی مسجد کی یہ منشاء تھی کہ مسجد احمدی استعمال کریں اور جیسا کہ انکشاف ہوا اس بارے میں اور شہادت سے ثابت ہوا کہ مسجد احمدیوں کے استعمال کے لئے متعین نہیں کی گئی تھی۔ غیر احمدی اس حکم کی بناء پر احمدیوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکتے ہیں۔ لیکن احمدی اس میں نماز پڑھنے پر مصر ہوتے ہیں اور اندیشہ نقض امن کا ہے۔ لہٰذا اس کو روکنے کی غرض سے حسب دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری یہ حکم دیتا ہوں کہ تمام احمدی جماعت خصوصاً سید علی، مختار احمد، محمد قاسم کو مسجد تارین گلی میں داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی ممانعت کی جاتی ہے۔ یہ حکم دو ماہ تک نافذ رہے گا۔ دستخط، ای ٹامس سب ڈویژنل مجسٹریٹ افسر انچارج ہیڈ کوارٹر۔"

یہ کیسے ممکن تھا کہ مرزا قادیانی کے گدی نشین مرزا بشیر الدین محمود اور قادیانی سرغنہ ظفر اللہ خاں اس مسئلے میں خاموش بیٹھتے، انگریزی نبوت کے اس بیرسٹر کو اس بات کا زعم تھا کہ حکومت بھی انگریزوں کی ہے اور معاملہ بھی انگریزوں کے خود کاشتہ پودے کا ہے۔ لہٰذا مقدمے کا فیصلہ قادیانیوں کے حق میں ہونا چاہئے۔ لیکن الحمدللہ! حضرت مولانا عبدالغنی شاہجہانپوری ؒ نے ۱۹۲۰ء سے لے کر ۱۹۳۲ء تک طویل عدالتی لڑائی اپنے رفقاء کار کے ساتھ لڑی اور ماشاءاللہ قادیانی گماشتوں کو شہر کی دیوانی عدالت میں شکست و ہزیمت سے دوچار کرتے ہوئے مسجد کو ان سے واگزار کرا لیا اور آج بھی یہ شاندار مسجد حنفی مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ قادیانی گماشتوں نے شہر کی دیوانی عدالت میں شکست کھانے کے بعد معاملے کو الٰہ آباد ہائیکورٹ میں دائر کیا اور اپنی پیروی کے لئے ایک بدنام زمانہ منحوس وکیل تجویز کر کے سر ظفر اللہ خاں مرزائی کی قیادت میں قادیانیوں نے پوری طاقت جھونک دی۔ اس کے جواب میں مسلمانوں نے خدا کے بھروسے پر مراد آباد کے غیرتمند مسلمان وکیل جناب سید عبدالماجد صاحب اور ڈاکٹر احمد نسیم بیرسٹر الٰہ آباد (مراد آبادی) اور ایک غیر مسلم وکیل مسٹر این. بی. شین ایڈووکیٹ الٰہ آباد کو پیروی کے لئے مقرر کیا۔ الحمدللہ! یہاں بھی اہل حق کو فتح نصیب ہوئی اور قادیانیوں کی وکالت کرنے والوں سمیت تمام قادیانی سرغنہ رہتی دنیا تک اپنی قوم کے لئے باعث عبرت بن کر رہ گئے۔

یہ مقدمہ جن لوگوں کے نام تھا ان میں ایک نام جناب حافظ محمد ذاکر صاحب ؒ ساکن محلہ شتر خانہ کا بھی ہے۔ عدالتی کارروائیوں کا بھی پورا صرفہ الحاج سعید احمد خان صاحب ؒ نے ادا کئے۔ اللہ پاک ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور اپنا قرب نصیب فرمائے کہ تحفظ ختم نبوت کی تاریخ کے بڑے بیباک اور جان و مال قربان کرنے والے مجاہد نکلے۔ آمین!

قادیانیوں کی کذب بیانی

براہو قادیانیت کی جہالت مابی کا کہ قادیانی مؤرخین اس مقدمہ کا فیصلہ اپنے حق میں بتاتے ہیں۔ چنانچہ ایک قادیانی نے لکھا ہے:

''مقدمہ احمدیہ مسجد شاہجہانپور کی اپیل ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں دائر تھی۔ شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ اور مولوی فضل الدین صاحب مشیر قانونی نے پیروی کی۔ بالآخر مقدمہ ججی شاہجہانپور سے احمدیوں کے حق میں فیصل ہوا تھا۔''

(تاریخ احمدیت ج۵ص ۱۶۳، بحوالہ مشاورتی رپورٹ)

قادیانیوں کی اسی دجل وتلبیس کے پیش نظر راقم سطور نے دیوانی عدالت کے طویل حکم نامہ کا خلاصہ تقریباً حکم نامے کے الفاظ میں ہی نقل کر دیا ہے تاکہ اب کسی کو کسی طرح کا شک وشبہ نہ رہے اور قادیانی مؤرخین کی کذب بیانی کا بھی پردہ فاش ہو جائے۔ علاوہ ازیں قادیانیوں سے آج بھی یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ اگر ججی شاہجہانپور سے مقدمہ تمہارے حق میں فیصل ہوا تھا تو تم نے بات ادھوری کیوں لکھی۔ فیصلے کی نقل بھی شائع کر دیا ہوتا تاکہ پڑھنے والے خود فیصلہ کر لیتے؟ ہمیں یقین ہے کہ قادیانی ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ معاملہ برعکس ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں پھر یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ قادیانیوں کو ہائیکورٹ میں جانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ اور وہاں کیوں ایڑیاں رگڑتے پھرتے رہے؟ یقیناً اس کا جواب ان کے پاس نہیں ہوگا اور ان کی کذب بیانی ان کو مزید رسوا کرتی رہے گی۔

مقدمہ سے تعلق علماء سے استفتاء

اس سلسلے میں بعض مسلمانوں نے علماء سے استفتاء بھی کئے۔ سوال کرنے والوں میں سے بعض نے اپنے نام و پتے کے ساتھ استفتاء کیا اور بعض نے عمومی انداز میں، ظاہری بات ہے کہ جن سوالات میں نام و پتے درج نہیں ان کو اسی قضیہ سے قطعی طور پر جوڑنا ذرا احتیاط کے خلاف لگتا ہے۔ اس لئے جن سوالات میں نام و پتے ظاہر ہیں وہ درج ہیں۔

سوال...... ایک ہی مسجد میں مسلمانوں اور قادیانیوں کی نماز سوال از شاہجہانپوری محلہ خلیل مسئولہ امیر خاں مختار عام، ۲رشوال ۱۳۳۹ھ (مطابق ۹رجون ۱۹۲۱ء) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہانپور میں ایک مسجد ہے اس میں یہ قرار پایا کہ اوّل ہر وقت

یہاں تک کہ جمعہ کی نماز قادیانی پڑھیں، بعد کو اہل السنۃ مع خطبہ جمعہ کے، تو حضور فرمایئے کہ ہماری نماز ہوگی یا نہیں؟ پہلے قادیانی خطبہ پڑھ چکے ہم دوبارہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا!

جواب...... نہ قادیانیوں کی نماز ہے نہ ان کا خطبہ، خطبہ کہ وہ مسلمان ہی نہیں۔ اہل السنّت اپنی اذان کہہ کر اسی مسجد میں اپنا خطبہ پڑھیں، اپنی جماعت کریں۔ یہی اذان وخطبہ وجماعت شرعاً معتبر ہوں گے اور اس سے پہلے جو کچھ قادیانی کر گئے باطل ومردود محض تھا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم! (بحوالہ فتاویٰ ختم نبوت جلد اوّل ص ۳۵۵)

(۶۱۵)

عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ (گجرات)، مولانا حکیم

(پیدائش: ۱۸۹۲ء ...... وفات: ۲۰ رمئی ۱۹۹۶ء)

''الحق المبین'' مولانا حکیم عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ ناظم، جھیورانوالی ضلع گجرات نے اس کو ۱۹۳۴ء میں مرتب کیا۔ موصوف کے متناقضات مرزا، واعتقادات مرزا پر بھی دو رسائل ہیں۔ لیکن وہ دستیاب نہ ہو پائے۔ اخبار ''روزنامہ احسان لاہور'' کی اشاعت ۲۴ ردسمبر ۱۹۳۴ء میں قادیانیوں کے نو سوال شائع ہوئے۔ جس کا مسلمانوں سے جواب طلب کیا گیا تھا۔ مولانا عبدالغنی صاحب نے ''الحق المبین'' کے نام سے ہر سوال کا تفصیلی جواب دیا۔ جس سے یہ کتاب تیار ہوگئی۔ خوب معلوماتی اور ثقاہت سے بھرپور کتاب ہے جو احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں پیش خدمت ہے۔ حکیم عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام حافظ محمد عالم تھا۔ حکیم صاحب نے اپنے علاقہ سے مڈل کیا۔ لاہور، گجرات میں دیگر تعلیم حاصل کی۔ دہلی طبیہ کالج سے طب کی تعلیم پائی۔ ''گلدستہ حکمت'' کے نام سے رسالہ جاری کیا۔ حکمت بھی کرتے تھے۔ للّہ شریف ضلع جہلم کے حضرت خواجہ مقبول رسول رحمۃ اللہ علیہ سے نقشبندی سلسلہ میں بیعت ہوئے۔ تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت میں کردار ادا کیا۔ ردقادیانیت پر الحق المبین کے علاوہ:

''تناقضات مرزا'' اور ''اعتقادات مرزا'' اور ''مینارہ قادیانی کی حقیقت'' نامی رسائل بھی آپ نے تحریر کئے۔

(۶۱۶)

عبدالفتاح حلب، پروفیسر ابوغدہ

شام کے نامور محدث، ریاض یونیورسٹی میں شعبہ حدیث کے سربراہ حضرت العلام پروفیسر ابوغدہ نے ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' کی تخریج کرکے قادیانی کفر کا عرب دنیا میں ناک میں دم کردیا۔ موصوف حلب شام کے رہنے والے تھے۔ اپنے زمانہ میں خدمت حدیث کے حوالہ سے آپ کو امام کا مقام حاصل تھا۔

(۶۱۷)

عبدالقادر آزاد رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا

(وفات: ۱۵ر جنوری ۲۰۰۳ء)

حضرت مولانا عبدالقادر آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ قاسم العلوم ملتان میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی تکمیل کی۔ بہاولپور اسلامی مشن کے مہتمم رہے۔ تبلیغی زندگی کا آغاز تنظیم اہل سنت کے سٹیج سے کیا اور بادشاہی مسجد لاہور کے خطیب مقرر ہوگئے۔ نصف سے زیادہ دنیا میں تبلیغ اسلام کی سعادت حاصل کی۔ کئی بار حج وعمرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ نامور خطیب تھے۔ عمر بھر تبلیغ اسلام کو حرز جان بنائے رکھا۔ بھرپور محنتی انسان تھے۔ اپنی محنت سے پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ عربی، اردو، فارسی پر بھرپور عبور حاصل تھا۔ انگریزی سے شناسائی تھی۔ دوستوں کے دوست تھے۔ ملنسار تھے۔ جسے ایک بار ملتے اس پر ایسا سحر کردیتے کہ وہ زندگی بھر آپ کی یادوں کو لئے پھرتا۔ مہمان نواز تھے۔ خوب وضع دار انسان تھے۔ جو شخص کسی کام کے لئے ان کے دروازہ پر گیا بھرپور کوشش کرکے اس کے کام کو کسی ٹھکانے پر لگادیتے۔ سرکاری ملازمت کے باعث افسران سے میل ملاقات، رکھ رکھاؤ کا ڈھنگ آگیا تھا۔ بڑے سلیقہ سے غریب دوستوں کے کام نکلوانے کی کامیاب کوشش کو وہ عبادت سمجھتے تھے۔ تمام دینی جماعتوں، اداروں، مدارس وشخصیات سے آپ کے مراسم تھے۔ تمام پاکستانی حکومتوں کے سربراہان سے راہ ورسم رکھا۔ مگر اس کے باوجود اپنے مسلکی تشخص پر آنچ نہیں آنے دی۔ عرب وعجم، افریقہ، امریکہ تک کے انہوں نے تبلیغی سفر کئے۔ جہاں تشریف لے گئے خوشگوار یادیں چھوڑ

کرآئے۔ انہوں نے محنت کر کے خوب شہرت حاصل کی۔ ان کی وفات سے بہت بڑا خلاء پیدا ہوگیا ہے۔ شوگر کے مرض نے آن گھیرا اور پھر اپنے لوازمات سمیت شوگر نے ان کے ہاں ڈیرے لگادیئے۔ آخر وقت موعود آن پہنچا۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔

مولانا آزاد مرحوم ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ اور چناب نگر قریباً ہر سال تشریف لاتے اور مثالی خطاب فرماتے۔ مولانا مرحوم نے ردقادیانیت پر تین رسائل تحریر کئے۔

۱...... ''مرزائیت غیر مسلم اپنی تحریروں کے آئینہ میں''
۲...... ''اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت وحکمتیں''
۳...... ''یہ ہے قادیانی''

یہ تینوں رسائل احتساب قادیانی کی جلد۳۵ میں شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔ فلحمدللہ!

(۶۱۸)

عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ (جھاوریاں)، مولانا قاضی

(وفات:۱۴؍اپریل۱۹۸۶ء)

تبلیغی جماعت کے مرکزی رہنما حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز، عالم، صوفی، جھاوریاں ضلع سرگودھا آبائی وطن بیرون ممالک تبلیغ کے لئے سفر کے دوران میں قادیانی فتنہ کے انسداد کے لئے سرگرم عمل رہتے تھے۔ حق تعالیٰ اعلیٰ مقام بہشت نصیب فرمائیں۔

(۶۱۹)

عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ

(پیدائش:۱۸۷۳ء ...... وفات:۱۶؍اگست۱۹۶۲ء)

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ڈھڈیاں تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا کے باسی تھے۔ ایک زمیندار اور علمی گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ گھر پر اپنے چچا اور دیگر حضرات سے تحصیل علم کیا۔ پھر سہارنپور، کانپور، دہلی، کہاں کہاں سے علم کے حصول کے لئے مجاہدانہ جدوجہد کی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ

امینیہ دہلی تشریف لے گئے تو اس زمانہ میں حضرت عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ سے کسب فیض کیا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے نہ صرف بیعت ہوئے بلکہ عمر بھر خدمت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ پھر خلافت ملی اور آپ کے وصال کے بعد ان کے جانشین قرار پائے۔ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ''مرشد الاحرار'' تھے۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی احسان احمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالرحمٰن میانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد شریف بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایسی پوری قیادت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھی۔ حضرت کے وصال کے بعد حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی سوانح تصنیف کی۔ شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح اور مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا قلم سوچ ناں کہ کس پایہ کی کتاب ہوگی۔ اس وقت کی ہماری نسل نے شاید اس کتاب کا نام بھی نہ سنا ہوگا۔ ہائے درماندگی و یبوست نے کہاں پہنچا دیا۔

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کرنے والوں کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ آپ نے جس طرح اس محاذ کی سرپرستی فرمائی وہ ہمارے لئے اعزاز ہے کہ الحمدللہ! ہم ان کے سلسلہ سے پیوستہ ہیں ''پیوستہ رہ شجر سے اور امید بہار رکھ'' کے مصداق ہیں۔

ذیل میں چند متفرق باتیں سن لیں کہ کام آئیں گی:

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق صلحائے امت کہتے ہیں کہ: ''آپ مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ختم نبوت کے محاذ کے تکوینی طور پر انچارج تھے۔'' ہر وقت اس فتنہ عمیاء قادیانیت کے خلاف پروگرام بناتے رہتے تھے۔ حضرت بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا لال حسین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ سب آپ کے مرید تھے اور آپ ہی نے ان حضرات کو اس کام پر لگایا۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے کتاب لکھوائی۔ ساری عرب دنیا میں تقسیم کرنے کا مجلس تحفظ ختم نبوت کو حکم فرمایا۔ ''شہادۃ القرآن'' کی طبع ثانی بھی آپ کی توجہ خاص کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ سنئے: آپ نے وصال سے پندرہ دن پہلے مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ: ''مجھے آپ سے، مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ پیار ہے۔ اس لئے کہ آپ ختم نبوت کا کام کرتے

ہیں۔'' مولانا لال حسین اختر ؒ نے عرض کیا: ''پڑھنے کے لئے کوئی وظیفہ ارشاد فرمائیں۔'' حضرت والا ؒ نے فرمایا: ''مولوی صاحب! آپ روزانہ کچھ درود شریف پڑھ لیا کریں، باقی آپ کا وظیفہ یہ ہے کہ ختم نبوت پر وعظ کیا کریں۔ یہ چھوٹا وظیفہ نہیں، بہت بڑا وظیفہ ہے۔ پورے دین کا دارومدار حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت پر ہے۔'' (روئیداد مجلس ۱۹۸۲ء ص ۱۴)

فقیر راقم الحروف کو تردّد تھا کہ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں خانوادۂ رائے پوری ؒ کا بظاہر حصہ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ ۱۰ر محرم ۱۴۰۳ھ کو جھاوریاں ایک تبلیغی جلسے میں حاضر ہوا۔ حضرت رائے پوری ؒ کے خلیفہ مولانا قاضی عبدالقادر ؒ سے ملاقات ہوئی، جو تبلیغی جماعت کے بزرگ رہنما تھے۔ انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ: جب مولانا لال حسین اختر ؒ کی وفات کے بعد عارضی امارت مجلس تحفظ ختم نبوت کی مولانا محمد حیات ؒ کے سپرد کی گئی تو میں دین پور شریف حضرت میاں عبدالہادی خواجۂ خواجگان ؒ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ: ''میں معذور ہوں، سفر کے لائق نہیں۔ آپ کراچی شیخ الاسلام حضرت بنوری ؒ کے پاس تشریف لے جائیں اور میری طرف سے عرض کریں کہ وہ ختم نبوت جماعت کی صدارت قبول کر لیں۔'' یہ ۱۹۷۳ء کی بات ہے۔ میں نے کراچی جا کر حضرت بنوری ؒ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ: ''انشراح نہیں!'' دوسرے دن عرض کیا۔ آپ نے وہی جواب دیا۔ تیسرے دن حاضر ہوا تو میں نے کہا کہ: ''میاں عبدالہادی صاحب ؒ نے یہ فرمایا نہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ ان کا وجدان کہتا ہے کہ ختم نبوت کے محاذ پر کوئی اہم کام ہونے والا ہے۔ اس کے لئے آپ ایسی جامع شخصیت کی کنٹرولر کی حیثیت سے ضرورت ہے۔'' حضرت بنوری ؒ مسکرائے، فرمایا کہ: ''حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی ؒ کا بھی مدینۃ الرسول سے خط آیا ہے۔ انہوں نے بھی فرمایا ہے کہ: ختم نبوت کی صدارت بغیر وجہ پوچھے قبول کر لو۔ ہر بات بتانے والی نہیں ہوتی۔ اس میں نہ صرف خیر ہے، بلکہ آقائے نامدار ﷺ کے حکم کی تعمیل بھی ہے۔'' چنانچہ حضرت بنوری ؒ کو ختم نبوت جماعت کی صدارت کے لئے میں (قاضی عبدالقادر جھاوریاں ؒ) نے آمادہ کر لیا۔

۱۹۷۳ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری ؒ مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر بنے۔ ۱۹۷۴ء میں تحریک چل نکلی۔ آپ کو ۱۶ر جون ۱۹۷۴ء کے اجلاس فیصل آباد میں آغا شورش ؒ کی تحریک پر مجلس عمل کا بھی صدر بنا دیا گیا۔ آپ نے جس بیدار مغزی سے تحریک کو کنٹرول کیا، وہ آپ کا حصہ ہے۔ آپ کی صدارت وسرپرستی میں چلنے والی تحریک بالآخر کامیاب

ہوئی اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

......الحاج محمد ارشد صاحب رحمہ اللہ نے (شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ سے) عرض کیا کہ: ”چاند کے بارے میں تحقیقات کرنے والوں کا ایک اجلاس ہوا۔ جس میں، میں بھی شریک تھا۔ ایک صاحب نے اپنی تحقیق بیان کی کہ فلاں مقام پر جب ہم سیر کرتے ہوئے فضا میں پہنچیں گے تو وہاں ایک گھنٹہ ہوگا جبکہ زمین پر مہینہ۔“ حضرت اقدس رحمہ اللہ نے فرمایا: ”پھر تو حیات مسیح کا مسئلہ بھی حل ہوگیا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ان سے اوپر کے مقامات میں وہاں ایک گھنٹہ ہو اور یہاں سال بھر اور اوپر اور زیادہ۔ حتیٰ کہ وہاں ایک دن اور یہاں ہزار سال۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: ”وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ“ اور ”فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ“ تو حضرت مسیح علیہ السلام کو یہاں دو ہزار سال ہوں تو وہاں دو دن۔“

......مولانا عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمہ اللہ نے کہا کہ: میں نے مرزائیوں سے ایک مناظرے میں کہا تھا کہ ہمارا رزق بھی تو آسمان سے آتا ہے۔ ”وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ“ تو اللہ تعالیٰ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو وہیں بلالیں تو کیا ان کو وہاں رزق نہیں دیا جاسکتا......؟

قسم قسم کی مخلوق

پروفیسر عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ نے (شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کی خدمت میں) عرض کیا کہ: کراچی کے ایک اخبار میں آیا تھا کہ امریکا میں ایک عورت ہے جس نے بہت عرصہ کچھ کھایا نہیں اور بدستور کام کرتی رہتی ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے کہا کہ: ایسا ہی ایک اخبار میں آیا تھا کہ امریکا میں ایک عورت بہت عرصے سے سوئی ہوئی ہے (غالباً پچیس سال بتائے تھے) فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی قسم قسم کی مخلوق ہے۔“

......مولانا محمد ابراہیم رحمہ اللہ (میاں چنوں والے) نے کہا: میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب ”براہین احمدیہ“ کے چند صفحات دیکھے تھے۔ سیاہی ہی سیاہی قلب پر آگئی۔ پھر میں نے کتاب بند کردی۔ حضرت نے فرمایا: ”اس کی کتابیں دیکھنی ہی نہ چاہئیں۔“ پھر حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”مولوی احمد رضا خان بریلی نے

ایک دفعہ مرزائیوں کی کتابیں اس غرض سے منگوائی تھیں کہ ان کی تردید کریں گے۔ میں نے بھی دیکھیں۔ قلب پر اتنا اثر ہوا کہ اس طرف میلان ہوگیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ سچے ہیں۔ حکیم نورالدین بھیردی سے ملاقات ہوئی۔ پھر اس کا سارا قصہ بیان فرمایا۔ حکیم مذکور نے حضرت سے فرمایا: ''ہمیں انوار نظر آتے ہیں۔ تکلم باری ہوتا ہے۔'' فرمایا: ''میں نے استخارہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کی کہ اے اللہ! ہمیں حق دکھاوے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ اس طرف سے طبیعت بالکل ہٹ گئی۔''

''بچو! وہ تو کافر ہے''

✿...... حضرت رائے پوری ؒ نے فرمایا: ''ڈاکٹر محمد امیر خان صاحب بھی پہلے قادیانی رہ چکے ہیں۔ پھر ڈیرہ دون کے ایک بزرگ سے ملے۔ ان کی دعا سے توبہ کی توفیق ہوگئی۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ: میں جب ان کے پاس گیا اور پڑھنے کے لئے کچھ ورد و وظیفہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''اپنے پیر سے پوچھ لو۔'' اور فرمایا: ''کیا تمہارا کوئی پیر ہے؟'' میں نے کہا: میرا پیر غلام احمد قادیانی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''بچو! وہ تو کافر ہے۔'' میں حیران ہوا کہ مجھے ''بچو'' کہتے ہیں اور میرے پیر کو کافر کہتے ہیں۔ لیکن ان کا ایسا تصرف ہوا کہ میرا دل ادھر سے پھر گیا اور میں نے مرزائیت سے توبہ کی اور انہی بزرگ سے بیعت ہوگیا۔''

قادیان کا ناپاک گندا پانی

✿...... نیز حضرت رائے پوری ؒ نے اپنا ایک خواب بیان فرمایا کہ: ''میں نے خواب دیکھا کہ قادیان میں ناپاک گندے پانی میں کھڑا ہوں اور مجھے کسی آدمی نے پکڑ کر وہاں سے باہر نکال دیا۔''

✿...... مولانا عبدالرحمٰن صاحب میانوی ؒ مشہور مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت نے فرمایا کہ: ایک بار موسم گرما میں ماہ رمضان المبارک گزارنے کے لئے حضرت مری تشریف رکھتے تھے۔ میں بھی ایک شدید مرض سے افاقے کے بعد مری چلا گیا اور حضرت کی صحبت میں رہنے لگا۔ ایک روز تبلیغی جماعت کے ایک صاحب سے میری کچھ بحث چل پڑی۔ اس میں کچھ تلخی کی باتیں بھی ہوگئیں۔ دوسرے روز حضرت وضو فرمانے لگے تھے کہ ان صاحب نے میری شکایت کی۔ حضرت وضو سے رک گئے اور رنجیدہ

لہجے میں فرمایا: ''مجھ سے ان حضرات کی شکایت نہ کیا کرو۔ آج کے زمانے میں حضورﷺ کی عزت وناموس پران کی طرح جان نثار کرنے والا کون ہے؟ حضورﷺ کی محبت میں ان کو میں صحابہ ؓ کے نقش قدم پر دیکھ رہا ہوں۔ آئندہ کوئی اس جماعت کی مجھ سے شکایت نہ کرے۔''

۞...... وطن (ڈھڈیاں) میں کچھ عرصہ قیام کے بعد دوبارہ رائے پور تشریف کا عزم کیا۔ روانہ ہونے لگے تو آپ کے چچازاد بھائی مولوی سعداللہ ؒ کے بیٹے مولوی امام الدین ؒ نے جو کہ بیمار تھے فرمائش کی کہ مجھے راستے میں حکیم نورالدین کو دکھاتے چلو۔ حکیم نورالدین بھیرہ کا رہنے والا تھا اور حضرت کے خاندان کے بزرگوں کا شاگرد بھی تھا۔ اس تعلق کی وجہ سے آپ اپنے چچازاد بھائی کو لے کر قادیان پہنچے۔ آپ کے والد کے شاگرد حافظ روشن دین بھی آپ کے ساتھ تھے۔ سات آٹھ روز حکیم مذکور کے مہمان رہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ عصر کے بعد سے ان کی مجلس عام ہوا کرتی تھی۔ قسم قسم کے لوگ آتے اور مسئلے مسائل پوچھتے رہتے تھے۔

ایک روز تنہائی میں، میں نے ان سے پوچھا کہ: ''آپ جو کہتے ہیں کہ حق صرف ہمارے پاس ہی ہے اور باقی سب باطل پر ہیں اور قرآن ان کے دلوں میں نہیں اترا ہے۔ تو اس کی دلیل کیا ہے کہ آپ ہی حق پر ہیں اور دوسرے باطل پر؟'' انہوں نے کہا: ''ہمیں انوار نظر آتے ہیں۔'' اور کہا کہ: ''مجھے تو مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ آریوں اور عیسائیوں کے ردّ میں ایک کتاب لکھو۔ میں نے لکھ دی۔ میرا سلوک تو اسی میں طے ہوگیا۔'' میں نے کہا کہ: ''انوار تو دوسروں کو بھی نظر آتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہندوؤں کو بھی؟'' وہ خاموش ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگے: ''ہم سے مکالمہ باری ہوتا ہے۔'' اس پر میں خاموش ہوگیا۔ کیونکہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ دوسروں کو مکالمہ باری ہوتا ہے یا نہیں۔ چونکہ میں رائے پور شریف سے ہوکر گیا تھا۔ میں نے اتنا کہا: ''تم حق پر ہو یا نہ ہو، جس شخص کو میں (رائے پور میں) دیکھ کر آیا ہوں، وہ ضرور باطل پر نہیں ہے۔ یقیناً حق پر ہے۔'' میں نے حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری ؒ کو قرآن مجید پڑھتے بھی دیکھا تھا۔ تہجد میں طویل تلاوت فرماتے تھے۔ کبھی رو رہے ہیں۔ جب عذاب کا ذکر آتا تو رو رو کر استغفار پڑھ رہے ہیں۔ ہاتھ جوڑ رہے ہیں۔ اسی طرح جب آیات رحمت کی تلاوت کرتے تو خوش ہو رہے ہیں اور سکوت ہے۔

میں نے سمجھا کہ یہ بھی غلط ہے کہ دوسروں کے دلوں میں قرآن نہیں اترا۔ اگر میں نے حضرت کو نہ دیکھا ہوتا تو میں تو قادیانی بن گیا ہوتا۔

قادیان سے آپ کے ساتھی تو وطن کو واپس ہو گئے اور ہم سہارنپور سے ہوتے ہوئے رائے پور شریف پہنچ گئے۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے ذکر کی کیفیت پوچھی۔ آپ نے کسر نفسی سے فرمایا کہ: ''حضرت! میں تو غبی ہوں۔ اپنے اندر کچھ نہیں پاتا۔'' پھر جو کیفیت تھی وہ عرض کی۔ حضرت نے فرمایا: ''الحمد للہ!'' اسی حاضری میں بیعت سے مشرف ہوئے اور رائے پور شریف میں مستقل قیام کا ارادہ فرمالیا۔ ایک روز اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے دریافت فرمایا: ''مولوی صاحب! آپ کے پیچھے کتنے لوگ ہیں؟'' فرمایا: ''والدہ، بیوی اور دو بھائی!'' فرمایا: ''یہ تو بڑا کنبہ ہے۔ ہمارا تو جی چاہتا تھا کہ ہم آپ اکٹھے رہتے۔'' عرض کیا: ''حضرت! سب کے ہوتے ہوئے بھی میرا کوئی نہیں ہے۔ میں تو یہ نیت لے کر آیا تھا کہ ساتھ ہی رہوں گا۔'' چنانچہ کچھ ہی عرصے بعد جب وہاں رائے پور ہی میں آپ کو اہلیہ کے انتقال کی خبر ملی اور آپ نے حضرت کی خدمت میں اطلاعی خط پیش کیا تو حضرت نے کچھ ایسے کلمات فرمائے جن سے مترشح ہوتا تھا کہ حکمت الٰہی کسی دوسرے کام کے لئے یکسو بنانا چاہتی ہے۔

حضرت فرماتے تھے کہ: میں نے ایک مرتبہ موقع دیکھ کر اپنے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ: ''قادیانی، انوار کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کو نماز وغیرہ میں بہت حالات اور کیفیات پیش آتی ہیں اور گریہ وحشت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟'' حضرت سنبھل کر بیٹھ گئے اور جوش سے فرمایا: مولوی صاحب سنو! ''وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى''

مولانا محمد حیات رحمہ اللہ اپنے ساتھ ایک رسالہ بہائیوں کے متعلق جو مرزائیوں نے شائع کیا ہے، لائے اور حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ: مرزا قادیانی اور بہاء اللہ ایرانی میں یہ فرق ہے کہ مرزا قادیانی بزدل تھے۔ انہوں نے آہستہ آہستہ زمین ہموار کرنے کے بعد دعویٰ نبوت کیا۔ لیکن بہاء اللہ نے کھلے طور پر اور حکومت کی مخالفت کے باوجود دعویٰ نبوت کیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ قرآن اور

شریعت اسلام اب منسوخ ہوگئی۔اس کے بعد مولانا موصوف نے قادیانیت کے ردّ میں ایک مختصر تقریر فرمائی۔ آخر میں فرمایا کہ:''اگر بالفرض مرزا قادیانی بڑے نماز گزار، تہجد خوان اور پرہیزگار بھی ہوتے اوران کی ساری پیشین گوئیاں مولانا ثناء اللہ والی، عبداللہ آتھم والی، محمدی بیگم والی اور ڈاکٹر عبدالحکیم والی بھی صحیح ثابت ہوجائیں تو بھی ان کا دعویٰ نبوت غلط ہوتا اوروہ شریعت اسلامیہ کی رو سے کافر اور مرتد ہوتے۔کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ:''لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ''اورقرآن مجید نے حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق''خاتم النبیین'' کہہ دیا ہے۔مرزا کا علاج تو بس ایک ہی تھا، جوکہ صحابہ کرام ؓ نے مسیلمہ کذاب کا کیا تھا کہ نہ اس کی کوئی بات سنی، نہ اس کو کسی دلیل سے جواب دیا۔ بلکہ اس کے ساتھ وہی کیا جو مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔اب ہم مسلمانوں کی کمزوری ہے کہ ہم سے صحابہ ؓ والا کام نہ ہوسکا۔تاہم کمزور ایمان کے ساتھ جتنا کچھ ہوسکے خالی از اجروثواب نہیں ہے اورلسانی جہاد میں شامل ہے۔

- آپ نے حضرت جالندھری ؒ کو حکم فرما کر مجلس تحفظ ختم نبوت سے شہادت القرآن شائع کرائی۔
- حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی ؒ نے حکم فرما کر''قادیانیت ایک تجزیہ'' شائع کرائی۔صرف آپ نہیں آپ کے جملہ خلفاء بھی عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے صف اوّل کے رہنماؤں میں شامل تھے۔

(۶۲۰)

عبدالقادر ؒ (سات گڑھی)،مولانا

''رد الشبہات القادیانیہ، بالاحادیث والایات القرآنیہ ''

حضرت مولانا عبدالقادر ؒ ساکن مقام سات گڑھ پیرم پیٹ ضلع شمالی ارکاٹ کی تالیف ہے جو شوال ۱۳۱۳ھ مطابق مارچ ۱۸۹۶ء میں مطبع نامی شہر کانپور میں شائع ہوئی۔دہلی میں مولانا محمد بشیر سہسوانی ؒ اور ملعون قادیان کا تحریری مباحثہ ہوا۔جسے ملعون قادیان نے''مباحثہ دہلی'' اور مولانا محمد بشیر صاحب نے''الحق الصریح فی حیات المسیح ''کے نام پر

شائع کیا۔ ’’الحق الصریح‘‘ احتساب قادیانیت کی جلد۴۲ میں شائع ہوچکی ہے۔ مباحثہ دہلی میں ملعون قادیان نے جو مزعومہ دلائل پیش کئے اس کتاب میں مولانا عبدالقادر صاحب ؒ نے ان پر محاکمہ کیا ہے اور اب یہ کتاب احتساب قادیانیت جلد۴۶ میں شامل اشاعت ہے۔

(۶۲۱)

عبدالقادر ؒ (ساکن بیگووال ریاست کپورتھلہ)، مولانا

مولانا عبدالقادر ؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتوی دیا کہ:

’’قادیانی کا اعتقاد جو اس کی تصانیف سے ثابت ہے قرآن، حدیث، اجماع صحابہ وتابعین وآئمہ مجتہدین وغیرہ علمائے حق کے خلاف ہے۔ اس کی تصانیف میں معجزات مذکورہ قرآن کا صاف انکار پایا جاتا ہے۔ خداتعالیٰ اسے ہدایت کرے۔‘‘

(۶۲۲)

عبدالقادر سمانوی ؒ، مولانا محمد

مولانا محمد عبدالقادر سمانوی ؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتوی میں لکھا کہ:

’’قادیانی لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ خدا اور اس کے برگزیدہ رسول پر افتراء کرتا ہے۔ اسلام کا پیرو بن کر کفار کے طور طریقے پسند کرتا اور اس ذریعہ سے دنیا کماتا ہے۔‘‘

(۶۲۳)

عبدالقادر ؒ (گجرات)، جناب ڈاکٹر

محترم ڈاکٹر عبدالقادر کا مرتب کردہ رسالہ ’’پیغام حق‘‘ ہے۔ سن طبع معلوم نہ ہوسکا۔ مرزا قادیانی کی انگریز پرستی کے حوالہ جات پر یہ مشتمل ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب مجلس احرار الاسلام گجرات کے امیر تھے۔ آپ نے یہ رسالہ شائع کیا۔ اس پر نمبر:۱ درج ہے۔ لگتا ہے کہ بعد میں دوسرے نمبر بھی موصوف شائع کرنا چاہتے تھے۔ ہوئے یا نہ؟ البتہ ہمیں دستیاب نہ ہوسکے اور جو ملا وہ احتساب قادیانیت جلد۵۴ میں شامل اشاعت ہے۔

(۶۲۴)

عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا صاحبزادہ مفتی

۱۹۱۸ء میں قادیانیوں نے مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوالات کئے۔ مولانا عبدلقادر رحمۃ اللہ علیہ مفتی مدرسہ غوثیہ عالیہ سادھوان نے بھی ان کا جواب تحریر کیا۔ اس کا نام رکھا: ''التحفة القادریه عن اسئلة المرزائیه '' یہ بھی فتاویٰ ختم نبوت کی جلد۳ میں شامل ہے۔

(۶۲۵)

عبدالقدیر امروہی رحمۃ اللہ علیہ، جناب

جناب عبدالقدیر امروہی کا مضمون جو پہلے القاسم دیوبند رجب ۱۳۳۹ھ میں شائع ہوا۔ پھر ''مرزائی احمدیوں کی شرمناک رسوائی'' کے نام پر رسالہ کی شکل میں شائع ہوا۔ اس میں:

۱...... موریشس افریقہ کی مسجد سے قادیانیوں کی قانونی بے دخلی۔

۲...... سیدنا مہدی، سیدنا مسیح علیہم السلام اور قادیانی ملعون۔

۳...... محمدی بیگم کا نکاح اور قادیانی ملعون۔

۴...... سلطان بیگ اور مرزا قادیانی۔

ان چار طریقوں پر مرزائیوں کی رسوائی اور مرزا ملعون قادیانی کے کذب کو واضح کیا گیا ہے۔ نوے سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت کی جلد۳۱ میں شائع کیا گیا۔

(۶۲۶)

عبدالقدیر صمدانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا عبدالقدیر صمدانی رحمۃ اللہ علیہ، قاہرہ مصر کے اخبار ''الفتح'' ۱۰رشعبان ۱۳۵۴ھ کو ''من انصار القادیانیین ''مضمون شائع ہوا۔ جس کا حضرت مولانا عبدالقدیر صمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے اخبار مجاہدین میں پھر اس پمفلٹ کے ذریعہ ترجمہ شائع کیا۔ ساٹھ سال بعد دوبارہ اسے اب احتساب قادیانیت کی جلد ۵۶ میں محفوظ کر کے سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس

کا نام ''مرزائیت اور عیسائیت'' ہے۔ ردقادیانیت پر ان کا دوسرا رسالہ ''ڈھول کا پول'' ہے۔

(۶۲۷)

عبدالقیوم (آزاد کشمیر)، جناب سردار

جناب سردار عبدالقیوم صاحب سابق صدر آزاد کشمیر اور مجاہد اوّل ہمارے اس خطہ کے نامور سیاستدان تھے۔ مرنجاں مرنج طبیعت کے انسان تھے۔ شریف الطبع شخص تھے۔ نوابزادہ نصراللہ خاں کے بعد سیاستدانوں میں انہیں احترام کا خاص مقام حاصل تھا۔ ۱۹۷۳ء میں جب آزاد کشمیر کی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد منظور ہوئی تو اس وقت آزاد کشمیر کے آپ صدر تھے۔

پاکستان حکومت کے اس وقت امور کشمیر کے وفاقی وزیر غالباً ڈاکٹر مبشر حسن تھے اور وہ مذہب سے زیادہ لگاؤ کی بجائے آزاد خیال تھے۔ اس زمانہ میں وفاقی وزیر داخلہ خان عبدالقیوم خان تھے۔ انہوں نے سردار عبدالقیوم صاحب پر بہت دباؤ ڈالا کہ وہ یہ قرارداد واپس لیں۔ یعنی آزاد کشمیر اسمبلی میں اس قرارداد کے خلاف قرارداد منظور کرائیں۔ لیکن سردار صاحب نے دباؤ کو برداشت کیا اور ایسے نہ ہونے دیا۔ اس کا صدقہ تھا کہ اگلے سال ستمبر ۱۹۷۴ء میں پاکستان اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ سردار عبدالقیوم صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ پر تشریف لاتے رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا تاج محمود سے ان کے ذاتی تعلقات تھے۔

(۶۲۸)

عبدالقیوم پراچہ (بھیرہ ضلع سرگودھا)، جناب

جناب عبدالقیوم پراچہ سرگودھا کے رہائشی ہیں۔ قادیانیوں نے ایک رسالہ ''احمدی مسلمان کس غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھیں'' مرتب کیا جو پراچہ صاحب کے مکان کی ڈیوڑھی میں پھینک گئے۔ آپ نے قادیانیوں کے رسالہ کا ''قادیانیوں کا اصل حقیقت سے فرار'' کے نام جواب دیا۔ آپ نے بھی اسے شائع کر کے خوب تقسیم کیا۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۷ میں یہ رسالہ شائع ہو گیا ہے۔

(٦٢٩)

عبدالقیوم سرحدی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا عبدالقیوم بہت بڑے ماہر اور نامور استاذ تھے۔ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، جامعہ محمدیہ اسلام آباد میں منتہی کتب اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ آپ مجلس احرار اسلام گوجرانوالہ کے صدر بھی رہے اور پھر مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کی قیادت سیادت بھی فرمائی۔ آپ کے نام سے قادیانیت کانپتی تھی۔ ایک رات میں کی مسجد کی تعمیر آپ کی قیادت و سعادت کا نتیجہ تھی۔ مولانا سعید الرحمٰن علوی، مولانا زاہد الراشدی، مولانا حافظ محمد یوسف عثمانی ایسے حضرات آپ کے شاگرد رشید تھے۔

(٦٣٠)

عبدالقیوم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

''قادیانی بینک کا دیوالہ...... مرزائی رنگ میں بھنگ'' حضرت مولانا عبدالقیوم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رسالہ تحریر کیا۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ''اشد العذاب علیٰ مسیلمۃ الفنجاب ''مرزا قادیانی سمیت پوری قادیانی برادری کے لئے اشد العذاب ثابت ہوا۔ محمد صدیق قادیانی میرٹھی محاسب قادیانی جماعت میرٹھ اور دوسرے عزیز احمد سیکرٹری تبلیغ قادیانی جماعت پنڈی نے زورآزمائی کی۔ اوّل الذکر نے ایک ٹریکٹ شائع کیا۔ ثانی الذکر نے سیف الجبار نامی ایک پمفلٹ، دونوں کا جواب یہ رسالہ ہے۔ ''قادیانی بینک کا دیوالہ...... مرزائی رنگ میں بھنگ'' مرزا اور مرزائیوں کے کذاب ہونے کی بے شمار اقراری شہادتیں، ان سرخیوں پر مشتمل یہ رسالہ بڑے سائز کے آٹھ صفحات پر شائع ہوا۔ تاریخ اشاعت نہ مل سکی اور اب یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(٦٣١)

عبدالقیوم (ہزارہ)، جناب غازی

(شہادت: ۱۹۳۶ء)

عبدالقیوم خان بن عبداللہ خان، قوم: پٹھان، ساکن: غازی، ضلع ہزارہ، تاریخ پیدائش: ۱۲-۱۹۱۱ء۔

ابتدائی زندگی و تعلیم

غازی عبدالقیوم خان ﷫ کو بچپن ہی سے مذہبی تعلیم کا شوق تھا۔ چھٹی جماعت پاس کر کے گاؤں کے علمائے کرام سے پڑھنا شروع کردیا۔ اکثر قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے۔ سکول چھوڑ کر قرآن مجید کی تعلیم کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوگئے۔ صوم وصلوٰۃ کی آخری وقت تک پوری پابندی کرتے رہے۔

۱۹۳۲ء میں ان کے والد عبداللہ خان صاحب ﷫ انتقال کر گئے۔ ان کی چھ بہنیں تھیں جو اچھے گھرانوں میں بیاہی گئیں۔ ایک بھائی جوان سے بڑے ہیں، ان کا نام ہمایوں خان ہے۔ جو محکمہ امداد باہمی میں بحیثیت ہیڈ کلرک سپرنٹنڈنٹ ملازمت کر کے ریٹائر ہو چکے ہیں۔

جب ان کی عمر ۲۱-۲۲ سال کی ہوئی تو ۱۹۳۴ء میں ان کی شادی کرادی گئی۔ شادی کے چند ماہ بعد ان کو کراچی جانے کا شوق پیدا ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ ان کے حقیقی چچا رحمت اللہ خان وہاں پہلے سے مقیم تھے اور وکٹوریہ گاڑیوں کا کاروبار کرتے تھے۔ چنانچہ یہ کراچی چلے گئے اور اپنے چچا کے ہاں ٹھہرے۔ وہاں بھی ان کا زیادہ تر وقت صدر کی مسجد میں تلاوت قرآن، ذکر اللہ اور نوافل وغیرہ عبادات میں گزرتا تھا۔ اسی دوران انہوں نے مسجد میں چسپاں ایک اشتہار پڑھا۔ واقعات پڑھ سن کر ان کو جوش آ گیا۔ دوسرے ہی دن بازار سے ایک چاقو خریدا اور نتھو رام ہندو کی آئندہ پیشی کا انتظار کرنے لگے۔

''روزگار فقیر'' کے مؤلف فقیر سیّد وحیدالدین صاحب ﷫ اس واقعے کی پوری تفصیل ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

یہ ۱۹۳۳ء کے اوائل کا ذکر ہے، جب سندھ بمبئی میں شامل تھا۔ ان دنوں آریہ سماج حیدرآباد (سندھ) کے سیکریٹری نتھو رام نے ''ہسٹری آف اسلام'' کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ جس میں آقائے دوجہاں، سرکار دوعالم ﷺ کی شان اقدس میں سخت دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا گیا۔ مسلمانوں میں اس کتاب کی اشاعت کے سبب بڑا اضطراب پیدا ہوا۔ جس سے متاثر ہو کر انگریزی حکومت نے کتاب کو ضبط کیا اور نتھو رام پر عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ جہاں اس پر معمولی سا جرمانہ ہوا اور ایک سال قید کی سزا سنائی گئی۔ عدل وانصاف کی اس نرمی نے نتھو رام کا حوصلہ بڑھا دیا اور اس نے دی ایم نیرس جوڈیشنل کمشنر کے یہاں ماتحت عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کردی۔ کمشنر کی عدالت نے اس گندہ دہن، شاتم رسول کی ضمانت منظور کر لی۔ اس

سے مسلمانوں کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ بہت مضطرب اور فکر مند تھے کہ توہین رسول کے اس فتنے کا سدباب آخر کس طرح کیا جائے؟ ہزارہ کا رہنے والا عبدالقیوم نام کا ایک نوجوان تھا، جو کراچی میں وکٹوریہ گاڑی چلاتا تھا۔ جونا مارکیٹ کی کسی مسجد میں اس نے اس واقعے کی تفصیل سنی اور یہ معلوم کر کے کہ ایک ہندو نے حضور سرور کائنات ﷺ کی توہین کی ہے۔اس کے غم و اضطراب اور اندوہ وملال کی کوئی حد نہ رہی۔ ستمبر ۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے کہ مقدمہ اہانت رسول کے ملزم نتھورام کی اپیل کراچی کی عدالت میں سنی جا رہی تھی۔ عدالت دو انگریز ججوں کے بنچ پر مشتمل تھی۔ عدالت کا کمرہ وکیلوں اور شہریوں سے بھرا ہوا تھا۔ غازی عبدالقیوم نہایت اطمینان کے ساتھ دوسرے تماشائیوں کے ساتھ وکلاء کی قطار کے پیچھے نتھورام کی برابر والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ عین مقدمے کی سماعت کے دوران وہ اپنا تیز دھار چاقو لے کر نتھورام پر ٹوٹ پڑا اور اس کی گردن پر دو بھرپور وار کئے۔ نتھورام چاقو کے زخم کھا کر زور سے چیخا اور زمین پر لڑکھڑا کر گر پڑا۔ غازی عبدالقیوم نے پولیس کی گرفت سے بچنے اور فرار ہونے کی ذرہ برابر کوشش نہیں کی۔ اس نے نہایت ہنسی خوشی کے ساتھ اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ انگریز جج نے ڈائس سے اتر کر اس سے پوچھا:

''تم نے اس شخص کو کیوں قتل کیا؟''

غازی عبدالقیوم نے عدالت میں جارج پنجم کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ:

''یہ تصویر تمہارے بادشاہ کی ہے؟ کیا تم اپنے بادشاہ کی توہین کرنے والے کو موت کے گھاٹ نہیں اتار دو گے؟ اس ہندو نے میرے آقا اور شہنشاہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ جسے میری غیرت برداشت نہ کر سکی۔''

غازی عبدالقیوم پر مقدمہ چلا۔ اس نے اقبال جرم کیا۔ آخر کار سیشن جج نے سزائے موت کا حکم سنایا۔ غازی عبدالقیوم نے فیصلہ سن کر فرمایا:

''جج صاحب! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے موت کی سزا دی۔ یہ ایک جان کس گنتی میں ہے؟ اگر میرے پاس لاکھ جانیں بھی ہوتیں تو ناموس رسالت پر نچھاور کر دیتا۔''

اس فیصلے کے خلاف ہائیکورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی۔ دیندار مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ غازی عبدالقیوم کا قانونی دفاع کرنے کے لئے سامنے آ گیا۔ سیّد محمد اسلم بار ایٹ لاء کو عبدالقیوم کی پیروی کی سعادت حاصل ہوئی۔ لیکن اس مرد مجاہد (عبدالقیوم) نے پہلی ہی ملاقات میں اپنے قانونی مشیر پر واضح کر دیا کہ: ''میں نے ماتحت عدالت میں جو اقبالی بیان دیا ہے، اس

کے خلاف کچھ کہہ کر اپنی عاقبت خراب نہیں کروں گا۔" سید محمد اسلم نے مقدمے کی تیاری جاری رکھی اور شہادتوں کے سلسلے میں علامہ اقبال ؒ، مولانا ابوالکلام آزاد ؒ، مولانا ظفر علی خان ؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ جیسے ملک کے ممتاز علماء کو بطور گواہ طلب کرانے کی درخواست کی تاکہ وہ اسلامی نقطۂ نظر واضح کرسکیں۔ لیکن عدالت نے یہ درخواست مسترد کردی۔ مقدمہ صفائی کی ساری بنیاد اس نکتے پر رکھی گئی تھی کہ:

"یہ ایک مسلمان کا ایمان وعقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص ناموس رسالت پر حملہ کرے تو وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دے۔"

اپیل کی سماعت جسٹس "Dadibamehta" اور نو ارکان جیوری کے سامنے شروع ہوئی۔ جیوری چھ انگریزوں، دو پارسیوں اور ایک گوانی عیسائی ممبر پر مشتمل تھی۔ عدالت کے باہر کم وبیش پچیس ہزار مسلمانوں کا ایک بڑا ہجوم فیصلے کا منتظر تھا۔ ایڈووکیٹ جنرل کے دلائل کے بعد غازی عبدالقیوم کے پیروکار محمد اسلم نے صفائی کا موقف پیش کیا۔ انہوں نے مقدمے کے بنیادی نکات اور اقدام قتل کے محرکات پر تین گھنٹے تک مدلل بحث کی۔ ان کی تقریر کے بعض حصے اس قدر اہم تھے کہ انہیں قانون وانصاف کی تاریخ میں ہمیشہ زریں حروف میں لکھا جائے گا۔

انہوں نے "اشتعال" کے قانونی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے یہ نکتہ پیش کیا: "سوال یہ نہیں ہے کہ عبدالقیوم کا اقدام ملک کے قانون کے خلاف ہے۔ سوال یہ ہے کہ عبدالقیوم نے یہ اقدام انتہائی اشتعال کے عالم میں کیا ہے تو کیوں نہ اسے وہ کم سے کم سزا دی جائے جس کی اجازت دفعہ ۳۰۲ کے تحت قانون نے دے رکھی ہے۔ اگر موجودہ قانون زمین کے چھوٹے ٹکڑے یا کسی عورت کے معاملے میں قاتل کو "اشتعال" کی رعایت دیتا ہے تو رعایت کا یہ اصول عبدالقیوم کے مقدمے میں کیوں قابل قبول نہیں ہے؟ جبکہ ایک مسلمان کے لئے ناموس رسالت پر حملے سے زیادہ اور کوئی اشتعال انگیزی نہیں ہوسکتی۔"

وکیل صفائی کی تقریر کے دوران میں جج نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ: "کیا آپ کے اس اظہار خیال سے فرقہ وارانہ کشیدگی میں اضافہ نہیں ہوگا؟" سید محمد اسلم نے اس موقع پر جواب دیا:

"جناب والا! مسلمان، حکومت، ہندو اکثریت کو یہ سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے ہیں کہ ان کے لئے رسول اللہ (ﷺ) کی محبت کیا حیثیت رکھتی ہے اور اس بارے میں مسلمانوں کے جذبات کیا ہیں۔ مگر ان دونوں نے ذرا توجہ نہیں دی۔ اب مجھے عدالت میں یہ واضح کرنے کا موقع

ل رہا ہے کہ جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے وہ ناموس رسالت کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز اور قوت کو ختم کر کے رہے گا۔ اس معاملے میں مسلمان کو تعزیرات ہند کی پروا ہے نہ پھانسی کے پھندے کی۔"

غازی عبدالقیوم کے پیروکار سید محمد اسلم نے اقدام قتل کے لئے "اشتعال" کے مفہوم کی اہمیت پر جو قانونی نکتہ پیش کیا تھا۔ اگر وہ تسلیم کر لیا جاتا تو ناموس رسالت پر حملہ کرنے کی مذموم تحریک ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی اور آئندہ کوئی اس جسارت کا تصور بھی نہ کر سکتا۔ لیکن عدالت عالیہ نے یہ اپیل خارج کر دی۔ غازی عبدالقیوم کے لئے سزائے موت بحال رہی پر جوش اور مضطرب مسلمانوں کے لئے یہ وقت بڑی آزمائش کا تھا۔ بالآخر فروری ۱۹۳۶ء میں کراچی کے مسلمانوں کا ایک وفد حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لاہور بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ وفد جس میں مولوی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ، عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ شامل تھے، لاہور پہنچا اور میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس مقدمے کی روئیداد تفصیل کے ساتھ سنائی۔ اس کے بعد عرض کیا کہ: "آپ وائسرائے سے ملاقات کریں۔ اپنے اثر ورسوخ کو کام میں لائیں اور انہیں اس پر آمادہ کریں کہ غازی عبدالقیوم کی سزائے موت عمر قید سے بدل دی جائے۔" وفد نے اصرار کے ساتھ کہا کہ: "آپ نے سعی وتوجہ فرمائی تو پوری توقع ہے کہ غازی عبدالقیوم کی جانب سے رحم کی اپیل حکومت ہند ضرور منظور کر لے گی۔"

علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وفد کی گفتگو سن کر دس بارہ منٹ تک بالکل خاموش رہے اور گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ وفد کے ارکان منتظر اور مضطرب تھے کہ دیکھئے علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں؟ توقع یہی تھی کہ جواب اثبات میں ملے گا کہ عاشق رسول کا معاملہ دوسرے عاشق رسول کے سامنے پیش ہے۔ اس سکوت کو پھر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ہی کی آواز نے توڑا۔ انہوں نے فرمایا: "کیا عبدالقیوم کمزور پڑ گیا ہے؟" ارکان وفد نے کہا: "نہیں! اس نے تو ہر عدالت میں اپنے اقدام کا اقبال اور اعتراف کیا ہے۔ اس نے نہ تو بیان تبدیل کیا اور نہ لاگ لپیٹ اور ایچ پیچ کی کوئی بات کہی۔ وہ تو کھلے خزانے کہتا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے۔ مجھے پھانسی کے پھندے سے بچانے کی کوشش مت کرو۔"

وفد کی اس گفتگو کو سن کر علامہ کا چہرہ تمتما گیا۔ انہوں نے برہمی کے لہجے میں فرمایا: "جب وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے تو میں اس کے اجر وثواب کی راہ میں کیسے حائل ہو سکتا ہوں؟ کیا تم چاہتے ہو کہ میں ایسے مسلمان کے لئے وائسرائے کی خوشامد کروں جو زندہ رہا تو

غازی ہے اور مرگیا تو شہید ہے؟''

علامہ اقبال ؒ کے لہجے میں اس قدر تیزی اور سختی تھی کہ وفد کے ارکان اس سلسلے میں پھر کچھ اور کہنے کی جرأت نہ کر سکے۔ وفد کراچی واپس ہوگیا۔

غازی عبدالقیوم کو جس دن پھانسی دی گئی، کراچی کی تاریخ میں وہ دن مسلمانوں کے جوش واضطراب کا یادگار دن تھا۔ دلوں میں یہ جذبہ موجزن تھا کہ کاش! یہ شہادت ہمیں میسر آتی۔

لاہور میں غازی علم الدین اور کراچی میں غازی عبدالقیوم کے ان واقعات کا علامہ اقبال ؒ نے بہت زیادہ اثر قبول کیا تھا اور اپنے اس قلبی تأثر کو تین شعروں میں بیان فرمادیا۔ یہ اشعار ''لاہور اور کراچی'' کے عنوان سے ''ضرب کلیم'' میں شائع ہو چکے ہیں۔ مگر غازی عبدالقیوم کے لئے رحم کی درخواست کے اس واقعے کی روشنی میں ان اشعار کا مفہوم کچھ اور زیادہ ابھرتا ہے:

لاہور اور کراچی

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور
موت کیا شے ہے؟ فقط عالم معنی کا سفر

ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خون جن کا حرم سے بڑھ کر

آہ! اے مرد مسلماں، تجھے کیا یاد نہیں؟
حرف ''لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ''

(۶۳۲)

عبداللطیف افضل گجراتی، جناب

(پیدائش:۱۹۰۹ء ...... وفات:۲؍اگست ۱۹۹۰ء)

جناب عبداللطیف افضل گجرات کے معروف پنجابی اور اردو کے شاعر تھے۔ مجلس احرار سے وابستہ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ کے نیازمند تھے۔ مرزائیت کے خلاف میدان عمل میں نمایاں رہے۔ ''محکوم مسلم، کھینچواں نبی، بشیر چتر، بخاری کا ڈنڈا'' جناب عبداللطیف گجراتی نے چار نظمیں پنجابی زبان میں تحریر کیں۔ پہلی نظم کا نام ''کھینچواں نبی'' ہے۔ دوسری نظم کا نام ''بشیر چتر'' ہے۔ یہ نظم مولانا سید داؤد غزنوی کی زیر صدارت احرار تبلیغ کانفرنس لائل پور میں پڑھی گئی۔ تیسری نظم کا نام ''محکوم مسلم'' ہے۔ یہ نظم حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی زیرصدارت راولپنڈی کے اجتماع میں پڑھی گئی۔ چوتھی نظم کا نام ''بخاری دا ڈنڈا'' ہے۔

چار نظموں پر مشتمل یہ رسالہ تقسیم سے قبل شائع ہوا۔ محترم جناب کا مرید عبدالکریم احراری وزیرآبادی نے اسے شائع کیا۔ یہ چاروں نظمیں احتساب قادیانیت کی جلد۳۱ میں شائع شدہ ہیں۔

(۶۳۳)

عبداللطیف انور (شاہ کوٹ)، مولانا

(وفات: ۲۰/اکتوبر۲۰۱۵ء)

عبداللطیف ۱۹۴۰ء میں ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ تقسیم کے وقت آپ کا خاندان شاہ کوٹ میں آ کر آباد ہوا۔ شاہ کوٹ میں ایک مندر ہوا کرتا تھا اس کے احاطہ میں مسجد بنانے کا پروگرام بنا۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری ؒ نے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس وقت عبداللطیف سکول میں پڑھتے تھے۔ عبداللطیف کے والد گرامی نے ان کے لئے رشتہ مولانا حافظ غلام محمد صاحب جالندھری ؒ (مدفون جنت البقیع مدینہ منورہ) سے طلب کیا۔ تب حافظ صاحب مری میں پڑھاتے تھے، وہ رشتہ دیکھنے کے لئے شاہ کوٹ آئے تو عبداللطیف کے والد گرامی کو آمادہ کیا کہ اس صاحبزادہ کو دین کے لئے وقف کر دیں۔ انہوں نے آمادگی ظاہر کی۔ صبح سیر پر جانے کے وقت حافظ غلام محمد صاحب مرحوم نے عبداللطیف کو ہمراہ کیا اور دین کی تعلیم کے لئے ترغیب دی۔ یہ بھی مان گئے۔ حالانکہ میٹرک کے امتحانات ہونے والے تھے لیکن سب کچھ چھوڑ کر دینی تعلیم کے لئے عزم بالجزم کر لیا۔ مولانا حافظ غلام محمد صاحب ؒ نے عبداللطیف ؒ کے تمام سوٹ منگوائے جتنی پتلونیں تھیں وہ قینچی سے دو دو حصہ کر دیں۔ قمیصوں کے کالر کاٹ دیئے۔ شلواریں سلیں، بستر تیار ہوا، جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ''ناظم صاحب'' مولانا حبیب اللہ فاضل جالندھری ؒ کے نام رقعہ لکھ کر حافظ غلام محمد صاحب ؒ نے دیا اور عبداللطیف صاحب جامعہ رشیدیہ ساہیوال جا پہنچے، داخلہ رقعہ دیکھتے ہی ہو گیا۔ البتہ حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی ؒ کے دل میں گھر عبداللطیف ؒ نے اپنی نیازمندانہ وصالح طبیعت سے خود بنا لیا۔ جامعہ رشیدیہ ایسے گئے کہ آٹھ سال بعد وہاں سے مولانا عبداللطیف ؒ بن کر نکلے۔ یہ ۱۹۶۴ء کے لگ بھگ کی بات ہو گی۔ مولانا عبداللطیف ؒ فارغ التحصیل عالم دین بن کر آئے تو مندر والی مسجد کی قسمت جاگ اٹھی۔ آپ نے جامعہ اشرفیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ حفظ و ناظرہ اور

کتب کے درجات میں تعلیم شروع ہوئی ایک وقت تھا کئی حفظ کی کلاسیں ہوتی تھیں اور کتب کے کئی درجات میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہوتی تھی۔ مولانا عبداللطیف صاحب ؒ نے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری ؒ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی۔ حضرت شیخ التفسیر ؒ کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا عبیداللہ انور ؒ سے بیعت ہوئے تو یوں مولانا عبداللطیف انور ؒ ہوگئے۔ مولانا عبداللطیف انور ؒ خوبیوں کا گلدستہ تھے۔ لیکن ان کی چار خوبیاں ان کی شخصیت میں ارکان اربعہ شمار ہوتے تھے:

۱...... مولانا بلاء کے بہادر اور شیر دل تھے۔

۲...... مولانا دین کے ہر کام میں بڑی مستعدی سے پیش پیش ہوتے تھے۔

۳...... مولانا عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کبھی بھی کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔

۴...... مولانا کا اپنے مرشد سے والہانہ ومخلصانہ تعلق تھا، اس میں ہمیشہ اضافہ ہوا کبھی کمی واقع نہیں ہونے دی۔

فقیر راقم کی، مولانا عبداللطیف انور سے واقفیت ۱۹۶۸ء کے اواخر یا ۱۹۶۹ء کے اوائل میں ہوئی۔ عمر، علم، تجربہ ہر چیز میں فقیر سے بڑے تھے۔ واقعہ یہی ہے کہ وہ بہت بڑے تھے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں پیپلز پارٹی کے ٹکٹ سے جو قادیانی امیدوار کھڑے ہوئے ان میں چوہدری انور حسین ایڈووکیٹ شیخوپورہ، قادیانی گروہ پنجاب کے صدر کے بیٹے چوہدری بشیر حسین انور قادیانی بھی تھے جو مانانوالہ بار، شاہ کوٹ اور پنواں وغیرہ کے حلقہ سے صوبائی اسمبلی کے امیدوار تھے۔ مانانوالہ بار میں قادیانیوں کے خلاف منڈی میں پہلا بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر ؒ اور فقیر راقم کے بیان ہوئے۔ استاذ محترم مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر ؒ تو پروگرام کے مطابق اگلے سفر پر روانہ ہوگئے۔ فقیر راقم کی اس حلقہ میں مستقل تا اختتام الیکشن ڈیوٹی لگی۔ تب شاہ کوٹ اس حلقہ کا ہیڈ آفس اور مانوالہ بار سب آفس مقرر ہوئے ایک ویگن پر اسپیکر لگا کر گاؤں گاؤں، قریہ قریہ دن رات سفر ہوتے تھے۔ مولانا عبداللطیف انور ؒ، ان سرگرمیوں میں ہمراہ ہوتے تھے۔ اکثر پروگرام ان کی ہدایات پر تشکیل ہوتے، اگر وہ سفر میں ساتھ نہ ہوں تو ان کے مدرسہ کے کوئی استاذ وطالب علم ضرور ہم سفر ہوتے تھے۔ ایک جنون تھا کہ دن رات چین نہ لینے دیتا تھا۔ تب اس علاقہ کے دورہ کے لئے مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ جیسی عبقری شخصیت جو مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ کے شاگرد، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ کے معتمد خاص اور مولانا سید عطاء اللہ

شاہ بخاریؒ کے گرامی قدر رفقاء میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ایک زمانہ میں وہ مجلس احرار پنجاب کے صدر بھی رہے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی ناظم اعلیٰ، ۱۹۷۰ء میں وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ تھے۔ مولانا عبداللطیف انورؒ نے دو تین دن اس علاقہ کے دورہ کے لئے طلب کئے حضرت جالندھریؒ تشریف لائے دھواں دھار طوفانی دورہ ہوا، مولانا عبداللطیف انورؒ کے پاؤں زمین پر نہ لگتے تھے۔ایک جنون سا سوار تھا۔

شاہ کوٹ کے قریب ایک گاؤں میر پور ہے۔آرائیں برادری کی وہاں اکثریت ہے۔ گاؤں کا نمبر دار حضرت جالندھریؒ اور مولانا عبداللطیف انورؒ کو جانتا تھا وہ بھی آرائیں اور جالندھری تھا لیکن پیپلز پارٹی میں ہونے کے باعث وہ جلسہ کے لئے رکاوٹ کا باعث بن گیا۔ اس نے بدتمیزی تو نہیں کی، البتہ لب ولہجہ اس کا چودھریوں والا تھا۔مولانا عبداللطیفؒ سامنے ڈٹ گئے۔ حضرت جالندھریؒ نے بڑی فراست سے معاملہ رفع دفع کرایا۔ جلسہ عام کی بجائے ایک بیٹھک میں خاص خاص حضرات کو جمع کر کے قادیانی کفران پر واضح کیا۔رب کی شان کہ یہ نمبر دار چودھری کچھ عرصہ بعد دماغی عارضہ میں نمونہ عبرت بن گیا۔غرض مولانا عبداللطیف انورؒ نے بڑی جرأت سے اس الیکشن میں قادیانیوں کو دن میں تارے دکھائے۔پیپلز پارٹی کے سبب وہ بشیر قادیانی سیٹ تو نکال لے گیا لیکن قادیانیت کو گاؤں گاؤں مولانا عبداللطیف انورؒ نے الم نشرح کر دیا۔

مولانا عبداللطیف انورؒ نے ایک بار چک بھوڑو میں ختم نبوت کا جلسہ رکھا مولانا قاری عبدالحیٔ عابدؒ، مولانا امداد الحسن نعمانی حال برطانیہ۔فقیر راقم سمیت مولانا عبداللطیف انورؒ قافلہ لے کر گاؤں پہنچے، عشاء کی نماز ہو چکی تھی نمازیوں نے جانا شروع کیا، امام صاحب سمیت مسجد خالی ہوگئی، سردی کا زمانہ تھا مسجد کے ہال میں ہم مسافر جمع ہوئے مولانا عبداللطیف انورؒ نے سپیکر کھولا، تلاوت، نظم، اعلان ہوا قادیانیوں نے مسجد کو گھیر کر ہوائی فائرنگ شروع کر دی مولانا نے مسجد کی کھڑکیاں دروازے بند کئے سپیکر میں قادیانیوں کو للکارا، فقیر کا بیان شروع کرایا۔اللہ دے، بندہ لے۔فقیر نے بھی مولانا عبداللطیفؒ کی قائم کردہ دیوار پر وار لگانے شروع کئے۔ قادیانی پسپا ہوئے۔اب ایک ایک کر کے مسلمان آنا شروع ہوئے، مسجد بھر گئی۔ رات تین بجے تک جلسہ ہوا۔ یوں مولانا مرحوم نے قادیانیوں کی سیلابی کیفیت کے سامنے بند باندھ دیا۔تین بجے رات کھانا جو شاہ کوٹ سے پکوا کر ہمراہ لائے تھے کھایا اور پیدل شاہ کوٹ کے لئے قافلہ نے چلنا شروع کیا ان سنگین حالات میں رات کا یہ سفر، ہے کوئی

بہادری کی انتہاء؟ مولانا عبداللطیف انور رحمہ اللہ صبح شاہ کوٹ پہنچے تو مؤذن نے کہا اللہ اکبر! واقعی اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑے ہیں۔

اسی طرح سانگلہ ہل کے قریب غالباً چک ۴۵ مرڑ ہے۔ وہاں دوستوں نے جلسہ کا اہتمام کیا۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ، مولانا اللہ یار ارشد رحمہ اللہ، مولانا عبداللطیف انور رحمہ اللہ کو بلوایا۔ جلسہ پر قادیانیوں نے پابندی لگوادی۔ مہمان علماء بیان کئے بغیر واپس ہوگئے۔ پھر دوبارہ اعلان جلسہ ہوا۔ علماء آئے لیکن پابندی لگ گئی۔ غالباً تیسری بار جلسہ کا اعلان کیا۔ پہلے منظوری حاصل کی۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ، مولانا عبداللطیف انور رحمہ اللہ اور فقیر راقم کو بلوایا۔ جلسہ کے روز مغرب کی نماز مولانا فقیر اللہ اختر اور فقیر راقم نے سانگلہ ہل میں پڑھی۔ نماز کے بعد مولانا عبداللطیف انور رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ہمراہ مکان پر گئے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ لیٹے ہوئے تھے۔ ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ منظوری کینسل ہوگئی ہے۔ جلسہ نہیں ہورہا۔ نہ معلوم کہ فقیر نے کیسے عرض کردیا کہ جلسہ ہوگا۔ کوئی منظوری کینسل نہیں ہوئی۔ قادیانیوں اور پولیس کی ملی بھگت ہے کوئی پابندی نہیں۔ میں (فقیر راقم) جلسہ کے لئے چک ۴۵ مرڑ چلتا ہوں۔ آپ حضرات اطلاع ملنے پر آجائیں، جلسہ ہوگا۔ اس دفعہ خالی واپس نہیں جانا۔ جلسہ کر کے جانا ہے۔ مولانا عبداللطیف انور رحمہ اللہ کا چہرہ تمتما اٹھا۔ فقیر نے ان کو علیحدہ لے جا کر عرض کیا کہ ایک سائیکل اور سائیکل سوار دے دیں۔ بس، ویگن، تانگہ کی بجائے مجھے سائیکل سے جانا ہے۔ اتنے میں ایک ساتھی آگیا۔ اس نے حامی بھری۔ فقیر اس کے ساتھ سواری پر چل پڑے۔ جب مین روڈ پر گاؤں کے مقابل گئے فقیر نے اس ساتھی کو کہا کہ آپ معروف راستہ سے گاؤں آجائیں۔ مجھے کھیتوں کے درمیان سے گزر کر گاؤں میں داخل ہونا ہے۔ کماد کے کٹائی شدہ ایک کھیت سے گنا ہاتھ میں لیا۔ دھوتی باندھے، رومال کندھے پر، ننگے سر، گنا ہاتھ میں۔ جہاں مسجد میں جلسہ تھا اس گلی میں پہنچ گیا۔ ماحول دیکھا تو مسجد کے دروازہ کے قریب سائیڈ پر پولیس نے ڈیرہ جما رکھا ہے۔ کرسیاں رکھی ہیں۔ پولیس گارڈ موجود ہے۔ سمجھ میں آیا کہ اجنبی آدمی کی طرح مسجد گیا تو پولیس روک دے گی۔ روک ٹوک پر مسجد میں داخلہ مشکل ہوگا۔ ایک ہاتھ میں گنا دوسرے ہاتھ سے دھوتی سنبھالے، سیدھا پولیس آفسر کے پاس گیا۔ پوچھا کہ مسجد کا دروازہ کون سا ہے؟ پولیس آفیسر نے کہا کہاں سے آئے ہو صوفی؟ فقیر نے بڑے اعتماد سے کہا کہ مجھے پیشاب نے تنگ کر رکھا ہے۔ پہلے مسجد کا راستہ بتاؤ۔ ہیئت ایسی اختیار کی گویا شدید پیشاب کا دباؤ ہے۔ وہ بھڑے میں آگیا اور بولا وہ سامنے راستہ ہے۔ فقیر لمبے لمبے جلدی جلدی ڈگ بھرتے مسجد میں جا داخل ہوا۔ گنا کی جان

چھوٹی۔ استنجا اور وضو کیا۔ عشاء کی نماز کی آخری التحیات میں شامل ہوا۔ سلام پھرا۔ نماز کی تکمیل کے لئے کھڑا ہوا۔ دوستوں نے پہچان لیا۔ وہ دعا بھول گئے۔ خوشی میں سپیکر کھولا اور اعلان شروع کر دیا۔ گاؤں والو مسجد آجاؤ۔ مولانا آگئے ہیں۔ جلسہ ہوگا۔ جلسہ ہر حال میں ہوگا۔ کوئی نہیں روک سکتا۔ بار بار اعلان سے پولیس پریشان کہ یہ کیا ہوا؟ قادیانیوں کے چہروں پر ہوائیاں کہ سارا کھیل ہی بگڑ گیا۔ پولیس کے کھانے کے لئے قادیانیوں نے دیگیں چڑھا رکھی تھیں، وہ اتر گئیں۔ مزید جو پکنا تھیں وہ بند ہوگئیں کہ ہوا کیا کہ اچانک بلائے ناگہانی کہاں سے؟ فقیر نے نماز مکمل کی۔ ہاں! تو مولانا فقیر اللہ اختر مدظلہ بھی ساتھ آملے تھے۔ میرے سانگلہ سے چلنے کے بعد وہ بھی چل پڑے تھے۔ لوگ مصافحہ کے لئے آگے بڑھے۔ فقیر نے پھرتی میں سپیکر کو جالیا۔ اعلان شروع ہوا: ''میرا یہ نام ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکزی عہدیدار ہوں۔ پاکستان کا ذمہ دار شہری ہوں۔ ہمارے پاس سپیکر اور جلسہ کی منظوری کا آرڈر ہے۔ پولیس کہتی ہے کہ منظوری کینسل ہوگئی ہے تو وہ آرڈر کی کاپی دیں۔ تاکہ کل ہم اسے ہائیکورٹ میں چیلنج کر سکیں۔ اگر تحریری آرڈر نہیں دیتے تو جلسہ ہوگا۔ سپیکر پر ہوگا۔''

یہ کہہ کر تقریر شروع کر دی۔ تقریر کیا تھی کہ ایک ایک جملہ پر نعرہ ہائے تحسین بلند ہونے لگے۔ منٹوں میں مسجد بھر گئی۔ باہر گلی میں بھی پورا گاؤں جمع ہوگیا۔ اس صورتحال پر پولیس کے لئے ایکشن لینا مشکل ہوگیا۔ تھانے دار نے بلوایا۔ فقیر نے کہا کہ وہ خود مسجد میں آجائیں۔ یہ کہہ کر تقریر شروع، تھانیدار صاحب مسجد آئے۔ فقیر نے منبر سے ہی پوچھا فرمایئے؟ انہوں نے کہا کہ مسجد میں جلسہ پر پابندی نہیں ہے۔ سپیکر پر پابندی ہے۔ باہر مجسٹریٹ صاحب ہیں ان سے بات کر لیں۔ فقیر نے عرض کیا کہ مجسٹریٹ صاحب سپیکر کی پابندی کا آرڈر تحریری دے دیں ابھی سپیکر بند کر دیں گے۔ جلسہ کی تو پابندی نہیں، وہ ہوگا۔ گاؤں کی ناکہ بندی بھی ختم کریں۔ ہمارے جو مہمان علماء سانگلہ ہل میں ہیں ان کے آنے کے لئے راستہ دیں۔ ورنہ سپیکر پر ہی جلسہ ہوگا۔ آپ پرچہ کاٹیں تقریر کے بعد گرفتار کر لیں۔ تھوڑی دیر میں وہ تھانیدار سپیکر کی بندش کا تحریری آرڈر لے آیا۔ ناکے ہٹ گئے۔ علماء کو گاؤں آنے کی اجازت مل گئی۔ وائرلیس پر اطلاع ملتے ہی علماء روانہ ہوگئے۔ سانگلہ زیادہ دور نہیں پہلے مولانا عبداللطیف انور رحمۃ اللہ علیہ داخل ہوئے پھر مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کی آمد تک فقیر نے جلسہ کے الاؤ کو روشن رکھا۔ فقیر کا بیان ختم ہوا۔ مولانا فقیر اللہ اختر، مولانا عبداللطیف انور رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات ہوئے۔ آخری بیان مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم کا ہوا۔ اللہ دے، بندہ لے۔ مولانا نے خوب بیان کیا۔ سب کسریں نکال دیں۔ رات گئے جلسہ ختم

ہوا۔ خوب یاد ہے کہ اس جرأت رندانہ پر مرحوم چنیوٹی صاحب اور مولانا عبداللطیف انور رحمہ اللہ کی خوش دیدنی تھی۔ اس کے بعد جب بھی مولانا عبداللطیف انور رحمہ اللہ ملے اس واقعہ پر بہت خوشی کا اظہار فرماتے کہ جلسہ کی منظوری تو ختم نبوت والوں کی جیب میں ہوتی ہے۔ ہائے! وہ قدردان نہ رہے۔ اب تو حاسدوں، جھوٹی شہرت کے بھوکے کذابوں، ٹھگنے مکاروں نام کے مجاہد، عمل کے کمینوں کے دور میں ان باتوں کو سننے والا کون ہے؟ خیر کا دور تھا۔ پولیس میں بھی قدرے اعتدال تھا۔ اب تو معاملہ ہی چوپٹ ہے۔

اس واقعہ کے بہت گواہ زندہ ہیں جن صاحب نے اس چک میں جلسہ رکھا تھا وہ قادری صاحب تھے۔ غالباً سعید نام تھا۔ پہلے مل میں ملازم تھے۔ پھر پیر بن گئے۔ بریلوی حضرات میں نمایاں نظر آئے۔ چناب نگر بھی تشریف لاتے تھے۔ عرصہ ہوا ملاقات نہیں ہوئی تو مولانا عبداللطیف صاحب رحمہ اللہ کے حوالہ سے کیا کچھ یاد آ رہا ہے؟ مرحوم کے جانے کے بعد اب صرف یادیں ہی رہ گئی ہیں اور بس۔ غرض مولانا عبداللطیف صاحب رحمہ اللہ نے اپنے صحت کے زمانہ میں کام کو سنبھالا اور خوب سنبھالا۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ چناب نگر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے مسجد و مدرسہ اور کانفرنس کی داغ بیل ڈالی۔ مولانا عبداللطیف انور رحمہ اللہ مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن کے جلسے ہوں یا ختم نبوت کانفرنس مسلم کالونی چناب نگر ہر پروگرام میں پیش پیش نمایاں اور صف اوّل میں ہوتے تھے۔

مولانا عبیداللہ انور رحمہ اللہ کے وصال کے بعد مولانا میاں محمد اجمل قادری سے بیعت ہوئے خلافت حاصل کی، مولانا جمعیۃ علماء اسلام ضلع شیخوپورہ کے امیر رہے مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ، مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ، مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ بارہا ان کی دعوت پر تشریف لائے آپ نے متعدد بار قومی صوبائی سیٹوں پر الیکشن میں حصہ بھی لیا۔ مقابلہ کیا اور خوب کیا۔ پھر جب جمعیۃ کے ایک حصہ کے مولانا عبیداللہ انور رحمہ اللہ ناظم بنے تو آپ اس حصہ کے ساتھ تھے۔ ان کے وصال کے بعد مولانا میاں محمد اجمل قادری جدھر مولانا عبداللطیف انور رحمہ اللہ ادھر۔ کبھی مولانا سمیع الحق گروپ میں، کبھی میاں اجمل قادری گروپ میں۔ غرض اپنے مرشد اور مرشد گھرانہ کے ساتھ رہے۔ مولانا عبداللطیف انور رحمہ اللہ کے دو صاحبزادے ہیں۔ مولانا سید احمد، مولانا حسین احمد، دونوں مل کر مدرسہ چلا رہے ہیں۔

مولانا عبداللطیف انور رحمہ اللہ بیمار ہوئے، پھر طبیعت سنبھل گئی۔ دو سال سے نہ بیماری، نہ علاج، نہ پرہیز البتہ کمزوری نے گھیر رکھا تھا جس کے باعث بہت نڈھال ہو کر رہ گئے۔ صبح

بجے وصال ہوا۔عصر کے بعد کالج کے گراونڈ میں مولانا احمد علی ثانی نے نماز جنازہ پڑھائی۔
کے صحن کے کونہ اور مسجد کی بغل میں قبر بنی۔فقیر نے دیکھا تو بے ساختہ زبان پر جاری ہوا۔
رہنا بلبل کا باغ میں“

(۶۳۴)

عبداللطیف جہلمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(وفات: ۲۷/اپریل ۱۹۹۸ء)

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی ایک ممتاز عالم دین اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔
وجود قدرت کا عطیہ تھا۔ان کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔وہ اپنے مؤقف کے پکے
ادے کے مضبوط تھے۔شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز، تحریک
اہل سنت پنجاب کے امیر اور جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کے بانی تھے۔اللہ رب العزت
پ کی ذات گرامی کو خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا۔وہ اس دور پرفتن میں روشن ستارہ تھے۔جمعیۃ
سلام کی ابتدائی آبیاری کرنے والے اکابر حق میں سے تھے۔جس بات کو حق سمجھتے تھے اس پر
سے کاربند ہو جاتے تھے۔جو مؤقف سوچ سمجھ کر اختیار کیا اس میں معمولی سی لچک کے روادار
تھے۔بامقصد کامیاب زندگی گزاری۔اس پر بجا طور پر خوش بخت انسان تھے۔شیعیت،
ی جماعت اور حیات النبی ﷺ کے منکرین سے کسی بھی رعایت کے روادار نہ تھے۔ان کے
ت پر خوشنما مدلل، دیانتدارانہ تنقید کرتے تھے۔انہوں نے سوچ سمجھ کر یہ مؤقف اختیار کیا اور
گی بھر اس کو وظیفہ حیات بنالیا۔اس میں وہ کامیاب و کامران ہوئے۔

جہلم و چکوال کے اطراف میں شیعہ جارحیت کے توڑ کے لئے اپنے رفقاء کو منظم کیا اور
ں تصادم و جانی نقصان کے اپنے فریق مخالف کو جارحانہ سوچ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا۔یہ
فراست ایمانی، مومنانہ سوچ اور قائدانہ صلاحیت کی دلیل ہے کہ معمولی بھی نقصان کئے
ے بغیر اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔تمام دینی تحریکوں کے دل سے قدردان تھے۔مجلس
تم نبوت کے بانی راہنماؤں، امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، خطیب
ن قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مناظر اسلام
لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، فاتح قادیان مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف

بنوری ؒ اور حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد ؒ سے مثالی تعلقات تھے۔ دفتر مرکزیہ کو ہمیشہ اپنی ہدایات سے نوازتے رہتے تھے۔ ان کے نیک مشورے ہمارے لئے مشعل راہ ہوتے تھے۔ جامعہ حنفیہ کی ابتداء سے اس وقت تک ہمیشہ ان کے سالانہ جلسہ میں مجلس کی نمائندگی ضرور ہوتی تھی۔ اندرون وبیرون ملک ان کے مریدین و متعلقین کی بہت بڑی تعداد ہے۔

عموماً ہر سال برطانیہ تشریف لے جاتے۔ اس موقعہ پر اگر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی برطانیہ میں سالانہ کانفرنس ہوتی تو اپنے رفقاء سمیت بھرپور شرکت فرماتے۔ کسی مقرر کی گفتگو میں کوئی اونچ نیچ ہوتی تو اس کی علیحدگی میں اصلاح فرماتے۔ خود فقیر راقم الحروف کو آخری ملاقات میں بھدر ضلع گجرات کے سالانہ جلسہ میں علیحدگی میں پند ونصائح سے نوازا۔ یہ ان کی برخوردار نوازی تھی۔ ورنہ اس دور میں تنقید تو آسان ہے۔ مگر کسی کی اصلاح پر کون توجہ دیتا ہے۔ وفات سے پہلے حضرت مولانا نے جامعہ کا سالانہ جلسے کا اہتمام کیا۔ ہفتہ اتوار کو کامیاب ترین جلسہ ہوا۔ ملک بھر سے جماعتی کارکن اور حضرت مرحوم کے متعلقین جمع ہوئے۔ تمام انتظامات آپ کی نگرانی میں بہتر طور پر انجام پائے۔ دوسرے دن تھکے ہوئے دل نے بازی ہاردی اور اگلے سفر پر روانہ ہوگئے۔ ان کی وفات کی خبر سن کر پورے ملک سے علماء ومشائخ کا جم غفیر جمع ہوگیا۔ اگلے دن پیر طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین ؒ امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے دست راست کو حوالہ رحمت خداوندی کیا۔

حضرت مرحوم کے دو صاحبزادے حافظ وقاری اور عالم ومجاہد ہیں۔ مولانا قاری خبیب احمد ؒ اور قاری صہیب احمد۔ اللہ تعالیٰ ان کو والد گرامی کا جانشین بنائے۔ خدا کرے یہ اپنے والد کے جلائے ہوئے دیپ کی لو کو کم نہ ہونے دیں۔ بلکہ اسے اتنا روشن کریں کہ وہ مینارہ نور بن جائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

فقیر نے مولانا قاری خبیب احمد عمر صاحب کو ایک تعزیتی خط بھی تحریر کیا وہ یہ ہے:

مخدومی ومخدوم زادہ حضرت مولانا قاری خبیب احمد صاحب وقاری صہیب احمد صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی!

آپ کے والد گرامی عارف باللہ، مجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا عبداللطیف ؒ کے سانحہ ارتحال کی خبر سے دل ودماغ پر جتنی چوٹ لگی اس کا الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ حالات کی سنگری کہ جلسہ اور پھر تعزیت کے لئے حاضری سے محروم رہا۔ جس کا بہت زیادہ صدمہ ہے۔

م قافلہ حق کے سرخیل علماء کرام میں سے تھے۔ان کا وجود عطیہ الٰہی تھا۔وہ اپنے موقف اور
ے کے دھنی تھے۔ان کی ذات ایک انجمن تھی۔اس دور پرفتن میں وہ روشنی کا روشن ستارہ
۔قدرت نے انہیں خاص مقصد کے لئے پیدا کیا تھا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب وکامران
ے۔اب ان کی تمام تر ذمہ داریاں آپ حضرات کے کندھوں پر ہیں۔اللہ رب العزت آپ
ات کو ان کا صحیح معنوں میں جانشین بنائے۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ہر بزرگ وکارکن آپ
ات کے اس صدمہ میں نہ صرف برابر کا شریک ہے بلکہ بجا طور پر اپنے آپ کو تعزیت کا مستحق
تا ہے۔وہ ہم سب کے بزرگ ورہنما تھے۔ان کا وجود آپ حضرات کی طرح ہم سب کے لئے
ہ نور تھا۔اللہ رب العزت حضرت مرحوم کی مغفرت فرمائیں اور آپ کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی
ئیں۔حضرت مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر (ربوہ)
ج قرآن مجید کے ختم واجتماعی دعا کا اہتمام کیا گیا۔

''پاکستان کا غدار'' نامی آپ کا رسالہ احتساب قادیانیت جلد۴۱ میں شامل کرنے کی
دت حاصل ہوئی۔اس رسالہ کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا۔یہی ایڈیشن احتساب
یانیت جلد۴۱ میں بھی شائع ہوا۔

(۶۳۵)

عبداللطیف رحمانی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی

(وفات: دسمبر ۱۹۵۹ء)

مولانا مفتی عبداللطیف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ علماء قدیم کی اہم اور آخری یادگار تھے۔آپ
نا لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید
ضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے خواجہ تاش تھے۔آپ ندوۃ العلماء کے ابتدائی اساتذہ
سے تھے۔اس زمانہ میں مولانا سید سلمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ سے شاگردی کا شرف
ل کیا۔

ندوہ کے بعد آپ مونگیر حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے گئے۔ان
بیعت بھی ہوئے۔ان کے نام کے ساتھ ''رحمانی'' کا لاحقہ اس نسبت کی یادگار ہے۔حجاز

مقدس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں بھی پڑھاتے رہے۔ پھر مونگیر میں آ گئے تو تصنیف وتالیف میں مگن ہوئے۔ اس زمانہ میں ردقادیانیت پر بھی آپ نے تحریر فرمایا۔ (تفصیل آگے آ رہی ہے) جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے شعبہ دینیات میں لیکچرار رہے۔ آپ نے تاریخ القرآن، سیرت امام ابوحنیفہ ؒ اور ترمذی شریف کی شرح لکھی۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر نوے سال سے متجاوز تھی۔ خانقاہ مونگیر شریف کے قیام کے دوران آپ نے ردقادیانیت پر رسائل تحریر فرمائے۔ ان میں سے تین ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۱۹ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ وہ تین رسائل یہ ہیں:

۱...... ''اغلاط ماجدیہ'' صوبہ بہار میں قادیانی جماعت کا مبلغ عبدالماجد قادیانی تھا۔ اس نے مرزا قادیانی اور قادیانیت کی حمایت میں ایک رسالہ ''القاء'' نامی لکھا۔ حضرت مولانا مفتی عبداللطیف رحمانی ؒ نے اس رسالہ میں قادیانی رسالہ القاء کے ایک ورق میں بتیس غلطیاں ثابت کر دیں۔ گویا عبدالماجد قادیانی کی بتیسی نکال دی۔ بہار میں قادیانی جماعت کا مایہ ناز مبلغ نے مدت کی محنت اور دیدہ ریزی کے بعد اہل اسلام کے مقابلہ میں ایک رسالہ لکھا اور اس کے ایک ورق میں بتیس غلطیاں اس سے سرزد ہوئی۔ ان تفصیلات پر مشتمل یہ رسالہ ہے۔

۲...... ''تذکرہ سیدنا یونس علیہ السلام'' متنبی پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی نے متعدد پیش گوئیاں کیں۔ جو پوری نہ ہوئیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے کذب اور افتراء کی نحوست دور کرنے کے لئے جواب گھڑا کہ انبیاء علیہم السلام کی پیش گوئیاں بھی پوری نہ ہوئیں۔ غلام احمد قادیانی کا انبیاء علیہم السلام پر یہ صریح الزام اور اتہام سراسر قرآن وسنت کے منافی تھا۔ جن انبیاء علیہم السلام پر مرزا قادیانی نے الزام لگایا ان میں ایک نبی حضرت سیدنا یونس علیہ السلام بھی ہیں کہ معاذ اللہ ان کی پیشین گوئی پوری نہ ہوئی۔ اس رسالہ (تذکرہ سیدنا یونس علیہ السلام) میں نہایت صفائی کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی کا یہ اتہام دروغ بے فروغ ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کوئی ایسی پیشین گوئی نہ کی جو پوری نہ ہوئی ہو۔

۳...... ''چشمہ ہدایت (مسیح قادیان پر اقراری ڈگریاں)'' اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی کتب سے اسے جھوٹا ثابت کیا گیا ہے۔

(۶۳۶)

عبداللطیف مسعود رحمۃ اللہ علیہ (ڈسکہ)، مولانا

(وفات: ۱۱ رمئی ۲۰۰۳ء)

حضرت مولانا عبداللطیف مسعود رحمۃ اللہ علیہ ڈسکہ کے رہائشی تھے۔ جامعہ مدنیہ ڈسکہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد فیروز خان رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند کے ابتدائی شاگردوں میں سے تھے۔ دورہ حدیث آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا رسول خان رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ ایسے نابغہ روزگار شخصیات کی صحبتوں نے آپ کو چمکتا دمکتا ستارہ بنادیا تھا۔ صرف ونحو پر مکمل دسترس تھی۔ ذی استعداد عالم دین تھے۔ قدرت نے آپ کو خوبیوں کا مرقعہ بنادیا تھا۔ عمر بھر بڑی مستعدی سے عسر ویسر میں تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ تمام بے دین فتنوں کے خلاف آپ کے پاس معلومات کا قابل قدر و قابل فخر ذخیرہ تھا۔ اخلاص وللہیت فقر واستغناء کا پیکر تھے۔ ان کو دیکھ کر اکابر علمائے اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ طبیعت میں وقار تھا۔ مزاج میں مسکنت تھی۔ سراپا اخلاص تھے۔ نام ونمود دکھلاوہ اور ریا سے کوسوں دور تھے۔ عمر بھر رزق حلال کما کر دین کی فی سبیل اللہ تبلیغ کرتے رہے۔ شان ابوذری رضی اللہ عنہ کا پرتو تھے۔ قادیانیت وعیسائیت پر بھرپور گرفت رکھتے تھے۔ ان کا لٹریچر آپ کو از بر تھا۔ برصغیر میں اس وقت عیسائیت کے لٹریچر پر گہری نظر رکھنے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ قادیانیت وعیسائیت کے خلاف متعدد وقیع کتب اور عام رسائل تالیف کئے۔ آپ کا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے والہانہ تعلق تھا۔ چناب نگر کے سالانہ ردقادیانیت کورس کے افتتاح پر تشریف لاتے اور اختتامی دعا کے بعد رخصت ہوتے۔ ان گنت خوبیوں کے مالک تھے۔ کئی بار مختلف بیماریوں کا شکار ہوئے۔ لیکن اتنے مضبوط اعصاب کے انسان تھے کہ ہر دفعہ بیماریوں کو شکست دے کر شیر ہو جاتے تھے۔ یہ ان پر رب کریم کا کرم تھا۔ احکام شرع پر مداومت ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ وفات کے روز شام تین بجے جنازہ ہوا۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے نماز جنازہ پڑھایا۔

مولانا عبداللطیف مسعود رحمۃ اللہ علیہ کو ردعیسائیت پر خصوصی دسترس حاصل تھی۔ تحریف

بائبل، بزبان بائبل اوراس کا''مقدمہ''ردعیسائیت پر یہ آپ کی گرانقدر تصنیفات ہیں۔

مولانا مرحوم کو ردقادیانیت پر بھی عبور حاصل تھا۔آپ نے ردقادیانیت پر متعدد کتب ورسائل واشتہار شائع کئے جو ہمیں میسر آئے وہ یہ ہیں۔

۱...... ''رفع ونزول وحیات مسیح علیہ السلام''
۲...... ''حقیقت مرزائیت''
۳...... ''مرزا قادیانی کی سچی باتیں''
۴...... ''بدترین دجل وفریب''
۵...... ''ایک مسجد کی حالت زار''
۶...... ''قادیان کے الہامی چکر''
۷...... ''قادیانیت کی حقیقت''
۸...... ''معرکہ حق وباطل''
۹...... ''مرزا قادیانی کی کہانی اس کی اپنی زبانی''
۱۰...... ''پنجابی نبوت کے کرشمے''
۱۱...... ''مرزائیوں کو احمدی کہنا زبردست کفر ہے''
۱۲...... ''عدالتی فیصلہ''
۱۳...... ''وہ عہد کا رسول ﷺ''
۱۴...... ''آئینہ قادیانی''
۱۵...... ''مسلم ذرا ہوشیار باش''
۱۶...... ''مرزا غلام احمد قادیانی کے ساٹھ (۶۰) شاہکار جھوٹ''
۱۷...... ''مرزائیت کا الہامی ہیڈکوارٹر''
۱۸...... ''مرزا قادیانی کے رنگ برنگے شیطانی الہامات''
۱۹...... ''مرزا قادیانی کے بائیس (۲۲) جھوٹ''

''مقدم الذکر نمبر:۱'' مستقل کتاب ہے۔حال ہی میں شائع ہوئی۔عام طور پر مل جاتی ہے۔احتساب قادیانیت کی جلد چوبیس (۲۴) میں وہ شامل نہیں کی۔باقی اٹھارہ کتب ورسائل تمام شامل ہیں۔''مؤخراً: کرتین نمبر:۱۷،۱۸،۱۹'' یہ ردقادیانیت پر آپ کے اشتہارات ہیں۔

ن کوبھی اس جلد میں شامل کردیا گیا۔حق تعالیٰ،مجلس تحفظ ختم نبوت کی ان خدمات کواپنی بارگاہ میں
رف قبولیت سے نوازیں۔

(۶۳۷)

عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ (مندراں والی)،مولانا حکیم

سندھ تھرپارکر میں ایک قادیانی مبلغ تھے جن کا نام احمد علی تھا جو قادیانی گروہ کے
معروف مناظر تھے۔قدرت حق نے احمد علی قادیانی کا ناطقہ بند کرنے کے لئے ڈگری ضلع تھرپارکر
کے حافظ مولانا حکیم عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑا کردیا۔آپ نے قادیانی مبلغ کی تحریر کا
جواب تحریر سے،تقریر کا جواب تقریر سے اور مناظرہ کے لئے دوبدو میدان کارزار میں قدم رکھا۔
قادیانیت کو ناکوں چنے چبوائے۔اس قادیانی مناظر کی بولتی بند کی۔سرعام اس کی بولو رام ہوگئی۔
وہ مبہوت ودم بخود ہوگیا۔مولانا حکیم عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ ’’خاتم النبیین‘‘
لکھا۔پھر حیات مسیح علیہ السلام پر ایک رسالہ ’’اظہار الحق‘‘ لکھا۔قادیانی مبلغ احمد علی نے اظہار الحق
کا جواب ’’نصرۃ الحق‘‘ کے نام سے تحریر کیا۔اس قادیانی رسالہ کا جواب ’’دعوت الحق رحمانی،بجواب
نصرۃ الحق قادیانی؟‘‘ ہے۔یہ رسالہ ۱۹۵۳ء میں تحریر کیا گیا۔تحریر سادہ مگر گرفت بہت مضبوط ہے۔
حق تعالیٰ مصنف رسالہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔نہ معلوم کیسے کیسے،فرشتہ سیرت،
پاک باز لوگ قادیانیت کے مقابلہ کے لئے میدان میں اترے اور قادیانیوں کو سرعام شکست سے
دوچار کیا۔اسی منظر کا مظہر یہ رسالہ ہے۔
’’اظہار الحق المعروف ردمرزائیت‘‘ یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں
شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔

(۶۳۸)

عبداللہ احمد پوری رحمۃ اللہ علیہ،مولانا محمد

(وفات:۱۶؍دسمبر ۲۰۰۶ء)

مولانا محمد عبداللہ ۱۹۲۹ء قصبہ پکالاڑاں (لیاقت پور) کے قریب بستی نور محمد بڈانی میں
پیدا ہوئے۔والد گرامی کا نام مولانا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔جو حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مرحوم کے

موقوف علیہ تک کے ہمدرس اور ساتھی تھے۔ مولانا محمد عبداللہ ؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ آپ کے اسباق کی بسم اللہ دین پور شریف کی معروف روحانی شخصیت حضرت میاں عبدالہادی ؒ نے کرائی۔ الہ آباد مڈل سکول سے آپ نے ساتویں تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں جامعہ عباسیہ بہاولپور میں داخلہ لیا اور جامعہ کی انتہائی ڈگری ''علامہ'' حاصل کی۔ جامعہ عباسیہ میں مولانا غلام محمد گھوٹوی ؒ، مولانا محمد صادق ؒ، مولانا عبیداللہ بہاولپوری ؒ اور دیگر حضرات سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری ؒ سے دورہ تفسیر پڑھنے کی بھی سعادت حاصل کی۔ پاکستان کے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ سے بھی اجازت حدیث حاصل کی۔

۱۹۴۸ء میں سرکاری ملازمت اختیار کی ان دنوں جامعہ عباسیہ کے زیر اہتمام سرکاری مدارس وسکولز کا انتظام تھا۔ تب آپ ان مدارس سے وابستہ ہوئے۔ مدرسہ عربیہ فاضل، احمد پور شرقیہ کے صدر مدرس (ہیڈ ماسٹر) بھی رہے اور سرکاری ملازمت کی پوری مدت آپ نے احمد پور شرقیہ میں گذاری۔ اس حوالہ سے آپ کو حضرت مولانا علامہ محمد عبداللہ ؒ احمد پوری کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ تمام اہل علم حضرات کی آنکھوں کا تارا تھے۔ حضرت مولانا شمس الحق افغانی ؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ، حضرت مولانا مفتی محمود ؒ، حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ صاحب ؒ سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ ۱۹۹۲ء میں آپ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ ۲۰۰۲ء تک احمد پور شرقیہ رہے۔ اس کے بعد اپنے آبائی گھر پکالاڑاں بستی نور محمد بٹوانی میں رہائش پذیر ہوگئے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب ؒ بہت محقق اور مدقق عالم دین تھے۔ آپ کی ثقاہت علمی کا اعتراف حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ فرماتے تھے۔ جب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ''آئینہ قادیانیت'' نامی کتاب وفاق المدارس کے نصاب کے لئے مرتب کی تو حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری ؒ کے حکم پر آخری خواندگی کے لئے اس کتاب کو حضرت مولانا محمد عبداللہ ؒ صاحب کے پاس بھجوایا گیا۔ آپ نے دقت نظر کے ساتھ اس پر کام کیا اور بہت ہی باریک خامیوں کی نشاندھی سے ممنون فرمایا۔ کاروان جنت، خطبات بہاولپور کا علمی جائزہ، صحابہ کرام ؓ کا مقام اور ان پر تنقید؟ جیسی کئی علمی کتابوں کے مصنف تھے۔ مؤخرالذکر دو کتابوں میں بالترتیب پروفیسر حمید اللہ حیدرآباد دکن اور سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے بعض تسامحات پر بھرپور علمی گرفت کی۔ حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی ؒ کے قائم کردہ جامعہ حبیبہ

الوریہ کی شوریٰ کے رکن اور کئی جامعات کے سرپرست تھے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ حضرت مولانا میاں مسعود احمد دین پوری نے پڑھایا۔ خان پور، ظاہر پیر، دین پور، طاہر والی، بہاولپور، احمد پور شرقیہ کے علماء کی بہت بڑی تعداد نے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

ردقادیانیت پر آپ کے تین رسائل ہمیں ملے:

۱...... ''اسلام اور مرزائیت''

۲...... ''عقیدۂ نزول عیسیٰ علیہ السلام قرآن وسنت کی روشنی میں'' مولانا محمد اسحاق سندیلوی کی کتاب دینی نفسیات حصہ سوم باب چہارم میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا گیا۔ اس پر مولانا عبداللہ مرحوم نے مواخذہ کیا تو جگہ جگہ ملعون قادیان کا بھی ذکر آ گیا۔

۳...... ''له دعوة الحق''

یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۴۶ کے ص ۹ تا ۲۴۶ تک شائع ہوگئی ہیں۔

(۶۳۹)

عبداللہ افضل پوری عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید محمد

مولانا سید محمد عبداللہ افضل پوری عظیم آبادی نے دسمبر ۱۹۱۴ء میں ایک کتاب ردقادیانیت پر تحریر فرمائی۔ ہوا یہ کہ پشاور کے ایک قادیانی میر قاسم علی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام رکھا: ''النبوة فی خیر الامة'' اس کے جواب میں مولانا سید محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب تحریر فرمائی۔ ''الخلافة فی خیر الامة رداً علی النبوة فی خیر الامة'' ایک سو دو سال بعد دوبارہ محاسبہ قادیانیت کی جلد ۴ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

(۶۴۰)

عبداللہ بن عبدالغفار المکی رحمۃ اللہ علیہ، جناب علامہ الشیخ

۱۵ر محرم ۱۳۲۸ھ کو موصوف نے ردقادیانیت پر ۱۶ر صفحات کا عربی زبان میں رسالہ لکھا جس کا نام: ''الهام الخارق فی الرد علی غلام مرزی الفاسق'' رکھا۔

(۶۴۱)

عبداللہ بن عنایت اللہ جونا گڑھی، مولانا

''الامر قد استحکم، بجواب الدلیل المحکم'' ایک قادیانی نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ورفع سماوی اور نزول من السماء قرب قیامت کا انکار کرتے ہوئے ''الدلیل المحکم'' نامی پمفلٹ تحریر کیا۔ مولانا عبداللہ بن عنایت اللہ جونا گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ میں قادیانی رسالہ کا جواب تحریر کیا۔ مکمل نام: ''حیات مسیح، الامر قد استحکم، بجواب الدلیل المحکم'' ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۳۹ھ میں لکھا گیا۔ احتساب قادیانیت جلد۴۹ میں شامل اشاعت ہے۔

(۶۴۲)

عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (بھکر)، مولانا محمد

(وفات: ۱۱/دسمبر ۲۰۱۵ء)

میانوالی سے راولپنڈی روڈ پر جائیں تو چکڑالہ موڑ سے دس بارہ کلومیٹر آگے راولپنڈی کی جانب گاؤں آتا ہے جسے ''ڈھوک زمان'' کہتے ہیں۔ یہاں پر اعوان برادری کے چشم وچراغ مولانا یار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جن کا نام محمد عبداللہ رکھا گیا۔ یہ ۱۹۳۵ء کی بات ہے۔ یہی محمد عبداللہ آگے چل کر یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہلائے۔ مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے ابتدائی تعلیم گھر پر اور قرب وجوار میں حاصل کی۔ پھر مسجد زرگراں میانوالی میں حضرت مولانا محمد رمضان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل دارالعلوم دیوبند کے پاس مزید تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف جامعہ سراج العلوم بلاک نمبر۱ سرگودھا میں پڑھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران میں مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ مسجد زرگراں مدرسہ تبلیغ الاسلام میں زیر تعلیم اور دفتر ختم نبوت کے انچارج ہوتے تھے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر صوفی ایاز احمد خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ، نائب صدر مولانا محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ صاحب اور ناظم اعلیٰ مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو بنایا گیا۔ آپ نے لکھا ہے کہ اس وقت میری عمر سولہ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ آپ ان دنوں شرح وقایہ والے سال پڑھتے تھے۔

آپ دفتر کے بھی انچارج تھے۔ مرکز سے رابطہ اوران کے پروگرام کی روشنی میں میانوالی ضلع بھر میں تحریک کو آگے بڑھانا آپ کے دم قدم سے تھا۔ تحریک سے قبل وہاں ختم نبوت کانفرنس سے سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ، مولانا محمد علی جالندھری ؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانوی ؒ، مولانا محمد عبداللہ درخواستی ؒ، مولانا غلام اللہ خان ؒ نے خطاب فرمایا تھا۔

مولانا محمد رمضان ؒ، صوفی ایاز خان نیازی ؒ، صوفی عبدالرحیم نیازی ؒ، صوفی شیر محمد ؒ زرگر، حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ، مولانا پیر شاہ عالم ؒ، مولانا محمد عبداللہ ؒ اور دیگر حضرات نے میانوالی سے تحریک ختم نبوت کے الاؤ کو روشن رکھا۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب ؒ ۳؍اپریل کو گرفتار ہوئے اور ۱۸؍جولائی ۱۹۵۳ء کو رہا ہوئے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی یادداشتیں مولانا محمد عبداللہ ؒ نے کتاب تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے لئے تحریر فرمائیں جو نئے ایڈیشن کے ص۴۲۲ سے ص۴۵۰ پر مشتمل پر شائع شدہ ہیں۔ مولانا محمد عبداللہ ؒ جمعیۃ علماء اسلام کے احیاء ثانی تک مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے۔ اس سے پہلے مجلس احرار اسلام سے تعلق تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے احیاء کے بعد باقاعدہ مجلس تحفظ ختم نبوت سے استعفاء دیا۔ جو صدر مجلس تحفظ ختم نبوت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ نے قبول فرمایا۔ وہ ماہنامہ لولاک میں پہلے چھپ چکے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے باضابطہ جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت اختیار کی۔ پہلے ضلع میانوالی ان دنوں بھکر بھی میانوالی کی ایک تحصیل تھی۔ پھر سرگودھا ڈویژن۔ اس کے بعد بارہا پنجاب کے جمعیۃ علماء اسلام کے امیر منتخب ہوئے۔ ایک ایسا وقت بھی آیا کہ جب جمعیۃ علماء اسلام میں آپ کے استاذ مولانا محمد رمضان مرحوم ایک طرف تھے۔ لیکن آپ برابر حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ؒ اور بعدہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے ساتھ رہے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب ؒ کا مجلس ختم نبوت سے جمعیۃ علماء اسلام میں جانا۔ یہ جمعیۃ اور مجلس کے رہنماؤں کے باہمی تعاون کے فیصلوں پر عمل درآمد کا حصہ تھا۔ مولانا محمد عبداللہ ؒ تادم واپسین جمعیۃ علماء اسلام کل پاکستان کے مرکزی سرپرست اعلیٰ تھے۔

حق تعالیٰ مولانا محمد عبداللہ صاحب ؒ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء غرض تینوں تحریکوں میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ آپ جب بھی ملتان تشریف لاتے آپ کا قیام ہمیشہ دفتر ختم نبوت میں ہوتا۔ ختم نبوت کانفرنسہائے چنیوٹ پھر چناب نگر میں شرکت سے کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ مجلس کے ایک ایک کام پر نظر رکھتے تھے۔ تعاون، سرپرستی، رہنمائی اور اصلاح فرماتے تھے۔ ختم نبوت کے

کام کے دل وجان سے معترف تھے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب ؒ بہت صاف ستھرا لکھنے کا ذوق رکھتے تھے۔ اپنا مافی الضمیر تحریر کے ذریعہ سمجھانے کے ماہر تھے۔ ذوق انتہائی نفیس تھا۔ گفتگو ہمیشہ اتنی پاکیزہ اور بے عیب ہوتی تھی کہ دشمن بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکتا۔ فقیر نے ایک دفعہ ایک مجلس میں شیعہ حضرات کی کسی عبادت گاہ کا تذکرہ کرتے ہوئے امام باڑہ کا لفظ استعمال کیا۔ فوراً ٹوک دیا۔ فرمایا: امام بارگاہ کہو۔ وہ حضرات اپنی عبادت گاہ کو امام بارگاہ کہتے ہیں۔ امام باڑہ کہنا ان کے نام کو بگاڑنا ہے۔ جو اخلاقاً درست نہیں۔ ان کے امام ہمارے بھی رہنما اور بزرگ تھے۔ ان کی نسبت سے قائم جگہ کو باڑہ کہنا کتنا توہین آمیز ہے؟ اختلاف اپنی جگہ، اخلاقی قدروں کو پائمال نہیں کرنا چاہئے۔ زندگی میں ایک تو اس غلطی کا پہلی بار احساس ہوا۔ ورنہ مابدولت تو ہمیشہ یہی سوقیانہ نام استعمال کرتا تھا۔ دوسری یہ بات سمجھ آئی کہ زندگی بھر آپ نے پہلے ماہنامہ انوار مدینہ پھر ماہنامہ مناقب کے ذریعہ عظمت صحابہ ؓ واہل بیت ؓ کی جنگ لڑی۔ لیکن طبیعت میں اعتدال کا یہ عالم تھا کہ علیحدگی میں بھی غیر مناسب ونازیبا الفاظ کا استعمال ان پر گراں گزرتا تھا۔ یہی وہ آپ کی خوبیاں تھیں جس نے آپ کو دوستوں وغیروں کی نظروں میں باوقار بنادیا تھا۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب ؒ ریکارڈ رکھنے کے خوگر تھے۔ ایک ایک پرزہ سنبھال کر رکھتے تھے۔ ان کی ذاتی لائبریری قومی تاریخ کا اپنے اندر بڑا ذخیرہ رکھتی ہے۔ مولانا محمد عبداللہ ؒ کریم النفس، درویش منش، اجلی سیرت کے رہنما تھے۔ ان کا وجود خیر وبرکت کا خزانہ تھا۔ وہ انتہائی زیرک اور شریف انسان تھے۔ ان سے علم اور علماء کا وقار قائم تھا۔ آپ جب تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہوئے تو آپ کا قد ۵ فٹ گیارہ انچ تھا۔ یہ آپ نے خود تحریر کیا ہے۔ یہ آغاز جوانی تھا۔ بعد میں کتنا اضافہ ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔ خوب دراز قد، خوب کتابی کھلا اور وجیہ گورا چٹا چہرہ دل لبھانے والا تھا۔ کھلی پیشانی، عقابی نظریں، ستوان ناک، دل کی طرح سینہ بھی دراز۔ غرض وسیع القلب ووسیع الصدر تھے۔ سفید وجیہ چہرہ پر سفید داڑھی حسن کی بلندیوں کو چھوتی اور دلوں کو لبھاتی تھی۔

مولانا ہمیشہ سفید لباس استعمال کرتے تھے۔ شاید شلوار بھی استعمال کرتے ہوں۔ لیکن اکثر آپ چادر استعمال کرتے تھے۔ کندھے پر اکثر کلاچی کی لنگی ہوتی تھی۔ پگڑی ہمیشہ پشاوری استعمال کرتے تھے۔ چلنے میں علم کا وقار، متانت وسنجیدگی لئے ہوئے جس مجلس میں ہوتے اہل مجلس کی نگاہوں کا مرکز ہوتے تھے۔ بہت کم گو تھے۔ مگر جب بولتے تو موتی رولتے تھے۔ آپ کی ان خوبیوں نے آپ کو ہر دل عزیزی اور محبوبیت کے مقام پر فائز کرایا تھا۔ مولانا محمد عبداللہ

صاحب ؒ کا بیعت کا تعلق بنیادی طور پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ سے تھا اور آخر تک آپ اسی ہی خانقاہ کی زلفوں کے اسیر رہے۔ حضرت رائے پوری ؒ کی تربیت نے آپ کو سراپا، متبع شریعت وطریقت بنا دیا تھا۔ ذکر وفکر میں کمال، عبادت وریاضت میں استغراق وفنائیت نے آپ کو بلند مقام پر فائز کر دیا تھا۔ وہ اس دھرتی پر علم وعمل کا نمونہ تھے۔ نہ صرف نمونہ بلکہ نمونہ اسلاف تھے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ کے بعد آپ نے حضرت مولانا عبدالعزیز سرگودھوی مرحوم سے رشتہ بیعت استوار کیا۔ ان کے وصال کے بعد آپ نے بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب ؒ سے قائم کیا اور ایسا قائم کیا کہ اب آپ کا جنازہ بھی خانقاہ سراجیہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد نے پڑھایا۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ ؒ بھکروالوں نے اپنے مشائخ عظام کا جس طرح احترام کیا وہ آج کل کی نسل کو سمجھانا مشکل ہے۔ راقم کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ مولانا محمد عبداللہ صاحب ؒ گھنٹوں مجلس میں بیٹھتے تو حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب ؒ کے سامنے ایسے مؤدب ہو کر بیٹھتے کہ گویا علی رأسہ طائر کا مصداق بن جاتے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب ؒ امسال علالت کے باعث چناب نگر ختم نبوت پر تشریف نہ لائے۔ لیکن اپنے صاحبزادہ حضرت مولانا صفی اللہ صاحب کو اپنی نمائندگی کے لئے روانہ فرمایا۔ مولانا محمد عبداللہ ؒ بہت ہی جفاکش، محنتی اور بھرپور جذبہ رکھنے والے مشنری اور نظریاتی عالم دین تھے۔ ان کی ذات سے بہت ہی خیروبرکت کی یادیں وابستہ تھیں۔ ان کے وصال نے تاریخ کا ایک باب بند کر دیا۔

گزشتہ کچھ دنوں سے کمر کے مہروں میں درد شروع ہوا۔ بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال جانے کا فیصلہ ہوا۔ گھر سے اپنے قائم کردہ جامعہ قادریہ میں تشریف لائے۔ تمام طلباء واساتذہ سے فرداً فرداً مصافحہ وملاقات کی۔ بہاولپور گئے۔ علاج شروع ہوا۔ مہروں کا قریباً پانچ گھنٹے اپریشن ہوا۔ جوانوں کی طرح دل کام کر رہا تھا۔ اپریشن کرنے والے ڈاکٹر صاحبان بہت مطمئن تھے کہ اپریشن کامیاب رہا۔ آپ کے جسم میں بھی خوب حرکت آگئی۔ سب مطمئن تھے۔ لیکن تقدیر تو بحرحال تقدیر ہے۔ اپریشن کے بعد غذا میں کمی ہوگئی۔ کوئی چیز کھانے پینے کو طبیعت نہ کرتی تھی۔ اس سے نہ صرف کمزور ہوئے بلکہ بلڈ پریشر کم ہوا۔ وزن کم ہوا۔ جسم میں قوت مدافعت کی کمی ہوئی۔ ایسی کمی ہوئی کہ دنیا میں آنکھ بند کی اور جنت میں جا کھولی۔ بہاولپور سے پھر ایمبولینس کے ذریعہ سفر شروع ہوا۔ جسد خاکی پھر جامعہ قادریہ بھکر صبح ساڑھے تین بجے لایا گیا۔ جب گئے تھے تو ملاقاتیوں کے

دل دھڑکتے تھے۔اب واپس تشریف لائے تو ملاقاتیوں کی آنکھیں چھلکتی تھیں۔آپ کی وفات کی خبر ملک بھر میں پھیلی۔جس نے خبر سنی دم بخود ہو گیا۔اگلے دن بھکر کے سب سے بڑے سٹیڈیم میں جنازہ ہوا جو ملک کے بڑے جنازوں میں سے ایک تھا۔جب کہ بھکر شہر کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔عام قبرستان میں ابدی نیند سو گئے۔اب اس دن اٹھیں گے جب کہ پوری انسانیت اٹھے گی۔حق تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرمائیں۔جنت میں آپ کو اعلیٰ مقام ارزاں ہو۔وہ حق تعالیٰ کے مقرب تھے۔اللہ رب العزت انہیں اپنا اور قرب نصیب فرمائیں۔ان کی وفات پر دل بے قابو ہے۔دل روتا ہے آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔ان کی جدائی نے غمگین کر دیا ہے۔حق تعالیٰ شانہ سب کے ساتھ اپنے کرم کا معاملہ فرمائیں۔ آمین بحرمة النبی الکریم!

(۶۴۳)

عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات:۱۹۷۸ء)

بہلی، شجاع آباد کے نامور بزرگ عالم دین، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ (واں بھچراں)، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید، متعدد کتابوں کے مصنف اور اپنے زمانہ کے شیخ طریقت تھے۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقت میں فیضیاب ہوئے۔عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں کام کرنے والوں کے رہبر اور سرپرست تھے۔

(۶۴۴)

عبداللہ جان، مولانا

(وفات: یکم رجنوری ۱۹۶۳ء)

جلالیہ ضلع اٹک کے نامور عالم دین، مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر حقانی کے مصنف) کے شاگرد تھے۔صرف ونحو کے ماہر تھے۔حاجی صاحب ترنگ زئی کے ساتھ جہاد میں شریک عمل رہے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں نمایاں طور پر حصہ لیا اور قید و بند کے مراحل سے سرفراز ہوئے۔

(۶۴۵)

عبداللہ چکڑالوی، جناب

چکڑالہ ضلع میانوالی کے جناب عبداللہ چکڑالوی تھے۔ معروف منکر حدیث تھے، جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے: ''حالات عیسیٰ رسول ربانی وتردید قادیانی'' اس میں انہوں نے قرآن مجید سے اپنی دانست کے مطابق حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حالات وواقعات کو جمع کر دیا ہے۔ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات اقدس، آپ علیہ السلام کے معجزات، آپ علیہ السلام کے خاندان، حالات وواقعات کے متعلق جو واہیات اعتراضات وشبہات پیش کئے تھے ان تمام کا اس میں قرآن مجید کی رو سے انہوں نے جواب دیا ہے۔ مرزا قادیانی کے اوہام باطلہ کو اپنے نقطہ نظر سے خوب تار تار کیا ہے۔

(۶۴۶)

عبداللہ خالد رحمۃ اللہ علیہ (مانسہرہ)، مولانا محمد

(وفات: ۲۷؍جون ۱۹۹۴ء)

مولانا مفتی محمد عبداللہ خالد رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد مرکزی مانسہرہ کے خطیب تھے۔ اس مسجد کے بانی مولانا محمد اسحق مانسہروی تھے جو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ مولانا مفتی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے جانشین بنے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ سراجیہ کے حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور پھر مرید بنے۔ آپ کی فراغت جامعہ اشرفیہ لاہور کی تھی۔ مولانا محمد عبداللہ مانسہرہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دل وجان سے فدا تھے اور ان کی مسجد ختم نبوت کے لئے مرکز کا درجہ رکھتی تھی۔ آج کل لندن ختم نبوت دفتر میں آپ کے صاحبزادہ مولانا مفتی محمود خطیب اور مبلغ ہیں۔

(۶۴۷)

عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: ۲۸/اگست ۱۹۹۴ء)

پاکستان کے مقتدر عالم دین، بزرگ رہنما، شیخ وقت، جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ، حافظ القرآن والحدیث، شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ خانپور ضلع رحیم یار خان کے ایک قریبی دیہات ''درخواست'' میں پیدا ہوئے۔ اس علاقہ میں ''دین پور شریف'' پاک و ہند کی معروف خانقاہ ہے۔ شیخ وقت حضرت میاں غلام محمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ اس خانقاہ کے بانی تھے۔ دین پور شریف کو تحریک آزادی میں دیوبند کے بعد دوسرا مقام حاصل تھا۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک ریشمی رومال میں دین پور کو مرکزیت حاصل تھی۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ اسی خانقاہ شریف کے چشم و چراغ تھے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی خانقاہ سے کسب فیض حاصل کیا۔ قطب وقت حضرت میاں عبدالہادی دین پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور اس خانقاہ شریف کے سجادہ نشین تھے۔ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کو سن شعور میں قدم رکھتے ہی قدرت حق کے کرم و فضل سے اس خانقاہ کا ماحول میسر آ گیا۔ حضرت میاں غلام محمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ آپ نے تمام تر دینی تعلیم یہاں سے حاصل فرمائی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے آپ کو کندن بنادیا۔

آپ نے تعلیم سے فراغت حاصل کرتے ہی سندھ و ریاست بہاولپور میں تبلیغی و تعلیمی خدمات انجام دینا شروع کیں۔ دین پور شریف کے قریب بڑا شہر خان پور ہے جو ضلع رحیم یار خان کی تحصیل ہے۔ یہاں پر آپ نے مخزن العلوم والفیوض کے نام سے مدرسہ کا آغاز کیا۔ جوانی کا عالم تھا۔ قدرت حق نے آپ کو دردمند دل سے نوازا تھا۔ آپ کی شبانہ روز محنت و جگر سوزی سے مدرسہ نے دنوں میں مثالی ترقی کی۔ پوری ریاست بہاولپور میں اس مدرسہ کو مرکزیت حاصل ہوگئی۔ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی سرگرمیاں تعلیم سے فراغت حاصل کرتے ہی شروع ہوگئیں۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے عروج حاصل کر گئیں۔ آپ مخصوص حجازی لہجہ میں قرآن وحدیث کی تلاوت کرتے، لوگوں پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی۔ بلا مبالغہ گھنٹوں کھڑے ہوکر ایسی پر تاثیر تقریر فرماتے کہ لوگوں کی آہ و بکا فضا میں ارتعاش پیدا کر دیتی۔ آپ اسباق کے بعد باقی وقت

لاقہ میں دور دراز کا پیدل یا سائیکل پر سفر کر کے تقریروں کے لئے تشریف لے جاتے۔آپ کی
قبولیت عنداللہ کا جوانی میں یہ عالم تھا کہ آپ برصغیر کے تمام اکابر علماء ومشائخ کی آنکھوں کا تارا
ن گئے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی ؒ، حضرت امیر شریعت ؒ، مولانا حبیب الرحمٰن
رھیانوی ؒ ایسے نابغہ روزگار شخصیات کے معتمد خصوصی سمجھے جاتے تھے۔ حضرت امیر
ریعت ؒ تو آپ کے اتنے قدر دان تھے کہ اسٹیج اور نجی محفلوں میں حضرت درخواستی ؒ کی
ہت تعریف فرماتے۔ان کے علمی مقام سے لوگوں کو باخبر کرتے اور حضرت مرحوم کی طرف لوگوں
وکسب فیض کے لئے متوجہ فرماتے تھے۔ جوانی ہی میں قدرت نے آپ کو یہ مقام نصیب فرمایا تھا
کہ حضرت لاہوری ؒ کی وفات کے بعد آپ متفقہ طور پر جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی امیر منتخب
وئے اور وفات حسرت آیات تک (نصف صدی سے بھی اوپر کے زمانہ میں) آپ جمعیۃ علماء
سلام پاکستان ایسی دینی وسیاسی جماعت کے امیر رہے۔

حضرت مولانا پیر خورشید احمد ؒ خلیفہ مجاز حضرت مدنی ؒ، حضرت مولانا قاضی
ظہر حسین ؒ خلیفہ مجاز حضرت مدنی ؒ، حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی ؒ، حضرت مولانا
د عبداللہ بہلوی ؒ، حضرت مولانا عبدالعزیز سرگودھوی ؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم ؒ
یاں چنوں والے ایسے اکابر و بزرگان دین کا آپ کو اعتماد حاصل تھا۔ مفکر اسلام حضرت مولانا
فتی محمود ؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ ایسے ہزاروں علماء کرام نے آپ کی قیادت
سعادت میں جمعیۃ علماء اسلام کے اسٹیج پر وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو تاریخ کا ایک سنہری
رانمٹ حصہ ہیں۔ خواجہ ناظم الدین کے زمانہ میں قادیانیت کے فتنہ کے خلاف، ایوب خان کے
مانے میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور منکرین حدیث کے فتنہ کے خلاف، اسلام کی سربلندی کی تمام تر
نگ علمائے حق نے آپ کی قیادت میں لڑی۔ اسلامی نظام کے لئے جمعیۃ علماء اسلام کی تمام تر
ساعی آپ کی توجہات عالیہ کی مرہون منت تھیں۔ مشرقی ومغربی پاکستان کا شاید وباید کوئی قصبہ ہو
ہاں آپ نے تبلیغی سفر نہ فرمایا ہو۔ جگہ جگہ مدارس ومساجد کا قیام آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ جہاں
پ تشریف لے جاتے وہاں پر مدرسہ بن جاتا۔ پاکستان کی کوئی دینی جماعت، کوئی دینی ادارہ
یسا نہیں جس کے لئے حضرت درخواستی ؒ نے اپنا خون جگر پیش نہ کیا ہو۔ پاکستان میں دینی
درسوں کا جال پھیلانے کے لئے قدرت نے آپ سے تجدیدی کام لیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے پورے ملک میں کام کیا۔ قید و بند کی صعوبتیں
رداشت کیں۔ حضرت امیر شریعت ؒ، مولانا ابوالحسنات ؒ، مولانا محمد علی جالندھری ؒ،

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر کی گرفتاری کے بعد آپ نے تحریک کے الاؤ کو جلا بخشی۔

آپ نے ہمیشہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی سرپرستی فرمائی۔ تغلق روڈ ملتان پر واقع دفتر ختم نبوت کا آپ نے سنگ بنیاد رکھا۔ پورے ملک میں ختم نبوت کی کوئی ایسی کانفرنس نہ ہوتی تھی جس میں آپ شریک نہ ہوتے ہوں۔ ایک دفعہ بہاولپور کی عیدگاہ میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ سردی کا موسم تھا۔ مگر اس کے باوجود ہزاروں کی حاضری تھی۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر آپ آخری اجلاس میں تشریف لائے۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے کانفرنس کے کارکنوں کو سمجھا دیا کہ عشاء کے بعد میری پہلی تقریر ہوگی۔ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ گیارہ بجے اسٹیج پر لے آئیں تاکہ ان کا آخری بیان ہوسکے۔ کارکنوں نے حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کو وقت نہ بتایا۔ آپ نے سمجھا ہوگا کہ آج صرف میری تقریر ہے۔ کانفرنس میں مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کی ابتدا میں آپ اسٹیج پر تشریف لائے۔ آپ کے آنے پر ہمیشہ ہر جلسہ کی طرح اجتماع زیارت کے لئے امڈ پڑا۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کو تقریر روکنا پڑی۔ آپ اسٹیج پر تشریف لائے۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت آپ کی تقریر گیارہ بجے ہوگی۔ ابھی ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہے۔ مجھے بہت ضروری باتیں رد قادیانیت پر کہنی ہیں۔ آپ چاہیں تو تشریف رکھیں۔ چاہیں تو گیارہ بجے تک آرام فرمائیں۔ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے آدمی تھے۔ لیکن مجال ہے کہ طبیعت میں ذرہ برابر تکدر آیا ہو۔ فرمایا: ہاں! آپ تقریر کریں۔ میں آپ کی تقریر سنوں گا۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر لمبی ہوگئی۔ آپ گھنٹوں اسٹیج پر بیٹھے رہے اور پھر آخری خطاب فرمایا۔ اس قسم کے ہزاروں واقعات ہوں گے کہ آپ نے جاں گسل محنت فرماکر ختم نبوت کے تحفظ کے لئے خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبدالرؤف جتوئی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام دے کر خان پور بھیجا۔ پیغام سنتے ہی آپ بیماری کے باوجود لاہور کے لئے عازم سفر ہوگئے اور پھر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست و بازو بن کر تحریک کے لئے پورے ملک میں سرگرم عمل ہوگئے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ کو بھٹو حکومت نے گرفتار کیا۔ غرضیکہ دینی مدارس سے لے کر دینی تحریکات تک، قدرت باری تعالیٰ نے ہمیشہ آپ کی ذات گرامی کو قائدانہ شان کے ساتھ کام کرنے کی توفیق سے نوازا۔

آپ کے ہزار ہا شاگرد علماء کرام ہیں جو اس وقت بھی پاکستان، بنگلہ دیش، حجاز مقدس وغیرہ میں خدمت دین کا مقدس فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ اپنے مدرسہ میں رمضان المبارک میں دورۂ تفسیر کا اہتمام فرماتے تھے۔ ایک زمانہ تھا آپ کا دورۂ تفسیر قرآن پورے ملک میں اپنی مثال آپ تھا۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ پون صدی تک حضرت درخواستی ؒ بلا شرکت غیرے، علماء حق کے قافلہ کے سرخیل رہے۔ جہاں آپ کے قدم پڑے وہاں پر اللہ رب العزت کی رحمت سے دین کے کام کو وہ ترقی ہوئی کہ سبحان اللہ!

حضرت درخواستی ؒ کو قدرت نے بلا کا حافظہ دیا تھا۔ آپ حدیث شریف کے حافظ کے طور پر پورے ملک میں جانے پہچانے جاتے تھے۔ محبت و ایثار کا مجسمہ تھے۔ جب بھی ملک میں تبلیغی سفر پر نکلتے تو ایک ایک دن میں کئی کئی جلسوں سے خطاب فرماتے تھے۔ اس میں دن درات، گرمی و سردی، صبح و شام، سفر و حضر، شہر و دیہات کی پابندی نہ ہوتی تھی۔ بڑے بڑے جفاکش، ایثار پیشہ علماء کرام تھک جاتے تھے۔ مگر آپ کو قدرت نے ایسی مٹی سے بنایا تھا جس میں تھکاوٹ و آرام کا نام تک نہ تھا۔ ایک وقت تھا کہ ہر جلسہ میں آپ بنیادی خطیب ہوتے تھے۔ قدرت نے آپ کو یہ مقام محبوبیت بخشا تھا کہ آپ کے سامنے کسی بھی خطیب کا چراغ نہ جلتا تھا۔ سادہ عام فہم تقریر فرماتے۔ مگر اس میں اتنا اثر ہوتا تھا کہ گھنٹوں خود بھی روتے تھے اور لوگوں کو بھی رلاتے تھے۔ آپ جہاں جاتے بغیر اشتہار و اعلان کے ہزاروں کا اجتماع ایک عام سی بات سمجھی جاتی تھی۔ خیر القرون کے زمانہ کی روایات کے امین و حافظ تھے۔ قدرت نے آپ کو خوبیوں کا مجموعہ بنادیا تھا اور آپ کی تمام تر خوبیاں حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے وقف تھیں۔

حضرت مفتی محمود ؒ کے بعد جمعیۃ علماء اسلام پاکستان انحطاط کا شکار ہوگئی۔ مفکر اسلام مفتی محمود ؒ آپ کے دست و بازو تھے۔ ان کی وفات کا صدمہ اور بڑھاپا۔ جمعیۃ علماء اسلام جس کے لئے آپ نے اپنی جوانی لٹادی تھی۔ اس میں بعض ناگفتہ بہ حالات پیدا ہوگئے۔ جنرل ضیاء الحق ؒ کے زمانہ میں بعض مدارس نے زکوٰۃ کے نام پر سرکاری گرانٹ لینا شروع کردی۔ اس کے بداثرات نے جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی پرشکوہ عمارت کی بنیادوں کو ہلادیا۔ یہ صدمات حضرت درخواستی ؒ کے لئے سوہان روح بن گئے۔ بڑھاپا، قابل اعتماد رفقاء کی رحلت، جمعیۃ کا اختلاف، یہ صدمات حضرت درخواستی ؒ کے لئے مستقل روگ بن گئے۔ جن حضرات کے ساتھ آپ نے کام کیا تھا اور اب جن سے پالا پڑا۔ ان میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ مشرق و مغرب کا فرق تھا۔ اجالے اور اندھیرے کا فرق تھا۔ دن

رات کا فرق تھا محتاط اور غیر محتاط کا فرق تھا۔ آپ کی حساس طبیعت نے ان حالات کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ آپ کنارہ کش ہوگئے۔ بیماریوں نے آپ کو گھیر لیا۔ سرگرمیاں محدود ہوگئیں۔ مگر بعض ''شخصے غلط کار'' لوگوں نے اس اختلاف میں بھی آپ کے نام کو غلط طور پر اپنے اغراض کے لئے استعمال کیا۔ اس سے آپ کی ذات کو متنازعہ بنادیا گیا۔ نادان لوگوں کی نادانی نے حضرت درخواستی ؒ کی زندگی کے ان برسوں کو کربناک بنادیا۔ آپ کی طبیعت ایسی بگڑی کہ سنبھالے نہ سنبھل سکی۔ ورثاء و شاگرد، ڈاکٹروں سے جسمانی بیماریوں کا علاج کراتے رہے۔ مگر آپ کے دل کا کانٹا کوئی نہ نکال سکا۔ یا حسرتا!

اتنا عظیم شخص، ماحول، رفقاء اور شاگردوں سے ایسا روٹھا کہ آپ کو منانے کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوسکی۔ آپ کس قافلہ کے شخص تھے؟ اور اب کن لوگوں سے واسطہ پڑ گیا تھا؟ آپ کی زندگی میں جمعیۃ کو متحد کرنے کی ایک کوشش بھی ہوئی۔ بظاہر اتحاد ہو بھی گیا۔ مگر بعض ایسے لوگوں کو یہ گھڑی قیامت معلوم ہوئی۔ وہ اپنی قیادت کے حصار سے باہر نکلنے کا تصور بھی نہ کرسکتے تھے۔ اس کوشش پر انہوں نے اپنا ہاتھ دکھایا۔ پھر وہی تھوکا فضیحتی۔ اس سے آپ کی طبیعت مزید نڈھال ہوگئی۔ اس انتشار کے بعد آپ نے عام اجتماعات میں جانا چھوڑ دیا۔ بلکہ یوں کہئے کہ آپ کا دل بھر گیا۔ نہیں بلکہ یوں تعبیر زیادہ مناسب ہوگی کہ آپ کا دل بجھ گیا۔ بعض مخلص نیازمند کبھی کبھار اصرار کرکے بخاری شریف کے ختم کے موقع پر آپ کو لے جاتے۔ آپ بیان بھی فرماتے مگر آپ کا دل ماحول سے اتنا زیادہ دکھی تھا کہ طبیعت میں انشراح نہ ہوتا۔ آنسو بہاتے۔ صبر ایوب علیہ السلام کے وارث! تیری عظمت کو سلام۔ مجال ہے کہ کبھی اپنے دل کے زخم کا کسی کے سامنے اظہار کیا ہو۔ مگر بایں ہمہ آپ کے بے اختیار آنسو آپ کے درد دل کی چغلی ضرور کھاتے تھے۔

مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے جلسہ ختم بخاری میں آپ تشریف لائے۔ دوسرے دن صبح مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری اور مولانا عبدالرحیم اشعر ؒ کی دعوت پر ملتان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نئے مرکزی دفتر حضوری باغ روڈ میں تشریف لائے۔ بیماری و کمزوری کے باوجود حضرت امیر شریعت ؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی ؒ، حضرت مولانا محمد حیات ؒ، حضرت مولانا لال حسین اختر ؒ، حضرت مولانا تاج محمود ؒ، حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوری ؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانوی ؒ، حضرت مولانا محمد شریف جالندھری ؒ کا کچھ ایسے انداز سے تذکرہ کیا کہ شبہ ہوتا تھا کہ کہیں آپ کو دل کی تکلیف نہ ہوجائے۔ ان کا تذکرہ کرتے کرتے ہچکی بندھ جاتی۔ حضرت شیخ

الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری ؒ کے تذکرہ پر تو بہت ہی زیادہ طبیعت بے قابو ہوگئی۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ کی بہت زیادہ تعریف فرمائی۔ دعائیں دیں۔ گھنٹہ بھر یہ روحانی ووجدانی کیفیت کی حامل مجلس جاری رہی۔ آپ نے ایک موقع پر اپنے صاحبزادہ مولانا فضل الرحمٰن درخواستی کے ذریعہ اپنے درددل کے علاج (علماء کے) اتحاد کے لئے حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد ؒ کو خان پور بھی بلوایا۔ دونوں بزرگ گھنٹوں سوچ وبچار کرتے رہے۔ مگر مشکلات پر قابو پانے کی کوئی راہ نہ نکل سکی۔

اس کے بعد ایک دفعہ آپ انتہائی علالت کے باوجود رحیم یار خان کی ختم نبوت کانفرنس میں تشریف لائے۔ اپنے شاگرد مبلغین کی سرپرستی فرمائی۔ مجلس کے کام کی تعریف کی۔ حضرت اقدس خواجہ خان محمد ؒ کو ڈھیروں دعائیں دیں۔ رمضان المبارک میں علاج کی غرض سے آپ کو بہاولپور لایا گیا۔ فقیر راقم عیادت کے لئے بہاولپور جماعت کے مبلغ مولانا محمد اسحاق ساقی کی معیت میں حاضر ہوا۔ آپ کو دیکھا تو دل دھک دھک کرنے لگا۔ عظمت رفتہ کی نشانی، یادگار اسلاف، حافظ القرآن والحدیث کی نقاہت وکمزوری پر دل سے ہوک سی اٹھی کہ اے کاش! رفقاء اکٹھے ہو جائیں تو حضرت کے درددل کا علاج ہو جائے۔ ان کی وفات کے بعد بھی اگر یہ حضرات متحد ہو جائیں تو قبر مبارک میں ان کے لئے تسکین روح کا مزید سامان ہو جائے۔ آپ کو ملتان لایا گیا۔ چند دن ملتان میں زیر علاج ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری پابندی سے روزانہ آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ دہاں سے آپ کو کراچی لایا گیا۔ آپریشن بھی ہوا۔ غالباً یہ آپ کا آخری سفر تھا۔ واپس گھر خان پور تشریف لائے تو طبیعت گرتی ہی چلی گئی۔

قارئین کرام! خدا گواہ ہے کہ فقیر راقم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ خدمت حدیث کے باعث آخر وقت تک قدرت نے آپ کو حافظہ کی نعمت کا پورا پورا حصہ دیا تھا۔ بولنے میں گو تکلیف ہوتی تھی۔ مگر طبیعت پر جبر کر کے جب بولتے تو علم وفضل، حکمت ودانش کے موتی ایسے لٹاتے کہ مجال ہے کہ حافظہ پر بیماری کا ذرہ برابر اثر معلوم ہوتا ہو۔ خدمت حدیث کی زندہ کرامت کا یہ نظارہ میں نے اپنی گناہگار آنکھوں سے دیکھا ہے۔

نویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے فقیر راقم کا انگلینڈ جانا ہوا۔ دہاں سے واپسی پر مکہ مکرمہ میں عمرہ کے بعد امیر مرکزیہ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد ؒ، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، حضرت صاحبزادہ طارق محمود ؒ، حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی

اور صاحبزادہ حافظ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ قیام تھا۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دفتر ختم نبوت ملتان فون کیا۔ حافظ محمد عثمان شاہد ایڈووکیٹ نے فون پر یہ افسوسناک اطلاع دی کہ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا ہے اور کل آٹھ بجے ان کا جنازہ ہوگا۔ ظہر کی نماز کے بعد حرم مکہ مکرمہ میں حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین سمیت چشم پرنم سے دعا کرائی۔

۲۸ راگست ۱۹۹۴ء کو صبح چھ بجے حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ ۲۹ راگست کو آٹھ بجے جنازہ ہوا۔ دین پور شریف میں مدفون ہوئے۔ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان، دینی جماعتیں، مدارس وادارے اور علماء دیوبند کا ہر شخص اپنے محسن ومربی سے محروم ہوگیا۔

حضرت درخواستی نوراللہ مرقدہ نے ایک اخباری اطلاع کے مطابق ایک سو پانچ سال کی عمر پائی۔ آپ کی وفات علم وفضل کی وفات ہے۔ آپ کے ورثاء، شاگرد، جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی قیادت سمیت ہر شخص تعزیت کا مستحق ہے۔

حضرت اقدس میاں سراج احمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ مسلم لیگ سے اتنے دل برداشتہ ہیں کہ وہ اس کے مقابلہ میں نسبتاً بے نظیر بھٹو رحمۃ اللہ علیہ کو بہتر گردانتے ہیں اور حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ لیگ اور پی پی دونوں کو ایک سکہ کے دورخ قرار دیتے تھے۔ اتنی سی بات کو میرے ایسے کوتاہ قامت لوگوں نے اتنے پر لگائے کہ دونوں بزرگوں میں بظاہر بعد پیدا ہوگیا۔ مگر حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کو سلام! کہ آپ اپنی بیماری کے آخری دنوں میں اپنی بیمار وکمزور جان کو خان پور سے دین پور شریف لے گئے۔ دین پور کے سجادہ نشین حضرت میاں سراج احمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا۔ دونوں بزرگوں کی رنجش دور ہوئی۔ دونوں بزرگوں پر گریہ کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ ہر شخص آبدیدہ ہوگیا۔ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ دین پور شریف کے ایک ایک دروازہ پر گئے اور کہا سنا معاف کرایا۔ قبرستان میں حضرت میاں غلام محمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں عبدالہادی پوری رحمۃ اللہ علیہ، مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ اور امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر حاضری دی۔

حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے اس اقدام اور حضرت میاں سراج احمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی اکابر شناسی کے باعث خان پور اور دین پور کا بعد دور ہوا اور ایسا دور ہوا کہ آج حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ وفات کے بعد اپنے جنازہ کو رفقاء کے کندھوں پر لے جاکر دین پور شریف گئے اور ایسے گئے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دین پور شریف کے تاریخی قبرستان میں اپنے اکابر کے قدموں پر اپنے دل کا علاج تلاش کرلیا۔ اب وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میٹھی اور سکھ کی نیند سورہے ہیں۔

(۶۴۸)

عبداللہ دھرم کوٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۲۴؍جنوری ۱۹۶۴ء)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اوران کے بعدان کے خلیفہ مولانا اللہ بخش بہاولنگری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ دھرم کوٹ فیروز پور میں پیدائش، چک نمبر ۱۲۶ خوشاب میں وصال ہوا۔ آپ کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی اس وقت بہاولپور میں شیخ الحدیث ہیں۔ اپنے دور میں مولانا عبداللہ دھرم کوٹی عقیدۂ ختم نبوت کے وکیل شمار ہوتے تھے۔

(۶۴۹)

عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش: ۱۸۸۴ء ...... وفات: ۲۰؍اگست ۱۹۶۴ء)

مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ موضع کیر پور امرتسر میں پیدا ہوئے۔ چھانگا مانگا میں قرآن مجید حفظ کیا۔ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے مدرسہ غزنویہ، دہلی، رامپور میں پڑھتے رہے۔ فاضل عربی پاس کیا۔ مولانا حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ اور پھر سال بعد روپڑ ضلع انبالہ چلے گئے۔ جہاں مدرسہ اہل حدیث قائم کیا۔ یہاں وہ امرتسری سے روپڑی بن گئے۔ معروف اہل حدیث عالم دین مولانا عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے چچا تھے۔ مولانا عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد قدس چوک دالگراں لاہور کی بنیاد رکھی اور ماہنامہ تنظیم اہل حدیث جاری کیا۔ آپ نے ''مرزائیت اور اسلام'' کے نام سے کتاب لکھی۔ آپ نے یہ کتاب ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران میں تحریر کر کے حکومت پر واضح کیا کہ قادیانیت، اسلام کے متوازی ومتبائن ہے۔ قادیانیت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ قادیانیت اور اسلام یا قادیانی اور مسلمان دو علیحدہ علیحدہ حقائق کو باہم دیگر ایک قرار دینا حکومت کی سخت نادانی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۵۳ء کے دوران میں لکھی گئی۔ لیکن اشاعت بعد میں ہوئی۔ ہم نے اسے احتساب قادیانیت جلد ۳۶ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ غلطی سے دوبارہ یہ احتساب قادیانیت جلد ۳۹ میں بھی شائع ہوگئی ہے۔

(۶۵۰)

عبداللہ شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مرزا قادیانی کا ایک مرید محمد احسن امروہی تھا۔ اس کذاب مرید نے اکذب پیر کے حق میں کتاب لکھی۔ جس کا نام ’’اعلام الناس‘‘ تھا۔ اسے مرزا قادیانی نے پڑھا تو خوب تعریف کے پل باندھے۔ غرض ’’اعلام الناس‘‘ مرزا قادیانی کی تصدیق شدہ سمجھی گئی۔ قادیانی کتاب ’’اعلام الناس‘‘ کا حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۰۹ھ (مطابق ۱۸۹۱ء،۱۸۹۲ء) میں ’’شفاء للناس‘‘ کے نام سے جواب لکھا۔ اس کے شائع ہونے کے بعد مرزا قادیانی سولہ سال زندہ رہا۔ لیکن اس کتاب کا رد لکھنے کی دجال قادیان کو جرأت نہ ہوئی۔ چنانچہ اس عجز و بے بسی نے مرزا قادیانی کو سولہ آنے جھوٹا ثابت کر دیا۔ خوشی کا باعث ہے کہ احتساب قادیانیت جلد۴۲ میں یہ کتاب بھی شامل کر دی گئی ہے۔

(۶۵۱)

عبداللہ عفیف رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

۲۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا جس کے تحت قادیانیوں کو اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے قانوناً روک دیا گیا۔ قصور کے مجذوب دمجاہد جناب اللہ دتہ نیا بازار نے فتویٰ طلب کیا۔ اہل حدیث مکتب فکر کے شیخ الحدیث مولانا عبداللہ عفیف رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر کیا جو ’’علمی تحقیق‘‘ کے نام پر شائع ہوا، جسے فتاویٰ ختم نبوت جلد۳ میں بھی شائع کیا گیا۔ اسی طرح فتویٰ شریعت نمبر:۱،۲، انجمن اہل حدیث وزیرآباد کا شائع کردہ بھی فتاویٰ ختم نبوت جلد۳ میں شائع کیا گیا۔

(۶۵۲)

عبداللہ غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

مولانا محمد عبداللہ غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ’’میں نے اوراق سوال کو آخر تک پڑھا اور مرزا قادیانی کے عقائد و مقالات کو اس کی اصل تصانیف

میں بھی دیکھا۔ یہ شخص دجال، کذاب اور اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔"

(۶۵۳)

عبداللہ معمار رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

حضرت مولانا محمد عبداللہ معمار رحمۃ اللہ علیہ اہل حدیث مکتب فکر کے مسلمہ رہنما تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے ردقادیانیت کے محاذ پر دست بازد تھے۔ آپ کی شہرۂ آفاق کتاب "محمدیہ پاکٹ" سے ایک زمانہ نفع حاصل کر رہا ہے۔ اس کتاب کے نام سے قادیانیت کانپتی ہے۔ وہ کتاب چونکہ عام طور پر مل جاتی ہے، مکتبہ سلفیہ شیش محل لاہور اسے مسلسل شائع کر رہا ہے۔ اس لئے اسے احتساب قادیانیت میں شائع نہیں کیا۔ اس کے علاوہ تین رسائل ہمیں میسر آئے جو احتساب قادیانیت کی جلد ۲۹ میں شامل اشاعت ہیں:

۱...... "اکاذیب قادیان"
۲...... "مغالطات مرزا عرف الہامی بوتل"
۳...... "روئیداد مناظر رد پڑ"

(۶۵۴)

عبداللہ ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ (اورینٹل کالج لاہور)، مفتی محمد

(وفات: ۱۹۲۴ء)

مفتی محمد عبداللہ ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتویٰ میں مرزا قادیانی کے متعلق تحریر کیا کہ:
"میں نے قادیانی کے وہ اقوال جو استفتاء میں درج ہیں پڑھے اور ان کو اس کی اصل تصانیف میں بھی ملاحظہ کیا۔ یہ اقوال شریعت اسلام کے خلاف ہیں۔ میرے نزدیک یہ شخص احاطہ اسلام سے خارج اور قرآن و حدیث کے اتباع سے باہر ہے۔"

(۶۵۵)

عبداللہ کلام رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

سکھر سے ایک صاحب نے ۱۹۸۶ء میں سوال بھیجا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں کے

قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے یا نہ۔ ان دنوں جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے دارالافتاء میں مولانا عبداللہ کلام رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے۔ انہوں نے فتویٰ لکھا جو پمفلٹ کی شکل میں صدیقی ٹرسٹ نے شائع کیا جسے فتاویٰ ختم نبوت جلد۳ میں بھی شائع کیا گیا ہے۔

(۶۵۶)

عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (کھاریاں)، مولانا شیخ محمد

(پیدائش:۱۲۴۹ھ ...... وفات:۱۳۳۹ھ)

فاضل متبحر، مرجع الفضلاء بے مثل تاریخ گو، مولانا شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بن مولانا صدرالدین ۱۲۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کی تعلیم حافظ نورالدین رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ پھر علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد گرامی سے کی۔ تکمیل علوم کے بعد چک عمر (تحصیل کھاریاں ضلع گجرات) میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ بے شمار علماء آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔ علامہ اصغر علی روحی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ میں نے لاہور کی مساجد اور علماء کی فہرست تیار کی تو نصف سے زیادہ حضرت مولانا شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ثابت ہوئے۔ شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بے نظیر فاضل اور مناظرہ میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کے عقیدتمندوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ حضرت پیر سید غلام حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ جلالپوری کی وساطت سے خواجہ پیر شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ نے عربی وفارسی میں ایک منظوم نصیحت نامہ مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے لکھا تھا۔

(۶۵۷)

عبدالماجد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش:۲۸ر اپریل ۱۸۸۴ء، بدایون ...... وفات:۱۴ر دسمبر ۱۹۳۱ء)

مولانا عبدالماجد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ خانوادہ عثمانیہ بدایون کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کے والد کا نام حکیم عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ اور برادر مکرم کا نام مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جو تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت کے نامور رہنما تھے۔ جن کا کراچی میں وصال ہوا۔ مولانا عبدالماجد

بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام دینی تعلیم بدایون کے مقتدر علماء سے حاصل کی اور پھر حکیم غلام رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دہلی میں طب کی تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ شمس العلوم بدایون کے مہتمم رہے۔ ماہنامہ شمس العلوم بدایون کے چیف ایڈیٹر، صوبہ متحدہ جمعیۃ علماء ہند کے ناظم، تحریک خلافت کے رہنما، مسلم کانفرنس کے رکن رہے۔ آپ جہاں رہے ممتاز رہے اور جس تحریک میں حصہ لیا دل و جان سے لیا۔ آپ کے تبحر علمی کا ایک زمانہ معترف تھا۔ آپ نے ''خلاصۃ العقائد'' نامی کتاب لکھی، اس کے ایک باب عقیدہ ختم نبوت کے لئے وقف ہے جسے عقیدہ ختم نبوت کی جلد ۱۳ میں نقل کیا گیا ہے۔

(۶۵۸)

عبدالمالک شاہ رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، مولانا سید

(وفات: ۱۰/اکتوبر ۲۰۱۱ء)

مولانا سید عبدالمالک شاہ رحمۃ اللہ علیہ گاؤں شاہ حسن خیل نزد عبدالخیل ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں مورخہ ۵/فروری ۱۹۴۸ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے برادر خورد حضرت مولانا خلیفہ محمد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ جوہر آباد کی جامع مسجد کے خطیب حضرت مولانا غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ نے ابتدائی کتب پڑھیں۔ انتہائی کتب اور دورہ حدیث شریف کی تعلیم کے لئے آپ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لے گئے۔ ۱۹۷۴ء میں آپ نے پاکستان کی ہردلعزیز شخصیت، یادگار اسلاف شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ اشرف العلوم، جامعہ انوار العلوم، جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ سے آپ نے دیگر فنون کی تکمیل کی۔

جامعہ انوار الاسلام شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ کے مہتمم حضرت مولانا مفتی عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سید عبدالمالک شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو جامعہ انوار العلوم میں مدرس رکھ لیا۔ مولانا سید عبدالمالک شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بااعتماد تدریس کے باعث طلباء اور شاگردوں میں جلد قبولیت عامہ حاصل کرلی۔ ان کی اس بڑھتی ہوئی مقبولیت کے باعث مولانا مفتی عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ کے ساتھ اپنے تانبا کے کارخانہ کی نگرانی بھی آپ کے سپرد کردی۔ اٹھارہ سال آپ نے انوار العلوم میں تدریس کے فرائض اس خوبصورتی کے ساتھ نبھائے کہ دنیا عش عش کر اٹھی۔ آپ کی خداداد

مقبولیت وشہرت کو دیکھ کر جامعہ مدنیہ لاہور کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ مدنیہ کے لئے آپ کی تدریسی خدمات کا تقاضہ کیا۔ تب آپ نے یہاں تین سال تک ترمذی شریف، توضیح، تلویح، ہدایہ جیسی امہات الکتب کی تعلیم دی۔ ان دنوں آپ کا قیام گوجرانوالہ اور تدریسی ڈیوٹی لاہور میں ہوتی۔ تب تین سال کے شب وروز کی محنت کے بعد تھک گئے۔ حضرت مولانا سید حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے لی۔ جامعہ نصرۃ العلوم کے مہتمم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ نے نصرۃ العلوم میں تین عشروں تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ اس وقت دورہ حدیث کے طلباء کو ابوداؤد شریف پڑھا رہے تھے۔ آپ کے ہزاروں شاگرد ہوں گے۔

آپ جمعیۃ علماء اسلام کے بنیادی نظریاتی کارکن تھے۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ اور قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن کے آپ معتمد خاص تھے۔ مولانا سید عبدالمالک شاہ رحمۃ اللہ علیہ زندگی بھر دین کی سربلندی وعروج اور نفاذ اسلام کی جدوجہد کے لئے سرگرم عمل رہے۔ آپ نے ضلعی، صوبائی اور مرکزی عہدوں پر جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے خدمات سرانجام دیں۔ اس وقت بھی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رکین تھے۔

آپ کا بیعت کا تعلق پٹیالہ کے سادات کرام کے سرخیل مولانا صاحبزادہ احمد رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ مولانا عبدالعزیز رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ارادت کا تعلق تھا۔ دارالسلام کے مولانا سید علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے سلوک کے اسباق پڑھے۔ دارالسلام خانقاہ شریف کے موجودہ سجادہ نشین مولانا پیر ناصرالدین خاکوانی دامت برکاتہم سے سلوک کی تکمیل کے بعد خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ مولانا سید عبدالمالک شاہ رحمۃ اللہ علیہ، امانت ودیانت، تقویٰ واخلاص کا پہاڑ تھے۔ آپ کی زبان مبارک سے ہمیشہ خیر وبھلائی کی باتیں سنی گئیں۔ آپ اتحاد المسلمین کے زبردست حامی تھے۔ فرقہ واریت کو ملک وملت کے لئے زہر قاتل سمجھتے تھے۔ ہنس مکھ چہرہ، باغ وبہار شخصیت، نیکی وتقویٰ کی سعادت مندی کے آثار پیشانی پر جھلکتے تھے۔ آپ کے پاس جو شخص آتا، سب غم بھلا کر جاتا۔ خدمت خلق کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ آپ خلق خدا کی خدمت کر کے روحانی فرحت محسوس کرتے تھے۔ قدرت نے آپ کو معاملہ فہمی کی نعمت سے وافر حصہ دیا تھا۔ اجلا لباس، سر پر پگڑی، کندھے پر رومال، چہرہ پر آل رسول ہونے کے آثار مبارکہ، جب بولتے تھے تو ہونٹوں سے پھول برستے تھے۔ ہمیشہ کارکنوں کو آگے بڑھاتے تھے۔ سٹیج پر آنے، اپنا

قد کاٹھ بڑھانے کے چکروں سے رحمت حق نے انہیں ہمیشہ محفوظ رکھا۔ مدرسہ ومسجد سے اپنا تعلق قائم رکھا۔ تمام اولاد کو دین کی تعلیم سے بہرہ ور کیا۔

لاہور، سیالکوٹ بائی پاس پر نہر کے کنارے نئی آبادی میں مسجد ومدرسہ قائم کیا۔ بنا بنایا مدرسہ دوسرے ساتھی کے سپرد کر کے فارغ ہوگئے۔ فرماتے تھے کہ اہتمام وتولیت کے فرائض سرانجام دینے میرے بس کا روگ نہیں۔ توکل علے اللہ ان کی زندگی کا سرمایہ تھا۔ نام ونمود سے کوسوں دور تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خیر خواہ تھے۔ ہر محفل ومیٹنگ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا دفاع کیا کرتے، گویا صفائی کے وکیل کا کردار ادا کیا کرتے تھے۔ ہمیشہ چنیوٹ وچناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شریک ہوتے تھے۔ آپ کو عرصہ سے شوگر نے گھیرا ہوا تھا۔ جگر کی بیماری بھی بن بلائے مہمان کی طرح چمٹ گئی۔ دل وگردہ بھی متاثر تھے۔ اس کے باوجود اپنے معمولات کو جاری رکھا۔ پاؤں میں زخم ہوا تو شوگر کے باعث اس نے خطرناک شکل اختیار کی۔ لاہور سروسز ہسپتال داخل ہوگئے۔ ڈاکٹروں نے اپریشن کیا۔ مولانا فضل الرحمٰن ملنے کے لئے ہسپتال آئے۔ ڈاکٹروں نے دل وجان سے علاج کا حق ادا کیا۔

وصال سے چند روز قبل عیادت وزیارت کے لئے فقیر راقم سروسز ہسپتال لاہور حاضر ہوا تو ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ بہت ہی محبت سے سرفراز فرمایا۔ وہ سراپا راضی با تقدیر الٰہی نظر آتے تھے۔ فقیر نے دیکھا تو آنکھوں میں نمی آ گئی۔ آپ نے فرمایا۔ مولانا! زندگی بھر اللہ تعالیٰ کی کروڑوں نعمتوں سے نفع اٹھایا۔ زندگی بھر دوڑتے رہے۔ اب اللہ رب العزت نے تھوڑی بہت یہ تکلیف دی ہے تو اس کی تقدیر پر راضی ہوں۔ اللہ میاں سے درخواست کی ہے کہ بہت ہی چھوٹا بندہ ہوں۔ چھوٹی سی تکلیف کے بھی قابل نہیں۔ اس سے زیادہ تکلیف نہ دیں کہ برداشت سے باہر ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ان کی دعا کو قبول فرمایا کہ وہ دنیا بھر کی تکلیفوں سے چھٹکارا پا کر آخرت کی راحتوں کے وارث قرار پائے۔ گوجرانوالہ میں نصرۃ العلوم میں آپ کا جنازہ ہوا۔ جو گوجرانوالہ کے تاریخی جنازوں میں سے ایک جنازہ تھا۔ نماز جنازہ پیر طریقت حضرت حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ نے پڑھائی۔ اپنے استاذ ومربی ومہتمم، مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی ﷫ کے قدموں میں آسودہ خاک ہوگئے۔ حق تعالیٰ آپ کی تربت پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ آمین!

(۶۵۹)

عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (خانیوال)، مولانا خواجہ

(وفات: ۸/ستمبر۱۹۷۳ء)

پیر طریقت، سلسلہ نقشبندی کے ممتاز شیخ ایک مینار والی مسجد ومدرسہ خانیوال کے بانی ملک بھر میں مریدوں کا وسیع حلقہ رکھتے تھے۔ سندھ کے قادیانیت زدہ علاقوں میں عقیدۂ ختم نبوت کی تبلیغ وترویج کے لئے عمر بھر کوشاں رہے۔ آج ان کے مزار مبارک کی مسجد میں ہر سال ختم نبوت کانفرنس آپ کے صاحبزادہ اور جانشین مولانا خواجہ عبدالمالک صدیقی منعقد کرتے ہیں۔

(۶۶۰)

عبدالمتین ابوزرین جھنگی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

موصوف مولانا عبدالتواب رحمۃ اللہ علیہ محدث ملتانی اہل حدیث کے شاگرد تھے۔ آپ نے سولہ صفحات پر مشتمل رسالہ بنام ''قادیان کا راز کھل گیا'' تحریر فرمایا۔ جسے محاسبہ قادیانیت جلد۳ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی گئی۔

(۶۶۱)

عبدالمجید امجد بخاری بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب سید

سید عبدالمجید شاہ امجد بخاری بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ موصوف محکمہ ڈاک کے ملازم تھے۔ قادیان میں پوسٹ ماسٹر کے طور پر عرصہ بھر کام کرتے رہے۔ یہ ۱۹۱۰ء کی بات ہے۔ پھر ۱۹۱۶ء میں دوبارہ یہ قادیان کے پوسٹ آفس کے انچارج بن کر تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں آپ نے قادیان میں انجمن حمایت اسلام قادیان بھی قائم کی۔ اس کے زیر اہتمام سیرۃ النبی ﷺ کے عنوان پر ایک عظیم الشان کانفرنس کا بھی آپ نے اہتمام کیا۔ جس میں مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، پروفیسر مولانا سید احمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (اسلامیہ کالج لاہور وخطیب شاہی مسجد لاہور)، مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرات کو مدعو

کیا۔غرض مجلس احرار اسلام کل ہند کی کانفرنس اکتوبر ۱۹۳۴ء سے بھی قبل کی یہ کانفرنس تھی جو قادیانیوں کے مقابلہ میں منعقد ہوئی۔ جناب سید عبدالمجید شاہ امجد بخاری رحمۃ اللہ علیہ تقسیم کے بعد خیر پور میرس آ گئے تھے۔ بخاری جنرل سٹور کے نام پر کاروبار بھی کرتے رہے۔اس زمانہ میں آپ نے ایک پمفلٹ شائع کیا۔اس کا نام تھا:

''میں اور قادیان'' الحمدللہ! کہ احتساب قادیانیت جلد ۳۶ میں یہ رسالہ بھی توفیق الٰہی سے شامل کر دیا گیا ہے۔متذکرہ کانفرنس کی تفصیل اس رسالہ میں موجود ہے۔

(۲۶۲)

عبدالمجید انور رحمۃ اللہ علیہ (ساہیوال)، مولانا

(وفات:۱۱رجون ۲۰۰۸ء)

حضرت مولانا عبدالمجید انور رحمۃ اللہ علیہ آرائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔آپ چک نمبر ۹۲گ رب جو مریدوالا اور ماموں کانجن کے درمیان واقع ہے کے رہائشی تھے۔آپ جامعہ خیرالمدارس ملتان کے ممتاز فضلاء میں سے تھے۔حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے نامور شاگرد تھے۔جامعہ خیرالمدارس سے فراغت کے بعد آپ مختلف مدارس میں درجہ کتب کے استاد رہے۔پھر جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں تشریف لائے۔حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت، حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی رحمۃ اللہ علیہ کی نظامت میں عرصہ تک تشنگان علوم اسلامیہ کی جامعہ رشیدیہ میں پیاس بجھاتے رہے۔آپ ایک اعلیٰ درجہ کے مدرس تھے۔افہام وتفہیم کا حق تعالیٰ نے آپ کو ملکہ عطا فرمایا تھا۔مشکل سے مشکل مسئلہ کو چٹکیوں میں سمجھانے پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔

آپ تدریس کے ساتھ ساتھ بہت اچھے واعظ وخطیب بھی تھے۔خطابت میں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ آپ کا آئیڈیل تھے۔البتہ تقریر میں برموقعہ شعر پڑھنے میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا طرز اپناتے تھے۔آپ کی تقریر عام فہم اور مؤثر ہوتی تھی۔ایک زمانہ میں اکثر وبیشتر پنجاب کے بڑے بڑے مدارس کے سالانہ اجتماعات پر بڑی خصوصیت سے آپ کے وعظ ہوتے تھے۔عوام وخواص آپ کے بیان میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ بیان میں پندونصائح، موعظت کے واقعات، ذکر الٰہی وفکر آخرت، اعمال صالحہ کی ترغیب، سنت

رسول ﷺ کے احیاء، محبت نبوی ﷺ، مدارس عربیہ کی اہمیت وضرورت، صالح معاشرہ کی تشکیل، بدعات ورسوم کی قباحت پر بیان کرتے تو بہت اچھا ماحول پیدا کردیتے۔ ہر جلسہ میں اپنے سے پہلے مقرر کی کسی بات کو لے کر بات کو آگے بڑھاتے تو مجمع کو چند منٹوں میں اپنا گرویدہ کرلیتے۔ ایک زمانہ میں جامعہ خیرالمدارس میں تقریر کرنا بڑے اعزاز کی بات ہوتی تھی۔ حضرت مولانا خیرمحمد جالندھری ؒ مقررین کے انتخاب میں بہت سارے امور کو مدنظر رکھتے تھے۔ مولانا عبدالمجید انور ؒ کا خیرالمدارس کے جلسہ میں اہمیت کے ساتھ بیان ہوتا تھا جو آپ کی کامیاب خطابت کے لئے بطور سند کے وزنی دلیل ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ رائے پوری ؒ کے انتقال کے بعد جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں اضمحلال درکرگیا۔ مولانا علامہ غلام رسول ؒ، مولانا مفتی مقبول احمد ؒ، مولانا سید نذر محمد شاہ ؒ نے جامعہ رشیدیہ سے علیحدگی اختیار کی تو مولانا عبدالمجید انور ؒ بھی ان کے ساتھ جامعہ رشیدیہ سے اٹھ آئے۔ مولانا سید نذر محمد شاہ مرحوم نے تو الگ سے اپنا ادارہ انوار رحمت کے نام پر قائم کرلیا جو اب بھی بڑی کامیابی سے خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ باقی حضرات نے نہر کے دوسرے کنارے پر جامعہ علوم شرعیہ قائم کرلیا۔ یہاں بھی مولانا عبدالمجید انور ؒ بنیادی اور منتہی کتب کی تدریس کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ مولانا مفتی مقبول احمد ؒ برطانیہ کے اہم شہر گلاسگو میں خطیب مقرر ہوگئے۔ مولانا علامہ غلام رسول ؒ کو آخرت کا بلاوا آگیا تو علوم شرعیہ کے سب سے سینئر استاذ ومدرس حضرت مولانا عبدالمجید انور ؒ ہی رہ گئے۔ آپ نے ان حالات میں جامعہ علوم شرعیہ میں تدریس کے بانکپن کو برقرار رکھا۔

حضرت مولانا عبدالمجید انور ؒ بنیادی طور پر تدریس وخطابت کے آدمی تھے۔ انتظامی امور میں زیادہ جوہر آپ کے کھل کر سامنے نہ آئے۔ مزاجاً ہنس مکھ انسان تھے۔ بات سے بات پیدا کرنی، اس میں رنگ بھرنا اور مجلس کو کشت زعفران بنانے کے بھی ماہر تھے۔ مزاج کے سڑیل بالکل نہ تھے۔ البتہ ہنسوڑ بھی نہ تھے۔ تاہم کسی سے ٹھن گئی تو گرہ کے بھی مضبوط تھے۔ اکھاڑ پچھاڑ نقد وجرح میں پہل تو آپ نہ کرتے لیکن چونچ اڑ گئی تو دھیمے انداز میں خوب لتے لیتے۔ لیکن انداز ہمیشہ عالمانہ رہتا۔ کبھی بھی عالمانہ وقار کو مجروح نہ ہونے دیا۔

حضرت مولانا عبدالمجید انور ؒ کو بہت صدمات سے دوچار ہونا پڑا۔ جامعہ رشیدیہ سے علیحدگی، نوعمر بیٹے کی حادثاتی جدائی پر آپ سراپا صبر وشکر بن گئے۔ تمام صدمات کو برداشت کیا اور بڑے وقار کے ساتھ برداشت کیا۔ اب علوم شرعیہ میں آپ گرامی قدر رفقاء کے

بعد اکیلے رہ گئے تو غم غلط کرنے کے لئے برطانیہ منتقل ہوگئے۔ حضرت مولانا مقبول احمد صاحب رحمہ اللہ سے آپ کی عزیزداری بھی تھی۔ انہوں نے برطانیہ دورہ کی دعوت دی۔ آپ نے برطانیہ کے دور دراز شہروں کا دورہ کیا۔ ہر جگہ اپنی دل پذیر خطابت کا سکہ منوایا۔ ہر جگہ عزت کی نظر سے دیکھے گئے۔ برطانیہ کے اہم شہر رچڈیل میں ادارہ تعلیم الاسلام کی جامع مسجد اور دارالعلوم کی تعمیر نو کا مرحلہ شروع تھا۔ یہ جامع مسجد برطانیہ کی اہم خوبصورت ووسیع ودیدہ زیب مساجد میں شامل ہے۔ جامع مسجد کی خطابت اور دارالعلوم کی تدریس کے لئے ہر لحاظ سے مولانا عبدالمجید انور رحمہ اللہ موزوں کیا۔ قدرت کا تحفہ تھے۔ انتظامیہ نے درخواست کی تو آپ مان گئے۔ اس طرح مستقل برطانیہ میں منتقل ہوگئے۔ لیکن اہل وعیال کو پاکستان رکھنے اور برطانیہ منتقل نہ کرنے کے فیصلہ پر سختی سے کاربند رہے۔

جمعیۃ علمائے برطانیہ نے گوہر نایاب سمجھ کر انہیں اپنا سرپرست مقرر کرلیا۔ رچڈیل میں آپ نے تدریس کا آغاز کیا۔ بھرپور پذیرائی ملی۔ لیکن جوبن برقرار نہ رہ سکا۔ انتظامی مسائل سے نڈھال ہوگیا۔ البتہ مسجد کی خطابت کا شہرہ رہا اور خوب رہا۔

پاکستان کے موسم میں گردوغبار کی شاہی ہے تو برطانیہ میں نمی کا راج۔ پاکستان میں بھرپور شوروشغف تو برطانیہ میں خاموشی وتنہائی۔ غرض موسم وماحول دونوں یکسر بدلے تو جسد وجان نے اس تبدیلی کو خوشدلی سے قبول نہ کیا۔ پہلے جگر نے بغاوت کی تو اب دل نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ ان دونوں کا اس میں کیا قصور خود مولانا نے بھی اس تبدیلی کو بہت زیادہ محسوس کیا۔ خوب یاد ہے کہ راقم ایک بار آپ کا ہمراہی تھا۔ رچڈیل کی مسجد دو سڑکوں کے درمیان ڈھلوان میں واقع ہے۔ سڑکوں پر آنے کے لئے سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں۔ سیڑھیوں سے سڑک پر آئے تو یک دم خوب صحت مند، چوڑے چکلے سینہ کے ابھار والی خاتون کا سامنا ہوا۔ نظریں جھکائیں۔ استغفار پڑھا اور بے ساختہ ”لقد صدق شیخ الدھیانوی“ کہا اور دل گرفتہ ہوگئے۔ راقم نے آپ کا ہاتھ سہارا دینے کے لئے پکڑا ہوا تھا تو میرے ہاتھ کو دبایا اور فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ میرے جامعہ رشیدیہ کے زمانہ کے ساتھی اور قدردان تھے۔ میں برطانیہ منتقل ہوا تو حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ نے ایک بار فرمایا کہ آپ کے اس فیصلہ پر مجھے شرح صدر نہیں۔ آپ ضائع ہوجائیں گے۔ جو خدمت دین کے مواقع پاکستان میں حاصل تھے وہ یہاں کہاں نصیب؟ حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کر کے مولانا عبدالمجید انور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ حکیم العصر تھے۔ میری طبیعت ومزاج کی رعایت کی۔ دراصل انہیں فرمانا چاہئے

تھا کہ کس گناہ کی سزا میں برطانیہ آ گئے ہو؟ نہ یہاں پڑھنا نہ پڑھانا، نہ علمی مجالس، نہ دینی کاموں کا ماحول۔ کہاں وہ دوستوں کا جھرمٹ اور شاگردوں کی فوج اور کہاں یہ اجنبیت و پراگندگی ماحول۔ پھنسا ہوں اور بہت بری طرح پھنسا ہوں۔ فرقة الاحباب و فرقة الشباب سے نڈھال ہوں۔ اب بیماریوں نے گھیر لیا ہے۔ یہاں علاج و معالجہ کی سہولت پر نظر کر کے وقت گزاری کر رہا ہوں۔ ذرہ صحت اعتدال پر آئے تو اڑ جانے کے لئے پر تول رکھے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالمجید انور رحمۃ اللہ علیہ دل و جان سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے قدر دان بلکہ فدائی تھے۔ ملتان آتے تو دفتر تشریف لاتے۔ مجلس کی کانفرنسوں میں شرکت فرماتے۔ برطانیہ سے پاکستان گئے تو حضرت مولانا قاری محمد یاسین صاحب کے جامعہ دارالقرآن فیصل آباد میں ختم بخاری کی تقریب میں مہمان خصوصی تھے۔ اگلے دن چناب نگر مدرسہ ختم نبوت میں دارالمبلغین کی کلاس ردقادیانیت کورس کا افتتاح تھا۔ تشریف لائے۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر آپ سے افتتاحی خطاب کی درخواست کی۔ بیان کیا تو نور بھرا ماحول بن گیا۔ فالحمدللہ!

آپ نے برطانیہ ختم نبوت کانفرنس میں بیماری و علالت کے باوصف کبھی ناغہ نہیں کیا۔ ایسا بیان کرتے کہ کانفرنس میں جان ڈال دیتے۔ مولانا مفتی سعید احمد جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی وفات کی خبر سناتے ہوئے یہ فرمایا اور خوب فرمایا کہ مولانا عبدالمجید انور رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے برمنگھم کانفرنس کے ایک کامیاب خطیب اور مؤثر مقرر سے ہم محروم ہوگئے۔ حق تعالیٰ آپ کی تربت پر اپنی رحمتوں کی موسلا دھار بارش فرمائیں۔ ذاتی طور پر مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک خادم ہونے کے ناطہ میں راقم سے بہت ہی اکرام و محبت کا معاملہ فرماتے۔ ڈھارس بندھا دیتے۔ تقریر پر خوشی سے جھوم جھوم جاتے اور اصلاح بھی فرماتے۔ راقم نے قرآن مجید ناظرہ بچپن میں ایک عورت سے پڑھا۔ خود جاہل ہوں، مجہول کیا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ پتہ نہیں صحیح بھی پڑھتا ہوں کہ نہیں۔ ایک بار علیحدگی میں فرمایا کہ آپ کو کوئی نہیں کہے گا۔ یہ ناخوشگوار فریضہ میں (مولانا عبدالمجید انور رحمۃ اللہ علیہ) سرانجام دیتا ہوں۔ زبر کی بجائے زیر ہے۔ اس سے ان کی محبت و اخلاص و سرپرستی کا پتہ چلتا ہے کہ وہ زیر و زبر تک مجھ مسکین پر نظر رکھتے تھے۔

ایک بار بیان میں راقم نے عرض کیا کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہاں دفن ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی کو پاخانہ کی جگہ موت کے باعث وہاں دفن ہونا چاہئے تھا تو تقریر کے بعد فرمایا کہ آپ نے جو بیان کیا یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی تدفین کے موقع

پر فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہاں دفن ہوتا ہے۔ لیکن مشکوٰۃ شریف میں دوسری روایت میں اور بھی وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جہاں اپنے نبی کا دفن ہونا مطلوب ہوتا ہے وہاں اپنے نبی کی وفات واقع فرماتے ہیں۔ فقیر نے سنا تو جھوم اٹھا۔ شکریہ ادا کیا۔ لیکن اپنی لاابالی کے باعث ایک بار پھر بیان کیا تو صرف پہلی روایت بیان کی۔ مولانا عبدالمجید انور رحمۃ اللہ علیہ اب دوسری بار کے بیان میں بھی موجود تھے۔ تو پھر علیحدگی میں فرمایا کہ پچھلے سال بھی ایک روایت مشکوٰۃ کی سنائی تھی۔ اس میں موقف زیادہ اجاگر ہوتا ہے۔ آپ نے آج پھر اسے بیان نہیں کیا۔ غرض سبق کیا دیتے تھے سنتے بھی تھے اور یاد بھی کرادیتے تھے۔ اس کے بعد تو موقعہ کی مناسبت سے کبھی اس روایت کو بھول نہیں پایا۔ ان کی وفات مجلس تحفظ ختم نبوت کے دلی بہی خواہ کی وفات ہے۔

حضرت مولانا عبدالمجید انور رحمۃ اللہ علیہ کھلا گول چہرہ، خوبصورت داڑھی، رنگت سانولی، کشادہ پیشانی، بھاری سر، چوڑا سینہ، صحت کے زمانہ میں خوب سڈول مائل بہ فربہی ڈیل ڈول اور درمیانہ قد کے تھے۔ سر پر ہمیشہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وضع کی ٹوپی رکھتے تھے۔ کندھے پر رومال۔ لباس سادہ کھلا اور اجلا۔ جو ملا پہن لیا۔ لباس میں رنگت وغیرہ کے دلدادہ نہ تھے۔ چلنے میں وقار کی پھرتی۔ معاملہ فہمی کے ماہر اور دوستی دشمنی کے جھمیلوں میں نہ پڑنے والے تھے۔ کبھی کبھار ذائقہ بدلنے کے لئے جو داڑھ کے نیچے آ گیا، رگڑا اور چل دیئے کا معاملہ ہوگیا ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں۔ بہت ہی صالح اور عبادت گزار تھے۔ پاکستان آتے جاتے عمرہ یا حج کا سفر ضرور کرتے۔ اس لئے حج وعمرہ کا شمار تو وہ خود یا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں جن کی رضا کے لئے وہ کرتے تھے اجر بھی اسی ذات نے دینا ہے۔

پہلے ذکر کیا ہے کہ وفات کی خبر کراچی سنی۔ مولانا قاضی احسان احمد صاحب سے کاغذ قلم مانگا۔ لیکن مضمون نہ لکھ سکا۔ آج ۲۳؍جون ۲۰۰۸ء ہے۔ ایک دو دن میں رچڈیل مسجد جانا ہے۔ مضمون دفتر لندن میں لکھ رہا ہوں۔ تعزیت ان کے نمازیوں سے جاکر عرض کروں گا۔ لندن میں مغرب کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ پاکستان میں زرداری ٹائم رات کے دو بج گئے۔ اسی پر ختم کرتا ہوں۔ اللہ کافی وبس، باقی سب ہوس۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

محسنوں کی وفات سے دل ودماغ پر کیا بیتتی ہے اس سے ہر ذی عقل انسان واقف ہے۔ راقم مزید کیا مرثیہ خوانی کرے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور سیأت سے

درگزر فرمائے۔ مولانا مرحوم نے بیماری کے باوجود عمرہ کیا۔ پاکستان گئے۔ واپسی پر برطانیہ کے لئے سیٹ بک تھی۔ بیماری نے شدت اختیار کی تو سیٹ کینسل کرادی۔ اپنے گھر ساہیوال میں کچھ دن زیر علاج رہے کہ بلاوا آ گیا۔ برطانیہ آنے کی بجائے بطن ارض کی طرف کوچ کیا۔ چلو آخری خواہش کہ صحت بحال ہوتے ہی ہمیشہ کے لئے وطن جانے کے لئے پر تولے ہوئے ہوں کا ایک حصہ پورا ہو گیا۔ وطن آ گئے اور اب فوتگی کے بعد صحت کیا جوانی بھی عود کر آئی ہوگی کہ آخر صالح عالم دین تھے۔ ان کی تمنا قدرت نے یوں پوری کردی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین!

(۶۶۳)

عبدالمجید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

اکتوبر ۱۸۹۱ء میں دجال قادیانی کا دہلی میں مولانا محمد بشیر شہسوانی رحمۃ اللہ علیہ سے تحریری مباحثہ ہوا۔ جسے وہ ناتمام چھوڑ کر ”جہاں سے آیا تھا وہاں چلا گیا۔“ اس بحث کو مولانا محمد بشیر شہسوانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح“ کے نام سے شائع کیا۔ اس پر قادیانی چیف گرو کے چیلے محمد احسن امروہی قادیانی نے ”اعلام الناس“ لکھی۔ جس پر مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی سے بھوپال جاکر مولوی احسن امروہی قادیانی سے خط وکتابت کی۔ یہ تمام مراسلت مولانا عبدالمجید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”بیان للناس“ کے نام پر شائع کی۔ جسے ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۴۲ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۶۶۴)

عبدالمجید سوہدروی، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۰ء ...... وفات: نومبر ۱۹۵۹ء)

حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ نے سوال وجواب کی صورت میں ”داستان مرزا“ کے نام سے کتاب جون ۱۹۳۳ء میں مرتب کی۔ اس پر حصہ اوّل لکھا ہے۔ آخر میں ”دوسرے حصہ کا انتظار فرمائیں“ درج ہے۔ دوسرا حصہ میرے ہاتھ نہیں لگا۔ نہ معلوم کہ شائع بھی

ہوا یا نہیں۔ مولانا موصوف نے حصہ اوّل کے ٹائٹل پر یہ تعارف درج کیا۔

’’مرزا غلام احمد قادیانی کا مذہب اور ان کے عقائد اس خوبی اور صراحت سے بیان کئے گئے ہیں کہ ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ لطف یہ کہ ہر بات مدلل اور معقول طرز بیان نہایت صاف اور سلیس پیرایہ دلکش اور سنجیدہ کہ خود بخود پڑھنے کو جی چاہے۔‘‘

فقیر سو فیصد اس تعارف کی تائید کرتا ہے جیسے سنا اس سے ہزار درجہ بہتر پایا کا مظہر یہ کتاب ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۵ میں شامل اشاعت ہے۔

(۶۶۵)

عبدالمجید سیفی رحمۃ اللہ علیہ، جناب حکیم

(وفات: ۲۴ راگست ۱۹۶۰ء)

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ: ’’تحریک کے ضمن میں انکوائری کمیشن نے رپورٹ مرتب کرنا شروع کی۔ عدالتی کارروائی میں حصہ لینے کی غرض سے علماء، وکلاء کی تیاری، مرزائیت کی کتب کے اصل حوالہ جات کو مرتب کرنا اتنا بڑا کٹھن مرحلہ تھا اور ادھر حکومت نے اتنا خوف وہراس پھیلا رکھا تھا کہ تحریک کے راہنماؤں کو لاہور میں کوئی آدمی رہائش تک دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ جناب حکیم عبدالمجید سیفی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ، خلیفہ مجاز خانقاہ سراجیہ نے اپنی عمارت ۷ ربیڈن روڈ لاہور کو تحریک کے راہنماؤں کے لئے وقف کر دیا۔ تمام تر مصلحتوں سے بالائے طاق ہو کر ختم نبوت کے عظیم مقصد کے لئے ان کے ایثار کا نتیجہ تھا کہ مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالرحیم اشعر رحمۃ اللہ علیہ اور رہائی کے بعد مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے راہنماؤں نے آپ کے مکان پر انکوائری کے دوران قیام کیا اور مکمل تیاری کی۔‘‘

(۶۶۶)

عبدالمجید فاروقی (لاہور)، مولانا

موصوف گنج مغلپورہ لاہور کے تھے۔ ’’قادیانی کی گالی کا حقدار کون؟‘‘ پمفلٹ انہوں نے شائع کیا۔

(۶۶۷)

عبدالمجید (فیجی آئی لینڈ)، مولانا

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ نے ۶۹۔۱۹۶۸ء کے قریب انگلستان کا دورہ کیا۔ اس دوران میں ایک عرصہ کے لئے فیجی آئی لینڈ بھی تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں فیجی آئی لینڈ کے مولانا عبدالمجید دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوکر ملتان آئے اور حضرت مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ سے ردقادیانیت پر کورس بھی کیا۔ مولانا عبدالمجید، مولانا بشیر احمد خاکی رحمۃ اللہ علیہ (شورکوٹ)، مولانا نذیر بلوچ رحمۃ اللہ علیہ اور فقیر راقم ہم چار دوستوں کی کلاس تھی۔ یہاں سے فراغت کے بعد فیجی تشریف لے جاکر ختم نبوت کے کام کو سنبھالا۔ جس حال میں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں برکتوں سے سرفراز فرمائیں۔

(۶۶۸)

عبدالمجید مونگیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

''تعبیر رویائے حقانی، ردہفوات قادیانی'' تحریر جناب مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ
کتاب ہذا میں قادیانی رسالہ ''اسرار نہانی'' کا محققانہ و مفصل جواب دیا گیا ہے۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق قادیانی خرافات کا ایسا جواب دیا گیا کہ قادیانیوں کے دانت کھٹے کر دیئے گئے۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں یہ شائع شدہ ہے۔

(۶۶۹)

عبدالمجید نابینا رحمۃ اللہ علیہ، جناب حکیم حافظ

(وفات: ۱۲ر فروری ۱۹۷۲ء)

حافظ عبدالمجید مرحوم کی شخصیت اوصاف اور کمالات کا مجموعہ تھی۔ موت العالِم، موت العالَم کے مصداق ان کی وفات سے ہماری ملی اور دینی زندگی کی صفوں سے ایک تبحر

عالم دین ایک حاذق طبیب اور ایک بلند کریکٹر رہنما کی جگہ خالی ہوگئی ہے۔ مرحوم بہ اعتبار مسلک ومشرب اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جس بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تاثر کا اظہار اس شعر کے ذریعہ فرمایا تھا۔

بہ آں گروہ کہ از ساغر وفا مستند سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

لاریب حافظ عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق اس گروہ سے تھا جس کے سرخیل شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ، ماسٹر تاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ علی بہادر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم تھے۔

حافظ عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ لائل پور شہر کے ایک نواحی گاؤں چک ۲۲۴ر-ب آبادی وزیر خان کے ایک معزز راجپوت گھرانے کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کے والد چوہدری وزیر خان صاحب مرحوم پنجاب کے روایتی سفید پوشوں میں شامل ایک لینڈ لارڈ تھے۔ خدا کی قدرت بچپن ہی میں چیچک نکلنے کے باعث حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دونوں آنکھیں ضائع ہوگئیں۔ اس معذوری کے باعث چوہدری وزیر خان رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں مجبوراً دنیوی تعلیم کی بجائے دینی تعلیم کے لئے وقف کردیا۔ قرآن مجید حفظ کرنے اور سبع قرأت وتجوید سے سند حاصل کرنے کے بعد انہوں نے فارسی اور عربی علوم کے حصول کی طرف توجہ مبذول کی۔ دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل سے عربی اور دینی علوم کی سند حاصل کی۔ وہ ہندوپاک کے مشہور محدث علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، جن پر استاد کو بجا طور پر فخر تھا۔

منبع الطب لکھنؤ سے فاضل طب کی ڈگری لی اور پنجاب یونیورسٹی سے ادیب فاضل منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات پاس کئے اور پنجاب یونیورسٹی ہی سے بی۔اے کی ڈگری بھی حاصل کی۔ وہ پنجاب یونیورسٹی کے پہلے نابینا گریجویٹ تھے۔ دینی اور دنیوی علوم وفنون کے حصول کے بعد انہوں نے لائل پور شہر میں اپنا مطب قائم کیا اور بہت تھوڑے عرصہ میں حکیم نابینا کے عرف سے شہر اور گردونواح میں بے پناہ شہرت حاصل کرلی اور اس سلسلہ میں بھی مرجع خلائق بن گئے۔

طبی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے سیاسیات اور تحریک آزادی میں حصہ لینا شروع کیا۔ ۳۷-۱۹۳۶ء کا زمانہ تھا۔ مجلس احرار اسلام اس وقت مسلمانوں کی معروف سیاسی

جماعت تھی۔ پنجاب میں ان دنوں اس جماعت کا طوطی بولتا تھا۔ علمائے حق اور حریت پسند نوجوان برطانوی سامراج کے خلاف اسی محاذ سے نبرد آزما تھے۔ حافظ صاحب مجلس احرار اسلام میں شامل ہو گئے۔ حکیم نورالدین مرحوم اس زمانہ میں لائل پور جماعت کے سربراہ تھے۔ انہوں نے حافظ صاحب ؒ کی اعلیٰ صلاحیتوں اور مخلصانہ عملی سرگرمیوں کے پیش نظر ان کی حوصلہ افزائی کی۔ جماعتی صفوں میں حافظ صاحب ؒ کو آگے بڑھایا۔ یہاں تک کہ بہت جلد ہی وہ احرار کے معروف رہنما شمار ہونے لگے۔ قیام پاکستان سے قبل لائل پور ہندوؤں اور سکھوں کا شہر تھا۔ چند گنے چنے مسلمان لائل پور شہر میں آباد تھے۔ ان میں حکیم نوردین، شیخ محبوب الٰہی، مفتی محمد یونس، چاچا محمد اکبر، چوہدری صاحب دین، میاں محمد فتح اللہ، خان سرفراز خان، عطاء محمد آف پکا ماڑی، حافظ محمد عبداللہ، سید بخت بیدار شاہ، چوہدری محمد اکبر اور اسی طرح چوہدری نادر خان، میاں محمد نور اللہ اور مولوی محمد عثمان رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین خاص طور پر قابل ذکر تھے۔ حافظ صاحب اپنی دینی سیاسی اور سماجی خدمات کی بدولت اس فہرست میں شامل تھے۔

۱۹۳۹ء میں جب دوسری عالم گیر جنگ شروع ہوئی تو برصغیر ہندو پاک میں سب سے پہلے مجلس احرار نے برطانوی حکومت کے خلاف عدم تعاون، فوجی بھرتی کا بائیکاٹ اور سول نافرمانی کی تحریک شروع کی اور تھوڑے عرصہ ہی میں احرار رہنماؤں نے اپنی جوشیلی اور باغیانہ تقریروں کی بدولت پورے ہندوستان کی فضا کو انگریزوں کے خلاف برہم کر دیا۔ اس تحریک میں حافظ عبدالمجید صاحب ؒ نے بڑے جوش وخروش سے حصہ لیا۔ بالآخر ایک باغیانہ تقریر کی وجہ سے ان پر مقدمہ چلا اور وہ ایک سال سزا کے لئے جیل چلے گئے۔ یہ قید انہوں نے راولپنڈی جیل میں مفکر احرار چوہدری افضل حق ؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ، مولانا مظہر علی اظہر ؒ، آغا شورش کاشمیری ؒ اور مولانا گل شیر شہید ؒ جیسے اکابر کی ہمراہی میں کاٹی۔ قید کے زمانہ میں بھی حافظ صاحب ؒ نے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ آغا شورش کاشمیری ؒ نے اسی قید کے دوران حافظ صاحب ؒ سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی۔ رہائی کے بعد انہوں نے پھر دہی باغیانہ سرگرمیاں شروع کر دیں۔ ان کی انہی سیاسی خدمات کے پیش نظر ساتھیوں نے انہیں مجلس احرار لائل پور کا صدر اور مرکزی مجلس کی ورکنگ کمیٹی کا ممبر منتخب کر لیا۔ آزادیٔ وطن تک وہ مجلس احرار کے صف اوّل کے رہنماؤں میں شریک رہے۔ قیام پاکستان کے بعد انہوں نے تعلیمی اور تبلیغی سرگرمیوں میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینا شروع کر دیا اور سیاسی سرگرمیوں سے تقریباً کنارہ کشی اختیار کر لی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے زمانہ میں وہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر اور مجلس عمل کے رکن رکین تھے۔ تحریک میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مارچ ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہو کر ایک سال کے لئے نظر بند کر دیئے گئے۔ تحریک کے تمام لیڈر گرفتار ہو چکے تھے۔ جیلیں رضا کاروں سے بھری پڑی تھیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق تحریک ختم نبوت میں ایک لاکھ رضا کاروں نے اپنی گرفتاریاں پیش کی تھیں۔ تحریک کا زور ٹوٹ جانے کے بعد حکومت اس فکر میں تھی کہ زیادہ سے زیادہ رضا کاروں کو رہا کر دے۔ اس فکر کے لئے سرکاری حکام رضا کاروں کو ترغیب دیتے تھے کہ وہ معافی نامہ کے فارم پر دستخط کر دیں یا ضمانت پر رہائی کی درخواستیں دیں۔ یہ سلسلہ لائل پور جیل میں بھی شروع ہوا۔

راقم الحروف کو ۲۰ مارچ ۱۹۵۳ء کو گرفتار ہوتے ہی لاہور شاہی قلعہ میں بھیج دیا گیا۔ لائل پور میں باقی جو رہنما موجود تھے ان میں حافظ عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کو حکومت کی سکیم کی راہ میں رکاوٹ سمجھا گیا اور انہیں میرے بعد لاہور سنٹرل جیل بھیج دیا گیا۔ ایک ماہ بعد جب میں مولانا عبدالواحد خطیب رحمۃ اللہ علیہ گجرانوالہ اور چوہدری ثناء اللہ بھٹہ رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں شاہی قلعہ سے لاہور سنٹرل جیل پہنچا دیا گیا تو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں موجود پایا۔ وہ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نصیر الدین غورغشتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ سیاست خانہ میں رہ رہے تھے۔ میں نے پہنچتے ہی انہیں اپنے کمرے میں بلوالیا اور ان کے خادم کی حیثیت سے ساتھ رہنا شروع کر دیا۔ چند دنوں بعد ہمیں کیمبل پور جیل پہنچا دیا گیا۔ اس سفر میں میرے ساتھ چوہدری ثناء اللہ بھٹہ رحمۃ اللہ علیہ، چوہدری محمد علی رحمۃ اللہ علیہ ممبر صوبائی اسمبلی شیخوپورہ حمید نظامی مرحوم کے چھوٹے بھائی بشیر نظامی بھی تھے۔ کوئی سال بھر حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیمبل پور جیل میں ہمارے ساتھ نظر بند رہے۔ اس عرصہ میں مجھے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کرنے، ایک ہی کمرہ میں رہائش اور ہمراہی کا شرف حاصل رہا۔ کیمبل پور جیل میں زندانیوں کا جو گروہ موجود تھا۔ اس میں حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میرے علاوہ مولانا غلام محمد ترنم رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ، سید طیب شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فضل محمد قصوری رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ جمال دین بٹ رحمۃ اللہ علیہ، جناب حمزہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ آزاد سرخیل احرار، چوہدری محمد عاشق قصوری مرحوم اور بعض دوسرے احباب بھی موجود تھے۔ حافظ صاحب مرحوم زندانیوں کے اس قافلہ کے امیر اور جیل کی پاکیزہ محفلوں میں میر محل ہوا کرتے تھے۔ تمام ساتھی حافظ صاحب کا دل وجان سے احترام کیا کرتے تھے۔ ان سے

اکتساب فیض کرتے تھے۔ راقم الحروف اور سید طیب شاہ ہمدانی قصوری رحمہ اللہ نے حافظ صاحب رحمہ اللہ سے پڑھنا شروع کیا اور دوسرے احباب مجھ سے پہلے رہا ہو کر چلے آئے تو مجھے ان کی رفاقت سے محرومی کا شدید احساس اور رنج ہوا۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ نے علمی دنیا میں شہرت اور نام حاصل کرنے، تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت میں سرگرم حصہ لینے کے علاوہ عربی اور اسلامی علوم کی ترویج واشاعت میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ لائل پور کی مشہور دینی درس گاہ اشاعت العلوم کو ان کی سرپرستی کا شرف حاصل رہا ہے۔ حافظ عبدالمجید رحمہ اللہ اس بات کی بڑی تڑپ رکھتے تھے کہ پاکستان میں قرآن وسنت پر مبنی اسلامی آئین کا نفاذ ہو۔ وہ اس سلسلہ میں ہمیشہ ہر اس شخص اور جماعت سے پورا پورا تعاون کرنے کے لئے تیار رہتے، جو اس مملکت میں اسلامی آئین کے لئے جدوجہد کرنا چاہتا تھا۔ بعض حلقوں میں وہ جماعت اسلامی سے متعلق سمجھے جاتے تھے۔ حالانکہ وہ جماعت اسلامی میں ہرگز شامل نہ تھے، بلکہ بعض باتوں میں ان سے اختلاف بھی رکھتے تھے۔ لیکن وہ آئین اسلامی کی جدوجہد میں ان کے حامی اور معاون تھے۔ اس کے علاوہ وہ ہر بدی کے خلاف آواز اٹھانے کے سلسلے میں اہل حق کے دوش بدوش ہر قربانی کے لئے تیار ہو جایا کرتے تھے اور بے پناہ مالی امداد دیا کرتے تھے۔ اللہ نے حافظ صاحب رحمہ اللہ کو بڑی خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا۔ وہ بڑے ٹھنڈے دل ودماغ کے مالک تھے۔ ساتھیوں کو ہمیشہ جوش پر قابو پانے اور ہوش سے کام کرنے کا مشورہ دیا کرتے تھے۔ اجتماعی زندگی میں وہ ساتھیوں اور ہم عصروں کو اختلاف رائے کا حق دیتے اور ان سے خود بھی یہی حق مانگتے تھے۔ ان کی عادت تھی وہ اپنی رائے اور مسلک پر سختی سے کاربند رہتے۔ لیکن کسی دوسرے شخص پر اپنی رائے ہرگز نہ ٹھونستے تھے۔

وہ سچے اور کھرے انسان تھے۔ صاف گوئی اور مختصر گوئی ان کا شعار تھا اور مخاطب سے بھی وہ اسی کی توقع رکھتے تھے۔ وہ بہت بڑے عالم تھے۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ انہوں نے ہزاروں روپیہ کی کتابیں اپنی جیب خاص سے مصر اور دوسرے ممالک سے منگوائی تھیں اور باقاعدگی سے ان کو سنا کرتے تھے۔ قدرت نے انہیں بلاکر حافظہ دیا تھا۔ طالب علمی کے زمانہ میں ساتھیوں سے ایک دفعہ حدیث کا سبق سن کر کلاس میں اسے من وعن دہرا دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے اساتذہ حیران رہ جایا کرتے تھے۔ دس دس سال بعد ملنے والے لوگوں کو محض السلام علیکم کی آواز سنتے ہی پہچان کر ان کا نام بتادیا کرتے تھے۔

وہ آزاد خیال اور وسیع المشرب انسان تھے۔ اللہ نے انہیں علمی اور دینی خزائن کے

علاوہ دنیاوی مال ومتاع سے بھی نوازا تھا۔ وہ دل کے سخی تھے۔ دینی اور سماجی بھلائی کے کاموں میں بے دریغ خرچ کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی شہری جائیداد جو تقریباً پانچ چھ مکانوں اور کوٹھیوں پر مشتمل تھی، مدرسہ اشاعت العلوم لائل پور کے لئے وقف کردی۔ اس جائیداد کے علاوہ مبلغ گیارہ ہزار روپیہ کے متعلق بھی وصیت کررکھی جو اب مدرسہ کو دے دیا گیا ہے۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو دفعہ حجاز مقدس کا سفر کیا۔ حرمین شریفین کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور ہوئے۔ پہلی دفعہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولانا عبدالرحیم اشعر رحمۃ اللہ علیہ کو اور دوسری مرتبہ اشاعت العلوم کے ایک مدرس مولوی عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ کو ہمراہ لے گئے۔ ان کے تمام مصارف خود برداشت کئے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جو عالم دین انہیں ایک طویل عرصہ سے کتابیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور اس طرح انہیں جدید وقدیم کتب کے مطالعہ کا موقع میسر آتا۔ ان کے لئے ہزاروں روپے کے صرف سے رہائش کا مکان تعمیر کرایا اور ان کے نام کرادیا۔

حافظ صاحب نے ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنے آبائی گاؤں چک ۲۲۴ ر۔ب میں اپنی والدہ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ حافظ صاحب نے بے شمار عزیزوں، دوستوں، معتقدوں اور ساتھیوں کے علاوہ اپنے پیچھے ایک بیوہ، ایک لڑکا اور ایک لڑکی کو سوگوار چھوڑا ہے۔

مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

(ازقلم: مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ)

(۶۷۰)

عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ (کوٹ سبزل)، مولانا

تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان کے رہائشی مولانا عبدالمجید تھے جو کچھ عرصہ کراچی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ رہے۔

(۶۷۱)

عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ (سرگودھا)، جناب راؤ

جناب راؤ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ سرگودھا کی تاجر برادری کے نامور رہنما تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں سرگودھا کی سطح پر مجاہدانہ، قائدانہ، بے باکانہ کردار ادا کیا۔ سرگودھا مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے ممتاز رہنما تھے اور بھرپور خطیب تھے۔ خطابت میں راؤ برادری کا جاہ وجلال ٹپکتا تھا۔

(۶۷۲)

عبدالمنان وزیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ، جناب حافظ

معروف اہل حدیث رہنما شیخ الحدیث مولانا عبدالمنان وزیرآبادی نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں لکھا کہ:

"میں نے قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو ان کو کفر والحاد اور افتراء علی اللہ والرسول سے مملو پایا۔ اس کا مسلک اہل الحاد وفساد کا طریق ہے۔ اس کا مذہب کجی وعناد ہے۔ وہ ان دجاجلہ میں سے ہے، جن کی مخبر صادق ﷺ نے خبر دی تھی۔"

(۶۷۳)

عبدالواحد خان رام پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

حضرت مولانا عبدالواحد خان رام پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک مرزائی نے حیات وممات عیسیٰ مسیح میں بحث کی اور بڑے دعویٰ کے ساتھ وفات عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کرنا چاہا۔ مگر حق غالب رہا اور مرزائی دلائل مثل تار عنکبوت کے ٹوٹ گئے اور مولانا نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن وحدیث سے ثابت کر دیا۔ "مناظرۂ دلپسند (۱۳۴۶ھ) ملقب بدولقب تاریخی (لقب اوّل) فتح مسیح، فرار مرزائی (۱۳۴۶ھ) (لقب ثانی) حیات ممدوح جہاں سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ۱۳۴۶ھ" بہار سے یہ رسالہ اوّلاً شائع ہوا۔ اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شامل اشاعت ہے۔

(۶۷۴)

عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، مولانا مفتی

(وفات: ۱۱ر دسمبر ۱۹۸۲ء)

مولانا مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ممتاز عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ مدرسہ انوارالعلوم اندرون شیرانوالہ گوجرانوالہ کے مہتمم اور مرکزی جامع مسجد کے خطیب تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی رہنما

تھے۔آپ بہت بہادر اور مجاہد عالم دین تھے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کی جرأتوں کا ایک زمانہ گواہ ہے۔آپ نے اس تحریک میں بڑی بہادری سے جیل بھی کاٹی تھی۔

(۶۷۵)

عبدالواحد مخدوم رحمۃ اللہ علیہ (ڈاور ضلع چنیوٹ)، مولانا

مولانا عبدالواحد مخدوم ڈاور علاقہ چناب نگر کے باسی تھے۔مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے ابتدائی پڑھنے والوں میں تھے۔آپ نے مرزا قادیانی کے کردار، تضاد بیانیوں، ایک صد جھوٹ اور درجن بھر جھوٹی پیش گوئیوں کے مجموعہ پر مشتمل یہ کتاب ''کذبات مرزا'' ترتیب دی جو مارچ ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی۔اب دوبارہ اسے احتساب قادیانیت جلد ۵۴ کا حصہ بنایا گیا ہے۔

(۶۷۶)

عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ (کنری ضلع تھرپارکر)، جناب میاں

(وفات: ۲۸/فروری ۲۰۰۹ء)

میاں عبدالواحد صاحب نے ایم.ایس.سی تعلیم پائی۔گورنمنٹ ہائی سکول کنری میں ۲ سال سائنس ٹیچر رہے۔ملازمت سے دل بھر گیا تو زمینداره شروع کیا۔زمینداہ میں اپنی ذاتی شرافت، دیانتداری کے باعث نام پیدا کیا۔خوب سے خوب تر کی تلاش کے جذبہ کے تحت زمینداره پیشہ میں ایک کامیاب اور ماہر کا درجہ اختیار کر گئے۔آپ نے اپنی اہلیہ سمیت حج کی سعادت حاصل کی۔کنری مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر اور روح رواں رہے۔بہت ہی گہرے اور ٹھنڈے دل ودماغ کے انسان، معاملہ فہمی میں اپنی مثال آپ تھے۔پڑھے لکھے، زیرک، نرم مزاج، پختہ رائے، ایسے اوصاف نے انہیں ہر دل عزیز بنا دیا تھا۔اپنے پرائے، ہندو، مسلم سب کے دلوں پر انہوں نے بے تاج بادشاہ کی طرح حکمرانی کی۔اللہ رب العزت نے ایک بیٹا و بیٹی کی دولت سے مالا مال کیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کنری کے لئے ان کا وجود سایہ الٰہی تھا۔ان کی مرنجان مرنج شخصیت کے نقوش عرصہ تک اہل علاقہ کے لئے ایک یادگار کے طور پر ضرب المثل رہیں گے۔

مولانا محمد علی صدیقی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کنری میں ان کا جنازہ ایک مثالی جنازہ تھا۔ مرکز کی طرف سے حضرت ناظم اعلیٰ دامت برکاتہم نے بذات خود تعزیت کے لئے سفر کیا۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۶۷۷)

عبدالودود قریشی رحمۃ اللہ علیہ (پشاور)، جناب

''خاتم الانبیاء (تیر ودود بر سینۂ مردود)'' پشاور کے معروف بزرگ عالم دین حضرت مولانا عبدالودود قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے ملعون قادیان کے خلاف ستمبر ۱۹۴۲ء میں یہ رسالہ شائع فرمایا تھا جو احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۶۷۸)

عبدالوہاب حجازی رحمۃ اللہ علیہ (سمندری)، جناب

''مرزائیاں دے خلق دا شیشہ'' سمندری ضلع فیصل آباد کے عبدالوہاب حجازی بدنصیبی سے قادیانی ہوگئے۔ پھر خوش نصیبی سے مسلمان ہوگئے۔ پنجابی نظم پر مشتمل رسالہ ''مرزائیاں دے خلق دا شیشہ'' تحریر کیا جو کہ احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۶۷۹)

عبدالوہاب خان رحمۃ اللہ علیہ (رام پور)، مولانا

(وفات: ۲۲ رنومبر ۱۹۷۸ء)

''حالات والہامات مرزا'' حضرت مولانا عبدالوہاب خان رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعۃ المعارف رام پور کی مرتب کردہ ہے۔ پہلی بار جنوری ۱۹۲۱ء میں رام پور میں شائع ہوئی۔ مولانا عبدالوہاب خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ۲۲ رنومبر ۱۹۷۸ء میں انتقال ہوا۔ رام پور یو. پی سے مدرسہ فیض العلوم تھانہ ٹین رام پور کی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کی۔ یہی ایڈیشن ہم نے احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں محفوظ کیا ہے۔ یہ ایڈیشن مجلس تحفظ ختم نبوت کل ہند دارالعلوم دیوبند کے نائب ناظم مولانا شاہ عالم گورکھپوری کی زیر نگرانی شائع ہوا ہے۔

(۶۸۰)

عبدالوہاب شاہ رحمۃ اللہ علیہ (حاصل پور)، جناب سید

(وفات: ۱۳ مئی ۲۰۰۸ء)

مولانا سید عبدالوہاب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ احمد پور شرقیہ کے محلہ کٹڑہ احمد خان میں ۱۹۵۹ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی سید محمود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایس.ٹی سکول ٹیچر تھے۔ سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے سکول کی تعلیم حاصل کی۔ احمد پور شرقیہ کے حافظ رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حفظ قرآن کیا۔ قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں راولپنڈی میں گردان اور قرأت کی تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ امینیہ راولپنڈی حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی دینی علوم حاصل کئے اور پھر احمد پور شرقیہ گورنمنٹ کالج میں لائبریرین کے عہدہ پر مامور ہوگئے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ قدرت نے لحن داؤدی سے آپ کو حصہ نصیب کیا تھا۔

تحریک کے جلسے جلوسوں میں ختم نبوت پر نعتیں پڑھتے تو مجمع پر سحر کی کیفیت طاری کر دیتے۔ دشمن نے آپ کو زہر دیا۔ بروقت علاج سے جان تو بچ گئی لیکن آواز سخت متاثر ہوئی۔ جوانی میں شوق اٹھا تو دارالعلوم مدنیہ بہاولپور سے دورہ شریف مکمل کیا۔ ۱۹۹۳ء میں حاصل پور تشریف لائے۔ یہاں ایک سکول میں ملازمت اختیار کی۔ روایت ہے کہ حاصل پور تشریف لائے تو سب سے پہلے جو آپ کے میزبان تھے۔ انہوں نے پہلی ملاقات میں پہلی بات یہ کی کہ آپ حاصل پور کو چھوڑ کر تو نہیں جائیں گے؟ سید آل رسول تھے۔ حسینی خون تھا۔ وعدہ کر لیا اور پھر وہیں دفن ہو کر عہد وفاء کی تاریخ میں ایک شاندار روایت کا اضافہ کر دیا۔

فقیر راقم کی آج سے برسوں پہلے مدرسہ صادقیہ مچن آباد کے جلسہ پر پہلی ملاقات ہوئی۔ معصوم چہرہ، سادگی کا پیکر، پہلی ملاقات میں فرمایا کہ آپ کے چھوٹے بھائی عبدالقادر کا کیا حال ہے؟ اچانک سنا تو فقیر کو حیرت ہوئی پوچھنے پر فرمایا کہ گورنمنٹ کالج احمد پور شرقیہ میں ان سے راہ و رسم اور دوستی تھی۔

برادر خورد عبدالقادر کی مثالی دینداری میں مولانا سید عبدالوہاب شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کا اثر ہے۔ فقیر کا اس ملاقات کے بعد تو دوستانہ ہوگیا۔ وہ بھرپور محبت والے شخص تھے۔ علاقہ بھر میں

وعظ وتبلیغ، سادہ مگر دل میں اترنے والی گفتگو سے مقبول دینی شخصیت تھے۔ دن کو سکول میں، چھٹی ہوتے ہی جلسوں میں شرکت کے لئے سفر کرنا آپ کا معمول تھا۔ ان کے دل میں انسان دوستی اور نفع خلق خدا کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

پاکستان بننے کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام پہلے چنیوٹ میں پھر ۱۹۸۲ء سے چناب نگر میں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ چناب نگر کانفرنس ہمیشہ جمعرات جمعہ کو ہوتی ہے۔ جمعہ بعد از نماز فجر درس کا ہمیشہ سے معمول چلا آ رہا ہے۔ ڈیڑھ دو گھنٹہ کا جامع ومفصل کسی ایک عنوان پر خطاب کا یہ معمول کانفرنس کا اہم حصہ ہے۔ عرصہ تک مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ﷫ یہ درس دیتے رہے۔ ان کے انتقال کے بعد ایک بار اتفاق سے حاصل پور کی جماعت کے ساتھ شاہ صاحب ﷫ رات کو کانفرنس میں شریک ہوئے۔ مقررین کی بہتات کے باعث رات کو بیان نہ ہوسکا۔ تو صبح درس کرادیا۔ پہلے ہی درس میں مجمع پر جادو کر دیا۔ پھر تو ہمیشہ کا معمول بن گیا اور زندگی کے آخری دم تک اس روایت پر آپ عمل پیرا رہے۔

ظہر کے وقت حاصل پور سے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوتے۔ عشاء کے بعد رات گئے تک شریک کانفرنس رہتے۔ تھوڑی دیر آرام کرتے پھر ساتھیوں کو جگاتے اور صبح کی نماز صف اوّل میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ ادا کرتے۔ سلام پھرتے ہی منبر پر فروکش ہوتے پھر وعظ شروع ہو جاتا۔ جو اشراق تک جاری رہتا۔ درس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ سال بھر کانفرنس کے سامعین جس طرح کانفرنس میں شمولیت کے لئے دن گنتے رہتے۔ یہی حال اس درس کے لئے سامعین کا ہوتا۔

وعظ میں قرآن وسنت، تفسیر وتشریح، قصص، حکایات، عبرت آموز واقعات وتمثیلات، حالات حاضرہ پر تبصرہ، عوام کی خیر خواہی کے لئے پند ونصائح، حکومتی ظلم وبے دینی پر نقد وجرح، برموقعہ شعر واشعار واستعارات سے کام لینا۔ غرض خطابت کے تمام جوہر ان میں موجود تھے۔ بہاولپور اور چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شمولیت آپ کی زندگی کے معمولات قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

بہاولپور ایک بار ''مین مقرر'' تشریف نہ لائے۔ آپ کو آخر میں وقت دیا۔ ہاتھ میں ڈنڈا لے کر دھیمے انداز سے آغاز کیا۔ چند منٹوں میں پورا اجتماع ان کی مٹھی میں تھا۔ رات گئے تک کانفرنس جاری رہی۔ مین مقرر کی عدم تشریف آوری کا لوگ ویسے ہی بھول گئے۔

پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی بحالی کے لئے غلہ منڈی بہاولپور میں احتجاجی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے حکومت پر وہ تعریضیں کیں کہ پہلے مقررین کی خطابت ان کے بیان کے

نیچے دب گئی۔ ابھی ۱۱راپریل ۲۰۰۸ء کو ملتان میں ختم نبوت کانفرنس میں شمولیت کے لئے چلے۔ ان کے کانفرنسوں میں شرکت کے ہمیشہ کے ہمسفر الحاج منیر اختر صدر مجلس تحفظ ختم نبوت حاصل پور ہمراہ تھے۔ جامعہ خالد بن ولید ﷺ کالونی وہاڑی پہنچے تو طوفانی باد وباراں نے مشکل کھڑی کر دی۔ حاجی منیر اختر صاحب نے مولانا محمد اسحٰق ساقی کو فون کیا کہ اس حالت میں کیا حکم ہے؟ ساقی صاحب نے بتایا کہ ملتان میں بارش وآندھی نے طوفان کی کیفیت اختیار کر رکھی ہے۔ کانفرنس میں شرکت کی بجائے واپس جانا چاہیں تو کوئی حرج نہیں۔ مولانا سید عبدالوہاب ؒ سے حاجی منیر اختر نے صورتحال بیان کی۔ تو شاہ صاحب ؒ نے فرمایا کہ موسمی مشکلات اپنی جگہ، مگر کانفرنس میں تو بہرحال شرکت کرنا ہے۔ چنانچہ شدید طوفان میں آئے اور کانفرنس کے اختتام تک دفتر مرکزیہ میں قیام پذیر رہے۔ یہ آپ کی عقیدہ ختم نبوت سے گہری وجذباتی وابستگی کی شاندار مثال ہے۔

آپ نے تبلیغ میں ایک سال لگایا۔ مقامی تبلیغی جماعت سے ربط باضبط رکھا۔ غرض وہ کئی صفات عالیہ کے حامل تھے۔ آپ کی پہلی بیعت حضرت تھانوی ؒ کے حلقہ کے ڈاکٹر عبدالحئی عارفی ؒ سے تھی۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت حافظ غلام حبیب ؒ چکوال والوں سے ارادت کا تعلق قائم کیا۔ آپ کے خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر پیر ذوالفقار نقشبندی سے خلافت حاصل کی۔

عالم دین، صوفی کامل، شریعت کے عامل، سنت نبوی کے شیداء، تبلیغی مزاج، سادہ طبیعت، سراپا عجز وانکسار کی صفات نے آپ کو چمکتا دمکتا زرخالص بنا دیا تھا۔ شاہ صاحب ؒ کا کھلا لمبا چہرہ، خوبصورت نرم ملائم چھدرک بالوں والی داڑھی، گندم گوں رنگ، معصومیت جھلکتی صورت، درمیانہ قد، مناسب جسمانی ساخت، نہ بالکل پتلے دبلے نہ بالکل فربہ، درمیانی جسامت، سفید لباس، لمبا کرتا، سر پر ٹوپی اس پر دو شملوں والی پگڑی، ہاتھ میں لمبا وموٹا ڈنڈا، چلنے میں وقار مگر پھرتیلی چال، یہ تھے سید عبدالوہاب شاہ صاحب ؒ۔ محبوبیت کا یہ عالم کہ چہرہ پر نظر پڑتے ہی دل میں گھر کر جانے والے۔ مخلص رہنما، ہر دلعزیز عوامی خطیب، سید آل رسول، حسینی خون، غرض خوبیوں ونسبتوں سے مالا مال آپ کی شخصیت تھی۔ چند سال قبل پرانا حاصل پور ہائی سکول روڈ پر وسیع قطعہ اراضی حاصل کر کے دارالعلوم حاصل پور کی بنیاد رکھی۔ جامع مسجد ومدرسہ کی تعمیر کا کام زوروں پر، خاصہ مکمل بھی کر لیا۔ متعدد بار حج وعمرہ کی سعادت حاصل کی۔ مدینہ طیبہ ومکہ مکرمہ ان سے کئی ملاقاتیں رہیں۔ وہاں ان کی وابستگی وشیفتگی کا رنگ ہی اور ہوتا

تھا۔ گرمی کی چھٹیوں میں تبلیغی جماعت کے ساتھ یا عمرہ کا معمول تھا۔ یہ سب معمولات جاری تھے کہ دنیا سے دل بھر گیا۔ آخری روز دجال کے فتنہ، اس سے بچنے کی ادعیہ پر ساتھیوں کو مطلع کرتے رہے اور بار بار کہا کہ اب نبی پاک ﷺ کے پاس جانے کو دل کرتا ہے۔ تبلیغی سفر پر نکلے، پاکپتن دن کو وعظ کیا۔ شام کو بورے والا آرہے تھے کہ تیز رفتار بس کار پر چڑھ گئی۔ ڈرائیور اور خود موقع پر اور باقی دو ساتھی ہسپتال میں جاں بحق ہو گئے۔ اگلے دن مثالی جنازہ ہوا۔ وہ کیا گئے زمانہ کی رت ہی بدل گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون!

(۶۸۱)

عبدالکریم سعدی سندھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

سندھی زبان میں اڑھائی سو صفحات پر مشتمل کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات وواقعات کا تار پود بکھیرا گیا ہے۔ کتاب کی افادیت واہمیت اہل سندھ ہی خوب جانتے ہوں گے۔ اس کی سرخیوں اور حوالہ جات سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ مولانا عبدالکریم سعدی سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی بھرپور مجاہدانہ کوشش وکاوش ہے۔ اللہ رب العزت ان کی عزتوں میں اضافہ فرمائیں۔

(۶۸۲)

عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ (سیالکوٹ)، مولانا ابوالحسن محمد

بج گرائیں ضلع سیالکوٹ کے ایک عالم دین مولانا ابوالحسن محمد عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ تھے، جنہوں نے بخاری شریف کی شرح بھی لکھی۔ ۱۹۰۶ء میں ردقادیانیت پر آپ کی ''بجلی آسمانی برسر دجال قادیانی'' شائع ہوئی جو ۲۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

مصنف نے یہ کتاب مرزا قادیانی کی زندگی میں تحریر کی۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ۱۱۶ صفحات اور دوسرا ایک سو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ کل دو سو چوبیس صفحات ہیں۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ چند سطری اردو عبارت میں مرزائیوں کا اعتراض نقل کر کے اس کا پنجابی اشعار میں جواب دیا گیا ہے۔ پہلے حصہ میں تین سو قادیانی اعتراضات کے جوابات ہیں۔ ہزاروں پنجابی اشعار پر مشتمل یہ کتاب ردقادیانیت کے سلسلہ میں منفرد شان اپنے اندر رکھتی ہے۔

اس میں احادیث شریفہ متعلقہ ختم نبوت، حیات عیسیٰ علیہ السلام کا پنجابی اشعار میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ بہت ہی قابل قدر اور عظیم الشان کتاب ہے۔

(۶۸۳)

عبدالکریم قریشی رحمۃ اللہ علیہ (بیر شریف)، مولانا

(وفات: ۴رجنوری ۱۹۹۹ء)

حضرت مولانا عبدالکریم قریشی رحمۃ اللہ علیہ صدیقی النسل تھے۔ چالیسویں پشت میں جا کر آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اوّل حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد فاتح سندھ حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حجاز مقدس سے سندھ میں تشریف لائے تھے۔ گزشتہ دوسو سال سے آپ کے خاندان کے بزرگوں نے بیر شریف میں رہائش اختیار کی تھی۔ ستمبر ۱۹۲۳ء میں حضرت مولانا عبدالکریم قریشی رحمۃ اللہ علیہ بیر شریف تحصیل قمبر ضلع لاڑکانہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی حضرت مولانا محمد عالم قریشی رحمۃ اللہ علیہ اور دادا کا اسم گرامی حضرت مولانا محمد عبداللہ قریشی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ بیر شریف میں یہ خاندان کئی پشتوں سے علم وفضل کا نشان ہے۔

سندھ میں جب کبھی صدیوں قبل اسلامی احکام کے مطابق فیصلے ہوتے تھے۔ ان دنوں سندھ کے قاضی القضاہ مخدوم محمد عاقل رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مولانا عبدالکریم قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا مولانا مفتی محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں بیر شریف کی مسند علم وفضل کے دارث تھے۔ مخدوم محمد عاقل رحمۃ اللہ علیہ سالانہ تبلیغی وعدالتی دورہ پر تشریف آوری کے دوران میں بیر شریف بھی تشریف لائے۔ مولانا مفتی محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بیر شریف کی رعایا نے بتایا کہ ہم نے مسجد کے لئے ایک مولانا صاحب کی خدمات حاصل کی ہیں۔ مخدوم محمد عاقل رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ مفتی مولانا محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ رسمی تعارف کے بعد مخدوم محمد عاقل رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے یکے بعد دیگرے تین مسئلے دریافت فرمائے، جس کے آپ نے صحیح جوابات ارشاد فرمائے۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ اس پر مفتی محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت طلب کر کے مخدوم محمد عاقل رحمۃ اللہ علیہ سے تین مسئلے دریافت کئے ہر مسئلہ پر مخدوم محمد عاقل رحمۃ اللہ علیہ کتاب طلب فرماتے اور مسئلہ نکال کر جواب ارشاد فرماتے۔ مفتی محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

علم در جلد خویش ...... نہ آنکہ در جلد میش

مخدوم محمد عاقل ؒ، محمد قریشی صاحب ؒ کے علم وفضل سے نہ صرف متاثر ہوئے۔ بلکہ اس علاقہ میں ان کو قاضی مقرر کردیا اور آپ جامع مسجد (موجودہ) بیر شریف کے متصل ایک بیری کے درخت کے نیچے بیٹھ کر لوگوں کے شرع محمدی کے مطابق فیصلے کرتے۔ دوسرے سال جب مخدوم محمد عاقل ؒ تشریف لائے تو استقبال کے لئے مفتی محمد قریشی ؒ بھی لوگوں کے ہمراہ بستی سے باہر تشریف لائے۔ مخدوم محمد عاقل ؒ نے مفتی صاحب ؒ کو دیکھتے ہی اونٹ سے نیچے چھلانگ لگادی اور مفتی صاحب ؒ سے عرض کیا کہ حضرت اگر میری گردن تڑوانی ہوتو استقبال کے لئے تشریف لایا کریں اور اگر مجھے صحیح سلامت رکھنا پسند کرتے ہوں تو میرے استقبال کے لئے تشریف نہ لایا کریں۔

حضرت مولانا عبدالکریم قریشی ؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت مولانا محمد عالم ؒ ہٹی گاؤں کے مولانا محمد ایوب ؒ، گوٹھ لاکھا کے مولانا تاج محمود گمسی ؒ، گھوروپھوڑ کے میر بخش بھٹو ؒ، سے حاصل کی۔ پھر حضرت مولانا عبیداللہ سندھی ؒ کے علوم کے وارث حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب ؒ سے پانچ سال میں تکمیل کی۔ گھوٹکی اور دیگر مقامات پر جہاں جہاں مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی ؒ تعلیم دیتے رہے آپ ان کے ہمراہ رہے۔

علوم اسلامیہ اور حدیث کی تعلیم سے فراغت کے بعد کراچی مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ میں مولانا محمد صادق صاحب ؒ کے ہاں دوسال آپ نے پڑھایا۔ اسی دوران میں آپ نے حج کی سعادت حاصل کی ان دنوں درخواستیں اور ویزاوغیرہ کی موجودہ مشکلات نہ تھیں۔ نہ ہی تصویر کی پابندی تھی۔ بحری جہاز کی ٹکٹ لیتے اور حج پر روانہ ہوجاتے۔ چنانچہ آپ نے بھی ایسے ہی حج کیا۔ سات سال مدرسہ انوار العلوم کنڈیارو میں نے آپ نے علوم اسلامیہ کی تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ بعد میں اپنے شیخ حضرت قبلہ مولانا حماد اللہ ہالیجوی ؒ کے حکم پر ۱۹۵۸ءمیں اپنے گاؤں بیر شریف میں مدرسہ سراج العلوم کی بنیاد رکھی اور زندگی کے آخری لمحے تک اس گلشن نبوی کی آبیاری کرتے اور خون جگر سے اسے نہال کرتے رہے۔ آپ کے ہزاروں شاگرد ہوں گے۔ اس وقت بھی ایک سو سے زائد آپ کے شاگرد اور فیض یافتہ تدریس کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا عطاء اللہ، مولانا عبدالقادر خضدار، مولانا نور محمد، مولانا میر محمد، مولانا میر حسن، مولانا منظور، مولانا صلاح الدین اور کئی دیگر حضرات اس وقت اپنے اپنے علاقہ وحلقہ میں علم وآگہی کے دیپ جلائے ہوئے ہیں۔

آپ کا معمول تھا کہ صبح درس قرآن ارشاد فرماتے۔ ابتدائی فارسی وصرف کے درجہ کے طلباء سے لے کر منتہی طلباء تک سب اس میں شریک ہوتے۔ ۶رسال سے ۸رسال تک آپ تکمیل کرا دیتے تھے۔ دس کتابیں احادیث شریف کی آخری تین سال کے طلباء کو پڑھاتے تھے۔ آپ کی تعلیم اتنی سادہ مگر دلکش ودلنشیں ہوتی تھی کہ اس عرصہ میں پڑھنے والے آگے چل کر بہترین مدرس بن جاتے تھے۔ افہام وتفہیم کا قدرت نے آپ کو ایسا ملکہ نصیب فرمایا تھا کہ مشکل سے مشکل مسئلہ آپ چٹکیوں میں حل کر دیتے تھے۔ آپ کے اخلاص وتقوای کی برکت اور اساتذہ ومشائخ کی نظر کرم سے حق تعالیٰ نے آپ کو ایسی شان محبوبیت نصیب فرمائی تھی کہ شاگرد آپ پر جان چھڑکتے تھے اور دل وجان سے آپ پر فدائی ہوتے تھے۔ یہ سب اخلاص وذکر الٰہی کا صدقہ تھا کہ آپ نے بہت جلد پورے صوبہ سندھ میں ایسا علمی مقام حاصل کر لیا کہ تمام ہمعصر پیچھے رہ گئے۔

پیر طریقت حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی ؒ کے ہاتھ پر آپ نے ۱۹۴۸ء میں بیعت کی۔ حضرت ہالیجوی ؒ کی بیعت کا تعلق حضرت مولانا تاج محمود امروٹی ؒ اور ان کا حضرت حافظ محمد صدیق صاحب ؒ بھر چونڈی شریف والوں سے اور ان کا سوئی شریف کی خانقاہ سے تھا۔ حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی ؒ سے آپ کو اجازت وخرقہ خلافت حاصل ہوا اور ان کے وصال کے بعد ایسی نسبت شیخ منتقل ہوئی کہ آپ دیکھتے ہی علاقہ بھر میں محبوب المشائخ بلکہ شیخ المشائخ ہوگئے۔ بلاشبہ لاکھوں فرزندان اسلام نے نے آپ سے بیعت کا تعلق قائم کیا ہوگا اور ذکر الٰہی کی نعمت سے اپنے قلوب وجگر کی دنیا کو آباد کرنے والے بن گئے ہوں گے۔

۱۹۵۶ء میں آپ نے جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے اپنے تحریکی دور کا آغاز کیا۔ ایوب خان کے عائلی قوانین، ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا فتنہ، تحریک نظام مصطفیٰ اور ایم.آر.ڈی۔ غرضیکہ تمام ملکی وقومی تحریکوں میں آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے صوبائی اور مرکزی عہدوں پر آپ فائز رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کل پاکستان کی امارت بھی آپ کے حصہ میں آئی۔ آج کل اہل حق کے قافلہ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے آپ سرپرست اعلیٰ تھے۔ شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستی ؒ قائد جمعیۃ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود ؒ، روح رواں جمعیۃ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ، حضرت مولانا عبید اللہ انور ؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ، حضرت مولانا گل بادشاہ ؒ اور دیگر جمعیۃ علماء اسلام کے راہنماؤں سے آپ کے نہ صرف مثالی تعلقات تھے۔ بلکہ وہ تمام حضرات آپ کی قدردانی کرتے تھے اور آپ

کے علم وفضل کے نہ صرف معترف بلکہ مداح تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی تردید کے لئے اس وقت اپنے اکابر کے جانشین تھے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں اپنے شیخ حضرت ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سکھر کی عظیم الشان کانفرنس میں شرکت کی۔ ہزاروں بندگان خدا کو دن رات ایک کر کے تحریک سے وابستہ کر دیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں لاہور انجمن خدام الدین شیرانوالہ کے مدرسہ میں آل پاٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان میں آپ نے مندوب کے طور پر شرکت فرمائی اور قادیانیوں کے ارتداد وزندقہ پر ایسی جامع ومانع علمی گفتگو فرمائی۔ جس پر تحریک ختم نبوت کے قائد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی گفتگو کو بہت سراہا۔ شیعہ مکتب فکر کے رہنما اور مجلس عمل کے ممبر سید مظفر علی شمسی رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھ کر آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور مجاہد ختم نبوت آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو گلے لگا لیا اور بیساختہ کہا کہ حضرت آپ نے فتنہ قادیانیت کے ارتداد وزندقہ پر ایسی علمی گفتگو فرمائی ہے، جس سے نہ صرف اس فتنہ کی سنگینی ہم پر واضح ہوگئی، بلکہ اس کی شرعی سزا (سزائے ارتداد) پر بھی ہمیں انشراح ہوگیا۔ اس وقت تحریک ایسے مرحلہ میں داخل ہوگئی ہے کہ جو مطالبہ ان کے غیر مسلم اقلیت کا ہم نے کر رکھا ہے، اس کو لے کر آگے چلنا ہوگا۔ ورنہ شرعاً قادیانی فتنہ کا علاج وہی ہے جو آپ نے واضح فرمایا یا جو قرن اوّل میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل درآمد کیا۔ فتنہ قادیانیت کے خلاف قدرت نے آپ کے دل میں ایسی تڑپ پیدا فرما دی تھی کہ آپ کی مساعی جمیلہ سے سندھ کی دھرتی کا ہر عالم دین قادیانیت کے خلاف ''سنت صدیقی'' کا علمبردار بن گیا۔

آپ نے بارہا چنیوٹ کی ختم نبوت کانفرنس میں خطاب فرمایا۔ آپ کا خطاب اتنا دلنشیں ہوتا تھا کہ سامعین عش عش کر اٹھتے تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے ہمارے اس دور میں متکلم اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد اسلام حضرت مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ (بیر شریف) کو سمجھانے کا خوب ملکہ نصیب فرمایا۔ اس دور میں حضرت مولانا عبدالکریم قریشی رحمۃ اللہ علیہ کو تصویر سے جتنی نفرت تھی۔ اس پر ان کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ آپ ایک دفعہ چنیوٹ تشریف لائے۔ کسی اخباری نمائندہ نے آپ کا فوٹو لے لیا۔ آپ سٹیج سے اتر کر قیام گاہ پر آگئے۔ جب تک کیمرہ مین سے کیمرہ کی فلم منگوا کر آپ کو نہیں دی گئی آپ سٹیج پر نہیں گئے۔ فلم لے کر پہلے ضائع کی پھر سٹیج پر تشریف لے گئے۔ ساری زندگی شناختی کارڈ نہیں بنوایا۔ حج کے لئے درخواست

نہیں دی۔ پہلی بار بغیر تصویر کے حج پر گئے دوبارہ تصویر بنوانے کے خطرہ سے حج وعمرہ کو چھوڑ دیا۔ یہ آپ کا تقویٰ تھا۔ قدرت نے آپ میں ایسی خوبیاں ودیعت فرمائی تھیں۔ ان پر جتنا ان کو خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام اکابر سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ امیر مرکزیہ حضرت اقدس قبلہ خواجہ خان محمد صاحب ؒ سے ملنے کے لئے میر صبح صادق کھوسہ ؒ کے ہمراہ لاڑکانہ سے خانقاہ سراجیہ کا طویل سفر کیا۔ خانقاہ شریف تشریف لائے تو پتہ چلا کہ حضرت خواجہ صاحب ؒ چناب نگر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ نے خانقاہ شریف سے چناب نگر کا سفر کیا۔ مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی تشریف لائے ملاقات وزیارت کی۔ کچھ وقت ساتھ گزارا اور پھر واپس پیر شریف کے لئے سفر فرمایا۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحب ؒ بھی جب اندرون سندھ کا سفر فرماتے تو پیر شریف ضرور تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ پیر شریف تشریف لے گئے تو حضرت مولانا عبدالکریم قریشی ؒ نے تمام خدام کو کمرہ سے رخصت کر دیا۔ خود حضرت خواجہ خان محمد صاحب ؒ کے سامنے لیٹ گئے اور درخواست کی کہ میرے جسم پر دم فرمادیں۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحب ؒ دیر تک دم کرتے رہے۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت پیر شریف والوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قلب پر رکھ دیا اور کہا کہ حضرت اس پر بھی دم کر دیں اور توجہ دے دیں جو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا معروف طریقہ سلوک ہے۔ اس پر حضرت نے عمل کیا۔ ایک بار کراچی علاج کے لئے تشریف لائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری بھی کراچی آئے ہوئے تھے۔ پتہ چلا تو ہسپتال عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت کو فالج کی تکلیف تھی۔ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری سے مصافحہ کیا تو اپنے ہاتھ سے مولانا کے ہاتھ کو دبا دیا اور مسکرا کر فرمایا کہ میں نے آپ کا ہاتھ اس لئے دبایا تاکہ آپ کو تسلی ہو کہ میرے ہاتھ پر اب فالج کا اثر نہیں رہا۔ بلکہ اس نے کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہ آپ کی ختم نبوت کے عنوان پر کام کرنے والوں سے دلی تعلق اور شفقت کا بے نظیر نمونہ تھا۔

ایک بار سندھ میں جگہ جگہ سے قادیانی شرارتوں کی رپورٹ آنے لگی۔ حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب ؒ نے حضرت پیر شریف والوں کو والا نامہ تحریر فرمایا۔ آپ نے سندھ کے علماء کرام کے نام ایک خط تحریر فرمایا۔ جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی ڈیوٹی لگ گئی۔ پنجاب وسندھ کے خطیب ایک ساتھ چلے۔ ٹھٹھہ سے لے کر سکھر تک پورے سندھ کے ہر ضلعی صدر

مقام پر کانفرنسوں و کنونشنوں کا ایسا مربوط سلسلہ قائم ہوا کہ پورا سندھ ایک ہی دورہ سے فتنہ قادیانیت کے خلاف جاگ اٹھا۔ حق یہ ہے کہ قدرت نے بہت ساری خیر وبرکت آپ کی ذات میں جمع کردی تھی اور وہ تمام کی تمام دین اسلام کی ترویج واشاعت اور فتن باطلہ کی بیخ کنی کے لئے آپ نے وقف کردی تھی۔

طالبان کی جہادی تحریک کے آپ دل سے قدر دان تھے۔ بیماری کے باوجود تھوڑا سا افاقہ ہوتے ہی افغانستان تشریف لے گئے۔ امیر المومنین ملا عمر سے ملاقات کی اور ہمیشہ ان کی مالی اعانت فرماتے رہے۔ آپ نے اپنے متعلقین کو جہاد کی اس وقت ترغیب دی جب جہاد کا مسئلہ نسیا منسیا! ہو چکا تھا۔

عمر بھر سفر وحضر میں نماز ہمیشہ باجماعت ادا فرمائی۔ زندگی بھر کی ایک نماز بھی وفات کے وقت آپ کے ذمہ نہیں تھی۔ فرماتے تھے کہ مجھے اسم ذات کا علم ہے۔ اس اسم ذات کو میں نے فرائض کی پابندی درضائے الٰہی کے حصول کے لئے ہمیشہ کا معمول بنایا ہوا ہے۔ اسمائے حسنٰی، سورۃ یٰسین، درود، وظائف اور ذکر الٰہی آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ دین کی تعلیم وترویج آپ کی زندگی کا نصب العین تھا۔ ۱۶؍رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ کو شام پونے سات بجے ڈاکٹر عبدالصمد صاحب اپنے معالج کے ہاں کراچی میں انتقال فرمایا۔ وفات سے چند ساعت پہلے فرمایا تکلیف ہے یہ بھی قدرت کا عطیہ ونعمت ہے۔ اس پر بھی خوش ہوں۔ کلمہ شریف پڑھا۔ تین بار اللہ! اللہ! اللہ! کہا اور یہ کہتے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

کراچی سے آپ کی میت مبارک کو پیر شریف لایا گیا۔ دوسرے دن ۱۷؍رمضان المبارک کو جنازہ ہوا۔ پورے سندھ وبلوچستان سے انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر جمع ہوگیا جو بلا مبالغہ ایک لاکھ سے کم نہیں ہوگا۔ آپ کی مسجد شریف سے متصل پہلے موجودہ قبرستان میں آپ کو سپرد رحمت باری کردیا گیا۔

ایک بار حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب ؒ پیر شریف تشریف لے گئے تو حضرت پیر شریف والوں نے اپنا خواب وسنایا۔ فقیر راقم اس مجلس میں موجود تھا۔ حضرت پیر شریف والوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاؤں مبارک دبانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ میری پشت کی جانب میری بیوی باپردہ بیٹھی ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ میرے لئے اجازت طلب کریں کہ میں بھی آپ (ﷺ) کے قدموں کو دبانے کی سعادت حاصل کروں۔ میں نے عرض کی کہ: آقا! آپ کی خادمہ بھی اجازت چاہتی ہے۔ آپ ﷺ نے انکار

فرمادیا۔ میری بیوی نے تجویز پیش کی کہ پاؤں مبارک پر کپڑا رکھ دیتی ہوں۔ کپڑے کے اوپر سے دبانے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ آپ ﷺ نے اس کی بھی اجازت نہ دی۔

میں نے پاؤں دباتے دباتے درخواست کی کہ: آقا (ﷺ) مرزائیت بہت پریشان کر رہی ہے۔ وہ بڑھ رہی ہے۔ آپ کی امت پریشان ہے۔ میری یہ درخواست سن کر آپ ﷺ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ دعا کرتے ہیں۔ یہ ارشاد فرما کر دعا کے لئے دونوں ہاتھ مبارک اٹھا دیئے۔ میاں بیوی ہم بھی دعا میں شامل ہو گئے۔ میں اس وقت دل میں سوچ رہا تھا کہ مرزائیت کی ناکامی واستیصال کے لئے دعا ہو رہی ہے۔ اسی حالت میں بیداری ہو گئی۔ (ﷺ)

(۶۸۴)

عبدالکریم مباہلہ رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا

عبدالکریم مباہلہ پہلے صرف عقیدۃً قادیانی نہ تھے۔ بلکہ قادیان کے باسی بھی تھے۔ مدت العمر قادیانی نبوت کی چکی پر بیل کی طرح جتے رہے۔ ایک دفعہ اپنی آنکھوں سے مرزامحمود قادیانی کو زنا میں مرتکب دیکھا تو عقیدت کی تمام عمارت دھڑام سے نیچے آ رہی۔ جری انسان تھے۔ ابتداء میں مرزامحمود قادیانی کو للکارا تو مرزامحمود نے انہیں زیر کرنے کے لئے غرانا شروع کیا تو مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ شیر ہو گئے۔ انہوں نے اسے دھاڑا تو مرزامحمود انتقام پر اتر آیا۔ ان کی پٹائی کرادی۔ انہوں نے قادیان کے قادیانیوں کو مرزامحمود کی کمینگی سے باخبر کیا۔ اصل صورتحال سامنے آنے پر مرزامحمود ننگے ہو گئے تو عبدالکریم مباہلہ رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کو آگ لگوادی۔ مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ نے مرزامحمود کو پاکدامنی ثابت کرنے کے لئے مباہلہ کا چیلنج دیا تو عبدالکریم مباہلہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یاد کئے جانے لگے۔

مرزامحمود کے لئے قادیان کی دھرتی گرم توے کا کام کرنے لگی۔ تو ان پر قاتلانہ حملہ کرادیا۔ اس سازش سے عبدالکریم مباہلہ رحمۃ اللہ علیہ پہلے خبر پا کر ادھر ادھر ہو گئے۔ مولانا عبدالکریم مباہلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''مباہلہ'' کے نام سے قادیان سے ہی اخبار جاری کر دیا۔ اس کی مکمل فائل مرزامحمود کی بدکاریوں کا سنگین مرقع ہے۔ مقدمہ قتل کی کارروائی بھی اس اخبار میں شائع ہونے لگی تو مرزامحمود کے اوسان خطاء ہو گئے۔ مرزامحمود کے گماشتے قادیانی قاتل کو بھی سزائے موت ہو گئی۔ اب مولانا عبدالکریم مباہلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس معرکہ کو سر کرنے کے بعد قادیان کو چھوڑ کر امرتسر میں رہائش رکھ لی۔ اس زمانہ میں آپ میں مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ سے بھی واسطہ

رہے۔ قادیان میں مجلس احرار کے تحت کام کرنے والے حضرات کے دست وبازو تھے۔ تقسیم کے بعد لاہور آ گئے۔ مجلس احرار الاسلام کل ہند کے شعبہ تبلیغ قادیان کے مبلغ مولانا عنایت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مشاہدات قادیان کے ص ۱۳۵ سے ۱۳۷ تک مولانا عبدالکریم مباہلہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر یوں کیا۔

''عبدالکریم مباہلہ کے والد مستری ''فضل کریم'' جالندھر سے ہجرۃ کر کے قادیان میں مستقلاً رہائش پذیر ہوگئے تھے۔ بڑے کاریگر مستری تھے۔ انہوں نے قادیان میں آ کر اپنے کاروبار کو شروع کیا۔ سوئیاں بنانے والی مشین ڈھال کر بناتے تھے۔ بڑا کاروبار چمکا، بہشتی مقبرہ کے قریب زمین لے کر عالی شان مکان بنایا۔ خدا نے دولڑکے دیئے تھے۔ بڑے کا نام عبدالکریم تھا جو بعد میں عبدالکریم مباہلہ کے نام سے مشہور ہوئے اور دوسرے کا نام ''زاہد'' تھا۔ زاہد تو قادیان کی رہائش کے دنوں معصوم بچہ تھا۔ عبدالکریم کو لکھایا پڑھایا۔ پہلے میٹرک اور پھر ''مولوی فاضل ہوا اور مرزائیوں کی مبلغ ٹیم'' میں شامل ہوگیا، جو مسلمانوں کو مرزائی بنانے کا منحوس مشغلہ رکھتی تھی۔ مولوی عبدالکریم مرزائیوں کے بڑے کامیاب مبلغ تھے۔ انہوں نے طول وعرض جا کر مرزا غلام احمد کی ''نبوۃ کاذبہ'' کا پروپیگنڈا کیا۔ جماعت اور خلیفہ قادیان کا قرب اور اعتماد حاصل کر لیا اور ترقی کی راہ پر بڑی تیزی سے گامزن ہو کر جماعت میں امتیازی مقام حاصل کر لیا۔ مگر اللہ کی شان ہے کہ یکدم ان پر ناگہانی تو دہ گرا اور ان کی دنیا ہی بدل گئی۔ خلیفہ قادیان کے کریکٹر کی کمزوری انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھی اور یکدم ان کے ظاہر وباطن کی کایا پلٹ گئی۔ نماز روزہ ترک کر دیا۔ بلکہ خدائی وجود کے بھی منکر ہوگئے۔ وجہ یہ تھی کہ عبدالکریم مذہب کے بڑے متوالے، عبادۃ گزار اور تہجد خوان تھے۔ خلیفہ پر اس حد تک اعتقاد رکھتے تھے کہ اسے خدا کا نائب اور پیغمبر خیال کرتے تھے۔ اس اعتقاد کو جب اچانک شدید ٹھوکر لگی تو ان کے مذہب کا سارا محل پاش پاش اور زمین بوس ہوگیا اور وہ ہمارے کیمپ میں آ گئے۔ وہ بظاہر ہمارا ساتھ دے رہے تھے اور ہمارے انداز میں گفتگو کرتے تھے اور ہماری طرح ختم نبوت اور دیگر مسائل پر مرزائیہ کے خلاف تقاریر کرتے تھے اور ان تقاریر کا لبادہ سنی مسلمانوں کی طرح مذہبی ہوتا تھا۔ مگر وہ اندرونی طور پر مذہب سے بیزار تھے۔ خلیفہ محمود پر قیاس کر کے تمام مذہبی امور کو ایک فراڈ خیال کرتے تھے۔ مذہبی لبادہ انہوں نے اس ضرورت کے تحت اوڑھے رکھا کہ اس کے بغیر وہ ہمارے ساتھ چل نہیں سکتے تھے۔ مرزائیوں کی مخالفت ان کے رگ وپے میں سرایت کئے ہوئے تھی۔ ایک عرصہ تک ان کی یہ کیفیت رہی۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد آہستہ آہستہ ان میں تبدیلی شروع ہوئی اور اس کی

تکمیل حضرت سید علی ہجویری گنج بخش ؒ کے مزار پر حاضر ہونے سے ہوئی اور انہیں حضرت ہجویری کی باطنی توجہ سے دوبارہ اسلام نصیب ہوا۔ میرا ان سے بڑا گہرا تعلق رہا اور یہ کیفیت انہوں نے خود مجھے بتائی۔ اب ان کا انتقال ہو چکا ہے اور مرنے سے پہلے وہ صحیح العقیدہ سنی حنفی مسلمان ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور انہیں جنت الفردوس نصیب کرے۔ آمین ثم آمین!

خلیفہ محمود کے متعلق صحیح واقعات کا علم ہونے کے بعد مولوی صاحب خاموش بیٹھنے والے نہیں تھے۔ انہیں یہ خواہش بے چین کر رہی تھی کہ جس طرح ہو اور اس راہ میں کتنی ہی قربانی دینی پڑے، خلیفہ کے اصلی چہرہ کو بے نقاب کیا جائے۔ قادیان کے مسلمانوں سے رابطہ قائم رکھنا؟ احرار کا بحیثیت جماعت، مرزائیوں کے خلاف جدوجہد کرنا اور مجھے قادیان کی مستقل رہائش کے لئے اکسانا سب ان کے اس مقصد کے حصول کی ترتیب وار کڑیاں تھیں۔ پہلے انہوں نے انفرادی کوشش شروع کی اور مرزا محمود کے خلاف الزامات عائد کر کے اسے مباہلہ کا چیلنج دیا۔ مرزا محمود نے انٹ سنٹ جوابات سے ٹالا تو مولوی صاحب نے ''مباہلہ'' نامی اخبار نکالا جو اوّل سے آخر تک مرزائیت کے خلاف ہوتا تھا اور اس میں الزامات کی فہرست کے بعد جلی قلم سے مباہلہ کے چیلنج کو دہرایا جاتا تھا۔ اسی باعث مولوی عبدالکریم صاحب ''مباہلہ'' کے نام سے مشہور ہو گئے۔

مولوی عبدالکریم کے قتل کی خفیہ سازش

یہ سب کچھ منظر عام پر آ چکا تھا اور مرزا محمود کی بدکرداری عوام میں پھیل کر عام گفتگو کا موضوع بن گیا تھا۔ مگر مولوی صاحب کے مکان کی جائے وقوع ایسی تھی جہاں دور دور تک کسی مسلمان یا ہندو یا سکھ کا مکان نہ تھا اور وہ مکان خالص مرزائی آبادی میں گھرا ہوا تھا۔ اگر کسی غیر مرزائی کا مکان ان کے نزدیک بھی ہوتا تو پھر بھی ان کے لئے چنداں مفید نہ ہوتا۔ کیونکہ اس دور میں قادیان میں کسی مرزائی کے خلاف شہادت کا مہیا کرنا ناممکن تھا۔ خلیفہ نے یہ سکیم بنائی کہ مکان کو جلا کر مولوی صاحب کے پورے کنبے کو راکھ کر دیا جائے۔ حکام اپنے ہیں، ہمیں پوچھنے والا کون ہے؟ چنانچہ ایک نامسعود رات کو مکان جلانے کا منصوبہ رات بارہ بجے کے بعد تھا۔ مگر جس کو اللہ رکھے اسے کون چکھے؟ شنید ہے کہ مرزائیوں کے خلیفہ اوّل حکیم نورالدین کی بیوی جو مرزائی تھی اور ان کے ساتھ گھلی ملی ہوئی تھی اسے اس منصوبہ کا علم ہو گیا۔ یہ لوگ خود بھی خلیفہ سے بدظن تھے اور مولوی عبدالکریم کو ایک حد تک صحیح اور اس کے الزامات کو درست سمجھتے تھے۔ پڑوس میں ان کا مکان

تھااور عموماً ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا تھا۔ خدا نے اس کے دل میں القاء کیا کہ فوراً جاؤ اور میری مخلوق کو ہلاکت سے بچاؤ۔ چنانچہ اس نے برقع سر پر لیا اور مولوی صاحب کے گھر جا کر مولوی عبدالکریم کے والد مستری فضل کریم کو بتایا۔ تم بے خطر بیٹھے ہو اور تمہاری موت کا منصوبہ تیار ہو چکا ہے۔ مال اسباب کی پرواہ مت کرو اور آہستہ سے جان بچانے کی فکر کرو۔ مباہلہ خاندان کے لئے یہ عورت فرشتہ آسمانی بن گئی۔ جس نے ان کے بچاؤ کا سامان مہیا کر دیا۔ دو بھائی تھے اور تیسرا بوڑھا باپ تھا۔ مرزائی پہریدار مطمئن تھے اور مکان سے دور بے خبر بیٹھے تھے۔ مولوی عبدالکریم ایسے انداز میں مکان چھوڑنے اور بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے کہ کسی کو خبر تک بھی نہ ہوئی۔ مرزائیوں نے منصوبہ کے مطابق طے شدہ وقت پر مکان کو آگ لگادی اور خود مکان کے اردگرد کھڑے ہو کر نگرانی کر رہے تھے تاکہ کوئی بھی فرد بچ کر نکلنے نہ پائے۔ مکان مکینوں سے سرشام خالی ہو چکا تھا۔ مکان جلتا رہا اور کسی مکین نے بچ نکلنے کی کوشش تک نہ کی تو انہیں اطمینان ہو گیا کہ پورا کنبہ جل کر راکھ ہو چکا ہے۔ دو تین دن کے بعد پتہ چلا کہ مستری تو زندہ بہ خیر وعافیت امرتسر پہنچ چکے ہیں۔ خلیفہ کو جب ان کے زندہ بچ نکلنے کا علم ہوا تو وہ سٹ پٹایا اور منتظمین کو بلا کر سرزنش کی کہ تمہارا کیا انتظام تھا کہ مستری زندہ مکان سے چلے گئے اور تمہارے پہرے ناکام ہوئے۔ لیکن ان کم بختوں کو پتہ نہیں کہ مارنے والا، رکھنے والا خدا ہے۔ خدا کے سامنے بندہ کی تدبیر کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ مکان جلنے کی خبر اخبارات میں آئی۔ مگر حکومت نے کوئی ایکشن نہ لیا۔ وہ خود تو بچ نکلے مگر ہزاروں کا اثاث البیت مکان سمیت جل کر راکھ ہو گیا اور وہ ایک دفعہ تو کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گئے۔

مولوی عبدالکریم کے قتل کی دوسری کوشش

مولوی عبدالکریم کا اخبار مباہلہ امرتسر سے باقاعدہ طور سے ہفتہ وار نکل رہا تھا جو خلیفہ محمود اور مرزائیوں کے خلاف اپنا مشن پورا کر رہا تھا۔ قادیان میں ایک منصوبہ کے تحت اخبار میں عائد کردہ الزامات کے خلاف گورداسپور کی کچہری میں مولوی صاحب کے خلاف فوجداری استغاثہ دائر کیا گیا اور طے یہ پایا کہ جب وہ امرتسر سے تاریخ بھگتنے گورداسپور جائیں تو ایک آدمی لاری یا بس میں دن کی روشنی میں اور سواریوں کے سامنے مولوی صاحب کو قتل کر دے۔ جس آدمی کی ڈیوٹی لگائی گئی اسے اطمیان دلایا گیا کہ ہم اسے مقدمہ قتل سے بری کرالیں گے۔

چنانچہ ایک دن جب کہ مولوی صاحب اپنے ایک دوست الحاج مستری محمد حسین نامی

کے ساتھ تاریخ بھگت کر بس میں واپس بٹالہ آ رہے تھے تو ایک پٹھان چھرے سے ان پر حملہ آور ہوا۔ قاتل جلدی میں تھا یا اسے مولوی صاحب کی پوری شناخت نہ تھی۔ مولوی صاحب تو بچنے میں کامیاب ہوگئے اور ان کا ساتھی مستری محمد حسین قتل ہوگیا اور خلیفہ صاحب کا یہ وار بھی خالی گیا۔ مستری محمد حسین مرحوم (حضرت امیر شریعت ؒ کا مرید تھا) اس کے بھائی بٹالہ کے رہنے والے تھے اور بڑے کارخانہ دار تھے۔ قتل کا کیس رجسٹرڈ ہوا اور ضروری کارروائی کے بعد جرم ثابت ہوجانے پر قاتل گرفتار ہوگیا۔ خلیفہ قادیان نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور قاتل کو چھڑانے کے لئے ''پری کونسل لندن'' تک اپیل کی اور ہزاروں روپیہ پانی کی طرح بہایا مگر اس کی ''سزائے موت'' بحال رہی اور وہ پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ مرزائیوں نے اس کی لاش کو بہشتی مقبرہ میں دفن کر کے سفاکی کا ایک ریکارڈ قائم کر دیا۔

یہ تھے مولوی عبدالکریم مباہلہ جنہوں نے ہمیں تحریک قادیان کے لئے آمادہ کیا۔ مگر افسوس ہے کہ جن حضرات نے اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور قربانیاں دیں وہ تمام دوست ایک ایک کر کے اللہ کو پیارے ہوگئے اور انہوں نے تحریک ختم نبوت کی موجودہ کامیابی کو نہ دیکھا۔ جب کہ تحریک کا بنیادی مطالبہ کافی حد تک پورا ہوا اور مرزائیوں کو جداگانہ اقلیت قرار دے کر مسلمانوں کی صف سے باہر نکال دیا گیا۔ ان دوستوں میں صرف میں (عنایت اللہ چشتی) ہی زندہ ہوں اور تحریک کی کامیابی کو دیکھ کر پھولے نہیں سماتا۔ جب قادیان میں باقاعدہ کام شروع ہوگیا تو جماعت (مجلس احرار اسلام) نے ایک غیر سیاسی تبلیغی شعبہ قائم کر دیا جس کے جنرل سیکرٹری مولوی عبدالکریم مباہلہ ؒ قرار پائے اور بہت سے مبلغ جن کو شعبہ تبلیغ باقاعدہ ماہانہ تنخواہ دیتا تھا۔ ان سب کا کنٹرول مولوی عبدالکریم مباہلہ کے ہاتھ میں تھا۔ باقاعدہ حساب کی چیکنگ ہوتی تھی۔''

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا عبدالرحیم اشعر ؒ نے کتاب ''مشاہدات قادیان'' مندرجہ ختم نبوت لائبریری ملتان کے ص ۱۳۵ پر یہ نوٹ لگایا:

''مولانا عبدالکریم مباہلہ کا لاہور میں انتقال ہوا۔ بندہ (عبدالرحیم اشعر) اس دن لاہور میں تھا۔ مولوی عبدالحمید آزاد مجھے لے گئے۔ شاہ محمد غوث مزار کے پاس ان کا جنازہ اس بندہ (عبدالرحیم اشعر) نے پڑھایا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک''

مولانا عبدالکریم مباہلہ کے سات رسائل ہمیں میسر آئے:

۱...... ''مباہلہ پاکٹ بک'' یہ مباہلہ بک ڈپو امرتسر سے شائع ہوئی۔ اس کا انہوں نے خود

تعارف یہ لکھا: ’’اس پاکٹ بک کے مطالعہ سے آپ پر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ ہمارا مقصد اس کی اشاعت سے صرف اتنا ہے کہ ہر مسلمان تھوڑے وقت میں نہ صرف قادیانیت کی حقیقت سے واقف بلکہ دندان شکن جواب دینے کے قابل ہو کر ایک کامیاب مبلغ بن جائے۔ اس مقصد کے لئے کم از کم حجم میں زیادہ سے زیادہ معلومات بہم پہنچا کر بفضلہ تعالیٰ دریا کو کوزہ میں بند کیا گیا ہے۔‘‘

۲...... ’’خودکاشتہ پودا‘‘ یہ چار صفحاتی پمفلٹ ہے۔ نام سے مضمون واضح ہے۔

۳...... ’’حقیقت مرزائیت‘‘ اس میں زیادہ تر صرف قادیانیوں کے کفر اور انگریزی نبوت کی طرف سے انگریز حکومت کی خوشامدی وچاپلوسی قادیانی لٹریچر سے حوالہ جات کے ساتھ یکجا کیا گیا۔

مرحوم کے یہ تین رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۲۷ میں شائع ہوئے۔

۴...... ’’کیا قادیان میں مناظرہ قبول کیا جائے گا‘‘ بحیثیت مجلس احرار کے شعبہ تبلیغ امرتسر کے ناظم اعلیٰ کے آپ نے یہ رسالہ ترتیب دیا۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۶ میں شائع شدہ ہے۔

۵...... ’’رپورٹ شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام ہند امرتسر‘‘ (از جنوری ۱۹۳۹ء تا اکتوبر ۱۹۴۱ء)

۶...... ’’قادیانی سیاست‘‘

۷...... ’’خطبہ عیدالاضحیٰ ۱۳۵۴ھ، ترکان احرار کا پیغام‘‘

یہ تین رسائل مولانا عبدالکریم مباہلہ کے ہیں جو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں موجود ہیں۔

(۶۸۵)

عبدالکریم ناقد (پٹھان کوٹ)، جناب

قادیان پٹھان کوٹ گورداسپور کے عبدالکریم ناقد گذرے ہیں۔ یہ پہلے قادیانی تھے پھر مسلمان ہوئے۔ عبدالکریم ناقد نے کتاب لکھی: ’’حقیقت مرزائیت اور تحقیق ناقد‘‘ یہ کتاب احتساب قادیانیت کی جلد ۳۸ میں شائع کی گئی ہے۔

(۶۸۶)

عبدالہادی دین پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں

(پیدائش: ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۴ء ...... وفات ۲۶؍اگست ۱۹۷۸ء)

حضرت میاں عبدالہادی دین پوری رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ عالیہ دین پور کے بانی حضرت میاں غلام محمد صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور خانقاہ شریف کے شیخ ثانی تھے۔ حضرت میاں عبدالہادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام تر تعلیم دین پور شریف میں اکابر علماء کرام سے حاصل کی۔ دورۂ تفسیر امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے کیا اوران سے خلافت بھی حاصل کی۔

حضرت میاں عبدالہادی دین پوری رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ ختم نبوت کے لئے ہمیشہ مستعد رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد، حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے بہت ہی مشفقانہ تعلقات تھے۔ فیروزہ کے علاقہ میں مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کو بلوا کر تقریر کراتے تھے اور خود صدارت فرماتے تھے۔ ختم نبوت کی حمایت اور قادیانیوں کے خلاف لکھنے پر آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ، ایوب خان مرحوم کے دور میں گرفتار ہوئے۔ کراچی میں جیل کاٹی۔ اس دوران حضرت میاں عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ پل پل کی صورتحال سے باخبر اور دعا گو رہے۔ آغا صاحب رہا ہو کر ٹرین سے واپس آئے تو خانپور کے اسٹیشن پر استقبال کرنے والوں میں حضرت میاں عبدالہادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ پلیٹ فارم پر چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ٹرین سے اتر کر لپٹ گئے۔ آپ نے سینہ سے لگایا اور دعا دی۔ اسی طرح تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء سے متعلق ایک واقعہ ''تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء'' جلد اوّل کے ص۱۰، ۱۱ سے ملاحظہ فرمائیں۔

''فقیر کو ۲۰؍مئی ۱۹۹۳ء کو ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان کے ایک دینی جلسہ میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ وہاں کے عالم باعمل حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانی مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی، برادرم مکرم خطیب اہل سنت مولانا عبدالکریم ندیم خانپوری نے بتایا:

''قطب عالم حضرت میاں عبدالہادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین دین پور شریف، اپنے بڑھاپے اور بیماری کے باعث چلنے پھرنے سے معذور تھے۔ مگر اس تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء سے آپ کی قلبی وابستگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے حکم کی تعمیل میں آپ کی چارپائی کو خان پور جلوس میں

لایا گیا۔ ویگن پر چارپائی رکھی گئی۔ ان حالات میں آپ نے جلوس کی قیادت کی۔ خان پور کے اس جلوس میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حافظ سراج احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے دائیں بائیں ہمراہ تھے۔ شرکاء جب ختم نبوت کا نعرہ لگاتے تو حضرت میاں عبدالہادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تمام تر توانائیوں کو جمع کر کے ''زندہ باد'' سے جواب دیتے۔ مرزائیت مردہ باد کہتے تو آپ پر جلال کی کیفیت طاری ہوتی۔ رفقاء کو اشارہ سے بلا کر فرماتے کہ میاں دیکھو، گواہ رہنا۔ کل قیامت کے دن رحمت عالم ﷺ کی بارگاہ شفاعت میں گواہی دینا کہ یہ عاجز (آگے جو اپنی انکساری کے جملے ارشاد فرمائے، فقیر لکھ نہیں سکتا) عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ محض اس عمل کے صدقہ سے نجات وشفاعت کی بھیک مانگے گا۔ گواہی دینا کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ ہی سے نجات ہوگی۔ نجات اور شفاعت حاصل کرنے کا یہ ''شارٹ کٹ'' راستہ ہے۔ انہیں حضرات کی ان اخلاص بھری اور جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ دشمن اپنے کئے کی پارہا ہے اور اپنے زخم چاٹ رہا ہے۔''

(۶۸۷)

عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۰ء ...... وفات: ۲۰ / فروری ۱۹۷۵ء)

مشرقی پنجاب سے فیصل آباد آ گئے۔ عمر بھر مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے دینی خدمات سرانجام دیں۔ مسلکی لحاظ سے اہل حدیث تھے۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کی تعمیر وترقی میں مثالی کردار ادا کیا۔ ایک وقت تھا کہ آپ مجلس احرار اسلام پاکستان کے صدر اور جانشین امیر شریعت مولانا سید عطاء المنعم بخاری رحمۃ اللہ علیہ مجلس احرار کے ناظم اعلیٰ تھے۔ بعد میں ایسا مرحلہ بھی آیا کہ مولانا عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے چوہدری ثناء اللہ بھٹہ رحمۃ اللہ علیہ کو ناظم اعلیٰ بنالیا اور حضرت ابن امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا صدر مولانا محمد حسین چغتائی رحمۃ اللہ علیہ کو بنالیا۔ ایک کو ناظم اعلیٰ مل گئے دوسرے بزرگ کو صدر مل گئے۔ کام چلتا رہا۔ بلکہ خوب چلتا رہا۔ مولانا عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں صمدانی کمیشن میں تحریری بیان داخل کرایا گیا جو مولانا مظہر علی اظہر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ جناب خاقان بابر رحمۃ اللہ علیہ ایڈووکیٹ نے داخل کرایا۔ آپ نے تحریک ختم نبوت میں تمام رفقائے احرار سمیت خوب حصہ لیا اور اپنی آنکھوں کے سامنے قادیانیوں کو غیر مسلموں میں کھڑا کیا۔ زہے نصیب!

(۶۸۸)

عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، حضرت مولانا

(پیدائش:۲۱راگست۱۹۲۶ء ...... وفات:۲۸راپریل۱۹۸۵ء)

آپ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے قرآن مجید والد ماجد اور قاری عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو دارالعلوم دیوبند سے لاہور آئے تھے سے پڑھا اور اسی دوران آپ نے جماعت چہارم کا امتحان بھی دیا۔ ایک مرتبہ آپ کے والد ماجد حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر اوّل آ ؤ گے تو جو کچھ مانگو گے وہی ملے گا۔ خدا کی قدرت کے آپ اوّل آ گئے۔ حضرت نے پوچھا کس چیز کی خواہش ہے۔ آپ نے جواب دیا مجھے گھڑی، گھوڑا اور ایک چھاتہ خرید کر دیا جائے اور دہلی کی جامع مسجد اور علی گڑھ دکھلا دیں۔ حضرت نے آپ کی ان عجیب و غریب خواہشات کو سنا تو آپ کی والدہ ماجدہ سے کہا کہ انور سے یہ ہمارا پہلا وعدہ ہے۔ اسے ضرور پورا کرنا چاہئے۔ وگرنہ بچے کے ذہن پر برا اثر پڑے گا۔ چنانچہ آپ کی خواہش کو پورا کیا اور علی گڑھ سے واپسی پر دارالعلوم دیوبند دکھلایا گیا۔ دارالعلوم دیوبند کے ماحول سے متاثر ہوئے اور وہیں تعلیم حاصل کرنے کی خواہش کی تو آپ کو دارالعلوم دیوبند میں داخل کروایا گیا اور پھر چند سالوں کے بعد جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ آپ وہاں پڑھتے رہے۔

۱۹۳۸ء میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ جلاوطنی کے بعد وہاں تشریف لے گئے تو آپ کی ڈیوٹی ان کی خدمت کرنے کی لگ گئی۔ حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کے ساتھ ان سے تقریباً تین چار سال علم بھی حاصل کیا۔ حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو پھر دارالعلوم دیوبند بھجوادیا اور تعارفی کارڈ پر داخلہ کے لئے لکھا جسے قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھوں سے لگایا۔ ایک ملاقات میں حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹر ذاکر حسین رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ انور جب دیوبند سے فارغ ہوں گے تو انہیں آپ کے سپرد کروں گا کہ آپ نے برلن سے اقتصادیات کی ڈگری حاصل کی ہے۔ انور کو الٰہیات کی ڈگری دلوائیں۔ (حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بی اے تک کی انگریزی کی استعداد ضروری ہے تاکہ انگریزوں سے نجات مل سکے) آپ نے ۱۹۴۶ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کیا اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ

آپ نے شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہی رحمہ اللہ، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ، مولانا سید اصغر حسین رحمہ اللہ، مولانا فخرالدین مرادآبادی رحمہ اللہ، مولانا سید مہدی حسن شاہ جہانپوری رحمہ اللہ جیسی جبال العلم شخصیات سے حدیث شریف پڑھی۔

دارالعلوم دیوبند میں آپ کے ساتھیوں میں امیر الہند سید اسعد مدنی رحمہ اللہ کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔ فراغت کے بعد حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے آپ کو اور آپ کے بڑے بھائی مولانا حبیب اللہ مہاجر مدنی رحمہ اللہ کو مولانا محمد صادق رحمہ اللہ کی خواہش پر مدرسہ مظہرالعلوم کھڈہ کراچی تدریس کے لئے بھجوادیا۔ پانچ چھ سال تک آپ نے وہاں پڑھایا اور پھر حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے بلانے پر لاہور آ گئے۔ کراچی سے لاہور بلانے کا مقصد حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا یہ تھا کہ وہ اپنے تمام امور ان کے سپرد کریں اور تمام امور اپنی نگرانی میں کروائیں اور ساتھ ہی روحانیت کے منازل بھی طے کروائے۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے خود ان کی تربیت فرمائی۔ کھانا سامنے ہوتا تو حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرماتے کہ توجہ دو کیا ہے (حلال ہے یا حرام ہے) گوشت کیا ہے؟ فروٹ کیسے ہیں؟ حضرت کو اللہ نے حلال وحرام میں امتیاز کرنے کا یہ خاص نور عطاء فرمایا تھا۔ وہ نور حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے آپ کی طرف منتقل ہوا اور ہمیشہ ٹیسٹ میں کامیاب رہے اور پھر حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے ان کو خلافت بھی دے دی۔ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ، مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ، مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ، مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ سمیت جید علماء کرام، حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے خلفاء وخدام کے مشورہ سے حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمہ اللہ کو حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا جانشین مقرر کیا گیا۔

آپ اپنے والد کے صحیح جانشین تھے۔ ان کی طرح اپنی زندگی کو قرآن وسنت اور دین کے لئے وقف کیا۔ اپنی ذات کو کچھ نہ سمجھا اور ہمہ وقت سنت رسول پر عمل پیرا رہے۔ آپ جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی وصوبائی عہدوں پر فائز رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کا ترجمان ہفت روزہ ترجمان اسلام کا ڈیکلریشن آپ کے نام تھا۔ قدرت حق نے آپ کو خوبیوں کا مرکز بنایا تھا۔ آپ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ وچناب نگر میں ہمیشہ تشریف لاتے۔ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے بعد

آپ کے دورۂ تفسیر کے طلباء کو مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرحیم اشعر رحمۃ اللہ علیہ بھی ردقادیانیت پر لیکچرز دیتے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی مکمل نگرانی فرماتے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل آپ کی مسجد شیرانوالہ میں ہوئی۔ آپ آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پنجاب کے صدر بھی رہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا منبع بنایا تھا۔

(۶۸۹)

عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (عظیم آباد)، مولانا قاضی

(پیدائش:۱۲۸۶ھ ...... وفات:۱۳۲۳ھ)

مولانا قاضی عبیداللہ نگرنہہ عظیم آباد کے تھے۔ اپنے چچا مولانا امین اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا۔ طویل مدت تک پڑھایا۔ کھیم کرن اور مدراس میں مدتوں قاضی کے عہدہ پر کام کیا۔ مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام، توضیح المرام، فتح اسلام میں سیدنا مسیح علیہ السلام کے عروج جسمی اور نزول کا انکار کیا۔ تب مولانا سید محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے استفتاء مرتب کیا، جس کا تفصیل سے جواب حضرت قاضی عبیداللہ عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا۔ اس کا نام ''فتاویٰ تکفیر منکر عروج جسمی ونزول عیسیٰ علیہ السلام'' ہے۔ اس پر تائیدی دستخط مفتی محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ، مفتی حیدرآباد دکن میر حیدر علی خان رحمۃ اللہ علیہ، سید محمد علی قادری رحمۃ اللہ علیہ ایسے بارہ حضرات نے کئے۔ فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم میں پہلی اشاعت کے سوا سو سال بعد ہم نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۶۹۰)

عتیق الرحمٰن آروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

''اسلام اور مرزائیت'' یہ مضمون حضرت مولانا عتیق الرحمٰن آروی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ ہے۔ جو دارالعلوم دیوبند کے مبلغ تھے۔ آپ کا یہ مضمون رسالہ ''قاسم العلوم'' دیوبند میں قسط وار ۸؍قسطوں میں شائع ہوا جو بعد میں پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا گیا۔ احتساب قادیانیت جلد ۱۵ میں پیش خدمت ہے۔

(۶۹۱)

عتیق الرحمٰن چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا عتیق الرحمٰن صاحب بہت فاضل شخص تھے۔ عرصہ تک قادیانی رہے۔ اللہ رب العزت نے اسلام وایمان سے بہرہ ور فرمایا۔ قادیانیت پر لعنت بھیج کر مسلمان ہو گئے۔ فاروق، چشتی، تائب کے نام سے جانے پہچانے گئے۔ تقسیم کے بعد چنیوٹ میں مقیم ہوئے تو عتیق الرحمٰن چنیوٹی کہلائے۔ آپ کے تین رسائل ہمیں میسر آئے جن کے نام یہ ہیں:

۱...... ''قادیانی فتنہ''

۲...... ''قادیانی نبوت (پیغام محمدیت بجواب پیغام احمدیت)'' مرزا محمود قادیانی ملعون نے پیغام احمدیت نامی رسالہ لکھا۔ اس کے جواب میں پیغام محمدیت شائع کیا گیا۔ جو بعد میں قادیانی نبوت کے نام پر شائع ہوا۔

۳...... ''قادیانی امت کا دجل'' مولانا عتیق الرحمٰن چنیوٹی کا اپریل ۱۹۵۲ء کا شائع کردہ رسالہ ہے۔

یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۵ میں شائع کرنے کی اللہ نے توفیق دی۔

مولانا عتیق الرحمٰن چنیوٹی مرحوم سے میں (سید امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ) نے دریافت کیا کہ آپ کیسے مرزائیت کے دام سے نکلے؟ تو انہوں نے خواب سنایا۔

''میں نے دیکھا کہ میں قادیان میں مرزائی مرکز سے نکل کر بازار میں چوک کی طرف جا رہا ہوں۔ چوک میں لوگ کھڑے ہیں۔ جیسے مداری کا تماشا دیکھ رہے ہوں۔ میں جب اس حلقے میں پہنچا تو دیکھا، لوگوں کے درمیان چند شخص کھڑے ہیں جن کے جسم انسانوں کے اور منہ کتوں جیسے ہیں اور وہ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر رونے کے انداز میں چیخ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کسی نے کہا یہ مرزا غلام احمد کے مرید ہیں۔ فوراً ڈر کر جاگ گیا، پھر توبہ کی اور اعلاناً مسلمان ہو گیا۔'' (سید امین گیلانی)

(۶۹۲)

عتیق اللہ شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، جناب مفتی

''آزاد کشمیر میں مرزائیوں کے ہتھکنڈے'' اخبار صادق پونچھ کشمیر سے شائع ہوتا تھا۔

اس کا ایڈیشن راولپنڈی سے شائع ہوتا تھا۔ اس کی جلد۱۱ شمارہ ۲۷ اشاعت مورخہ ۲۵رجنوری ۱۹۵۱ء بروز جمعہ ایک ضمیمہ شائع کیا گیا۔ جس میں ایک مقالہ تھا۔ جس کا نام تھا: ''آزاد کشمیر میں مرزائیوں کے ہتھکنڈے'' مقالہ نگار حضرت مولانا شمس العلماء مفتی عتیق اللہ شاہ تھے جو پونچھ کشمیر کے مفتی اعظم تھے اور شمس العلماء کے خطاب یافتہ بھی۔ انہوں نے مذہبی سے کہیں زیادہ سیاسی حوالہ سے کشمیر میں قادیانی سازشوں کے بارہ میں مواد کا انبار جمع کر دیا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد۴۹ میں یہ رسالہ شامل ہے۔

(۶۹۳)

عثمان الوری رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، جناب محمد

کراچی کے جناب محمد عثمان الوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۸۸ء میں ''عقیدۂ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت'' کے نام سے کتاب شائع کی۔ اس کتاب کو محاسبہ قادیانیت جلد۳ میں سمو دیا گیا ہے۔

(۶۹۴)

عرب مکی حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاری مفتی السید محمد

موصوف نے رد قادیانیت پر ''الکلام الفصیح فی تحقیق حیات المسیح'' پر ستر صفحات کی ۱۹۳۰ء میں کتاب لکھی جس میں حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفع جسمانی کو قرآن کریم سے ثابت کیا ہے اور قادیان کے مدعی نبوت مرزا غلام قادیانی کے کذب وافتراء کے ثبوت میں نہایت روشن دلائل اور محققانہ مباحث درج کئے ہیں۔ تاریخی نام ''ابواب تردید غلام احمد قادیانی'' ہے جس سے سن اشاعت سنہ ۱۹۳۰ء نکلتا ہے۔ پچاسی (۸۵) سال بعد اب احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شائع کیا گیا۔

(۶۹۵)

عزیز احمد قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی

(ولادت: ۱۹۰۱ء ...... وفات: جولائی ۱۹۸۹ء)

قادیانی جماعت کے لاٹ پادری مرزا محمود نے ۱۲؍اکتوبر ۱۹۵۶ء کو ایک خطبہ دیا جسے

قادیانی کمپنی لمیٹڈ نے ''انعام الٰہی'' کے نام پر پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔تب گڑھی شاہولاہور کی جامع مسجد عیدگاہ میں حضرت مولانا مفتی عزیز احمد صاحب ؒ خطیب ہوتے تھے۔آپ نے مرزا محمود ملعون قادیان کے پمفلٹ کے جواب میں یہ رسالہ تحریر کیا۔

''اکرام الٰہی بجواب انعام الٰہی'' جو احتساب قادیانیت جلد۴۰ میں شامل اشاعت ہے۔مولانا مفتی عزیز احمد صاحب ؒ نامور ثقہ عالم دین تھے۔قرآن مجید کے مترجم بھی تھے۔ پہلے مدرسہ قادریہ بدایون میں پھر جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہولاہور میں پڑھاتے رہے۔

(۶۹۶)

عزیز احمد ٹھیکیدار (چک جھمرہ)، جناب

ایک قادیانی عزیز احمد ٹھیکیدار اپنی اندھی عقیدت لے کر ربوہ آیا۔ یہاں پوری قادیانیت کو کردار کے میدان میں اپنے سامنے عریاں رقص کرتے دیکھا تو قادیانیت پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کرلیا۔قادیانی مرکز میں کیا دیکھا؟اس سوال کا جواب یہ پمفلٹ ''ربوہ کی کہانی ربوہ والوں کی زبانی'' ہے۔اسے احتساب قادیانیت جلد۶۰ میں شامل کیا گیا ہے۔

(۶۹۷)

عزیز الرحمٰن (بمبئی)، مولانا مفتی

انڈیا بمبئی کے دارالعلوم امدادیہ میمن واڑہ روڈ بمبئی کے مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے مرزا طاہر کے مباہلہ کے جواب میں پمفلٹ شائع کیا۔

(۶۹۸)

عزیز الرحمٰن دیوبندی ؒ، مولانا مفتی

دارالعلوم دیوبند کے مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمٰن دیوبندی ؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں لکھا کہ:

''قادیانی اور اس کے پیرو جو اعتقاد رکھتے ہیں وہ بلاشک الحاد اور شریعت کا ابطال ہے۔اس پر کتاب وسنت کی شہادت نہیں پائی جاتی۔''

(۶۹۹)

عزیز الرحمٰن سنجرانی رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، جناب

ملتان مجلس احرار اسلام کے کارکن اور نظریاتی ساتھی جناب عزیز الرحمٰن سنجرانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ''آئینہ مرزائیت'' کے نام پر ایک پمفلٹ انہوں نے شائع کیا تھا۔ مرحوم خوب ورکر قسم کے انسان تھے۔

(۷۰۰)

عزیز الرحمٰن گجراتی، جناب ملک

قادیانی خلیفہ موسیو محمود پر بدکرداری، بدکاری، گندے اور کمینے، فحش وحیاء سوز الزامات خود قادیانی جماعت کی معتد بہ تعداد نے لگائے اور ڈنکے کی چوٹ پر لگائے۔ ان میں ایک ملک عزیز الرحمٰن گجراتی بھی تھے جو احمدیہ پاکٹ بک کے مصنف عبدالرحمٰن خادم کے سگے بھائی تھے۔ قادیانیوں کے مقدر کو دیکھو ایک بھائی مرزا محمود کی مصلح موعود قرار دیتا ہے اور دوسرا اسے پرلے درجہ کا مکار و بدکار یقین کرتا ہے۔ یہ رسالہ ''جماعت احمدیہ کے فہمیدہ اصحاب سے'' اسی تناظر میں پڑھا جائے کہ اس کا لکھنے والا خود ایک قادیانی ہے اور قادیانی خلیفہ کو ڈانگ دے رہا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں شامل ہے۔

(۷۰۱)

عزیز انصاری رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، جناب علامہ

گوجرانوالہ میں مسلم لیگ کے معروف رہنما حضرت علامہ عزیز انصاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷۰ء کے لگ بھگ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ بشانہ رہے۔ چنیوٹ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس ۱۹۷۳ء میں آپ کا خطاب بھی ہوا۔ خوب خوب خدمت ختم نبوت کے لئے مستعد رہے۔

(۷۰۲)

عطاء اللہ اعوان رحمۃ اللہ علیہ، جناب پروفیسر

(وفات: ۷راپریل ۲۰۱۶ء)

پروفیسر صاحب مرزا قادیانی کے قریبی ساتھی رحیم بخش قادیانی کے گھر پیدا ہوئے۔ میٹرک کی تعلیم صادق عباسیہ ہائی سکول بہاولپور سے حاصل کی۔ ۲۷راپریل ۱۹۵۱ء میں جمعہ کے دن احمد پور شرقیہ کی جامع مسجد میں ختم نبوت کانفرنس تھی، جس میں مجاہدین ختم نبوت نے مرزا قادیانی کے کردار کو خوب کھول کھول کر بیان کیا تو اللہ پاک نے اس چودہ پندرہ سالہ نوجوان کو ہدایت سے سرفراز فرمایا۔ اس نوجوان نے ہزاروں کے اجتماع میں مرزائیت پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ جس سے مسجد کے درودیوار تکبیر اور ختم نبوت زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھے۔ لوگوں نے نوجوان کو کندھوں پر اٹھالیا۔ بعدازاں نوجوان کی تعلیم تربیت اور کفالت کا ذمہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنے سر لیا۔ حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ اس نوجوان سے بہت محبت فرماتے اور یہ نوجوان گھنٹوں شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے مستفید ہوتا۔ دیگر اکابرین ختم نبوت بھی محبت فرماتے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد پہلے ٹیچر پھر ترقی کر کے ایس.ای کالج بہاولپور میں اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ تقریباً ۲۷ سال کا عرصہ گزار کر کالج سے ریٹائر ہوئے۔ قبول اسلام سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک ختم نبوت کے مشن سے وابستہ رہے۔

۷راپریل ۲۰۱۶ء بروز جمعرات آپ کا جنازہ آپ کی وصیت کے مطابق شیخ الحدیث مفتی عطاء الرحمٰن صاحب نے پڑھایا۔ مجلس کی طرف سے جنازہ میں ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ، مولانا اسحاق ساقی اور حافظ محمد انس نے شرکت کی۔

(۷۰۳)

عطاء المحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، مولانا سید

(پیدائش: ۳۱رجنوری ۱۹۳۸ء، امرتسر ...... وفات: ۱۲رنومبر ۱۹۹۹ء، ملتان)

مولانا سید عطاء المحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے

تھے۔ آپ نے جامعہ خیر المدارس سے دورۂ حدیث شریف کیا اور پھر عمر بھر جماعتی طور پر دینی مدارس کے قیام، جماعت کی تبلیغی وتنظیمی معروفیات میں گم رہے۔ لکھنے پڑھنے کے خوگر تھے۔ ساری زندگی اس شغل کو جاری رکھا۔ آپ کی اولاد نہ تھی۔ لیکن تقدیر الٰہی پر راضی تھے۔ مولانا سید عطاء المحسن بہت ہی بہادر اور جفاکش انسان تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں شب وروز ایک کر دیئے۔ جماعتی حوالے سے وہ ایک سوچ کے حامل تھے اور اس پر نہایت ہی جزم کے ساتھ قائم ہی نہیں دائم بھی تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے قد کاٹھ، وجاہت ایسی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ کے چھ مضامین کا مجموعہ محاسبہ قادیانیت جلد۴ میں شامل اشاعت ہے۔

(۷۰۴)

عطاء المنعم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، مولانا سید

(پیدائش:۱۳؍دسمبر۱۹۲۶ء ...... وفات:۲۳؍اکتوبر۱۹۹۵ء)

مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ المعروف سید ابوذر بخاری ہمارے مخدوم سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہاں حاصل کی۔ پھر آپ کو حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ عربیہ خیر المدارس جالندھر میں داخل کرا دیا گیا۔ پاکستان بننے کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان کی پہلی علماء کرام کی دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کرنے والی جماعت میں آپ بھی شامل تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے استاذ محترم حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ خیر المدارس میں پڑھاتے بھی رہے۔ پھر مستقبل، مزدور، رسائل کے ایڈیٹر رہے۔ الاحرار لاہور سے جاری کیا جو تاحال آپ کے صاحبزادہ سید محمد معاویہ بخاری کامیابی سے چلا رہے ہیں۔ مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی کی وفات کے بعد آپ کے جانشین قرار دیئے گئے۔ آپ کو قدرت نے علم وفہم، حافظہ، حسن الصورت وحسن الصوت سے وافر حصہ دیا تھا۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ کر دیتے۔ اتنے حسین وجمیل تھے کہ بقول مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کہ بعض وجوہ سے اپنے والد گرامی سے بھی زیادہ خوبصورت تھے۔ حق بات کہنے کے خوگر تھے۔ وہ اپنا ایک مؤقف رکھتے تھے اور اس میں کسی بھی طرح لچک کے روادار نہ تھے۔ البتہ خوددار تھے اور بلا کے تھے۔

آپ نے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ سے بیعت کی اور خلافت پائی۔ جس مجلس میں ہوتے اپنی خوبیوں، نسبتوں اور ذاتی وجاہت کے باعث نمایاں ہوتے۔ حافظ، قاری، سید، آل رسول، جانشین امیر شریعت، تبحر عالم فاضل، غضب کا حافظہ، خطیب، ادیب، صحافی، دانشور، پیر طریقت غرض خوبیوں کا مرقع تھے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد جب پابندیاں نرم ہوئیں اور سیاسی جماعتیں بحال ہوئیں تو حضرت ماسٹر صاحب ؒ، حضرت شیخ صاحب ؒ، حضرت مولانا عبیداللہ احرار ؒ، چوہدری ثناء اللہ بھٹہ ؒ، صوفی الحاج عبدالرحیم خان نیازی ؒ، جناب محمد حسن چغتائی ؒ، جناب ملک عبدالغفور انوری ؒ اور دیگر حضرات کے ساتھ مل کر مجلس احرار اسلام کے احیاء تعمیر وترقی، تشکیل وارتقاء کے لئے دن رات ایک کر دیئے۔ اس میں اس حوالہ سے بہت کامیاب رہے کہ راہ حق کے مخلص اور ایثار پیشہ دوستوں کا ایک گروہ نہیں بلکہ جماعت تیار کر لی۔ جن کا صرف اور صرف آپ آئیڈیل تھے۔ وہ آپ کے چشم وابرو کے اشارے کے منتظر رہتے۔ دیکھا جائے تو کسی بھی رہنما کی یہ بڑی کامیابی ہے۔ ان کے دور میں مجلس احرار میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی اوّلیت کی جگہ ردسبائیت نے لے لی۔ کہاں سے چلے کہاں پہنچے۔ اتنی تیز رفتاری سے کہ اس دور کے تمام رہنما پیچھے رہ گئے۔ دلائل سے گفتگو کرنے کے آپ بادشاہ تھے اور آپ کے خطابات ماسٹر پیس ہوا کرتے تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری ؒ کے ساتھ تھے۔

مولانا خیر محمد جالندھری ؒ، مولانا محمد عبداللہ درخواستی ؒ اور مولانا خواجہ خان محمد ؒ کا احترام کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ نے اپنے عہد میں مکتبہ احرار قائم کر کے مجلس احرار اسلام کا بہت سارا لٹریچر دوبارہ شائع کرنے کا ریکارڈ قائم کیا۔ صرف تاریخ احرار اور مشاہدات قادیان پر آپ کے مقدمات کو دیکھ لیا جائے تو گویا معلومات کے سمندر کو قلمبند کر دیا ہے۔ مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاری ؒ کا وجود اس دھرتی پر ایک انعام تھا۔ وہ کیا گئے تصویر بخاری گم ہوگئی۔

ظفر اللہ قادیانی نے شاہ جی ؒ کی وفات پر کہا: کہاں ہیں بخاری؟ آغا شورش کاشمیری ؒ نے چٹان پر سید عطاء المنعم شاہ بخاری ؒ کی تصویر چھاپ کر ظفر اللہ قادیانی کی بولتی میں پگھلا ہوا تار کول ڈال دیا۔ شورش ؒ وشاہ جی ؒ اور سید عطاء المنعم ؒ زندہ باد!

(٧٠٥)

عظیم پارس ایرانی رحمۃ اللہ علیہ، جناب ڈاکٹر محمد

مرزا غلام احمد قادیانی کے متضاد بیانات کا حیرت انگیز مجموعہ ''آئینہ قادیان'' ڈاکٹر محمد عظیم پارس ایرانی انچارج پارس فری ہسپتال لاہور نے ١٩٣٧ء میں شائع کیا اور اب احتساب قادیانیت جلد ٥٤ میں شامل اشاعت ہے۔

(٧٠٦)

عظیم واعظ رحمۃ اللہ علیہ سرکار عالی، مولوی محمد

علی گڑھ سے آج سے قریباً ایک صدی قبل رسالہ شائع ہوا، جس کا نام ''تحقیق قبر مسیح'' ہے۔ اس کے ٹائٹل پر تالیف جناب مولوی محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ واعظ سرکار عالی لکھا ہے جو جناب محمد عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ عندلیب ایڈیٹر رسالہ واعظ نے طبع کرا کے مطبع اعظم جامعی شاہ علی گڑھ سے شائع کیا۔

(٧٠٧)

علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ بی۔ ایل بھاگل پوری، جناب

عبدالمجید نامی ایک شخص جو بھاگل پور کا رہنے والا تھا قادیانی ہوگیا۔ اسی قادیانی نے مرزا قادیانی کی تائید میں چند رسائل بھی لکھے جس کا جواب خانقاہ عالیہ مونگیر شریف سے شائع کیا گیا۔ عبدالمجید قادیانی کے رسائل اور ان کے جوابات پڑھ کر جناب علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ بی۔ اے، بی۔ ایل بھاگل پوری نے دیرینہ شناسائی اور دوستی کی بنیاد پر عبدالمجید قادیانی کو ایک خط لکھا جسے ''دوستانہ نصیحت'' کے نام پر شائع کردیا۔ قریباً ایک صدی پہلے کا یہ خط ہے جو احتساب قادیانیت جلد ٥٣ میں شائع کیا گیا۔ اس کا ایک آخری ورق کرم خوردہ تھا وہ حصہ ناقابل استفادہ تھا۔ اسے بیاض کی شکل میں چھوڑ دیا ہے۔

(۷۰۸)

علم الدین حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مرزا غلام قادیانی کے ایک پیرو نے ''چودھویں صدی کا چاند'' نامی رسالہ شائع کیا۔ حافظ آباد کی جامع مسجد اہل حدیث کے خطیب مولانا علم الدین نے جواب میں ''چودھویں صدی کا دجال کون؟'' یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ معروف اہل حدیث رہنما مولانا نور حسین گرجاکھی رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ شہر نے اس رسالہ کوشائع فرمایا۔ اب دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۳۰ میں اسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا ہے۔ فلحمدللہ!

اور غلطی سے جلد ۵۲ میں بھی شامل ہوگیا۔

(۷۰۹)

علم الدین رحمۃ اللہ علیہ (ساکن قادیان)، مولانا

مولانا علم الدین رحمۃ اللہ علیہ خاص قادیان کے ساکن تھے۔ بعد میں جامع مسجد کمیل پور (اٹک) کے خطیب بھی رہے۔ آپ کے قیام اٹک کے دوران میں ایک قادیانی ملعون نے چہار ورقی پمفلٹ بنام ''اجرائے نبوت'' شائع کیا۔ مولانا علم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں ''حقیقت مرزائیت مع ختم نبوت، بجواب اجرائے نبوت'' شائع فرمائی۔ جو ۲۱ رشعبان ۱۳۴۷ھ کو آپ نے مکمل فرمائی۔ اس کتاب میں قادیانی گروہ کی کتب سے قادیانیت کو باطل ثابت کیا گیا اور مسئلہ ختم نبوت کو تحقیق والزام ہر دو طریق پر روشن کر کے دیکھا گیا ہے۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۰ میں یہ کتاب بھی شامل اشاعت ہے۔

(۷۱۰)

علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، جناب غازی

۱۹۲۷ء میں مہاشے راجپال نے رسول اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی، جس سے پورے ہندوستان کے مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ پورا ہندوستان ایک شعلۂ جوالہ کی طرح بھڑک اٹھا۔ عدالت عالیہ کے جسٹس دلیپ سنگھ نے مہاشے راجپال کو قانون کے

صطلاحی سقم پر رہا کر دیا۔ حالات نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ لاہور میں حضرت
امیر شریعت ؒ کے احتجاجی جلسے کا اعلان کر دیا گیا۔ حکومت نے شہر میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر کے
جلسے کو بند کرنا چاہا، مگر حضرت امیر شریعت ؒ نے پورے وقت مقررہ پر جلسہ کیا۔ اسی جلسے میں
حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب ؒ، مولانا احمد سعید دہلوی ؒ بھی شریک تھے۔ جلسہ ایک
احاطے میں کیا گیا۔ احاطے کے دروازے پر مسلح پولیس کا پہرہ تھا۔ حضرت امیر شریعت ؒ نے
تقریر شروع کی۔ آپ نے فرمایا: ''آج آپ لوگ جناب فخر رسل خاتم النبیین ﷺ کی عزت
و ناموس کو برقرار رکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آج جنس انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت
خطرے میں ہے۔ جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کو ناز ہے۔ آج مفتی کفایت اللہ ؒ
اور مولانا احمد سعید ؒ کے دروازے پر ام المؤمنین بی بی عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین
خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آئیں اور فرمایا کہ ہم تمہاری مائیں ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کفار نے ہمیں
گالیاں دی ہیں؟''

پھر اس زبردست کروٹ کے ساتھ لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ''ارے دیکھو تو! اماں
عائشہ رضی اللہ عنہا دروازے پر تو نہیں کھڑیں؟'' جلسہ ہل گیا، کہرام مچ گیا اور لوگ دھاڑیں مار مار کر
رونے لگے اور لوگوں کی نگاہیں بے ساختہ دروازے کی جانب اٹھ گئیں۔ فرمایا دیکھو دیکھو! سبز گنبد
میں رسول اللہ ﷺ تڑپ اٹھے ہیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا و عائشہ رضی اللہ عنہا پریشان ہیں۔ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن
آج تم سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا پکارتی ہیں، وہی عائشہ رضی اللہ عنہا جنہیں رسول
اللہ ﷺ پیار سے ''حمیرا'' کہہ کر پکارتے تھے۔ جنہوں نے حبیب پاک ﷺ کو وصال کے وقت
مسواک چبا کر دی تھی۔ ان کے ناموس پر قربان ہو جاؤ۔ سچے بیٹے ماں کے ناموس کے لئے کٹ
مرا کرتے ہیں۔ وہ دیکھو! سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہے کوئی باغیرت مسلمان جو میرے ابا کا
انتقام لے؟

فرمایا: ''مسلمانو! یا توہین سننے والے کان نہ رہیں، یا لکھنے والا ہاتھ نہ رہے اور بکنے والی
زبان نہ رہے۔''

صبح ترکھان کا بیٹا غازی علم الدین ؒ اٹھا، جا کر راجپال کا کام تمام کر دیا۔ غازی
عبدالرحمٰن ؒ (منتظم)، مولانا حبیب الرحمٰن ؒ (صدر)، سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ مقرر
پر کیس چلا۔ ایک ایک سال کے لئے ہر سہ حضرات حوالہ زندان کر دیئے گئے۔ غازی علم
الدین ؒ پر قتل کا مقدمہ چلا، پھانسی کا حکم ہوا اور وہ تختہ دار پر حضور ﷺ کی عزت و ناموس کے

تحفظ میں لٹکا دیئے گئے۔ بعد میں حضرت قاضی احسان احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی جیل میں گرفتار ہو کر گئے۔ اتفاق سے آپ کو اسی کوٹھڑی میں بند کیا گیا، جس میں پہلے غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ رہ چکا تھا۔ جیل وارڈن نے کہا: ''قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ! تم بہت خوش نصیب ہو، یہ بہت ہی برکت والی کوٹھڑی ہے۔'' قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استفسار پر اس نے بتایا کہ صاحب! غازی علم الدین رحمۃ اللہ علیہ اس کوٹھڑی میں تھا، تو ایک رات کوٹھڑی روشن ہوگئی۔ بقعۂ نور بن گئی۔ میں پہرے پر تھا۔ میں حیران و پریشان دوڑا ہوا آیا کہ کہیں ملزم اپنے آپ کو آگ تو نہیں لگا رہا۔ مگر وہ تو بڑے اطمینان سے اس دنیا سے گم صم تشریف رکھتے تھے۔ میں حیران کھڑا رہا، کافی دیر بعد جگایا، پوچھا تو میرے اصرار، منت وسماجت پر غازی مرحوم نے کہا کہ خواب میں رحمت عالم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تھے۔ فرمایا علم دین! ڈٹ جاؤ، میں حوض کوثر پر آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔

(ہفت روزہ ''لولاک'' فیصل آباد، مورخہ ۳ر جنوری ۱۹۸۳ء)

غازی علم الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خوش بختی آپ نے ملاحظہ کی۔ اب مرزا بشیر الدین کی وہ بدزبانی جو اس واقعے پر پیچ و تاب کھا کر اس نے کہی، ملاحظہ ہو: ''وہ نبی بھی کیا نبی ہے جس کی عزت بچانے کے لئے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں، وہ لوگ جو قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں وہ مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دشمن ہیں۔'' (الفضل مورخہ ۱۹ر اپریل ۱۹۲۹ء)

اور طرفہ تماشا یہ کہ جب انگریز کی حمایت کا مرحلہ آئے تو وہی حرام، حلال اور ناجائز، جائز بن جاتا ہے۔

''ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں جو اپنے خون اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔'' (تبلیغ رسالت ج ۷ ص ۲۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۱)

ظلم کی انتہاء دیکھئے کہ رحمت عالم ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے غازی علم الدین رحمۃ اللہ علیہ کا اقدام ناجائز اور مرزا قادیانی کی عزت کے لئے جائز، مرزا محمود نے کہا، ملاحظہ ہو:

''اپنی دینی اور روحانی پیشوا کی معمولی ہتک بھی کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس قسم کی شرارتوں کا نتیجہ لڑائی جھگڑا، قتل و خونریزی بھی معمولی بات ہے۔''

(اخبار الفضل قادیان ج ۱۷ نمبر ۹۱ ص ۱، مورخہ ۴ر مئی ۱۹۳۰ء)

''اگر اس سلسلے میں کسی کو پھانسی دی جائے اور وہ بزدلی دکھائے تو ہم اسے ہرگز منہ نہیں لگائیں گے۔ بلکہ میں تو اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھوں گا۔''

(اخبار الفضل قادیان ج ۱۷ نمبر ۷۹ ص ۷، مورخہ ۱۱ر اپریل ۱۹۳۰ء)

(۷۱۱)

علمائے سیالکوٹ

۱۹۳۵ء میں سیالکوٹ میں ایک قادیانی کا جنازہ مسلمان نے پڑھادیا۔ مولانا حافظ عبدالحق سیالکوٹی ﷫ امام مسجد یتیم شاہ محلہ اتاری نے چودہ رفقاء سمیت فتویٰ طلب کیا۔ مولانا محمد علی کاندھلوی ﷫، مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی ﷫، حکیم محمد صادق ﷫ ایسے بیسیوں حضرات نے فتاویٰ دیا کہ نماز جنازہ پڑھانے والا اعلانیہ توبہ، تجدید ایمان وتجدید نکاح کرے۔ چنانچہ ایسے ہوا۔ مولانا حافظ عبدالحق سیالکوٹی ﷫ نے شائع کیا۔ جسے ہم نے فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم میں دوبارہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۷۱۲)

علمائے شاہجہاں پور

تحریک تحفظ ختم نبوت کی تواریخ میں شاہجہاں پور کے بے شمار علماء اور اہل علم کا نام ملتا ہے جنہوں نے شہر واطراف شہر سے فتنۂ قادیانیت کے استیصال میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ ان میں سے بعض نام حسب ذیل ہیں۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب ﷫ (مفتی اعظم ہند)، حضرت مولانا محمد کفایت ابن نجیب اللہ صاحب ﷫، سید محمد اعظم صاحب ﷫ (مفتی شاہجہاں پور)، مولانا غلام محی الدین صاحب ﷫ (امام جامع مسجد شاہجہاں پور)، مولانا محمد عثمان صاحب ﷫ (مدرسہ عین العلم شاہجہاں پور)، مولانا محمد عبدالخالق صاحب ﷫ (مدرسہ عین العلم شاہجہاں پور)، مولانا محمد سخاوت اللہ خان صاحب ﷫ (مدرسہ عین العلم شاہجہاں پور) یہ علماء کبار وہ ہیں جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن ﷫ کے ہم عصر ہیں اور ۱۹۰۶ء میں قادیانیت کے خلاف ایک استفتاء کے جواب میں فتویٰ پر ان سب اکابر کے دستخط ہیں۔ اس وقت اس مقدس تحریک سے جڑے ہوئے تمام بزرگوں کا احاطہ اور حصر مقصود نہیں۔ بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ ان سب کے درمیان حضرت مولانا عبدالغنی صاحب ﷫ کا وجود ایسا لگتا ہے کہ قدرت باری تعالیٰ نے آپ کا انتخاب ہی اسی عظیم خدمت کے لئے کیا تھا۔ (ازقلم مولانا شاہ عالم گورکھپوری)

(۷۱۳)

علمائے گوجرانوالہ

گوجرانوالہ باغبانپورہ میں ایک قادیانی کا جنازہ ایک مسلمان نے پڑھادیا۔۱۹۶۶ء کی بات ہے۔ فتویٰ مرتب ہوا۔ مولانا سرفراز خان صفدرؒ، مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ، مولانا محمد چراغؒ، مولانا محمد اسماعیلؒ، مولانا قاضی شمس الدینؒ، مولانا عبدالقیوم ہزارویؒ، مولانا ابوداؤد محمد صادقؒ، ایسے حضرات نے اس کی تائید کی۔ جنازہ پڑھانے والے نے علی الاعلان توبہ کی۔ ایمان ونکاح کی تجدید ہوئی۔ مولانا احمد سعیدؒ (گوجرانوالہ) نے اس فتویٰ کو شائع کیا۔ جسے ہم نے بھی فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم میں شائع کیا ہے۔

(۷۱۴)

علی الحائری (لاہور، شیعہ رہنما)، جناب سید

(ولادت: ۱۸۸۰ء ...... وفات: جون ۱۹۴۱ء، لاہور)

جناب مولانا سید علی الحائری لاہوری، شیعہ عالم تھے۔ جنہیں شیعہ حضرات، حضرت حجتہ الاسلام والمسلمین، صدرالمفسرین، سلطان المحدثین، محی الملتہ والدین، رئیس الشیعہ، مدارالشریعہ، نباض دہر، حکیم الامت الناجیہ، سرکار شریعت مدار، علامہ، قبلہ، مجتہد العصر والزمان جیسے القابات سے موسوم کرتے ہیں۔ جس سے یہ بات تو تقریباً طے سمجھی جاسکتی ہے کہ مولانا سید علی الحائری شیعہ حضرات کے نامور مذہبی سکالر تھے اور شیعہ حضرات میں ان کا مقام ومنصب یقیناً بلند تھا۔

ملعون قادیان مرزا قادیانی نے ''دافع البلاء'' نامی کتاب لکھی۔ جس میں سیدنا مسیح ابن مریم علیہما السلام اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر اپنی فضیلت ثابت کی۔ معاذ اللہ!

مرزا قادیانی کی اس ملعونانہ جرأت اور احمقانہ جسارت، رذیل حرکت، خبیث شرارت پر شیعہ حضرات میں سے مولانا علی الحائریؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف اس کے زمانہ حیات میں کتابیں تحریر فرمائیں۔ مولانا علی الحائریؒ کی پانچ کتابیں ردقادیانیت پر فقیر کے علم میں آئیں۔ ان میں سے:

...... ’’وسیلۃ المبتلاء لدفع البلاء‘‘ ۱۲؍صفر ۱۳۲۰ھ، مطابق ۲۳؍مئی ۱۹۰۲ء کو آپ نے تحریر فرمائی۔ اس کے سات صفحات تھے اور مفید عام پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ اس میں موصوف نے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے حالات لکھ کر قادیانیوں کو دعوت دی کہ وہ سوچیں کہ ان مقدس حضرات کے عالی مقام سے ملعون قادیان کو کیا نسبت تھی؟ اس میں موصوف نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے حالات خالصتاً شیعہ نقطہ نظر سے تحریر کئے۔ اس لئے کہ مصنف خود شیعہ ہیں۔ لہٰذا مطالعہ کے وقت یہ بات پیش نظر رہے۔

...... ’’تبصرۃ العقلاء‘‘ یہ رسالہ بھی مولانا علی الحائری کا ہے۔ اس کے ٹائٹل پر مصنف نے اس رسالہ کا تعارف تحریر کیا ہے: ’’بتائید رب جلیل یہ رسالہ مرزا قادیانی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حالات کا قرآن مجید اور ملائکہ اور انبیاء سلف سے تقابل کر کے آنجناب (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) کی فضیلت کا ثبوت ہے۔‘‘ یہ رسالہ چوالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ ۲؍ربیع الثانی ۱۳۲۰ھ، مطابق ۸؍جولائی ۱۹۰۲ء کو آپ نے مکمل کیا۔ اس میں آپ نے خالصتاً شیعہ نقطہ نظر سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقام ومنصب کو بیان کیا۔ ظاہر ہے کہ ان مباحث کا ہمارے موضوع ’’احتساب قادیانیت‘‘ سے تعلق نہ تھا۔ ہاں! البتہ رسالہ، ملعون قادیان کے رد میں لکھا گیا تھا۔ اس لئے ردقادیانیت کا حصہ تو اس رسالہ سے ہم نے لے لیا۔ جو شیعی نقطہ نظر تھا۔ اسے حذف کر دیا گیا اور جہاں جہاں سے حذف کیا اس کے لئے علامتی نشان...... یعنی نقطے ڈال دیئے۔ غرض ۴۴ صفحات میں سے ۲۶ صفحات ہم نے لئے۔ باقی کو ترک کر دیا۔ جو حصہ لیا اس میں بھی شیعہ نقطہ نظر کی جھلک موجود ہے۔ اس لئے کہ مصنف شیعہ ہے۔ لیکن ردقادیانیت پر شیعہ حضرات کا موقف جاننے کے لئے اس رسالہ کو ملخصاً احتساب قادیانیت کی جلد ۴۵ میں لے لیا ہے۔

...... ’’مہدی موعود‘‘ یہ رسالہ بھی مولانا علی الحائری کا ہے۔ آپ نے یہ رسالہ شعبان ۱۳۴۴ھ میں تحریر کیا۔ گیلانی پریس لاہور سے خواجہ بک ایجنسی نے شائع کیا۔ اس میں بھی سیدنا مہدی علیہ الرضوان کے متعلق تمام شیعہ نقطہ نظر آپ نے تحریر کر کے ملعون قادیان کے دعویٰ مہدویت کو اس پر پرکھا ہے اور اسے خوب کذاب ودجال ثابت کیا ہے۔ یہ رسالہ بھی خاصہ حذف کرنا پڑا کہ سیدنا مہدی علیہ الرضوان کے متعلق شیعہ

حضرات کا کیا موقف ہے؟ یہ ہمارے سلسلہ ''احتساب قادیانیت'' کا موضوع نہیں تھا۔ اس لئے اسے حذف کیا۔ ۲۴صفحات لئے۔ جہاں سے حذف کیا علامتی نشان...... یعنی نقطے ڈال دیئے۔ اس کے باوجود بعض چیزیں شیعہ نقطہ نظر کی بھی رہنے دی گئیں۔ ورنہ مرزا قادیانی کی جو گرفت مصنف نے کی ہے وہ بالکل سمجھ نہ آتی۔ یہ ناگزیر تھا۔ اس کو گوارا کرلیا گیا۔

۴...... ''مسیح موعودؑ'' یہ رسالہ بھی مولانا علی الحائری کا ہے۔ اس کا تعارف خود مصنف نے ٹائٹل پر یہ دیا: ''مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام کا قرآن وحدیث سے مدلل ثبوت اور مرزائیوں کے مایۂ ناز مسئلہ وفات مسیح کی مکمل تردید اور متعلقہ اعتراضوں کا مفصل فیصلہ۔'' یہ مکمل رسالہ من وعن لے لیا۔ خالصتاً حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر بحث ہے۔ ملعون قادیان کے دعویٰ مسیحیت کو بھی آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ کہیں معمولی ترمیم واضافہ شاید ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔ البتہ یہ رسالہ مکمل احتساب قادیانیت کی جلد ۴۵ میں آگیا ہے۔ مصنف نے مارچ ۱۹۲۶ء میں رسالہ شائع کیا تھا۔ یاد رہے کہ ردقادیانیت پر موصوف کی ایک کتاب ''غایۃ المقصودؑ'' چہار حصص پر مشتمل ہے۔ وہ چونکہ مکمل فارسی میں ہے۔ بغیر ترجمہ اس کی اشاعت اور وہ بھی ضخیم کتاب کی، سمجھ نہ آئی کہ کیا کروں۔ اس لئے احتساب قادیانیت میں اسے شامل نہیں کیا۔ خیال تھا کہ احتساب کی ایک مکمل جلد میں شیعہ حضرات اور خارجی حضرات کے ردقادیانیت پر رسائل کو جمع کروں گا۔ تاکہ ردقادیانیت کا یہ گوشہ بھی سامنے آجائے۔ لیکن اتنی ''برکات'' شاید ایک جلد نہ برداشت کرپاتی۔ چنانچہ مولانا علی الحائری رحمۃ اللہ علیہ کے چار رسائل احتساب قادیانیت جلد ۴۵ میں جمع ہوجانے پر خوشی محسوس کرتا ہوں۔ باقی...... باقی!

(۱۵ے)

علی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، جناب ڈاکٹر حکیم محمد

(پیدائش: ۱۸۹۱ء ...... وفات: ۲ راگست ۱۹۹۰ء)

ڈاکٹر حکیم محمد علی رحمۃ اللہ علیہ طبیہ کالج دہلی کے سند یافتہ تھے۔ طبیہ کالج امرتسر کے ہیڈ پروفیسر

بھی تھے۔آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں ''سودائے مرزا'' کے نام سے رسالہ لکھا۔آپ نے اس رسالہ میں طبی دلائل اور مرزا قادیانی کی تحریرات سے ثابت کیا ہے کہ مرزا ملعون قادیان، نہ نبی تھا نہ مسیح نہ مجدد اور نہ ہی ولی و مسلم بلکہ مرض مالیخولیا کا مریض تھا۔اس کے کل الہامات ودعاوی محض مرض مالیخولیا کے باعث تھے۔یہ رسالہ ۱۹رفروری ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا۔جسے احتساب قادیانیت جلد۳۱ میں بھی شائع کیا گیا۔

(۷۱۶)

علی چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ، جناب صوفی محمد

(وفات:۱۰رفروری۲۰۱۶ء)

صوفی محمد علی، حضرت حاجی محمد صدیق ارائیں پانی پتی کے ہاں ۱۹۴۵ء میں پیدا ہوئے۔صوفی صاحب نے چنیوٹ میں حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔سلانوالی میں ابتدائی دینی کتب پڑھیں۔چک نمبر۹۰ شمالی میں آپ امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آج کل اقبال رائس ملز چنیوٹ میں خطبہ جمعہ ارشادفرماتے تھے۔صوفی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نظریاتی کارکن تھے۔جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے عاشقانہ تعلق تھا۔ زندگی بھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے محبت بھرا تعلق قائم رکھا۔عالمی مجلس کے مدرسہ چناب نگر کے آپ خصوصی معاون ومحب تھے۔

(۷۱۷)

علی رحمۃ اللہ علیہ (ژوب)، جناب الحاج صوفی محمد

(وفات:۵رمئی ۱۹۸۸ء)

الحاج صوفی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ژوب فورٹ سنڈیمن کے مجاہد اسلام تھے۔آپ نے تحریک ختم نبوت کو اس علاقہ میں بام عروج تک پہنچایا۔مجلس تحفظ ختم نبوت کے اس علاقہ میں بانی اور پہلے ناظم اعلیٰ تھے۔آپ نے جولائی ۱۹۷۳ء میں قادیانیوں کے خلاف ژوب میں چلنے والی تحریک ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جناب بھٹو صاحب رحمۃ اللہ

ڈوب تشریف لائے تو بھرے جلسہ میں بینر لہرا کر مظاہرہ کر کے جناب بھٹو صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تحریک ختم نبوت کی اہمیت وحساسیت کا احساس دلایا۔

صوفی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود اس دھرتی پر اللہ تعالیٰ کا ایک انعام تھا۔ بہت ہی مخلص اور مجاہد فی سبیل اللہ شخص تھے۔ آپ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کا آغاز کیا۔ اب آپ کے صاحبزادہ الحاج محمد اکبر صاحب نے اپنے رفقاء سمیت اس کام کو وسعت دی۔ مجلس کا ملکیتی دفتر اور مدرسہ کام کر رہے ہیں۔ ہمارے حضرت صوفی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور حاجی محمد اکبر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے عالم ہیں۔ صاحبزادہ مولوی محمد انور صاحب کا نام حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر رکھا تھا۔ یہ سب ہمارے الحاج صوفی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نیکیوں کا صدقہ ہے۔ اللھم رب زد فزد!

(۷۱۸)

علی رحمۃ اللہ علیہ (لودھراں)، جناب صوفی محمد

(وفات: ۳/جنوری ۱۹۹۳ء)

سنام ریاست پٹیالہ میں جناب محمد حسن راجپوت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں صوفی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے ملتان آگئے۔ یہاں محکمہ انہار میں ملازم ہوئے۔ کچھ عرصہ ملتان کو خیر آباد کہا۔ ملازمت ترک کر کے لودھراں جا کر فروکش ہوئے۔ تحصیل آفس میں ملازمت کی۔ پھر اخبارات کے شعبہ سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۵۵ء سے مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعلق قائم ہوا جو زندگی کے آخری سانس تک قائم رہا۔

(۷۱۹)

علی محمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (راجن پور)، مولانا

مولانا علی محمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حاجی قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ تھے جو قوم پرہار، سے تعلق رکھتے تھے۔ پرہار، بستی راجن پور کے قریب جانب غرب واقع ہے۔ یہاں مولانا علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴۴ء میں پیدا ہوئے۔ راجن پور میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ پھر مدرسہ عزیز العلوم شجاع آباد میں داخلہ لیا۔ جہاں قاری سیف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید حفظ کیا۔ یہ

درسہ مفسر قرآن مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی ؒ کا قائم کردہ تھا۔ مولانا عبدالعزیز ؒ ایک
ثقہ عالم تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر پر آپ کو رسوخ حاصل تھا۔ خوب ترنم سے تقریر کرتے تھے اور
ساں باندھ دیتے تھے۔ مولانا علی محمد صاحب ؒ نے آپ سے ترجمہ وتفسیر بھی پڑھا۔ اس کے
بعد مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں پڑھتے رہے۔ اس دوران آپ نے مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی
محمود صاحب ؒ کے پاس بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔ مولانا علی محمد صاحب ؒ نے دورۂ حدیث
جامعہ مخزن العلوم خانپور سے کیا۔ شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستی ؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد
ابراہیم تونسوی ؒ (فاضل دیوبند) اور جامع المعقول والمنقول مولانا واحد بخش صاحب ؒ
(فاضل دیوبند) کوٹ مٹھن والوں سے حدیث شریف پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ یاد رہے کہ
مولانا محمد ابراہیم ؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ کے اور مولانا واحد بخش صاحب ؒ،
مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ کے شاگرد تھے۔ فراغت کے بعد ۱۹۷۰ء کے آس پاس مولانا
علی محمد صدیقی ؒ اور مولانا عبدالخالق رحمانی ؒ نے مرکز العلوم مسافر خانہ راجن پور میں تعلیمی،
تدریسی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ قرآن مجید کے حفظ اور درس نظامی کی ابتدائی کتب کی تعلیم کا اجراء
کیا گیا۔ دو سال بعد مولانا علی محمد صاحب ؒ نے ۱۹۷۲ء میں جامع مسجد کینال کالونی راجن پور
میں مدرسہ اشرف المدارس حنفیہ کا اجراء کیا اور پھر زندگی کے آخری سانس تک مدرسہ کا اہتمام اور
مسجد کی خطابت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

مولانا علی محمد صدیقی ؒ خاندانی طور پر زمیندار تھے۔ خاصی زمین رکھتے تھے۔ اپنی
وضع قطع، قد وکاٹھ، علمی وجاہت اور زمیندارہ وقار کے باعث سرکاری افسران کے حلقہ میں مقبول
ہونے لگے۔ مربوط گفتگو کے بادشاہ تھے۔ تلخ سے تلخ حقیقت کو رسیلی اور میٹھی گفتگو میں ایسا بیان
کرنے کے ماہر تھے کہ مشکل سے مشکل مرحلہ کو بھی چٹکیوں میں حل کرا لیتے تھے۔ آپ کی گفتگو کو ہر
کوئی وقعت دیتا تھا۔ اس سے آپ کی ہر دلعزیزی اور مقبولیت عامہ میں اضافہ ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ
آپ کی رائے کو احترام کا مقام حاصل تھا۔ چنانچہ ضلعی انتظامیہ کی طرف سے سفیر امن، ہمدرد قوم
وطن کے اعزازات نے آپ سے عزت حاصل کی۔ ڈسٹرکٹ مصالحتی کمیٹی اور ڈویژنل امن کمیٹی
کے آپ چیئرمین تھے۔ حق کا ساتھ دینا ہمیشہ حق وسچ کی بات احسن انداز میں پیش کرنا آپ کا
طرہ امتیاز تھا۔

آپ کے استاذ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی ؒ اور حضرت مولانا مفتی محمود ؒ
جمعیۃ علماء اسلام کے امیر اور ناظم عمومی تھے۔ اس لئے آپ عمر بھر جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ وابستہ

رہے۔عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمیشہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے خدمات سرانجام دیں۔ چنانچہ وصال کے وقت بھی آپ عالمی مجلس راجن پور کے امیر کے عہدہ پر فائز تھے۔ مولانا علی محمد صاحب ؒ ہمیشہ غریب دوستوں، اور علاقہ کے عوام کی خدمت اور مدد میں کوشاں رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا جنازہ راجن پور کی تاریخ کے بڑے جنازوں میں سے تھا۔ جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے پڑھایا۔حق تعالیٰ مغفرت کرے۔خوب آزاد مرد تھے۔

(۷۴۰)

علی مونگیری ؒ، حضرت مولانا سید محمد

(ولادت:۲۸/جولائی ۱۸۴۸ء، کانپور ...... وفات:۱۳/ستمبر ۱۹۲۷ء، مونگیر)

حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری ؒ سادات میں سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب چھبیسویں پشت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ سے ملتا ہے۔ حضرت شاہ بہاؤالحق ملتانی ؒ کے صاحبزادہ شاہ ابوبکر ؒ چرم پوش تھے۔ جو ہندوستان کے ضلع مظفر نگر کے قصبہ کھتول میں آ کر آباد ہوئے۔ شاہ ابوبکر ؒ چرم پوش آسمان ولایت کے نیّر تاباں تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ میری نسل کبھی ولایت سے خالی نہ ہوگی۔ شاہ ابوبکر ؒ سے سید محمد علی مونگیری ؒ تک تو یہ بات سو فیصد چشم حقیقت سے دنیا نے دیکھی۔ شاہ ابوبکر ؒ، حضرت مونگیری ؒ کے گیارھویں جدامجد ہیں۔ حضرت مونگیری ؒ ۳/شعبان ۱۲۶۲ھ مطابق ۲۸/جولائی ۱۸۴۶ء کو کانپور میں سید عبدالعلی ؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ ولادت کے دو سال بعد والد گرامی کا وصال ہوگیا۔ آپ کے دادا سید شاہ غوث علی ؒ ابتدائی زمانہ میں آپ کے کفیل رہے۔ قرآن مجید اپنے چچا سید ظہور علی ؒ سے پڑھا۔ ابتدائی فارسی کتب سید عبدالواحد بلگرامی ؒ سے پڑھیں۔ درسیات کی تکمیل مولانا لطف اللہ علی گڑھی ؒ (م:۱۳۳۴ھ) جو استاذ الاساتذہ ہند تھے اور مولانا عنایت احمد کاکوروی ؒ مصنف علم الصیغہ (م:۱۲۷۹ھ) سے کی۔ دورہ حدیث شریف مولانا احمد علی سہارنپوری ؒ (م:۱۲۹۷ھ) سے کیا۔ مختلف حضرات کے زیر صحبت رہے۔ بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی ؒ سے کی۔ ایک بار گھوڑے پر حضرت شاہ فضل الرحمٰن ؒ کو ملنے گئے۔ واپسی پر آپ نے گھر پیغام بھیجا کہ کچھ کچا یا پکا جو ہے بھجوا دو۔ چند سیر چنے کچے

آئے۔ حضرت شاہ فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے رومال میں تین لپیں چنوں کی بھر کر ڈالیں اور فرمایا کہ یہ دنیا ہم نے آپ کو دی اور پھر پان منگوایا۔ پہلے خود حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے چبایا پھر حضرت مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کو دیا اور پھر فرمایا کہ یہ پان عرفان تھا جو آپ کو دیا۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کے بعد دورہ حدیث شریف مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ پھر شاہ فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حدیث کی اجازت دی اور سلسلہ نقشبندیہ قادریہ میں خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

حضرت مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے عرصہ تک پڑھایا۔ طالب علموں کا خوب رجوع ہوا۔ آپ ندوۃ العلماء کے بانی تھے۔ آپ نے بڑا کتب خانہ تیار کیا۔ جواب دارالعلوم ندوہ العلماء لکھنؤ میں آپ کا صدقہ جاریہ ہے۔ ندوۃ العلماء کا قیام ۱۸۹۲ء کے جلسہ مدرسہ فیض عام کانپور میں ہوا۔ مولانا مونگیری رحمۃ اللہ علیہ اس ندوۃ العلماء کے ناظم اعلیٰ قرار پائے۔

مرزا قادیانی نے ۱۹۰۲ء میں رسالہ تحفۃ الندوہ لکھا۔ حضرت مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ نہ دی۔ مونگیر و بھاگل پور کے اضلاع میں قادیانیوں نے سرگرمیاں دکھائیں اور پھر بہار میں بھی قادیانی یورش بڑھی۔ اب ندوۃ العلماء سے فراغت حاصل کر کے حضرت مونگیری رحمۃ اللہ علیہ مونگیر تشریف لائے۔ ۱۹۱۱ء میں یہاں قادیانیوں سے مناظرہ ہوا۔ جس میں قادیانیوں کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ انہوں نے دوبارہ اس میدان میں آنے کی جرأت نہ کی۔ یہ قادیانیت پر پہلی ضرب کاری تھی جس سے نہ صرف بہار کے قادیانیوں کو بلکہ پورے ہندوستان کی قادیانی تحریک کو سخت نقصان پہنچا اور اس کے بہت خوشگوار نتائج برآمد ہوئے۔ اس مناظرے میں (جو ۱۹۱۱ء میں ہوا) تقریباً چالیس علماء شریک تھے۔ دوسری طرف سے حکیم نورالدین وغیرہ آئے تھے۔ مناظرے کی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ادھر مناظرہ شروع ہوا، ادھر مولانا سجدے میں گر پڑے اور جب تک فتح کی خبر نہ آئی سر نہ اٹھایا۔

اس مناظرے کی مختصر روئیداد مولانا کے صاحبزادہ مولانا منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے قلمبند کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''مرزا قادیانی کے نمائندے حکیم نورالدین صاحب، سرور شاہ قادیانی اور روشن علی قادیانی، مرزا قادیانی کی تحریر لے کر آئے کہ ان کی شکست میری شکست ہے اور ان کی فتح میری فتح۔ اس طرف سے مولانا مرتضیٰ حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، علامہ انور شاہ کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالوہاب بہاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابراہیم صاحب

سیالکوٹی ؒ، (تقریباً چالیس علمائے کرام) بلائے گئے تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ عجیب منظر تھا۔ صوبہ بہار کے اضلاع کے لوگ تماشائی بن کر آئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ خانقاہ میں علماء کی ایک بڑی بارات ٹھہری ہوئی ہے۔ کتابیں الٹی جارہی ہیں۔ حوالے تلاش کئے جارہے ہیں اور بحثیں چل رہی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوا کہ مولانا محمد علی ؒ کی طرف سے مناظرے کا وکیل اور نمائندہ کون ہو؟ قرعۂ فال مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ؒ کے نام پڑا۔ آپ نے مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ؒ کو تحریراً اپنا نمائندہ بنایا۔ علماء کی یہ جماعت میدان مناظرہ میں گئی۔ وقت مقرر تھا۔ اس طرف مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ؒ اسٹیج پر تقریر کے لئے آئے اور اس طرف آپ سجدے میں گئے اور اس وقت تک سر نہ اٹھایا جب تک فتح کی خبر نہ آگئی۔ بوڑھوں کا کہنا ہے کہ میدان مناظرہ کا منظر عجیب تھا۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ؒ کی ایک ہی تقریر کے بعد جب قادیانیوں سے جواب کا مطالبہ کیا گیا تو مرزا قادیانی کے نمائندے جواب دینے کے بجائے انتہائی بدحواسی اور گھبراہٹ میں کرسیاں اپنے سروں پر لئے ہوئے یہ کہتے بھاگے کہ ہم جواب نہیں دے سکتے۔“

(سیرت مولانا محمد علی مونگیری ؒ)

مولانا کے ایک مسترشد اور مجاز مولانا عبدالرحیم صاحب ؒ کے ذریعے مونگیر اور بھاگلپور کے دیہاتوں میں سینکڑوں ہزاروں اشخاص کی اصلاح ہوئی اور وہ ان کے ہاتھ پر تائب ہوئے۔ دیہاتوں میں مولود کے جلسے اس اصلاح کا بڑا ذریعہ بنے اور ان سے بہت فائدہ ہوا۔ مولانا ایک طویل اور مفصل مکتوب میں ان کو لکھتے ہیں:

”مولود شریف کے جلسے کراؤ اور اس میں ان کے (مرزا قادیانی اور ان کے ساتھی) حالات بیان کرو۔ جس مقام کے لوگ نہایت غریب ہیں ان سے کہو کہ تم سنو۔ شیرینی وغیرہ کی کچھ ضرورت نہیں۔ میں تمام محبین سے کہتا ہوں کہ وہ تمہاری مدد کریں۔ تم کو ہر جگہ بھیجیں۔ یہاں سے رسائل قادیانی کے متعلق منگوا کر ان لوگوں کو دو اور اس خط کی متعدد نقلیں کر کے جو ہمارے احباب ہیں، ان کو بھجواؤ۔“

اتنا لکھو اور اس قدر طبع کراؤ کہ.....

مولانا مرحوم کو اس سنگین خطرے کا جو مسلمانوں کے سروں پر منڈلا رہا تھا، پورا احساس تھا اور اس کے مقابلے کا ان کو اس قدر زائد اہتمام تھا کہ یہ کہا کرتے تھے کہ:

”اتنا لکھو اور اس قدر طبع کراؤ اور اس طرح تقسیم کرو کہ ہر مسلم جب صبح سو کر اٹھے تو اپنے سرہانے رد قادیانیت کی کتاب پائے۔“

اس بات سے مولانا مرحوم کے اس اہتمام وتوجہ اور خلش و بے چینی کے ساتھ اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت اس تحریک نے کتنی خطرناک اور تشویش انگیز صورت اختیار کر لی تھی اور اس بات کی ضرورت صاف محسوس ہو رہی تھی کہ اس کے سدباب کے لئے اسی دل سوزی اور قربانی سے کام لیا جائے۔ جس سے مولانا مرحوم نے کام لیا اور اپنے آرام اور صحت کی پروا کئے بغیر اس کے لئے ہر قسم کی جدوجہد اور قربانی میں سب سے پیش پیش رہے۔

ایک صاحب (مولوی نظیر احسن صاحب بہاری ؒ) جن کا خط پاکیزہ تھا۔ صرف اس کام پر مامور تھے کہ وہ مسودات صاف کرنے میں تاخیر ہو جاتی تو مولانا مرحوم ان سے فرماتے کہ: ''محنت سے کام کرو، تمہیں جہاد کا ثواب ملے گا۔''

ایک مرتبہ مولوی صاحب ؒ نے پوچھا کہ: ''کیا مجھ کو جہاد بالسیف کا ثواب ہوگا؟'' فرمایا: ''بے شک! اس فتنہ قادیانیت کا استیصال جہاد بالسیف سے کم نہیں۔''

مولانا مرحوم کا معمول تھا کہ تین بجے تہجد کے لئے اٹھ جاتے تھے۔ اب یہ تہجد کا وقت بھی ردقادیانیت کے لئے وقف کر دیا۔ اکثر یہ وقت تصنیف میں گزرتا۔ بعض دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ مولانا مرحوم تہجد چھوڑ کر ردقادیانیت پر کتابیں لکھا کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیری ؒ کا وجود قادیانی امت کے لئے درہ عمر ؓ کی حیثیت رکھتا تھا۔ ردقادیانیت کے عنوان پر کام کرنے والے حضرات کے لئے مولانا سید محمد علی مونگیری ؒ کی حیثیت آئیڈیل شخصیت کی ہے۔ آپ نے اس عنوان پر وہ گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں جو رہتی دنیا تک امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ اور فتنہ قادیانیت کے لئے سوہان روح ہیں۔ ان کے وجود سے اللہ تعالیٰ نے فتنہ قادیانیت پر اتمام حجت کا کام لیا۔ وہ بلاشبہ اپنے دور میں امت مسلمہ کے لئے آیت من آیات اللہ تھے۔ آپ کی خانقاہ مونگیر سے سو سے زیادہ ردقادیانیت پر کتب ورسائل شائع ہوئے جن میں سے اکثر وبیشتر آپ کے رشحات قلم ہیں۔ باقی آپ کے شاگردوں ومریدوں میں سے علماء کرام کی جماعت کے تحریر کردہ ہیں۔ آپ کی خانقاہ عالیہ سے صحائف رحمانیہ مختلف اوقات میں شائع ہوئے جن کی تعداد ۲۴ ہے۔ ان کو احتساب قادیانیت جلد ۵ میں شائع کیا گیا۔ فلحمدللہ!

صحائف رحمانیہ کی اشاعت دسمبر ۱۹۱۳ء سے شروع ہو کر ۳۰؍اگست ۱۹۲۴ء تک اختتام

پذیر ہوئی۔ گویا دس سال میں یہ چوبیس رسائل شائع ہوئے۔ ۱۹۱۳ء کے بعد ۲۰۰۱ء میں ان کی اشاعت پر تقریباً ۹۰ سال کا عرصہ بیت گیا۔ نوے سال بعد بھی ان مضامین کی آب وتاب جوں کی توں باقی ہے۔ یہ مکمل رسائل کس طرح جمع ہوئے۔ یہ مستقل کہانی ہے۔ ’’تـــرکـــت الحساب لیوم الحساب‘‘ کے تحت اس کہانی کو یہاں بیان نہیں کرتے۔ اسی طرح حضرت مونگیری ؒ کے چودہ رسائل ہمیں میسر آئے۔ ان میں سے تین تو احتساب قادیانیت جلد۵ میں شائع ہو چکے۔ باقی احتساب قادیانیت جلد۷ میں شائع ہوئے، جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱)مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت۔ (۲)مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت وافضلیت۔ (۳)عبرت خیز۔ (۴)فیصلہ آسمانی (حصہ اوّل)۔ (۵)تتمہ فیصلہ آسمانی (حصہ اوّل)۔ (۶)فیصلہ آسمانی (حصہ دوم)۔ (۷)فیصلہ آسمانی (حصہ سوم)۔ (۸)دوسری شہادت آسمانی (اوّل، دوم)۔ (۹)تنزیہ ربانی از تلویث قادیانی۔ (۱۰)معیار صداقت۔ (۱۱)حقیقت المسیح۔ (۱۲)معیار المسیح۔ (۱۳)ہدیہ عثمانیہ وصحیفہ انواریہ۔ (۱۴)حقیقت رسائل اعجازیہ مرزائیہ۔

ان میں سے پہلے تین صحائف رحمانیہ پر مشتمل احتساب قادیانیت جلد پنجم میں شائع ہوگئے ہیں۔ فالحمد ﷲ! باقی گیارہ کا مجموعہ احتساب قادیانیت جلد ہفتم ہے۔ پھر احتساب قادیانیت کی جلد ۵۹ میں آپ کی کتاب حقیقت رسائل اعجازیہ مرزائیہ کا خلاصہ شائع کیا گیا۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیری ؒ کا رؤیا

حضرت مولانا محمد علی مونگیری ؒ صاحب کشف وکرامت بزرگ، صوبہ بہار سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا زیادہ وقت وظائف، عبادت ومجاہدات میں گزرتا تھا۔ انہوں نے متعدد بار ذکر کیا کہ میں عالم رؤیا میں حضور سرور کائنات، فخر موجودات، خاتم الانبیاء ﷺ کے دربار عالی میں پیش ہوا۔ نہایت ادب واحترام سے صلوٰۃ وسلام عرض کیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’محمد علی! تم وظیفے پڑھنے میں مشغول ہو اور قادیانی میری ختم نبوت کی تخریب کر رہے ہیں۔ تم ختم نبوت کی حفاظت اور قادیانیت کی تردید کرو۔‘‘

حضرت مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ اس مبارک خواب کے بعد نماز فرض، تہجد اور درود شریف کے علاوہ تمام وظائف ترک کردیئے۔ دن رات ختم نبوت کے کام میں منہمک ہوگیا۔ (روئیداد مجلس ۱۹۸۲ء ص۱۴)

اسی درمیان یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ مراقبے میں مولانا مرحوم کو یہ القا ہوا کہ یہ گمراہی (قادیانیت) تیرے سامنے پھیل رہی ہے اور تو ساکت ہے۔ اگر قیامت کے دن باز پرس ہوئی تو کیا جواب ہوگا؟ (سیرت مولانا سید محمد علی مونگیری ؒ ص۲۹۷)

(۷۲۱)

علی کاندھلوی ؒ، مولانا محمد

(وفات:۱۶؍دسمبر۱۹۹۲ء)

جامعہ دارالعلوم شہابیہ سیالکوٹ کے بانی اور مہتمم حضرت مولانا محمد علی کاندھلوی ؒ، نامور عالم دین، محقق و مفسر، مدرس، مصنف تھے۔ آپ نے معالم القرآن کے نام پر ۱۳؍جلدوں پر مشتمل قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے بڑی بہادری سے حصہ لیا۔ گرفتاری دی اور قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ حق تعالیٰ حضرت مرحوم کے قائم کردہ ادارہ کو تا قیام قیامت قائم ودائم پھلتا پھولتا رکھیں۔

(۷۲۲)

عمادالدین غوری ؒ، مولانا

مولانا عمادالدین غوری ؒ ابتدائی عمر میں بڑے طاقتور اور نامی پہلوان تھے۔ لیکن جوہر قابل تھے۔ پڑھنے کا سلسلہ شروع کیا اور ایک جید عالم بن گئے۔ دین کی خدمت شروع کر دی۔ ایک دن یہ سلطان محمد تغلق کے دربار میں بیٹھے تھے۔ محمد تغلق نے کہا فیض خدا منقطع نیست چرا باید کہ فیض نبوت منقطع شود اگر حالا کسے دعوئ پیغمبری بکند ومعجز نماید تصدیق ی کندیانے؟ (جب فیض خدا منقطع نہیں تو فیض نبوت کیوں منقطع ہو؟ اگر اب کوئی پیغمبری کا دعویٰ کرے اور معجزہ دکھائے تو تصدیق کروگے یا نہیں؟) یہ سنتا تھا کہ غیرت ایمانی جوش میں آ گئی اور ناموس ختم نبوت پر حرف آنے سے آنکھوں میں خون اتر آیا اور زبان سے نکلا۔ ”بادشاہ گوہ مخور“ (بادشاہ گندگی مت

کھاؤ) بادشاہ نے حکم دیا: ''عماد کو ذبح کردو اور زبان باہر نکال ڈالو۔'' آپ نے نہایت بے پروائی سے اس حکم کو سنا اور کلمہ حق کہنے پر شہید ہوگئے۔

(۷۲۳)

عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(ولادت: ۱۹۰۲ء ...... وفات: ۲۱ دسمبر ۱۹۷۱ء)

مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ معروف عالم دین، عابد، زاہد، متقی شخص تھے۔ نامور مناظر تھے۔ مصنف تھے۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا احمد علی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث کیا۔ مولانا محمد عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حدیث شریف پڑھی۔ شیخوپورہ کے حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ بریلوی مسلک کے مخلص بااصول عالم دین تھے۔ اختلاف علمی کے باوجود عالمانہ وقار کو بھی داغدار نہیں ہونے دیا۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ سے خوب معرکے رہے۔ آپ نے مقیاس نبوت کے نام پر تین جلدوں پر مشتمل قادیانیوں کے خلاف کتاب لکھی۔

(۷۲۴)

عمر رحمۃ اللہ علیہ (ژوب)، جناب الحاج شیخ محمد

(وفات: ۱۶ فروری ۱۹۸۷ء)

ژوب میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پہلے امیر الحاج شیخ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اپنی نیکی، تقویٰ، سخاوت و جرأت میں اہل علاقہ کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو اتنی عظمت دی تھی کہ ان کو دیکھ کر خیر القرون کے مسلمان یاد آ جاتے تھے۔ شیخ غلام حیدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے صاحبزادوں میں اور اپنے والد کی روایات کے مطابق مجلس کے کام کے ساتھ دل و جان سے وابستہ ہیں۔

(۷۲۵)

عمر شمس آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد

(وفات: ۲۷/اپریل ۱۹۵۷ء)

عالم، خطیب، انتھک مجاہد، فقہ کی جزئیات کے ماہر مدرس، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔

(۷۲۶)

عمر ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

یہ بزرگ خوب آدمی ہے۔ ۱۹۵۷ء میں دمشق سے قادیانیوں کے خلاف عربی زبان میں پمفلٹ چھاپ کر مفت تقسیم کرتے تھے اور خود کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا رکن لکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ تعارف حاصل نہ ہوسکا۔ دمشق سے شائع شدہ رسالہ ''کشف الستار عن القادیانیہ مطیعة الاستعمار'' اتنا تعارف ملا۔ حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔

(۷۲۷)

عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا

دارالعلوم اچھرہ لاہور کے مولانا عنایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رسالہ ''کیا مرزائے قادیانی عورت تھی'' ۱۸/اکتوبر ۱۹۳۳ء کو مرتب کیا جو اب احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں شامل اشاعت ہے۔

(۷۲۸)

عنایت علی دنیاپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا صوفی

(وفات: دسمبر ۲۰۰۰ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دنیاپور ضلع لودھراں کے امیر اور معروف سماجی شخصیت محترم

صوفی عنایت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوشیار پور کی راجپورت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد دنیا پور چک نمبر ۶ میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ موصوف نے ایف.اے تک تعلیم حاصل کی، پھر فیصل آباد چلے گئے۔ وہاں ہی رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد پھر دنیا پور شہر آ کر کاروبار شروع کیا۔ بہت ہی مجاہد، انتھک، محنتی اور مخلص رہنما تھے۔ مقامی طور پر مساجد و مدارس کا انتظام و انصرام خدمت گزاری، سماجی طور پر غریب عوام کی فلاح و بہود کے لئے کوشش ان کی گھٹی میں پڑے ہوئے تھے۔ اس معاشرہ میں مظلوم کی زندگی اجیرن بنادی گئی ہے۔ محترم صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہر مظلوم کی اعانت کو اپنا فرض سمجھ کر اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ اس سے آپ کو حق تعالیٰ نے ہر دلعزیز شخصیت بنا دیا تھا۔

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ کی مساعی آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ کے وجود سے قادیانیت تھراتی تھی۔ آپ کا نام سن کر قادیانیوں کو سانپ سونگھ جایا کرتا تھا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قادیانیوں کے خلاف مثالی خدمات انجام دیں۔ دن رات ایک کر کے عوام کی ذہن سازی کی۔ قادیانیوں کے خلاف جلوس نکالے۔ قادیانی ان دنوں شوخ و گستاخ گھوڑے کی طرح پشت پر پانی نہیں پڑنے دیتے تھے۔ دنیا پور تھانہ میں تھانیدار تلنگا مزاج تھا۔ جس پر کریلا اور نیم چڑھا کی مثال صادق آتی تھی۔ قادیانی جماعت اور تھانیدار نے مل کر سازش تیار کی کہ پرامن جلوس پر تشدد کیا جائے۔ یا ان کو اتنا ہراساں کیا جائے کہ قادیانیوں کے خلاف جلوس نکلنے بند ہو جائیں۔ دیہاتی ماحول، جلوس کے شرکاء کی گرفتاری عمل میں آئی ساٹھ کے قریب شرکاء گرفتار ہوئے۔ تھانہ کی حوالات کا کمرہ اتنا تنگ تھا کہ ساٹھ آدمی کھڑے بھی نہ ہو سکتے تھے۔ ان سب کو کمرہ میں پریس کر کے کھڑا کر دیا گیا۔ بڑی مشکل سے دروازہ بند ہوا۔ اتنے چھوٹے کمرہ میں اتنے زیادہ آدمیوں کے باعث تمام شرکاء کو رات کھڑے ہو کر گزارنی پڑی۔ صبح قادیانی زمیندار کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ تھانیدار بھی ان کے ساتھ اکڑفوں کرتا آ بیٹھا۔ ایک ایک آدمی کو نکالتے تھانیدار ''پولسیا زبان'' اور ڈرا دھمکا کر تھانہ سے بھگا دیتا۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی باری آئی تو باہر نکلتے ہی تھانیدار کے سر ہو گئے۔ ہم عاشق رسول ہیں، تم قادیانیوں کے ایجنٹ ہو، شرم نہیں آتی، قادیانیوں کو تم نے کرسی پر بٹھا رکھا ہے۔ بغیر ایف.آئی.آر کے ساری رات غیر قانونی طور پر حراست میں رکھا۔ ہمارا جلوس قانون کے دائرہ میں تھا۔ تم نے غیر قانونی حرکت کی۔ آپ کی للکار پر قادیانی تو نو دو گیارہ ہو گئے۔ تھانیدار کی ہوائیاں اڑنے لگیں۔

غرض قانونی طور پر قادیانیوں کا تعاقب، مقدمات کی پیروی آپ نے جاری رکھی۔

دیانی مریل گھوڑے کی طرح دم خم سے عاری ہو گئے۔صوفی صاحب مرحوم بہت ہی خوبیوں کے
ان تھے۔انسان دوست تھے۔شرافت وسادگی کا پیکر تھے۔حق تعالیٰ مغفرت کرے۔بہت بڑا
ازہ ہوا۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
لہ جنازہ وتدفین میں شریک ہوئے۔

(۷۲۹)

غازی احمد رحمۃ اللہ علیہ (اٹک)، جناب پروفیسر

پروفیسر غازی احمد (سابق کرشن لعل) جنہیں حضور نبی کریم ﷺ نے عالم خواب میں خود
پنے دست مبارک پر مسلمان کیا اور نہایت شفقت فرماتے ہوئے اپنے سینہ مبارک سے لگایا۔ان
ں زبانی ایمان پرور واقعہ سنیئے:

’’آج سے دس بارہ سال قبل پنجاب یونیورسٹی لاہور نے بی۔اے کے امتحانات کے
لسلے میں مجھے تعلیم الاسلام کالج ربوہ (چناب نگر) میں ناظم امتحان مقرر کیا۔بیس پچیس دن ربوہ
چناب نگر) کالج میں میرا قیام رہا۔ایک اتوار کو چھٹی کے دن میں نے مرزا ناصر احمد سے ملاقات
ا پروگرام بنایا۔دفتر میں گیا اور ملاقاتیوں کی فہرست میں اپنا نام درج کرایا۔میرا انتیسواں نمبر تھا۔
ں نے ناظم ملاقات سے کہا: ’’اگر ممکن ہو تو جلد ملاقات کرادیں مجھے تو امتحان کے سلسلے میں کام
کرنا ہے۔‘‘ انہوں نے میرے متعلق مرزا صاحب کو فون پر بتایا۔ناصر صاحب نے کہا کہ: ’’ان کا
ام دوسرے نمبر پر درج کردیں۔‘‘ پہلے نمبر پر ڈاکٹر عبدالسلام تھے۔ملاقات شروع ہوئی تو ڈاکٹر
بدالسلام تقریباً نصف گھنٹہ تک محو گفتگو رہے۔ان کے بعد میری باری آئی۔مرزا ناصر دوسری
نزل پر تھا۔میں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا۔مرزا ناصر نے دروازے میں آکر میرا استقبال کیا۔
لیک سلیک کے بعد گفتگو کا آغاز ہوا۔مرزا ناصر نے کہا: ’’پتا چلا ہے کہ آپ نے ہندو دھرم چھوڑ کر
سلام قبول کیا ہے۔‘‘

میں نے کہا: ’’جی ہاں! آپ درست فرماتے ہیں۔میں واقعی ایک ہندو گھرانے میں
پیدا ہوا تھا اور رب العزت نے مجھے اسلام کی نعمت سے نوازا۔‘‘

مرزا ناصر نے کہا: ''مجھے یہ بھی پتا چلا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عالم رویا میں آپ کو اسلام سے مشرف فرمایا۔''

''جی ہاں! آپ کی معلومات بالکل درست ہیں۔ میں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا ہے۔''

مرزا ناصر نے مسرت کا اظہار فرمایا اور کہا: ''واقعی آپ بڑے خوش قسمت انسان ہیں۔ بلکہ میں کہوں گا کہ آپ تو اسلام کی صداقت کی دلیل ہیں۔''

مرزا ناصر میرے قبول اسلام کی تفصیلات دریافت کرتے رہے اور میں جواب دیتا رہا۔ تقریباً نصف گھنٹہ اسی گفتگو میں گزر گیا تو میں نے کہا: ''جناب! کافی وقت گزر چکا ہے، نیچے بہت سے ملاقاتی آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ میں رخصت چاہتا ہوں۔ البتہ اگر مناسب خیال کریں اور گستاخی نہ سمجھیں تو ایک طالبعلم کی حیثیت سے ایک سوال دریافت کرنا چاہتا ہوں۔'' مرزا ناصر نے خوش دلی سے اجازت دے دی۔

جیسا کہ جناب کو بھی معلوم ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے مجھے مشرف باسلام فرمایا اور بمصداق حدیث: ''مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ'' (یعنی جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا، اس نے میری ذات ہی کو دیکھا) میرا ایمان ہے کہ میں نے رسول مکرم ﷺ کی ذات گرامی ہی سے دین اخذ کیا ہے اور میرا یہ بھی ایمان ہے کہ جو عقیدہ اور مسلک میں نے اپنایا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی رضائے عالیہ کے مطابق ہے۔

آپ حضرات کا سلسلہ نبوت کا سلسلہ ہے۔ اگر آپ کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں درست ہوتا تو نبی اکرم ﷺ مجھے اسلام سے مشرف فرمانے کے بعد ہدایت فرما دیتے کہ: ''اب تم مسلمان تو ہو چکے ہو، تکمیل دین کے لئے قادیان چلے جاؤ۔'' بحیثیت نبی آپ ﷺ کے لئے ضروری تھا کہ مرزا قادیانی کی نبوت کو نظر انداز نہ فرماتے۔ مگر حضور ﷺ نے مرزا صاحب کی نبوت کو قطعاً نظر انداز فرما دیا۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کا سلسلۂ نبوت عنداللہ وعندالرسول درست نہیں۔ بلکہ یہ نبوت، نبوت کاذبہ کے زمرے میں آتی ہے۔

مرزا ناصر نے سوال سن کر فرمایا: ''یہ سوال میری زندگی میں پہلی بار پیش کیا گیا ہے۔ آپ کے سوال کی معقولیت میں شک نہیں۔ مگر ملاقاتی کافی بیٹھے ہیں۔ پھر کسی ملاقات میں اس کا جواب دوں گا۔''

میں نے عرض کیا: ''مجھے ایک بات اور دریافت کرنا ہے۔ میں نے مرزا قادیانی کی تحریر

ڑھی ہے کہ میں اور میری جماعت کے افراد فقہی مسلک میں امام ابوحنیفہ ؒ کے پیروکار ہیں۔
صر صاحب میں بھی حنفی مسلک سے تعلق رکھتا ہوں۔"

مرزا ناصر نے اظہار مسرت فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ: "مرزا قادیانی تو آپ کے
یال کے مطابق منصب نبوت پر سرفراز تھے۔ کیا یہ امر منصب نبوت کے شایان شان ہے کہ ایک
ں ایک امتی کے فقہی مسلک کا پیروکار اور مقلد ہو؟ کیا یہ مقام نبوت کی توہین نہیں؟"

مرزا ناصر نے فرمایا: "اس سوال کا جواب بھی کسی دوسری مجلس میں تفصیل کے ساتھ
وں گا۔"

میں نے مرزا ناصر سے اجازت طلب کی۔ انہوں نے خندہ پیشانی سے رخصت کیا۔
ب میں سیڑھیاں اتر رہا تھا تو ختم نبوت پر میرے ایمان وایقان میں اضافہ ہوتا جارہا تھا کہ واقعی
ضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کا لایا ہوا دین کامل، مکمل اور اکمل ہے۔ کسی
ئے تکمیل کنندہ کی قطعاً نہ کوئی ضرورت ہے اور نہ گنجائش۔ آپ ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا
وی کرے گا اس کی نبوت کا ذ[illegible]گی۔

(من الظلمات الی النور، مصنفہ: پروفیسر غازی احمد ؒ)

(۷۳۰)

غازی منجم (راولپنڈی)

موصوف خود کو پاکستان نجوم سوسائٹی کا صدر اور غازی نجوم کالج کا پرنسپل قرار دیتے
ں۔ انہوں نے ۱۹۸۵ء میں "قادیانی نبی اور غازی منجم" کے نام پر کتاب لکھی جس میں سیاروں کی
نی میں مرزا قادیانی کی نبوت کو باطل قرار دیا۔ علم نجوم خود نا قابل اعتبار بلکہ مردود ہے۔ یہی حال
دن قادیان کا ہے۔

(۷۳۱)

غفور احمد رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، جناب پروفیسر

(وفات: ۲۶ر دسمبر ۲۰۱۲ء)

جناب پروفیسر غفور احمد صاحب ؒ انڈیا بریلی میں جون ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے۔

آگرہ، لکھنؤ کی یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کی۔ اسلامیہ کالج لکھنؤ میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی میں چارٹرڈ اکاؤنٹس انسٹی ٹیوٹ اور اردو کالج میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں کراچی سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ پارلیمنٹ میں جماعت اسلامی کے پارلیمانی لیڈر رہتے۔ تب ۱۹۷۴ء میں قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا تو مولانا مفتی محمود مرحوم، مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم کے ساتھ جناب پروفیسر غفور احمد صاحب مرحوم آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی طرف سے حکومت پاکستان کے ساتھ مذاکراتی ٹیم کے ممبر تھے۔ پارلیمنٹ کی خصوصی کمیٹی قادیانی مسئلہ کے حل کے لئے جو تمام ممبران پر مشتمل تھی۔ اس کے اجلاسوں کی صدارت جناب صاحبزادہ فاروق علی خان سپیکر قومی اسمبلی، مس اشرف خاتون عباسی ڈپٹی سپیکر اور پروفیسر غفور احمد صاحب مرحوم کرتے تھے۔

۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں قومی اتحاد کے صدر مفکر اسلام مولانا مفتی محمود مرحوم تھے اور سیکرٹری جمعیۃ علماء پاکستان کے سیکرٹری جنرل جناب محمد رفیق باجوہ تھے۔ تب رفیق باجوہ کی بھٹو صاحب مرحوم سے ایک خفیہ ملاقات کا سکینڈل سامنے آیا تو قومی اتحاد میں شامل تمام جماعتوں نے باجوہ صاحب کو چلتا کیا۔ ان کی جگہ پروفیسر غفور احمد صاحب مرحوم قومی اتحاد کے سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔ قومی اتحاد سے جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب مرحوم نے مذاکرات کا ڈول ڈالا تو مولانا مفتی محمود مرحوم کے دائیں جناب نوابزادہ نصراللہ خان مرحوم اور بائیں جناب پروفیسر غفور احمد صاحب مرحوم ہوتے تھے۔ یہ تین رکنی مذاکراتی ٹیم اپوزیشن کی جانب سے تھی اور گورنمنٹ کی جانب سے جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم، جناب عبدالحفیظ پیرزادہ مرحوم اور جناب کوثر نیازی مرحوم ہوتے تھے۔ اس زمانہ میں پروفیسر غفور احمد صاحب مرحوم کی ثبات قدمی، محنت، تدبر اور بیبا کی کے جوہر قوم کے سامنے آئے۔ اس ٹیم نے آخر وقت تک جس طرح مذاکرات میں جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب مرحوم کو جکڑے رکھا وہ ایک شاندار قومی تاریخی ریکارڈ ہے۔ اسی اثناء میں ایک طالع آزمانے شب خوب مار کر مارشلاء نافذ کر دیا۔ تب اس طالع آزما سے جماعت اسلامی کے سربراہ میاں محمد طفیل مرحوم کا برادری ازم غالب آیا۔ جناب ائیر مارشل اصغر خان اکیلے اڑان بھرنے کے درپے ہوئے۔ جماعت اسلامی قومی اتحاد کو چھوڑ کر ضیاء الحق سے سمجھوتہ کرنے کے لئے پرتولنے لگی۔ قومی اتحاد کو بچانے کے لئے مولانا مفتی محمود مرحوم، نوابزادہ نصراللہ خان مرحوم ایسے بااصول سیاست دانوں کو بھی حکومت کا حصہ بننے پر راضی ہونا پڑا۔ تب جناب پروفیسر غفور

د صاحب ؒ، جنرل محمد ضیاء الحق صاحب ؒ کی کابینہ میں شامل ہوئے۔ لیکن سمندر عبور
رنے کے باوجود جن حضرات کے خشک اجلے لباس کو ایک قطرہ پانی کی بھی نمی نہ پہنچی ان میں
اب پروفیسر غفور احمد صاحب ؒ بھی شامل تھے۔

پروفیسر غفور احمد ؒ مرنجان مرنج انسان تھے۔ دھان پان قسم کے بااصول سیاست
نوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ بہت نفیس طبیعت پائی تھی۔ شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف
ری ؒ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود ؒ، جناب نوابزادہ نصر اللہ خان ؒ، جناب پروفیسر
احب ؒ کی معاملہ فہمی، زیرکی اور تدبر کے قائل تھے۔ کل کی بات ہے جناب طاہر القادری
وفیسر سے ڈاکٹر اور ڈاکٹر سے شیخ الاسلام بن گئے۔ لیکن پروفیسر غفور احمد صاحب ؒ نے
۱۹۵ء سے ۲۰۱۲ء تک ایک ہی جماعت اور ایک ہی منصب کو اپنائے رکھا۔ زہے استقلال واصول
تی جواب عنقاء ہو رہا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے قومی اسمبلی کی کاروائی کا خلاصہ ''قومی
ریخی دستاویز'' کے نام سے شائع کیا تھا۔ مولانا مفتی محمد جمیل خان ؒ نے پروفیسر غفور احمد
احب ؒ کو عنایت کیا تو دیکھتے ہی چشم پرنم سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے سراپا دعا بن
ئے۔ ہم فقیروں کا ان سے برابر نیاز مندی کا رابطہ رہا۔ وہ بھی شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف
ری ؒ کے قافلہ سے برابر رابطہ میں رہے۔ اب اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ کہاں وہ
بتیں، کہاں یہ دوریاں۔ کل من علیها فان ویبقیٰ وجه ربک
والجلال والاکرام! کراچی میں جنازہ ہوا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ قومی اتحاد کے
ٹری جنرل رہے۔ جنازہ پر شیعہ سنی سب قائدین ایک ہی صف میں متحد نظر آئے۔ رحمت
وردگار رحمتوں کی بارش ان کی تربت پر نازل فرمائے۔ آمین!

(۷۳۲)

غلام احمد اخگر امرتسری ؒ، مولانا

(پیدائش: ۱۸۶۸ء، امرتسر ...... وفات: ۱۵ر اگست ۱۹۲۷ء، امرتسر)

''مرزا قادیانی نے اپنے ایک درزی مرید سے ایک عبارت بنوا کر رسالہ الہدیٰ میں
رج کی۔ محلہ خانیار میں یوز آسف کی قبر ہے جو مسیح علیہ السلام کی قبر ہے۔ مولانا غلام مصطفیٰ

قاسمی ؒ نے امرتسر سے اہالیان سری نگر کشمیر کے سرکردہ حضرات کو خط لکھا۔ انہوں نے تحریر کیا کہ مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا ہے۔ اس کے مرید کی تحریر میں جن علماء نے تغلیط کی، مرزا قادیانی نے دجل سے ان کے اپنے رسالہ میں سے نام نکال دیئے۔ جن کے نام لکھے وہ نانبائی قلچہ یا جوتا فروش ہیں۔ مرزا قادیانی خود یا اس کا نمائندہ آ کر اپنے رسالہ میں درج شدہ فقط کوئی دو گواہ پیش کرے جو یہ کہیں کہ یہ قبر مسیح کی قبر ہے۔ لیکن مرزائیت پر ایسی اوس پڑی کہ گویا سانپ سونگھ گیا۔'' اس رسالہ ''مرزا قادیانی کی قلعی کھل گئی، یعنی سری نگر کشمیر اور مسیح قادیانی'' میں تفصیل ہے اور یہ مولانا غلام احمد اخگر امرتسری ؒ کا مرتب کردہ ہے جسے خواجہ محمد عبدالعزیز ؒ دبیر انجمن نصرۃ الحق حنفیہ امرتسر نے شائع کر کے تقسیم کیا اور اب احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شامل اشاعت ہے۔

امرتسر میں اہل فقہ مکتب و پریس قائم تھا۔ وہاں سے اخبار اہل فقہ بھی جاری تھا۔ اخبار اہل فقہ کے ایڈیٹر مولانا غلام احمد اخگر امرتسری ؒ تھے۔ قاضی فضل کریم لنڈا بازار لاہور کا ایک قادیانی تھا۔ اس نے ایک مضمون ''وفات مسیح علیہ السلام'' پر لکھ کر اپنے دل کی کالک کاغذ پر بکھیری۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا غلام احمد اخگر امرتسری ؒ کو توفیق دی۔ انہوں نے اس اشتہار کا جواب ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر، مرزائیوں کی دھوکے بازیاں اور ان کا جواب'' میں دیا۔ یہ دسمبر ۱۹۱۲ء کی بات ہے۔ آج ۲۰۱۳ء ہے۔ ایک صدی سے زائد کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳ میں اس کی اشاعت انعام و فضل الٰہی ہے۔ مولانا غلام احمد اخگر امرتسری ؒ کشمیری بٹ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ عالم، فاضل، خطیب و مناظر تھے۔ مولانا پیر جماعت علی شاہ ثانی ؒ سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل کیا۔

فتنہ ارتداد کے زمانہ میں اس کی روک تھام کے لئے اپنے شیخ امیر ملت ؒ کے حکم پر آگرہ میں امیر وفد کے طور پر نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ کو شعر گوئی سے بھی تعلق تھا۔ اخگر تخلص استعمال کرتے تھے۔ ردمرزائیت پر آپ کے تین رسائل تھے:

۱...... ''مرزا قادیانی کی قلعی کھل گئی، یعنی سرینگر کشمیر اور مسیح قادیانی''

۲...... ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر مرزائیوں کی دھوکہ بازیاں''

۳...... ''مرزائیت کا جنازہ''

پہلی دو کتابیں تو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳، ۵۴ میں شامل اشاعت ہیں۔ تیسری نہ مل سکی۔

(۷۳۳)

غلام احمد پرویز

(ولادت:۹؍جولائی۱۹۰۳ء ...... وفات:۲۴؍مارچ۱۹۸۵ء)

''ختم نبوت اورتحریک احمدیت'' جناب غلام احمد پرویز جولائی۱۹۰۳ء میں بٹالہ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی پرویز صاحب ہیں جوخود کو اہل قرآن کہتے ہیں اور علماء کرام انہیں منکر حدیث قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے ''ختم نبوت اورتحریک احمدیت'' کتاب قادیانیوں کے خلاف تحریر کی۔ دوسرا ایڈیشن اضافوں کے ساتھ۱۹۷۴ء کے اواخر میں شائع کیا۔ پرویز صاحب نے قادیانیت کا تجزیہ اپنے طور پرخوب سے خوب ترکیا ہے۔ قادیانیت وپرویزیت اس کتاب میں ایک دوسرے کے مدمقابل ہے۔ ایک غلام احمد نے دوسرے غلام احمد کو آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ اسے چت گراکراس کے سینے پرسوار ہوکر سینے پرمونگ دلنے کا جو انداز اختیار کیا ہے اسی نے اس کتاب کواحتساب قادیانیت کی جلد۳۲ میں شائع کرنے پرآمادہ کیا ہے۔

(۷۳۴)

غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ (مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور)، مولانا

(پیدائش:۱۲۷۳ھ ...... وفات:۱۶؍اپریل۱۹۰۷ء)

مولانا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں تحریر کیا کہ:

''میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو معجزات وکرامات اورکمالات انبیاء علیہم السلام کا منکر پایا۔ وہ قرآن وحدیث کی تحریف کرتا۔ (یعنی اس کے معنے بگاڑتا) ہے۔ میرے نزدیک یہ شخص ملحد ہے جو اس مصدق ومویدہے وہ بھی گمراہ ہے۔ خدا مسلمانوں کو اس فتنے سے بچائے۔''

(۷۳۵)

غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ (راولپنڈی)، شیخ القرآن مولانا

(پیدائش:۱۹۰۵ء ...... وفات:۲۷؍مئی۱۹۸۰ء)

مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ شاہی اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے جن کے جداعلیٰ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ مولانا دریا چھچھ اٹک میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی گاؤں کے زمیندار اور نمبردار تھے۔ اپنے گاؤں کے حافظ محمد جی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید حفظ کیا۔ آپ اپنے گاؤں، سکندر پور، واں بچھراں میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ فراغت کے بعد عیدگاہ گجرات، دارالعلوم عزیزیہ بگویہ بھیرہ بھی پڑھاتے رہے۔ آپ کی شادی پر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ واں بچھراں والا تشریف لائے۔ شادی کے بعد راولپنڈی کے ایک مدرسہ میں تدریس اور پرانا قلعہ میں خطابت جمعہ کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ یہاں پر فارغ وقت میں آپ نے طلباء کو درس نظامی کی کتابیں بھی پڑھانی شروع کیں۔ راولپنڈی ایسے شہر میں قادیانیوں نے شورش کی۔ آپ نے خطاب میں انہیں للکارا۔ قادیانیوں سمیت اور انتظامیہ کو پسو پڑ گئے۔ آپ نے قادیانیت کے مکروفریب اور کفر کو ایسا الم نشرح کیا کہ سکول کی ملازمت سے فارغ کر دیئے گئے۔ مگر دفاع ختم نبوت میں آپ کا قدم پیچھے نہیں ہٹا۔ آپ برابر برق رفتاری سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آگے بڑھتے رہے۔

راجہ بازار میں شوالہ جوگیاں کے نام پر ہندوؤں کی عبادت گاہ تھی۔ ۱۹۴۷ء میں ہندو جاتے ہوئے یہ جگہ آپ کے نام وقف کر گئے۔ آپ نے یہاں جامعہ تعلیم القرآن اور جامع مسجد کی تعمیر کی۔ آپ کی تدریس وخطابت نے آپ کو راولپنڈی کا بے تاج بادشاہ بنادیا۔ بڑے بڑے چھچھ کے جید اکابر علماء کی ایک کھیپ تدریس کے لئے یہاں جمع ہوئی تو آپ کا مدرسہ تعلیم القرآن شہرت کے آسمان پر چلا گیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے وہ خدمات سرانجام دیں جنہیں ایک دیانتدار مصنف نظرانداز نہیں کرسکتا۔ آپ نے گرفتاری دی۔ مدتوں بڑی بہادری سے جیل کاٹی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھی آپ کی مسجد ختم نبوت کی تحریک کا مرکز رہی۔ ۱۹۵۶ء میں مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیۃ علماء اسلام کل پاکستان کا احیاء کیا تو اس اجلاس میں آپ شریک تھے۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ واں بچھراں والوں کے آپ شاگرد بھی تھے اور خلیفہ مجاز بھی۔ استاذ مرحوم کا جنازہ بھی آپ نے پڑھایا۔ آپ نے ان کے طرز پر ترجمہ قرآن پڑھانا شروع کیا تو پورے ملک میں دھوم مچ گئی۔ آپ نامور خطیب تھے اور اپنی طرز خطابت کے خودموجد تھے۔ عقیدۂ توحید کے علمبردار تھے۔ علماء دیوبند پر دل وجان سے فداء تھے۔ آپ نے عقیدۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر پر دستخط کر کے

اتحاد کو مضبوط کیا۔ مولانا عنایت اللہ شاہ نے دستخط نہ کئے اور یوں اختلاف کو انہوں نے وسیع کر کے ایک خطرناک راستہ اختیار کیا جس کے نتائج وثمرات بدآج بھی ماحول کو پراگندہ کئے ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ القرآن مرحوم عقیدہ ختم نبوت کے منادتھے۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ، آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ تحریک ختم نبوت کے ہر مرحلہ پر پیش پیش رہے۔ جو آپ کے عشق رسالت مآب ﷺ کی لازوال دلیل ہے۔

(۷۳۶)

غلام جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ غازیخان)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۱۲ء ...... وفات: ۱۴؍جنوری ۱۹۷۷ء)

مولانا غلام جہانیاں اصلاً جھگی والا مظفرگڑھ کے تھے۔ پھر ڈیرہ غازیخان تشریف لائے تو جامعہ معینیہ کی بنیاد رکھی اور پھر یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ عالم دین اور مدرس تھے۔ مولانا غلام حسین مظفرگڑھی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ رحم علی شاہ کے شاگرد تھے۔ مدرسہ سبحانیہ ملتان سے سند حدیث حاصل کی۔ متعدد مدارس میں پڑھانے کے بعد ڈیرہ غازیخان میں آئے۔ آپ خواجہ محمد معین الدین کوریجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید باصفا تھے۔ اس حوالہ سے حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کوٹ مٹھن والوں کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ قادیانیوں نے مقدمہ بہاولپور میں موقف اختیار کیا کہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ، مرزا قادیانی کو ''عبد صالح'' فرماتے تھے۔ اس پر کوٹ مٹھن کے سجادہ نشین کے حکم دارشاد پر قادیانی دجل کو پارہ پارہ کرنے کے لئے حضرت مولانا غلام جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ ترتیب دیا۔ اس کا نام ہے: ''ارشاد فرید الزمان رحمۃ اللہ علیہ، متعلق مرزا قادیان'' جسے ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۳۵ میں شامل کیا ہے۔

(۷۳۷)

غلام جیلانی برق رحمۃ اللہ علیہ، جناب ڈاکٹر

(ولادت: ۲۶؍اکتوبر ۱۹۰۱ء ...... وفات: ۱۲؍مارچ ۱۹۸۵ء)

جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برق رحمۃ اللہ علیہ نے جولائی ۱۹۵۳ء میں ''حرف محرمانہ'' تحریر فرمائی۔ دنیا جانتی ہے کہ جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برق رحمۃ اللہ علیہ پر ایک زمانہ میں ''انکار حدیث'' کا

رجحان غالب تھا۔آپ کی یہ تصنیف بھی اسی زمانہ کی ہے۔جگہ جگہ حدیث شریف کے انکار پر ان کا قلم زور آور طوفان کی طرح موجیں مارتا نظر آتا ہے۔علماء کرام کی مخالفت میں جی بھر کر منہمک نظر آتے ہیں۔ان تمام تر نقائص کے باوجود قادیانیت کے لٹریچر پر ان کی بھرپور گرفت ہے۔ مرزا قادیانی پر جس سمت سے حملہ آور ہوتے ہیں اس کے بال و پر نوچ لیتے ہیں۔دلائل گرم،الفاظ نرم کا یہ مصداق کتاب ہے۔اے کاش!کوئی متلاشی حق قادیانی اس کتاب کو پڑھ لے۔چاہے اسے ایمان نصیب نہ ہو۔لیکن اتمام حجت تو یقینی امر ہے۔اس لئے ہی احتساب قادیانیت جلد۴۲ میں اس کو شامل کیا ہے۔

(۷۴۸)

غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ، جناب ماسٹر

شیخ ماسٹر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ سرگودھا جہلم میں انگریز حکومت کے دور میں مختلف سکولوں میں ماسٹر و ہیڈ ماسٹر رہے۔ان کے رد قادیانیت پر تین رسائل ہمیں میسر آئے۔

۱...... ’’عشرہ کاملہ‘‘ اس رسالہ کے ابتدائی حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف پہلے قادیانی عقائد رکھتے تھے۔اس رسالے میں انہوں نے مرزا قادیانی کی تکفیر سے پہلوتہی اختیار کی۔مگر بعد کے ان کے رسائل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرزا قادیانی کو کافر نہیں بلکہ کافر گر گردانے لگ گئے۔اس رسالہ میں دس اصول مقرر کر کے انہوں نے مرزا قادیانی کی بولتی بند کردی ہے۔

۲...... ’’کشف الاسرار‘‘ یہ رسالہ بھی شیخ ماسٹر غلام حیدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔اس کا پورا نام ہے: ’’کشف الاسرار یعنی ریویو متعلق انگریزی قرآن، مولوی محمد علی ایم.اے، ایل.ایل.بی امیر احمدی جماعت لاہور‘‘ اس میں لاہوری مرزائی محمد علی کے انگریزی ترجمہ قرآن پر جا بجا گرفت کی ہے۔اس رسالہ کی وجہ تصنیف پانچ صفحات پر انہوں نے خود لکھی ہے۔اس لئے زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں۔اس میں دیکھ لیا جائے۔

۳...... ’’کشف الحقائق‘‘ یہ رسالہ بھی شیخ ماسٹر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔اس میں لاہوری جماعت کے محمد علی لاہوری کے بخاری شریف کے ترجمہ پر انہوں نے نقد کیا۔جس میں مولانا اصغر علی روحی رحمۃ اللہ علیہ جیسے فاضل دیگانہ روزگار شخصیت سے بھی وہ راہنمائی لیتے رہے۔ابتداء میں یہ مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۲۶ء کی فائلوں میں چھپتا رہا۔

بعد میں انہوں نے اسے مستقل رسالہ کی شکل میں اس نام سے شائع کر دیا۔
افسوس کہ شیخ ماسٹر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی حالات اس سے زیادہ ہمیں نہ مل سکے۔ جس کا قلق ہے۔ آپ کے یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۲۷ میں شائع ہو گئے ہیں۔

(۷۳۹)

غلام دستگیر الہاشمی القصوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۱۸۹۷ء، قصور)

مولانا غلام دستگیر قصوری ہاشمی، قریشی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ لاہور کے محلہ چلہ بیبیاں اندرون موچی دروازہ لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام مولانا حسن بخش صدیقی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ نے علمی خاندان کا تعارف ان الفاظ میں کروایا ہے۔ ”میرا خاندان بزرگوار قصور میں بہت مشہور ہے۔ جن سے اطراف ہند و پنجاب و ڈیرہ جات تک کے خاص و عام فیضیاب و تاثیر مرام ہیں۔“ (تحفہ دستگیریہ ص ۱۵۵)

مولانا غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ تھی۔ مولانا غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے، داماد، مرید اور خلیفہ ہونے کا اعزاز حاصل تھا اور آج انہیں کے مزار مبارک کے قبرستان میں مولانا غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ استراحت فرما ہیں۔

آپ کو قرآن پاک سے عشق تھا۔ آپ نہایت خوش الحانی سے قرآن پاک پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جو کچھ بھی پایا ہے قرآن خوانی سے پایا ہے۔ آپ کی شہرت و عزت کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنے بچوں کے نام آپ کے نام پر رکھا کرتے تھے۔ مولانا غلام دستگیر نامی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی آپ کے نام پر رکھا گیا تھا۔ اس کا اعتراف مولانا غلام دستگیر نامی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ جلیلہ میں خود کیا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ کی اشاعت کے لئے اشتہار شائع کئے۔ پھر براہین احمدیہ ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۴ء میں چار حصے شائع کئے۔ صفر ۱۳۰۲ھ (دسمبر ۱۸۸۳ء) میں قصور کے عالم دین حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے براہین احمدیہ سہ حصص اور اشتہار پڑھ کر اردو میں ایک رسالہ ”تحقیقات دستگیریہ فی رد ہفوات براہینیہ“ تحریر کیا اور اس کی نقل مرزا قادیانی

کو بھیج کر اس سے توبہ کر تقاضہ کیا۔ مرزا قادیانی نے چپ سادھ لی تو مولانا قصوری نے مولانا احمد بخش امرتسری، مولانا نواب الدین امرتسری، مولانا غلام محمد (امام شاہی مسجد لاہور)، حافظ نور احمد (امام مسجد انارکلی لاہور)، مولانا نور احمد (ساکن کھائی کوٹلی ضلع جہلم)، مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی سے اس رسالہ پر تقریظات تحریر کرائیں۔ جس میں مرزا قادیانی کا مدعی نبوت، مدعی الہام، ایسے دعاوی کو مبرہن کیا گیا اور اس کے عقائد کو اسلام اور اہل اسلام کے منافی قرار دیا گیا۔ علمائے کرام کے فتویٰ جات اور شرعی آراء آ جانے کے بعد مولانا غلام دستگیر قصوری نے مرزا قادیانی کو پھر دعوت اسلام دی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اسے بھی نظر انداز کر دیا تو مولانا نے شوال ۱۳۰۳ھ، مطابق جولائی ۱۸۸۶ء میں تحقیقات دستگیریہ کا عربی میں ترجمہ کیا اور اس کا نام ''رجم الشیاطین براغلوطات البراہین'' تجویز کیا۔ علمائے کرام کے فتوے، مرزا قادیانی کی کتاب براہین کے متعلقہ حصے، اشتہار پر مشتمل دستاویزات تیار کر کے حرمین شریفین کے آئمہ ومفتیان سے فتوے طلب کئے۔ ۱۳۰۵ھ (۱۸۸۸ء) میں فتویٰ جات حرمین شریفین سے موصول ہو گئے۔ وہ فتاویٰ جات لے کر آپ امرتسر گئے۔ بعض رؤسا اور اسلامی درد رکھنے والے مؤثر حضرات کے ذریعہ مرزا قادیانی سے رابطہ کیا کہ اب بھی وقت ہے کہ آپ توبہ کر کے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیں۔ بعض رؤسا نے پھر مرزا قادیانی کو مباحثہ ومناظرہ کے لئے بلایا۔ لیکن وہ انکاری رہا۔ ایک بار موسم گرما کی تعطیلات میں مرزا قادیانی نے لاہور آنے کا وعدہ کیا۔ مولانا دستگیر وعدہ کے مطابق لاہور دس دن قیام پذیر رہے۔ لیکن مرزا قادیانی نہ آیا۔ ابتداء میں جب مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا قادیانی کے متعلق مثبت رائے رکھتے تھے۔ ان سے مباحثہ کے لئے مولانا غلام دستگیر نے طرح ڈالی۔ مولانا محمد حسین نے بند کمرہ میں گفتگو کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ لیکن مولانا غلام دستگیر نے کہا کہ علماء کی موجودگی میں مرزا قادیانی کے الہامات پر گفتگو ہوگی۔ مولانا بٹالوی اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ ایک بار مولانا غلام دستگیر نے مرزا قادیانی کو امرتسر کے ایک رئیس کے ذریعہ مباحثہ کے لئے طلب کیا تو مرزا قادیانی نے کہا کہ میری باتیں تصوف کی ہیں۔ صوفیاء کرام شریک مجلس ہوں۔ مولانا نے قبول کر لیا کہ صوفیاء کرام کے خاندانی تین علماء کو بلا لیں۔ لیکن مرزا قادیانی پھر طرح دے گیا۔ اس کارروائی کے درمیان صفر ۱۳۰۲ھ سے رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ (دسمبر ۱۸۸۴ء تا اپریل ۱۸۹۱ء) تک مرزا قادیانی کی متعدد کتب ورسائل بھی سامنے آ گئے۔ مرزا قادیانی کے متعلق نرم گوشہ رکھنے والے اس کے سخت مخالف ہو گئے۔ خود حضرت مولانا محمد

حسین بٹالوی ؒ نے مرزا قادیانی کی موافقت ترک کر کے اس کے سخت مخالف ہو گئے۔ ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی کی تین کتابیں توضیح المرام، فتح اسلام، ازالہ اوہام شائع ہونے پر مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ نے تلافی مافات کی اور فتویٰ حاصل کیا۔

سب سے پہلا فتویٰ تکفیر

الحمدللہ! فتنہ قادیانیت کا استیصال اتنی بڑی سعادت ہے کہ اب ہر مکتب فکر کے رفقاء اس فتنہ کے خلاف کام کرنے کی ''اوّلین'' کی سعادت حاصل کرنے، اعزاز پانے کے لئے کوشاں ہیں۔ چنانچہ فیصل آباد کے مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی نے ''سب سے پہلا فتویٰ تکفیر'' کے نام سے کتاب شائع کی اور مؤقف اختیار کیا کہ علماء لدھیانہ سب سے پہلے مرزا قادیانی پر فتویٰ کفر جاری کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ اہل حدیث مکتب فکر کے ڈاکٹر بہاء الدین نے ''تحریک ختم نبوت'' حصہ اوّل شائع کیا تو انہوں نے یہ سعادت علماء اہل حدیث کے کھاتہ میں ڈال دی۔ میرے ایسے مسکین کے لئے اس تناؤ میں کچھ عرض کرنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن دیانت داری سے ترتیب وار چند واقعات نقل کر دینے میں حرج بھی کوئی نہیں۔

۱…… مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ سے بہت قبل حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری ؒ نے حکیم نورالدین کو کہہ دیا تھا کہ مرزا قادیانی سے بچنا۔ وہ ارتداد والحاد اختیار کرے گا۔ آپ اس کے ساتھی بن جائیں گے۔

۲…… حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ نے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی ؒ کو بھی مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت سے قبل متوجہ فرمایا۔

۳…… مرزا غلام احمد قادیانی کی براہین احمدیہ (۱۸۸۱ء سے ۱۸۸۴ء تک) شائع ہوئی۔ اس زمانہ میں مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ مرزا قادیانی کے وکیل صفائی تھے اور مرزا قادیانی کی تائید یا صفائی میں مولانا بٹالوی ؒ سے بعض ایسی باتیں بھی ہوئیں جو قطعاً غیر شرعی تھیں۔ اس زمانہ (۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۳ء) میں مرزا قادیانی لدھیانہ آیا تو مولانا محمد لدھیانوی ؒ، مولانا عبداللہ لدھیانوی ؒ، مولانا عبدالعزیز لدھیانوی ؒ نے مرزا قادیانی کے لتے لئے اور مخالفت پر کمربستہ ہوگئے۔ اس سلسلہ میں فکرمند ہوئے۔ کوشش وکاوش کی۔ فتویٰ کے حصول کے لئے کوشش کی۔ اس کی تفصیل فتاویٰ قادریہ میں موجود ہے۔ یہ فتویٰ جون ۱۹۰۱ء (ربیع الاوّل ۱۳۱۹ھ) میں شائع ہوا۔

۴...... مولانا غلام دستگیر قصوری ؒ نے صفر۱۳۰۲ھ (مطابق دسمبر۱۸۸۴ء) میں مرزا قادیانی کے خلاف ''تحقیقات دستگیریہ فی ردھفوات البراہینیہ'' اردو اور اس کا عربی ایڈیشن ''رجم الشیاطین براغلوطات البراہین'' مرتب کر کے عرب وعجم کے علماء سے دستخط لئے۔ ۱۸۸۳ء سے ۱۸۸۷ء تک مولانا غلام دستگیر قصوری ؒ نے یہ کام مکمل کرلیا۔ اس میں مولانا قصوری ؒ نے مولانا بٹالوی ؒ کی مرزا قادیانی کی تائید پر سخت تنقید بھی کی۔ کتاب مرتب ہونے، فتویٰ آجانے کے بعد مولانا قصوری ؒ مرزا قادیانی کو توبہ کے لئے مباحثہ، مناظرہ، مباہلہ کے لئے بلاتے اور دعوت اسلام دیتے رہے۔ مایوس ہونے پر ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۶ء میں کتاب شائع کردی۔

۵...... مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ نے جس طرح ابتداء میں مرزا قادیانی کی تائید کی۔ ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی کی کتابیں توضیح المرام، فتح اسلام، ازالہ ادہام کے آجانے کے بعد کروڑ گنا زیادہ شدت کے ساتھ مرزا قادیانی کی مخالفت کی۔ دن رات ایک کر کے مرزا قادیانی کا ایسا تعاقب کیا کہ مرزا قادیانی کو دن کو تارے نظر آنے لگے۔ اسی زمانہ میں ہی مولانا نے فتویٰ مرتب کیا اور اسے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں قسط وار شائع کرنا شروع کردیا۔ بعد میں ایک ساتھ بھی شائع ہوا۔

توفیق وتطبیق

اگر واقعات کی ترتیب کو مدنظر رکھا جائے تو بڑی آسانی سے ترتیب وتوفیق وتطبیق قائم ہوسکتی ہے۔ اس میں کسی قسم کا تخالف وتعارض نہیں رہے گا۔ نیز یہ کہ تمام مکاتب فکر اس سعادت کے حصول میں کسی سے پیچھے نہ رہیں گے۔

۱...... مرزا غلام احمد قادیانی کے فتنہ سے قبل از وقت نور ایمانی سے اکابر دیوبند کو اللہ رب العزت نے اس فتنہ کے خلاف متوجہ فرمادیا۔

۲...... علمائے لدھیانہ نے سب سے پہلے مرزا قادیانی کے خلاف ۱۸۸۳ء میں آواز حق بلند کی۔ اس کی پوری تفصیل فتاویٰ قادریہ میں مرتب شدہ موجود ہے۔ لیکن یہ فتویٰ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا۔

۳...... مولانا غلام دستگیر قصوری ؒ نے مرزا قادیانی کی کتاب براہین کے ابتدائی حصے دیکھتے ہی ''تحقیقات دستگیریہ، رجم الشیاطین'' مرتب کی۔ دسمبر۱۸۸۳ء میں ہی یہ کتاب مرتب ہوکر امرتسر، لاہور، پٹنہ کے علماء کے دستخط ہوگئے۔ ۱۸۸۷ء میں حرمین شریفین

کے علماء سے فتویٰ حاصل کیا۔ گویا یہ سب سے پہلی تحریری جدوجہد یا نقش اوّل اسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ البتہ یہ تحریر صفر۱۳۱۲ھ، اگست ۱۸۹۴ء میں شائع ہوئی۔

۴...... اس دوران میں مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء سے فتویٰ لے کر۱۸۹۱ء میں اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں شائع کرنا شروع کردیا تھا۔

غرض اس طرح قدرت نے ان تمام حضرات کو فتنہ قادیانیت کے خلاف کمربستہ کردیا تھا۔ سب سے پہلے فتویٰ حاصل کرنے کی کوشش علماء لدھیانہ کی ہے۔ سب سے پہلے فتویٰ حاصل کرنے میں کامیاب مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔ سب سے پہلے فتویٰ شائع مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہوا۔ اپنی طرف سے تمام حضرات کی محبت دبغض سے خالی ہوکر فقیر کی اس وقت تک یہ رائے قائم ہوئی ہے۔

مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جس کے عربی حصہ کا نام ''رجم الشیاطین براغلوطات البراہین'' اور اردو حصہ کا نام ''تحقیقات دستگیریہ فی ردہفوات براہینیہ'' ہے۔ یہ متن اور ترجمہ فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم میں شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے سعادت نصیب فرمائی ہے۔

مولانا کی ردقادیانیت پر دوسری کتاب: ''فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی'' ہے۔ یہ کتاب قادیانیوں کے ایک اشتہار کے جواب میں معمول کی ایک تصنیف ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کذاب کی ایک معرکۃ الآ راء کذب بیانی نے ہمارے اور قادیانیوں کے لئے اس کتاب کو ایک تاریخی اور معرکۃ الآ راء کتاب بنادیا ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے لکھا کہ:

''مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری نے اپنی کتاب فتح رحمانی میں اپنے طور پر میرے ساتھ مباہلہ کیا اور یہ دعا کی کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اس کو ہلاک کردے۔''

(لیکچر لاہور ص۴۸، خزائن ج۲۰ ص۱۹۳)

''ان نادان ظالموں سے مولوی دستگیر اچھا رہا کہ اس نے اپنے رسالہ میں یہی دعا کی کہ یاالٰہی! اگر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب میں حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے اور اگر مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعویٰ میں حق پر نہیں تو اسے مجھ سے پہلے موت دے۔ بعد میں اس کے بہت جلد خدا نے اس کو موت دے دی۔'' (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۷، خزائن ج۱۷ ص۴۷)

چونکہ مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ مرزا قادیانی کے زمانہ میں انتقال فرماگئے تھے۔ مرزا قادیانی نے محض جھوٹ اور افتراء کے طور پر ان کے انتقال کو اپنی سچائی ظاہر کرنے کے لئے پیٹ بھر کر جھوٹ بولا۔ مرزا قادیانی کے دوبارہ الفاظ ملاحظہ ہوں:

''یہی دعا کی کہ یا الٰہی! اگر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب میں حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے اور اگر مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعاوی میں حق پر نہیں تو اسے مجھ سے پہلے موت دے۔'' مرزا قادیانی نے جس کتاب ''فتح الرحمانی بہ دفع کید کادیانی'' کے حوالہ سے کہا احتساب قادیانیت کی جلد۱۰ میں ہم نے شائع کر دی ہے۔ منقولہ الفاظ مرزا غلام احمد قادیانی کی ذریت البغایا اس کتاب سے قیامت کی صبح تک نہیں دیکھا سکتی تو پھر اعتراف کریں کہ کذاب اعظم مرزا غلام احمد قادیانی ملعون نے جھوٹ بولا تھا۔ ہے کوئی قادیانی جو غیرت کی پڑیا کھا کر مرد میدان بنے اور مرزا قادیانی کو سچا ثابت کرنے کے لئے میدان میں قدم رکھے؟ کتاب ہم نے پیش کر دی۔ اس کتاب کا وجود ہی مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب صریح کی بیّن دلیل ہے۔

''فتح الرحمانی بہ دفع کید کادیانی'' کی ابتداء میں مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قلم سے لکھتے ہیں:

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الذین راعوا عھدہ. اما بعد!

عبدہ الفقیر محمد ابو عبدالرحمٰن فقیر غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری کان اللہ لہ، برادران دین اسلام کی خدمت میں اعلام کرتا ہے کہ فقیر ابتداء۱۳۰۲ھ مقدسہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو دنیا پرست اور دین فروش جانتا ہے۔ چنانچہ محض ابتغاءً لمرضات اللہ اس کی تردید میں حتی الامکان مصروفیت کر کے حضرات علماء حرمین محترمین زادہما اللہ تعالیٰ حرمۃً وشرفاً سے اس کی کتاب براہین احمدیہ اور رسالہ اشاعت السنہ ذیقعدہ وذی الحجہ ۱۳۰۱ھ ومحرم ۱۳۰۲ھ جس میں اس کی تاویلیں تھیں، بھیج کر استفتاء کیا تھا کہ ایسا شخص جو اپنے الہام کو مرادف وحی انبیاء یعنی قطعی ویقینی جانتا ہے اور انبیاء سے کھلی کھلی برابری بلکہ بعض جگہ اپنے آپ کو انبیاء سے بڑھاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اس پر حضرت مولانا مولوی محمد رحمۃ اللہ علیہ نے (جو منجانب حضرت سلطان روم تجویز حضرت شیخ الاسلام کے ملقب بخطاب پایہ حرمین شریفین ہیں) فقیر کے رسالہ رجم الشیاطین برد اغلوطات البراہین کی نقول کو مطابق اصل براہین کر کے لکھ دیا تھا کہ مرزا قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ پھر حضرات مفتیان حرمین شریفین نے بھی اس کے بارہ میں قادیانی شیطانی اور مسیلمہ کذاب ثانی وغیرہما الفاظ کو استعمال فرما کر رسالہ موصوفہ کی کمال تصدیق فرمائی جو ۱۳۰۵ھ میں واپس آیا۔ جس کو فقیر نے بعد مدت دراز اس کی توبہ کے انتظار کے ۱۳۱۲ھ کے صفر میں شائع کر کے اپنی سبکدوشی حاصل کر لی تھی۔ پھر آخیر رجب ۱۳۱۴ھ میں مرزا قادیانی نے رسائل اربعہ فقیر کو بھیج کر

شمولیت بہت سے علماء دین متین کے فقیر کو بھی مباہلہ کے واسطے قسمیں دے کر بلایا اور مباہلہ نہ کرنے والوں کو ملعون بنایا۔ فقیر نے بنظر صیانت عقائد عوام اہل اسلام مرزا قادیانی کو قبولیت مباہلہ لکھ کر ۱۵رشعبان (۱۳۱۴ھ، مطابق ۱۷رجنوری ۱۸۹۶ء) تاریخ مقرر کر کے معہ اپنے دونوں فرزندوں کے ۲رشعبان کو وارد لاہور ہوا۔ جس پر مرزا قادیانی کی طرف سے حکیم فضل الدین لاہور میں آیا اور ایک مجمع عظیم کر کے مسجد ملا مجید میں فقیر پر معترض ہوا کہ حضرت اقدس مرزا قادیانی نے آپ کی یہ غلطی نکالی ہے کہ مباہلہ قرآنی میں صیغہ جمع ہے۔ آپ تنہاء کیونکر مباہلہ کر سکتے ہیں؟ فقیر نے اسی مجمع میں اپنے رقعہ قبولیت مباہلہ سے اپنے فرزندوں کی شمولیت سے اپنا جمع ہونا ثابت کیا بلکہ اس وقت دونوں کو روبرو دکھلا دیا جس پر مدعی مسیح موعود اور اس کے حواریوں کی غلطی مانی گئی تھی۔ پھر ظہور اثر مباہلہ کے لئے جو مرزا قادیانی نے ایک برس کی میعاد رکھی تھی اس کو فقیر نے دلیل قرآن وحدیث سے اٹھانا چاہا اس پر حکیم مذکور اور مرزا قادیانی نے ہٹ کیا۔ جس پر فقیر نے ۱۶رشعبان کو اشتہار شائع کر کے میعاد ۲۵رشعبان ایزادکی اور آخیر شعبان تک منتظر رہا۔ بلکہ پانچ روز امرتسر میں جا کر مرزا قادیانی کو بلایا۔ وہ مباہلہ کے لئے نہ آئے اور اشتہار مورخہ ۲۰رشعبان بجواب اشتہار فقیر اس مضمون کا شائع کیا کہ: ''تمام احادیث صحیحہ سے ظہور اثر مباہلہ کی میعاد ایک سال ثابت ہے اور میں مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری تکفیر کرنے والے تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتے اور مجھ کو باوجود کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کے کافر ٹھہراتے ہیں۔''

(عنوان اشتہار مولوی غلام دستگیر کے اشتہار کا جواب، مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۲ص ۲۹۷،۲۹۸)

اس کے جواب میں فقیر نے پندرہ اکابر علمائے اہل سنت لاہور وقصور وامرتسر سے بدلیل قرآن وحدیث تصدیق کرایا کہ مباہلہ شرعی میں کوئی میعاد سال وغیرہ نہیں ہے۔ مرزا قادیانی نے محض بغرض دھوکہ دہی جو اس کا جبلی وتیرہ ہے قید ایک سال لگائی ہے اور فقیر نے رمضان المبارک میں اس کے اشتہار کی تردید میں بہت سی تصانیف مرزا قادیانی سے اس کے کھلے کھلے دعویٰ نبوت کے اور نیز توہین انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو سبب ہے اس کی تکفیر کا، ثابت کر دیئے ہیں اور انشاء اللہ العزیز وہ تمام مضمون ایک کتاب موسوم بنام ''تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام'' میں شائع ہوں گے جس سے سب پر ظاہر وباہر ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی باوصف ان دعویٰ نبوت وتوہین انبیاء کے ہرگز ہرگز کلمہ گو اور اہل قبلہ متصور نہیں ہیں۔ ''نعوذ باللہ من الحور بعد الکور'' جب فقیر اخیر شعبان میں قصور میں آیا تو ابتدائے رمضان المبارک میں حضرت صاحبزادہ حافظ حاجی مولوی سید محمد شاہ صاحب قصوری ؒ نے

ایک سال کی میعاد ظہور اثر مباہلہ کے واسطے قبول کر کے مرزا قادیانی کو بہ ثبت دستخط قریب ایک سو مسلمانوں کے لکھ بھیجا کہ ایک عذاب متعین قسم عذاب مباہلہ سرور عالم ﷺ سے مقرر کر دیں کہ ایک سال میں یہ معین عذاب ہوگا تو ہم سب لوگ آپ کے ساتھ مباہلہ کرنے کے واسطے مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر لاہور میں آ جائیں گے تاکہ قطعی فیصلہ ہو جائے اور روزمرہ کی اشتہار بازی ختم ہو۔ اس پر بھی مرزا قادیانی نے کچھ جواب نہ دیا اور حکیم فضل الدین مرزائی نے سخت زبانی اور دریدہ دہنی سے سب کو منافق وغیرہ لکھ کر آخیر میں درج کیا کہ بدون شائع کرنے اشتہار کے مسیح موعود کوئی جواب نہ دیں گے۔ جس سے بخوبی ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی اشتہاری ہیں اور مباہلہ سے بالکل فراری اور ہر تحریر میں دام تزویر پھیلاتے ہیں اور خدا تعالیٰ پر افتراء کر کے سادہ لوحوں کو پھنساتے ہیں۔ ''فالی اللہ المشتکی'' طرفہ تر یہ ہے کہ اسی مرزا قادیانی نے اپنی الہامی کتاب ازالہ میں ''مباہلہ کے عدم جواز کو بڑی شدومد سے ثابت کیا ہے اور حضرت ابن مسعود ؓ پر بسبب درخواست مباہلہ کے سخت زبان درازی کی ہے اور ثمرہ مباہلہ کا مسلمانوں کا گھٹانا اور کافروں کا بڑھانا بیان کر کے مباہلہ کی درخواست کرنے والے مولویوں پر بے حیائی اور فتنہ انگیزی کا فتویٰ دیا ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۵۹۵ تا ۵۹۷، خزائن ج۳ ص۴۲۱،۴۲۲)

اب برخلاف اس کے مباہلہ کے لئے الہامی اشتہار جاری ہو رہے ہیں۔ اب غور کرو کہ وہ پہلا الہام غلط تھا یا یہ دوسرا الہام غلط ہے؟ اور باوصف اس کے مباہلہ کے میدان میں آنا اور راست بازی کا نمونہ دکھانا کہاں اور مرزا قادیانی کہاں؟ سچ ہے بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔

الغرض رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کے اخیر بحالت اعتکاف فقیر ایک چار ورقہ اشتہار مطبوعہ زنگاری پریس لدھیانہ منجانب مرزا حکیم رحمت اللہ (یہ رحمت اللہ نہ کوئی حکیم ہے اور نہ ملاّ ہے۔ بلکہ ایک معمولی حیثیت کا بازاری جاہل بے علم محض اردو خواندہ ہے۔ غالباً یہ اشتہار خود مرزا قادیانی کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے جو اس کے نام سے شائع کیا گیا ہے) وجماعت مرزائیان لدھیانہ معرفت مرزا افضل بیگ مختار قصور کے فقیر کو پہنچا۔ جس میں بڑے زور وشور سے مرزا قادیانی کے بالقاء ربانی مسیح موعود ومہدی مسعود ہونے کو آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت مان کر منکرین کو بے علم مولوی وغیرہ وغیرہ ناشائستہ کلمات سے موصوف کر کے اس کی پیشانی پر (اشتہار صداقت آثار) لکھا ہے اور فی الواقع بتقلید ازالہ اوہام قادیانی کے ازسرتاپا محض کذب وافتراء سے کارروائی کی ہے۔ چونکہ اس اشتہار میں اوّلاً واصالتاً علماء امرتسر ولدھیانہ مخاطب ہیں اور اس کے جواب کی ان سے درخواست کی ہے۔ اس لئے فقیر نے اس کے جواب میں تعویق کی اور کئی دوستوں کو اس

کے بعض بہتانات پر مطلع کر کے اصل واقعہ پر اطلاع دی تھی۔ اب ۱۲ر شوال ۱۳۱۴ھ میں فقیر ایک دینی کام کے انجام کو لدھیانہ میں وارد ہوا، تو سنا گیا کہ حضرت علماء لدھیانہ کی طرف سے کسی مصلحت کے واسطے اس کا جواب نہیں دیا گیا۔ اس پر غیرت دینی نے جوش دلایا کہ ان جعل سازوں اور افتراء پردازوں کا بقدر ضرورت ضرور ہی جواب شائع کرنا بلکہ مرزا قادیانی کے تین سو تیرہ حواری مندرجہ ضمیمہ رسالہ (انجام آتھم ص ۴۱ تا ۴۴، خزائن ج ۱۱ ص ۳۲۵ تا ۳۲۸) کو پہنچانا لازم ہے تاکہ ان کی بواقعی تکذیب اور عجز ثابت ہو اور یہ عذر نہ رہے کہ کسی نے اس مسیح کاذب کے دلائل کو نہیں توڑا۔ واللّٰہ ھو الهادی!

یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ عرب و عجم مرزا قادیانی کی بواقعی تردید شائع ہو رہی ہے اور مرزائی یہ کہتے جاتے ہیں کہ کسی نے ان کے دلائل توڑ کر نہیں دکھائے۔ لیجئے! اب آپ کے دلائل اشتہار جو تمام دلائل کا خلاصہ ہیں اور جس کے جواب کے مرزائی کمال اصرار سے طلبگار ہیں۔ بطور قال اقوال کے توڑ کر دکھلاتا ہوں اور دانشمندوں کے لئے تبصرہ بناتا ہوں۔ اگر ہادی حقیقی نے چاہا تو کوئی مرزائی بھی راہ راست پر آ جائے گا۔ واللّٰہ ھو الموفق!

جب مرزا قادیانی مباحثہ، مناظرہ اور مفاہمہ کے لئے تیار نہ ہوا تو مولانا نے ان الفاظ میں دعا کی:

''اے مالک الملک! جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف مجمع الانوار کی دعا وسعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑہ غرق کیا تھا۔ ویسا ہی دعا والتجاء اس قصوری کان اللہ لہ سے جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید حتی الوسع ساعی ہے۔ مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق عطاء فرما۔ اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت قرآنی کے بنا: فقطع دابر القوم الذین ظلموا (الانعام:۴۵)''

(فتح رحمانی ص ۲۱، احتساب قادیانیت ج ۱۰ ص ۵۶۷، مطبوعہ ملتان ستمبر ۲۰۰۳ء)

مولانا کی وفات کے بعد مرزا قادیانی کو فوراً اس کے الہامی نے ''الہام'' کیا کہ مولوی غلام دستگیر قصوری ﷫ اس کے ساتھ مباہلہ کے نتیجہ سے مرے ہیں۔ حقیقت الوحی کی عبارت ملاحظہ ہو:

''مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنے طور پر مجھ سے مباہلہ کیا۔ اپنی کتاب میں دعا کی جو کاذب ہے۔ خدا اسے ہلاک کرے۔'' (حقیقت الوحی ص ۲۲۸، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۹)

لطف کی بات تو یہ کہ اس الہام کو اصول صداقت بنانے والا مرزا قادیانی خود موت کے

دروازے پر پہنچ کر اس اصول کو توڑ دیتا ہے۔ مرزا قادیانی ۵ار اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار بدیں مضمون نکالا:

''اے خدا! مجھ میں اور ثناء اللہ (امرتسری) میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں جھوٹا و کذاب ہے۔ اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے۔''

(تبلیغ رسالت ج۱۰ ص۱۲۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۷۹)

اس اشتہار کی اشاعت کے ایک سال تین ماہ بعد مرزا قادیانی تو دنیا سے اٹھ گیا اور مولوی ثناء اللہ ؒ نشان صداقت بن کر کئی سال زندہ رہے۔ اب ساری مرزائی امت مولوی ثناء اللہ امرتسری ؒ کی صداقت کا اعلان اس لئے نہیں کرتی کہ الہامات میں ترمیم کرنے والی نبوت خود زینت لحد ہو چکی تھی۔ اس جماعت کے بعض محققین اس مباہلہ اشتہاری کو مباہلہ کی صف میں نہیں لاتے۔ وہ اس مباہلہ کا ذکر ضرور کرتے ہیں جو مولوی غلام دستگیر قصوری ؒ سے یک طرفہ ہوا تھا۔ مگر کہتے ہیں کہ مولانا ہماری دعا سے فوت ہوئے۔ حالانکہ مولوی غلام دستگیر قصوری ؒ کی دعا میں یہ کہیں نہیں کہ جو جھوٹا ہوگا اسے مار بلکہ ''فقطع دابر القوم الذین ظلموا (الانعام:۴۵)'' میں قادیانیوں کی جڑ (مرکز قادیان) کو ختم کرنے کی التجاء کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مرکز کٹ گیا ہے۔

آپ کی وفات کے بعد قادیانیوں نے اپنے روایتی کذب وافتراء کا مظاہرہ کرتے ہوئے مشہور کر دیا کہ مولانا غلام دستگیر قصوری ؒ مرزا قادیانی کے ساتھ مباہلہ کے نتیجے میں ہلاک ہوگئے ہیں اور آپ کی نسل بھی آگے نہیں چل سکی۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن ؒ بڑے متقی و پارسا تھے۔ انہی کی وجہ سے آپ اپنی کنیت ابوعبدالرحمٰن لکھا کرتے تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن ؒ کے صاحبزادے مولانا غلام ابوبکر ؒ تھے اور ان کے صاحبزادے مولانا محمد اشرف ؒ ہوئے ہیں۔ نیز آپ کی صاحبزادی ہاجرہ بیگم مرحومہ سید مراتب علی شاہ رئیس اعظم لاہور کے والد وزیر علی شاہ کی بیوی تھیں۔ جن کے بطن سے چار بچے سید علی اکبر، سید اصغر علی، سید صفدر علی اور سیدہ منور بیگم آج بھی بفضل خدا اپنی اولاد در اولاد کے ساتھ خوش وخرم زندگی گزار رہے ہیں۔

فقیر راقم ۲۰۱۴ء میں مولانا محی الدین قصوری ؒ اور مولانا غلام دستگیر قصوری ؒ کے مزارات پر ایصال ثواب کے لئے حاضر ہوا ہے۔

(۷۴۰)

غلام ربانی (جوہرآباد)، جناب مولانا

(وفات: جولائی ۲۰۰۰ء)

''مرزائیوں کے کافرانہ عقائد'' حضرت مولانا غلام ربانی ؒ جوہرآباد میں خطیب اور جمعیۃ علماء اسلام کے سرپرست تھے۔ بہت ہی بہادر اور نڈر عالم دین تھے۔ آپ نے ۱۴/اپریل ۱۹۸۴ء کو کتابچہ لکھا۔ ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا اور اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہے۔ مولانا غلام ربانی مولانا مفتی محمود ؒ کے شاگرد تھے اور ان کے نظریات کے امین آپ نے ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب ؒ کے شانہ بشانہ گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۷۴۱)

غلام ربانی چشتی حنفی (اٹک)، جناب قاضی

(پیدائش: ۱۸۷۱ء ...... وفات: ۱۲/دسمبر ۱۹۴۶ء، شمس آباد، اٹک)

۱...... ''ردقادیانی'' مولانا قاضی غلام ربانی چشتی حنفی شمس آباد ضلع اٹک کا یہ رسالہ ہے۔ سیدنا مہدی وسیدنا عیسیٰ علیہم السلام کے ظہور ونزول کے کتب تفاسیر سے حوالہ جات نقل کئے ہیں۔ رسالہ آسان فارسی زبان میں ہے اور خوب ہے۔ ۱۲/دسمبر ۱۹۴۶ء کو شمس آباد میں انتقال ہوا۔ وہاں ہی مزار مبارک ہے۔

۲...... ''مرزا کی غلطیاں'' ملعون قادیان مرزا غلام احمد قادیانی نے اعجاز المسیح، اعجاز احمدی کے نام پر قصیدہ شائع کر کے مقابلہ کے لئے دعوت دی۔ مولانا قاضی غلام ربانی نے مرزا قادیانی کی کتاب اعجاز المسیح سے مرزا قادیانی کی غلطیاں نکال کر مرزا قادیانی کے چیلنج کے غبارہ کو ناکارہ کر دیا۔ مولانا غلام ربانی ؒ شمس آبادی ضلع اٹک کا رسالہ ہے۔ یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۴۶ میں شامل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

مولانا قاضی غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی نادردین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ اور قاضی غلام گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اصغر تھے۔ آپ نے دینی تعلیم اپنے انہیں دو بزرگوں سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم رام پور مدرسہ عالیہ میں حاصل کی۔ آپ عرصہ تک ڈھاکہ میں بھی بطور عربی پروفیسر کے اسلامک کالج میں پڑھاتے رہے۔ آپ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ سے خوب رد قادیانیت کا کام لیا۔

(۷۴۲)

غلام رسول چیمہ، جناب چوہدری

چوہدری غلام رسول چیمہ صاحب وہ خود قادیانی تھے لیکن مرزا محمود قادیانی کے جنسی کرتوت، آمرانہ ڈکٹیٹر شپ کے خلاف تھے۔ انہوں نے قادیانیوں پر مشتمل ''حقیقت پسند پارٹی'' بنائی تھی اور مرزا محمود کے خلاف کتاب تحریر کی جس کا نام ہے: ''خلیفہ قادیان (ربوہ) کے ناپاک سیاسی منصوبے'' یہ کتاب احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شامل ہے۔

(۷۴۳)

غلام رسول فیروزی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

کسی قادیانی نے ایک مسلمان کو سات سوال لکھ کر دیئے کہ علماء اسلام سے ان کا جواب لے کر دو۔ وہ سات سوال حضرت مولانا غلام رسول صاحب فیروزی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لائے گئے۔ آپ نے ان کا جامع اور مختصر جواب ''الجواب الصحیح فی حیات المسیح علیہ السلام '' تحریر فرمایا۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں اس رسالہ کو بھی شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

(۷۴۴)

غلام رسول نقشبندی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: دسمبر ۱۹۰۲ء)

حضرت مولانا علامہ غلام رسول نقشبندی حنفی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی عربی زبان میں تصنیف

ہے۔آپ نے ایک کتاب ۱۸۹۳ء میں تصنیف کی جس کا نام: ''الالہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح'' ہے۔آپ نے عقلی نقلی اعتبار سے حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر اس کتاب میں دلائل کے ایسے انبار جمع کئے کہ مرزا قادیانی سمیت کسی قادیانی کو مقابلہ میں لب ہلانے یا قلم اٹھانے کی جرأت نہ ہوسکی۔اس کتاب کی تصنیف کے بعد مرزا قادیانی پندرہ سال زندہ رہا۔لیکن مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل کے سامنے اسے دم مارنے کا حوصلہ نہ ہوا۔مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۹۰۲ء میں ہوا۔اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا۔آج ۲۰۱۲ء میں گویا کہ ۱۱۹سال بعد اس کتاب کی اشاعت ثانی دراحتساب قادیانیت جلد۴۲ ہمارے لئے ڈھیروں خوشیوں کا موجب ہے۔ فلحمدللہ!

مولانا غلام رسول نقشبندی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے کشمیر اور امرتسر میں دینی تعلیم حاصل کی۔ اور فقہ،اصول فقہ اور منطق کے اپنے زمانہ میں ماہر استاد مانے جاتے۔علوم وفنون پڑھانے میں زندگی صرف کی۔''الھام الصحیح'' کسی زمانہ میں یہ کتاب مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں سبقاً پڑھائی جاتی تھی۔اس کتاب لکھنے کے باعث ملعون قادیان زندگی بھر مولانا غلام رسول نقشبندی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کو گالیاں بکتا رہا۔لیکن کتاب کا جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔مولانا غلام رسول نقشبندی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام امیر الدین قاسمی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔مولانا غلام رسول نقشبندی کی کتاب ''الھام الصحیح'' عربی کا اردو میں ترجمہ ''آفتاب صداقت'' کے نام پر آپ کے شاگرد اور بھتیجے مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا جو احتساب قادیانیت کی جلد۴۲ میں شائع ہوگیا ہے۔مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنما اور امیر اوّل مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ تھے۔

(۷۴۵)

غلام سبحانی رحمۃ اللہ علیہ (مانسہرہ)،مولانا

مولانا غلام سبحانی صاحب خطیب جامع مسجد موڑھہ کلاں تحصیل وضلع مانسہرہ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام: ''حجۃ قطعیہ علے رومرزائیہ (مرزا کی کہانی،مرزا کی زبانی)'' اسے ہم نے احتساب قادیانیت جلد۴۰ میں شامل اشاعت کیا ہے۔یہ کتاب ۱۹۸۴ء کے لگ بھگ کی تحریر کردہ ہے۔مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''ترک مرزائیت'' سے زیادہ تر اس کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہے۔آخر میں تو بہت سارا حصہ مکمل مذکور کتاب سے لے کر

اس کتاب کا جزو بنا دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مصنف کے ذوق کے احترام میں فقیر نے مکمل اس کو احتساب قادیانیت جلد ۴۰ کا حصہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ اسی میں خیر ہوگی۔

(۷۴۶)

غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش: ۱۸۹۵ء ...... وفات: ۴؍ فروری ۱۹۸۱ء)

بجی کوٹ قلندر آباد (ضلع مانسہرہ) سے ڈیڑھ میل مغرب میں واقع ہے۔ یہاں مولانا سید گل رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے جو مڈل سکول میں استاذ تھے اور بہت مجذوب طبیعت کے بزرگ تھے۔ ان کے گھر ۱۸۹۵ء میں مولانا غلام غوث رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ ۱۹۰۱ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا اور ضلع بھر میں اوّل آئے۔ ضلعی تعلیم آفیسر نے آپ کا پندرہ روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا جب کہ اسی زمانہ میں سات روپے سپاہی کی تنخواہ ہوتی تھی۔ لیکن بایں وظیفہ و رعایت آپ کے والد نے آپ کو دینی تعلیم دلانے کا فیصلہ کیا۔ اس زمانہ میں دار العلوم دیوبند میں بفہ ضلع مانسہرہ کے مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ مدرس تھے۔ ان کے ہمراہ آپ دار العلوم دیوبند چلے گئے۔ سات ماہ کافیہ نور الایضاح اور شرح تہذیب وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ چھٹیوں میں گھر آئے۔ اگلے سال بفہ میں مولانا نعمان رحمۃ اللہ علیہ سے شرح جامی وغیرہ تک کتب پڑھیں۔ اپنے خسر محترم مولانا احمد گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرح وقایہ آخرین پڑھی۔ اگلے سال مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ مولانا حافظ عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ سے مختصر معانی اور حسامی پڑھی۔ آپ کے ساتھیوں میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ رمضان المبارک کی تراویح مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں ادا کیں۔ مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ بفہ والے پھر دار العلوم دیوبند لے گئے۔ آپ نے مولانا عبد السمیع رحمۃ اللہ علیہ سے سلم العلوم مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مقامات اور دیگر فنون کی کتب پڑھیں۔ اگلے سال مشکوٰۃ شریف مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیوبند نے اپنے پاس رکھی۔ ان کے صاحبزادہ قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ شریف کی کلاس میں مولانا غلام غوث رحمۃ اللہ علیہ کے ہمدرس تھے۔ اگلے سال دورۂ شریف کیا۔ بخاری و ترمذی سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مسلم و نسائی علامہ عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ابوداؤد مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائیں۔

مولانا محمد ابراہیم بلیاوی ؒ، مولانا رسول خان صاحب ؒ، مولانا غلام رسول ؒ، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری ؒ سے بھی کتابیں پڑھیں۔ اگلے سال پھر دارالعلوم میں تکمیل کی۔ یہاں جمعیۃ الطلباء قائم کی۔ سرپرست مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ بنے۔ جمعیۃ طلباء کا وفد الہ آباد لکھنؤ کے تنظیمی دورہ پر گیا تو مولانا عبدالباری ؒ فرنگی محل کے مدرسہ کے طلباء نے دارالعلوم دیوبند کے طلباء کے لئے عربی میں استقبالیہ پڑھا۔ مولانا غلام غوث ؒ نے فی البدیہہ عربی میں جواب دیا۔ فرنگی محل اور دیوبند کے اساتذہ نے اس پر ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ تکمیل کے سال مولانا غلام غوث ؒ دارالعلوم دیوبند میں معین مدرس بھی رہے۔ مفتی محمد شفیع صاحب ؒ کراچی والے بھی آپ کے ہمدرس اور پھر معین مدرس بنے۔

پھر مولانا غلام غوث ؒ اور مولانا محمد یوسف جونپوری ؒ کو دارالعلوم کی جانب سے حیدرآباد دکن بھجوایا۔ گدروال، پورن وغیرہ بھی خدمات سرانجام دیں۔ پھر بفہ اپنے گھر آ گئے۔ ۱۹۳۰ء میں بفہ مانسہرہ میں کانگریس میں رفقاء سمیت شامل رہے۔ انگریز حکومت کے حکم سے گرفتار ہوئے۔ ایبٹ آباد جیل میں رہے۔ پھر بنوں سے دوماہ بعد رہا ہوئے۔ ۱۹۳۴ء میں جمعیۃ علماء ہند کی شریعت کانفرنس پشاور میں شریک ہوئے جس میں مفتی کفایت اللہ ؒ بھی تشریف لائے۔ اس زمانہ میں اپنے علاقہ میں قادیانیوں کے خلاف خوب کام کیا۔ پھر مجلس احرار اسلام میں شریک ہوئے۔ شریک کیا ہوئے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ کے دست راست قرار پائے۔ پاکستان بننے کے بعد تک مجلس احرار اسلام کے ہراول دستے میں شامل رہے۔ ۱۹۵۶ء میں جمعیۃ علماء اسلام کا ملتان میں کونشن ہوا۔ اس میں حضرت لاہوری ؒ (صدر) اور مولانا غلام غوث ؒ (جنرل سیکرٹری) منتخب ہوئے۔ ملک بھر میں جمعیۃ علماء اسلام کو ایک متحرک وفعال جماعت بنا دیا۔ متعدد بار مرکزی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ملک عزیز کے صف اوّل کے رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

مولانا غلام غوث رحمۃ اللہ علیہ اور رد قادیانیت

مولانا ہزاروی ؒ ایسے وقت میں آ کر بفہ میں اقامت پذیر ہوئے کہ ضلع مانسہرہ کے بڑے بڑے خوانین اور جاگیردار مرزائیت کے دام تزویر میں پھنس چکے تھے۔ وہ صرف اپنی محفلوں اور حجروں میں نہیں بلکہ بازاروں اور عوامی مجمعوں میں بھی مرزا خبیث کو ''حضرت صاحب'' کہہ کر پکارا کرتے تھے اور سرکاری افسر جو مرزائی ہوتے اپنے اس خبیث مذہب اور عقیدہ کی کھل کر تبلیغ کرتے۔ ان حالات کا مشاہدہ کرنے سے آپ کو بڑا دکھ ہوا اور بڑے تدبر کے ساتھ حالات کا

تجزیہ کیا اور اس بات کو نوٹ کرلیا کہ ضلع مانسہرہ میں جنبہ، ہرا اور پارٹی کی سیاست ہے۔ اس سے عقیدہ بھی متاثر ہو رہا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم خیال مسلمان خوانین کو ساتھ ملا کر مرزائی گروہ کا اثر زائل کیا جائے۔ آپ نے دوسرے کئی وجوہ کے ساتھ اس عظیم مقصد کو پیش نظر رکھ کر کانگریس میں شرکت اختیار کرلی۔ خدائی خدمت گار پارٹی، کانگریس کی ذیلی پارٹی تھی اور اس کے منشور کے مطابق ملک میں سیاسی جدوجہد کر رہی تھی۔ یہاں کے آزادی پسند اور انگریز دشمن خوانین اسی پارٹی میں شامل تھے۔ مولانا نے اس پارٹی میں شامل ہو کر انہیں یہ حقیقت سمجھائی کہ انگریز اور مرزائی دو قالب یک جان ہیں۔ یہ مرزائی خوانین اور جاگیردار ہی انگریزوں کی تقویت اور استحکام کا باعث ہیں۔ وہ ایسے ہی نمک خواروں اور زرخرید بندوں کے بل بوتے پر یہاں حکومت کر رہے ہیں۔ اگر یہ نمک حلال نہ ہوں تو انگریزوں کی کیا مجال کہ وہ ہم پر حکومت کرسکیں۔
اس طرح انہوں نے ان مسلمان اور دیندار خوانین کو جمعیۃ العلماء ہند میں شامل کرلیا۔ یا کم ازکم انہیں دینی معاملات میں اپنا ہم نوا بنالیا۔ پھر اسی یکجہتی اور قوت اتحاد سے فائدہ اٹھا کر آپ نے انگریزوں کے ساتھ مرزائیت کو بھی بہانگ دہل للکارا اور اس کو ناکوں چنے چبوائے۔ مذہبی اور سیاسی میدان میں ایسی شکست فاش دی کہ ان کی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔ اس سلسلہ میں چند واقعات کا ذکر کرنا مناسب ہوگا۔

مناظرہ پھگلہ اور مرزائی مبلغ کی شکست فاش

۱۳۵۲ھ، مطابق ۱۹۳۴ء میں مرزا بشیرالدین قادیانی نے ہزارہ کو فتح کرنے اور اپنے اثر ورسوخ کو بڑھانے اور مزید پختہ کرنے کے لئے ان خوانین کی دعوت یا سازش پر اپنے تیز وطرار اور شاطر قسم کے مناظر اللہ دتہ کو ہزارہ بھیجا۔ ہزارہ میں بڑے بڑے جید علماء کرام موجود تھے۔ مگر یہ مدرس اور مفتی قسم کے لوگ تھے۔ مناظرہ کے فن میں انہیں مہارت نہ تھی اور نہ ہی مرزائیت کے مغالطوں اور چالاکیوں سے کماحقہ آگاہ تھے۔ چنانچہ مرزائی مناظر مختلف جگہوں پر تقریر کرتا ہوا علمائے کرام کو چیلنج دیتا اور اپنی فضا بناتے ہوئے پھگلہ آ پہنچا۔ پھگلہ، مانسہرہ اور بالاکوٹ کے درمیان ایک پرفضا مقام ہے۔ یہاں کے بااثر سادات اور بالاکوٹ کا ایک بااثر خان قلیچ خان مرزائیت سے وابستہ ہو کر سب کچھ اس پر نچھاور کرنے کے لئے تیار تھے۔ ان سب کی ملی بھگت اور سازش سے اللہ دتہ پھگلہ پہنچا تھا۔ ان لوگوں نے مختلف دیہاتوں میں دعوت نامے بھیج کر لوگوں کو بلایا اور بہت بڑے جلسے کا انتظام کیا۔ دوسرے دن اللہ دتہ پروگرام کے مطابق پولیس کی نفری اور اپنے مسلح محافظوں کے جھرمٹ میں سٹیج پر آیا اور مرزا قادیانی کے قصیدے پڑھنے لگا۔

جب اس پروگرام کا علم علماء کرام کو ہوا تو سخت پریشان ہوئے اور عوام کے ایمان کو خطرہ میں محسوس کیا۔ پھر مرزائی مناظر کا جواب دینا ان کے بس میں نہ تھا اور اتنے جاگیرداروں، خوانین اور حکام کو مخالف کرنا اور ان کے روبرو بات کرنا ان کی طاقت سے باہر تھا۔ یہ کسی بیٹھک یا مسجد کی بات نہ تھی بلکہ میدان مبارزت میں جوہر دکھانے کا مرحلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ قاضی محمد یونس صاحب بالاکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کو جزائے خیر دے کہ ان حالات کو سن کر مولانا مرحوم کے پاس بفہ حاضر ہوئے اور صورتحال سے آگاہ کیا۔

اکلوتا فرزند زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ موت وحیات کی کشمکش میں

مگر مولانا کے گھر حالت یہ تھی کہ ان کا نہایت ہی ذہین وفطین اور جی دار اکلوتا بیٹا موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھا کہ ابھی فوت ہوا۔ ابھی دم نکلا، سب اہل خانہ اس کے فراق میں دردمند اور آرزدہ تھے اور آنسوؤں کا سیلاب آنکھوں سے جاری تھا۔ مولانا نے چند منٹ سوچا اور قاضی صاحب سے فرمایا۔ ذرا ٹھہریں! میں کتابیں لے کر آتا ہوں۔ آپ اندر آئے، چند کتابیں لیں اور اپنے لخت جگر کو خدا کے حوالے کر کے گھر سے جانے لگے۔ آپ کی والدہ مرحومہ نے فرمایا زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ مر رہا ہے اور آپ کتابیں لے کر گھر سے جا رہے ہیں۔ آپ نے بے تکلف فرمایا، اماں جان! یہاں ایک زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی موت کی بات ہے اور ادھر نبی کریم ﷺ کی امت کے ایمان کی بات ہے۔ اگر ایک آدمی بھی مرتد ہوگیا تو اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟ مجھے زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں امت کا ایمان زیادہ عزیز ہے۔ یہ کہہ کر آپ گھر سے رخصت ہوگئے۔ بفہ اڈہ پر اطلاع پہنچی کہ بچہ فوت ہوگیا ہے۔ نماز جنازہ پڑھ کر جائیں۔ آپ نے فرمایا نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور مسلمانوں کے ایمان کو بچانا فرض عین ہے۔ اگر میرے پہنچنے سے پہلے اللہ دتہ واپس چلا گیا تو بہت سے مسلمانوں کا ایمان خراب کر جائے گا۔ بچے کو دفن کرنے کے لئے عزیز خان اور اہل محلہ کافی ہیں۔ مگر اللہ دتہ کے زہر کا تریاق میرے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔ یہ کہہ کر آپ قاضی محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بھگلہ روانہ ہوگئے اور ایسے وقت وہاں پہنچے جب اللہ دتہ بڑے جوش وخروش سے سٹیج پر براجمان پولیس کی نفری اور مسلح گارڈ کے گھیرے میں تقریر کر رہا تھا۔ لوگوں کو ہم خیال بنانے کے لئے علماء پر چوٹیں کرتا ہوا انہیں چیلنج دے رہا تھا۔

مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا اسٹیج پر قبضہ

سارے گھیراؤ کو توڑ کر مولانا سٹیج پر چڑھ گئے اور صاعقہ الٰہی بن کر اس پر ٹوٹ پڑے اور

کڑک کر اللہ دتہ سے فرمایا:

او اللہ دتہ! لوگوں کے ایمان کو خراب نہ کرو۔ تم مرزا کی نبوت کی بات کرتے ہو، نبوت اور ولایت تو بڑی چیز ہے میں تم سے کہتا ہوں کہ مرزا آنجہانی کو ایک شریف انسان بھی ثابت کرنے کے لئے مجھ سے مناظرہ کرلو۔ خدا کی قسم کہ مرزا نہایت ہی کمینہ اور بداخلاق انسان تھا۔ تم اس خبیث کی بات کرتے ہو۔ اللہ دتہ کو جان کے لالے پڑ گئے کہ یہ مولانا ہزاروی رحمہ اللہ کہاں سے آدھمکا۔ اس کی قوت گویائی جواب دے گئی اور مولانا نے سٹیج سے دھکہ دے کر اس کو نیچے گرادیا۔ اس نے اپنے حواریوں کے ساتھ بھاگنے ہی میں خیر سمجھی اور قادیان پہنچ کر دم لیا۔ مولانا نے اسی اسٹیج پر کھڑے ہو کر ختم نبوت کے موضوع پر زبردست تقریر کی۔ ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگوائے۔ لوگوں کے ایمانی ولولوں کو گرماتے ہوئے فرمایا کہ ان مرزائیوں سے سوشل بائیکاٹ کرو۔ ان کی شادی، غمی اور نماز جنازہ میں شرکت نہ کرو۔ چنانچہ مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ الحمدللہ! آج تک یہ لوگ خانہ بدر ہیں اور کبھی کبھار چوری چھپے آ کر اپنی جائیداد پر نگاہ حسرت ڈال کر چلے جاتے ہیں۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ حضرت مولانا کی شخصیت کے جوہر نکھر نکھر کر نظروں کے سامنے آتے ہیں۔ ان کی غیرت ایمانی، ان کی جرأت وجانبازی، ان کی حاضر جوابی، ان کا توکل، ان کی ہیبت وشوکت، غرض ایک مجاہد جرنیل اور مدبر جانباز کی قربانی کی تصویر بالکل سامنے نظر آتی ہے۔

زیدہ کی مرزائیت کا استیصال اور آپ کی کرامات

زیدہ تحصیل صوابی ضلع مردان کا ایک قصبہ ہے۔ یہاں کے خوانین مرزائی ہو گئے تھے اور ان کا علاقہ بھر میں اس قدر اثر تھا کہ لوگ مرزا قادیانی کو "حضرت صاحب" کہتے تھے۔ ان حالات کا علم آپ کو ہوا تو ایک چھوٹی سی مسجد میں جلسہ کا انتظام کرایا۔ اس کی تفصیل کے سلسلہ میں مولانا عبدالحنان مرحوم جہانگیروی فاضل دیوبند رقمطراز ہیں۔

محترم حضرت مولانا ہزاروی رحمہ اللہ کی تمام زندگی گوناگوں واقعات اور مجاہدانہ کارناموں سے بھری ہوئی ہے۔ ان کی کون کون سی ادا اور جرأت، للہیت کا واقعہ ذکر کیا جائے۔ غالباً ۱۳۵۴ھ، مطابق ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ صوبہ سرحد میں خاص کر تحصیل صوابی میں انگریزوں کے خود کاشتہ پودے کے منحوس اثرات بہت پھیلنے لگے تھے۔ خاص کر خوانین طبقہ اور سرکار

انگریزی کے ملازمین میں یہ زہر روز بروز بڑھ رہا تھا۔ موضع زیدہ میں خوانین تمام علاقے میں سب سے زیادہ حکومت کے گھر باوقعت اور بارسوخ، اونچے پائے کے سمجھے جاتے تھے اور کافی زور کے مالک تھے۔ ان میں چند افراد مرزا ''لعنۃ اللہ علیہ'' کے پیرو بن گئے اور علاقہ میں موضع ٹوپی، رزڑ اور اسماعیلیہ کے دیہات بھی میں یہ مرض پھیل گیا۔ زیدہ میں تو یہاں تک ان کا رعب قائم تھا کہ کسی کو مرزا قادیانی کا نام بھی بے ادبی سے لینے کی جرأت نہ تھی اور عوام کو احساس اور خبر تک نہ تھی کہ یہ بھی کوئی خلاف اسلام ومذہب کوئی فرقہ ہے۔ انہی دنوں میں انہیں خوانین کے ایک قریبی رشتہ دار اور خداترس مسلمان مرد مسمی شیر محمد خان مرحوم آف زیدہ جہانگیرہ آیا اور اس بات کی استدعا کی کہ زیدہ میں مرزائیت بہت زیادہ قوی ہو رہی ہے اور یہ اثرات روز بروز علاقہ میں پھیلتے جارہے ہیں۔ اگر ان کا انسداد نہ کیا گیا تو خطرہ ہے کہ یہ ارتداد تمام علاقہ میں پھیل جائے گا۔ چنانچہ حضرت مولانا ہزاروی مرحوم جو بعض اور ہم خیال علماء مثلاً مولانا عبدالقیوم پوپلزئی مرحوم اور مولانا لطف اللہ مرحوم جہانگیرہ اور حکیم فضل حق مرحوم آف نوشہرہ وغیرہ کے ساتھ پہلے سے اس فرقہ کے خلاف پشاور، مردان وغیرہ میں برسرپیکار تھے۔ انہوں نے مشورہ کیا اور سب اکٹھے ہو کر شیر محمد خان مرحوم کی معیت میں زیدہ پہنچے۔

پہلے پہل تو لوگوں نے اپنی اپنی مساجد وغیرہ میں مرزائیوں کے خلاف جلسہ کرنے کی اجازت سے پہلوتہی کی۔ مگر بعد سمجھانے اور شیر محمد خان مرحوم کی کوشش سے آئندہ جمعہ کو مسجد محلہ چنکڑ میں جلسہ مقرر ہوا۔ تمام علاقہ میں تشہیر کی گئی۔ جمعہ کو لوگ کافی تعداد میں جمع ہوئے۔ کئی لوگ تو تماشہ کے خیال سے آئے تھے کہ خانوں کے خلاف ان کے قصبہ میں جلسہ کیسے ہوگا۔ بہرحال جلسہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے تقریر مولانا لطف اللہ صاحب مرحوم نے شروع کی۔ مخالفین بھی مجمع کے باہر قطار باندھ کر کھڑے تھے۔ ان مخالفین میں خوانین کی ایک سرکردہ شخصیت مسمی عجب خان جوان دنوں میں ضلع ہزارہ اوگی میں پولیٹکل تحصیلدار تھا اور تھا بھی کٹر مرزائی۔ جس نے ہزارہ میں بھی کافی تخم بویا تھا۔ وہ بھی جلسہ گاہ کے باہر ایک چبوترے پر چارپائی ڈال کر اس پر بیٹھا تھا۔ نیز اس کا ایک لڑکا یوسف خان بھی قطار میں کھڑا تھا۔ مولانا لطف اللہ صاحب مرحوم نے مرزا غلام احمد قادیانی کا ذکر کیا اور اس کے دعوؤں کے بارے میں کہنا شروع کیا تو پہلے تو مرزائیوں نے گڑبڑ شروع کی۔ مگر بعد میں جب مولانا لطف اللہ مرحوم نے کافر کا لفظ کہا تو عجب خان اچانک کھڑا ہوا اور شوروشغب شروع کر دیا اور اس کے بیٹے یوسف خان نے پستول نکال کر دھمکی دی کہ اگر مرزا قادیانی کے متعلق اور ایک لفظ بھی زبان سے نکالا تو گولی ماردوں گا۔

جب یہ کیفیت دیکھی تو مولانا ہزاروی ﷫ یکدم کھڑے ہوگئے اور مولانا لطف اللہ ﷫ کو بٹھادیا اور خود اپنا گریبان کھول کر اور سینہ ننگا کر کے کہنے لگے کہ تم میں غیرت ہے تو مارو۔ میرے سینے میں گولی۔ مگر تمہارے اس موعود پیغمبر میں تو اتنی غیرت نہیں تھی۔ تم میں اتنی غیرت کہاں سے آ گئی۔ چنانچہ مولانا اپنی عادت کے مطابق اور جوش ایمانی سے ایسے گرجے اور ایسے برسے کہ تمام حاضرین اس قدر متاثر ہوئے کہ نوجوانوں نے عجب خان کے لئے جو چارپائی رکھی تھی وہ فوراً اٹھا کر باہر پھینک دی اور ہر طرف سے نعرۂ تکبیر کی صدا گونجنے لگی۔ ادھر پولیس تھانیدار جو اس وقت کوئی سکھ تھانیدار تھا وہ موجود تھا۔ حضرت مولانا مرحوم نے اس تھانیدار کو للکارا اور کہا اگر پولیس والے اس مجمع کو کنٹرول نہیں کر سکتے تو ہٹ جائیں۔ ہم مسلمان خود کنٹرول کر لیں گے۔ چنانچہ تھانیدار نے بھی مجبوراً یوسف خان کے ہاتھ سے پستول چھین لیا اور باقی شریروں کو جو چند ایک آدمی تھے بھگا دیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا مرحوم نے ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کی اور مرزائیت کے تاروپود کو بکھیر دیا۔ مسلمانوں سے کہا کہ ان کو اپنے قبرستان میں دفن ہونے سے منع کرو وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ اس جلسہ کے بعد قصبہ زیدہ بلکہ علاقہ میں کایا پلٹ گئی اور مرزائی الو پرندہ جیسے دن کو باہر نکلنے سے رہے۔ قدرت خداوندی سے ایک مرزائی مسمی گلاب کا چھوٹا بچہ فوت ہوگیا۔ مسلمانوں سے مسمی شیر محمد ﷫ کی سرکردگی میں قبرستان پر پکٹنگ لگادی۔ اس کے بعد گلاب مرزائی نے ارادہ کیا کہ اپنی ملکیت کی زمین بھی جو بھائیوں کے ساتھ مشترک تھی اس میں قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو اس کے بھتیجوں نے جو کہ مسلمان تھے۔ کہا کہ ہمارا دوسرا چچا مسمی عبدالمنان ﷫ جو کہ پشاور میں ملازم ہے۔ اس کو منگواؤ اور زمین تقسیم کرو۔ بعدازاں اپنے حصہ میں دفن کرو۔ چنانچہ اسی کشمکش میں تین دن تک مردہ پڑا رہا۔ بعدازاں ایک اور مرزائی، شاید اس کا نام گل محمد تھا، نے اپنی زمین میں دفن کرنے کو کہا۔ مگر کوئی قبر کھودنے والا زیدہ میں نہ ملا اور ٹوپی وغیرہ سے اپنے رشتہ دار مرزائیوں کو بلایا اور قبر کھودی اور دفن ہوا۔ کچھ مدت کے بعد اس عجب خان کا انتقال ہوگیا۔ اس کے جنازہ اور قبر کا بھی یہی حشر ہوا۔ زیدہ میں ایک بچہ مسلمان بھی اس کے (عجب خان) نزدیک نہیں ہوا۔ دو چار مرزائیوں نے (مل کر) سپرد خاک کر دیا۔

شاید ان دنوں خان عبدالغفور خان صاحب آف زیدہ جو کہ زیدہ کے خوانین کے چیف اور صوبہ سرحد کے لیجسلیٹو اسمبلی (**Legislative Assembly**) کے سپیکر تھے۔ ان کو عجب خان کے موت کی اطلاع ہوئی۔ چونکہ رشتہ دار تھے شام کو کار میں سوار ہوکر پہنچے۔ اڈہ کے پاس لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ جنازہ ہوگیا۔ لوگوں نے کہا کہ دفن کر دیا گیا۔ پھر عبدالغفور

خان پوچھتا ہے کہ جنازہ ہوگیا؟ لوگوں نے کہا دفن کر دیا گیا ہے۔ وہ غصہ سے کہنے لگا کہ میں جنازے کے متعلق پوچھتا ہوں؟ لوگوں نے کہا کہ گاؤں کے لوگ نزدیک بھی نہیں ہوئے۔ شاید کچھ مرزائیوں نے کچھ کیا ہو، تو خان موصوف کہنے لگے کہ اگر یہ بات ہے تو پھر میں کیوں جاؤں؟ تمام لوگوں سے مخالفت مول لوں۔ چنانچہ وہ اسی کار میں واپس چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد اسی خان عبدالغفور صاحب کا انتقال ہوگیا۔ چونکہ بہت بڑا خان تھا اور سیشن جج بھی رہ چکا تھا اور اسمبلی کا سپیکر بھی۔ لوگ بہت بڑی تعداد میں آئے۔ حسب روایت شیر محمد خان ؒ کہ میں نے عبدالرحیم خان کو جو خان عبدالغفور خان کا لڑکا تھا اور اس وقت سیشن جج تھا خط لکھا کہ چونکہ تمہارا بھائی عبدالحمید خان مرزائی ہے۔ اگر وہ اپنے والد کے جنازہ میں شریک ہوگا تو ہم مسلمان شریک نہ ہوں گے۔ اگر وہ شریک نہ ہو نیز اور مرزائی (بھی) تو پھر جنازہ پڑھیں گے۔ چنانچہ عبدالرحیم خان نے لکھا کہ عبدالحمید وغیرہ نہیں ہوں گے۔ چنانچہ جب جنازہ رکھا گیا تو شیر محمد خان ؒ اور خان موصوف مرحوم کا چھوٹا لڑکا عبدالرؤف خان صفوں میں پھرے اور لوگوں سے کہا اگر کوئی مرزائی ہو تو اس کو نکال دو۔ چنانچہ چند ایک مرزائی ایک طرف نکل کر بیٹھ گئے اور مسلمانوں نے نماز جنازہ ادا کیا۔ اسی جنازہ میں نواب ہوتی نواب محمد اکبر خان ؒ بھی موجود تھے۔ اس نے خان مرحوم کے بیٹے عبدالحمید مرزائی کو بہت برا بھلا کہا۔ تیسرے روز عبدالحمید خان نے اپنے حجرے میں جب کہ لوگ تیسرے روز فاتحہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ مرزائیت سے بیزاری کا اعلان کیا۔

مگر وہ اعلان بھی مصنوعی اور دھوکا تھا مگر بہرحال یہ تمام معرکہ سر کرنے اور لوگوں میں مرزائیت کی حقیقت آشکارا کرنے اور مسلمانوں کے ایمانوں کو محفوظ کرنے کا سہرا بھی انہی مجاہد کبیر مولانا مرحوم کے سر ہے۔ تھوڑا عرصہ پہلے عبدالسلام مرزائی جو کہ عبدالحمید خان کا بیٹا ہے جو کہ ہزارہ ڈی۔سی رہ چکا ہے اور جس نے مولانا مرحوم پر ہزارہ میں کئی مقدمات بنا رکھے تھے۔ ان کی بیوی کا انتقال ہوگیا تھا اور جو اسی شیر محمد خان کی چچازاد بہن تھی، کے جنازے کا بھی یہی حشر ہوا۔ (کوئی مسلمان نزدیک نہیں گیا) زیدہ کے واقعات کے بعد مولانا مرحوم نے ٹوپی نیز اسماعیلیہ میں بڑے زوردار جلسے کئے اور مرزائیوں کی اچھی طرح خبر لی جس کی وجہ سے عوام کے بچے بچے کے دل میں مرزائیت سے نفرت پیدا ہوگئی۔ (بحوالہ خط مولانا عبدالحنان صاحب جہانگیرہ فاضل دیوبند) یہ اصل خط احقر (سید منظور احمد آسی) کے پاس محفوظ ہے۔

ایک اور واقعہ

ضلع مانسہرہ کا ایک بڑا معتبر خان مرزائی ہوگیا تھا اور معزز خوانین کے ہاں اس کی شادی ہوئی تھی۔ مولانا کو کسی معتبر ذریعہ سے پتہ چلا کہ اس خان کی بیوی ابھی تک مسلمان ہے۔ اس نے عقیدہ نہیں بدلا۔ مولانا کچھ علماء کو لے کر اس عورت کے بھائی سے ملے جو کہ مسلمان تھا اور اسے متوجہ کیا کہ اپنی بہن کو کسی طرح اپنے پاس بلالو۔ ورنہ اس بدکاری میں تم بھی شریک ہوگے۔ مگر اس نے کوئی توجہ نہ دی اور باتوں مین ٹال دیا۔ مولانا نے مانسہرہ میں ایک عظیم الشان جلسہ کیا اور مرزائیت کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے اس خان کا نام لے کر فرمایا کہ مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ فلاں خان کی بیوی ابھی تک مسلمان ہے۔ وہ مرزائی ہوکر مرتد نہیں ہوئی۔ میں اس خاتون سے کہتا ہوں کہ خدارا اس جہنم کی زندگی سے کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو نکالے۔ اس کا مرزائی کے گھر رہنا بالکل حرام ہے اور اگر وہ نہیں نکلتی تو مولانا نے بڑے زوردار لہجے میں فرمایا کہ ہے کوئی مسلمان جو اس کو اٹھا کر لے جائے میں اس کا نکاح اس مسلمان کے ساتھ خود پڑھاؤں گا۔ مولانا ایسے برسے کہ کسی کو دم مارنے کی ہمت نہ ہوئی اور زندگی بھر ان خوانین سے ختم نبوت کی بنیاد پر لڑتے رہے اور انہیں سیاسی میدان میں بھی مسلمانوں کی نمائیدگی موقعہ نہیں دیا۔ وہ ہمیشہ ناکام رہے اور مولانا کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور حمایت مولانا کے ساتھ تھی یہ کچھ نہ کرسکے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا کا کردار

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اس تحریک کے ابتدائی معاملات طے کرنے، علماء کرام، اولیاء عظام اور سیاسی زعماء کو دعوت دے کر انہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے، ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر سوچنے اور ملکی صورتحال کو پیش نظر رکھ کر پالیسی طے کرنے کی ذمہ داری مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد تھی۔ انہوں نے ہی دعوت نامے بھیج کر ان حضرات کو بلایا۔

رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فسادات پنجاب کے ص ۸۰ پر ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خان کی تقریر کراچی نے واقعات کی رفتار کو تیز کردیا اور احراریوں نے اس موقع سے جس کا وہ مدت سے انتظار کررہے تھے انتہائی فائدہ اٹھایا۔ ۳ر جولائی ۱۹۵۲ء کے زمیندار میں ایک اشتہار شائع ہوا کہ ۱۳ر جولائی کو برکت علی ہال میں تمام جماعتوں کی ایک کنونشن منعقد ہوگی جس میں علماء، خطیب، پیر، سجادہ نشین اور مختلف سیاسی پارٹیوں کے لیڈر اور کارکن شامل ہوں تا کہ

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ابتدائی لائحہ عمل تیار کیا جائے۔اس جلسے کا دعوت نامہ فرد شہادت ڈی.ای ۴۸،غلام غوث ہزاروی ؒ نے جاری کیا۔

پھر مجلس عمل بنی۔مطالبات طے ہوئے اور ان کے تسلیم نہ ہونے کی صورت میں سول نافرمانی کر کے جیل جانے کا فیصلہ ہوا۔مجلس عمل نے اپنے مطالبات پیش کئے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور سر ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ سے الگ کیا جائے وغیرہ! مگر حکومت نے مطالبات کو تسلیم کرنے کی بجائے مرکزی قائدین کو کراچی میں گرفتار کر لیا۔جس کے ردعمل میں تحریک چل پڑی۔تحریک سے پہلے احرار رہنماؤں نے اس مسئلہ کے لئے اتنا کام کیا تھا اور اس قدر احساس دلایا تھا کہ بس اشارہ کی دیر تھی۔ملک کے کونے کونے سے علماء کرام،صوفیاء عظام،ارباب خانقاہ،طلبا وعوام میدان عمل میں آ گئے۔مگر تحریک کا اصل میدان پنجاب خصوصاً لاہور تھا۔تحفظ ختم نبوت کے لئے لاہور والوں کی قربانیاں تاریخ کا ایک سنہرا اور ناقابل فراموش باب ہے۔مولانا ہزاروی ؒ کے سپرد صوبہ سرحد خصوصاً ضلع ہزارہ تھا۔اس سلسلہ میں انہوں نے اس وقت کے وزیر اعلیٰ خان عبدالقیوم خان مرحوم سے بات کر کے تحریک کا ہمنوا بنالیا تھا اور اس نے حامی بھری تھی کہ وہ کسی قسم کی رکاوٹ نہیں کھڑی کرے گا۔مگر جب تحریک زور سے چل پڑی اور ہزاروں علماء،صلحاء،طلباء اور دیندار مسلمان میدان عمل میں آ گئے تو مرکزی حکومت کے کہنے پر عبدالقیوم خان نے اپنے قول وقرار کی خلاف ورزی کرتے ہوئے رکاوٹ پیدا کر کے تحریک کو صوبہ سرحد میں کمزور کر دیا۔اس دوران مولانا ہزاروی ؒ کو کسی باوثوق ذریعہ سے مولانا محمد علی جالندھری ؒ کا پیغام ملا کہ لاہور کے حالات سخت ہوتے جارہے ہیں۔آپ بہت جلد وہاں پہنچ کر تحریک کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لیں تاکہ تحریک ناکامی کا شکار نہ ہونے پائے۔آپ گرفتاری نہ دیں۔ورنہ پیچھے رہ کر کوئی کام کرنے والا نہ ہوگا۔آپ ہی نے پیچھے رہ کر کام کرنا ہے۔ یہ پیغام سن کر آپ لاہور پہنچ گئے اور تحریک کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی۔گرفتاری کے لئے پروگرام کے ساتھ دستے بھیجتے رہے۔مولانا عبدالستار خان نیازی ؒ آپ کے مستقل معاون رہے۔حکومت نے جب دیکھا کہ حالات کنٹرول سے باہر ہو رہے ہیں تو لاہور میں مارشل لاء نافذ کر کے اسے فوج کے حوالے کر دیا۔جنرل اعظم مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر ہوا۔مگر اس کے باوجود تحریک پروگرام کے ساتھ جاری رہی اور منظم طریقہ سے چلتی رہی۔ارباب مارشل لاء نے معلوم کیا کہ یہ تحریک ایسے منظم اور مخفی طریقہ سے کون چلا رہا ہے انہیں معلوم ہوا کہ یہ سارا نظام مولانا ہزاروی ؒ کے ہاتھ میں ہے اور وہ کسی غیر معروف جگہ میں روپوش ہیں کہ پتہ تک نہیں چلتا۔

فوجی حکام نے اعلان کر دیا کہ جو مولانا ہزاروی ؒ کو گرفتار کرنے میں مدد دے گا تو اسے انعام دیا جائے گا۔ اس پر بھی کامیابی نہ ہوئی تو فیصلہ ہوا کہ جہاں ملیں انہیں گولی سے اڑا دیا جائے گا۔ مولانا ایسے حالات میں جب باہر گولیاں برس رہی تھیں، فوجی جس کو چاہتے برسٹ مار کر ختم کر دیتے اور جس کو چاہتے جیل بھیج دیتے۔ اپنے تدبر اور عزم وحوصلہ سے تحریک کے کام کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ آپ کا لباس بہت سادہ تھا۔ پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ یہ بھی کوئی لیڈر ہے۔ اس وقت لاہور میں آپ کا ایک داماد محمد یوسف خان ؒ اپنی بیوی کے ہمراہ رہتا تھا۔ وہ اس وقت بالکل غیر معروف آدمی تھا اور کسی جگہ ملازم تھا۔ مولانا اکثر ان کے گھر میں رہتے اور ہدایات لکھ کر یوسف خان کے ذریعے ذمہ دار لوگوں تک پہنچاتے۔

ختم نبوت کا یہ مجاہد مولانا کی ہدایات اور خطوط لے کر ایک پرانے سے تھیلے میں ڈال لیتا اور سائیکل پر سوار ہو کر فوجیوں کی گاڑیوں کے سامنے سے گزر کر متعلقہ لوگوں تک پہنچا آتا اور کسی کو شک تک نہ گزرتا۔ مارشل لاء دور میں یہ ڈیوٹی جان پر کھیل کر یوسف خان ؒ ہی ادا کرتا رہا۔ مولانا کبھی بیڈن روڈ پر حضرت سیفی صاحب ؒ کے ہاں تشریف لے جاتے کبھی حضرت لاہوری ؒ کے ہاں پہنچ جاتے۔ اس طرح رات دن جگہ بدلتے رہتے۔ جب مارشل لاء کی سختی عروج پر پہنچ گئی اور آپ کی گرفتاری کے لئے جگہ جگہ چھاپے پڑنے لگے تو آپ نے گرفتاری دینے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ خیال آیا اگر اس طرح گولی سے مارا گیا تو بزدلی تصور ہوگی۔ آپ گرفتاری کے ارادہ سے آ رہے تھے کہ مولانا حمید اللہ ؒ حضرت لاہوری ؒ کے خلف الرشد راستہ میں ملے اور گرفتاری کی مخالفت کی اور آپ کو کار میں بٹھا کر لاہور سے کئی میل باہر لے گئے اور وہاں چھوڑ آئے۔ چند دنوں کے بعد آپ پھر لاہور آ گئے اور پھر گرفتاری دینے کا فیصلہ کیا۔ مگر اس بار بھی حمید اللہ ؒ کو پتہ چلا اور وہ آ کر راستہ سے آپ کو کار میں بٹھا کر لاہور سے تقریباً بارہ میل دور چھوڑ آئے اور فرمایا گرفتاری نہیں دینی۔ (اس میں کیا حکمت تھی، کبھی پھر عرض کروں گا۔ انشاء اللہ!) کچھ دنوں کے بعد پھر لاہور آئے اور مولانا داؤد غزنوی ؒ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اب کسی اشتعال کی ضرورت نہیں ہے۔ لوگوں پر مارشل لاء کا اثر پڑا ہوا ہے۔ آپ لاہور سے باہر چلے جائیں اور گرفتاری نہ دیں۔ آپ نے لاہور سے باہر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر مارشل لاء کے دوران لاہور سے باہر جانا بے حد مشکل تھا۔ سب راستوں پر فوجی چوکیاں تھیں۔ آنے جانے والوں کو وہ پوری طرح چیک کرتے۔ پھر پاس بنا کر دیتے۔ لاہور جانے کی وجہ دریافت کرتے۔ واپسی کا وقت پوچھتے اور اسے ایک کارڈ حوالے کرتے۔ واپسی پر وہ کارڈ چیک پوسٹ والوں کے

حوالے کر کے جانا پڑتا۔ اس کارروائی کا مقصد یہ تھا کہ لوگ تحریک میں قربانی دینے کے لئے نہ آ سکیں اور مطلوبہ لوگوں کو پکڑا جا سکے۔ مولانا کے لئے یہ مرحلہ بڑا مشکل تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا بندوبست بھی فرمالیا۔ مولانا خداداد مرحوم جو مولانا کے ہم زلف تھے اور شیخوپورہ چک نمبر۱۶ میں زمین خرید کر آباد ہو گئے تھے اور یوسف خان کے والد ماجد تھے۔ انہوں نے بڑی زبردست قربانی اور بے مثال جرأت کا مظاہرہ کیا۔ وہ مولانا کی بچی اور اپنی بہو کو لے کر شیخوپورہ چک نمبر۱۶ لے گئے۔ پندرہ، بیس دن آپ وہاں ٹھہرے رہے۔ مگر یہاں سب سہولتوں کے باوجود یہ پریشانی تھی کہ ملک کی صورتحال صحیح طور سے نہیں معلوم ہو سکتی تھی۔ آپ نے مولانا خداداد مرحوم سے فرمایا کہ مجھے اس طرح بحفاظت میرے شیخ و مرشد کے پاس خانقاہ سراجیہ کندیاں پہنچا دیں۔ انہوں نے پھر جان پر کھیل کر یہ ڈیوٹی سرانجام دی اور بحفاظت مولانا کو برقع پہنا کر خانقاہ سراجیہ پہنچا دیا۔ یہاں سے آپ کو حضرت نے اپنے خاص مرید کے پاس بھلوال بھیج دیا۔ جہاں ان کے پاس بستی سے باہر وسیع زمین تھی اور اس میں ان کی آبادی تھی۔ اس طرح آپ سات ماہ تک ان کے پاس بڑی آزادی سے رہے۔ آپ کے پاس پابندی سے اخبارات پہنچائے جاتے اور آپ ان کی روشنی میں مرکزی قائدین تک اپنے خیالات کو پہنچاتے رہتے۔ ۱۹۵۳ء تحریک ختم نبوت میں وہ جرح درج ہے جو آپ نے سر ظفر اللہ خان پر جرح کرنے کے لئے لکھ کر بھیجی تھی۔ آپ کی سلامتی اور حفاظت کے بارہ میں دو واقعات بیان کرنے مناسب ہوں گے۔ ایک بار خود میرے (سید امین گیلانی ﷫) استفسار پر مولانا نے فرمایا:

کہ میں لاہور میں جہاں مقیم تھا وہاں پولیس کی چوکی قریب ہی تھی اور پولیس والے آتے جاتے تھے۔ مارشل لاء حکام کا تشدد زوروں پر تھا۔ ایک دن مجھے کچھ پریشانی سی لاحق ہوئی اسی حالت میں میری نیم سی آنکھ لگ گئی اور میں بین النوم والیقظہ دیکھتا ہوں کہ رسول اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں اور میری پیشانی پر اپنا دست مبارک رکھ کر ارشاد فرماتے ہیں: غلام غوث فکر نہ کرو۔ تم نے جو کچھ کیا ہے محض ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ تیری ضرور حفاظت فرمائے گا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا اور حضور انور ﷺ کی زیارت سے دل مسرت سے بھر گیا۔ پھر مجھے کسی حال میں بھی پریشانی نہیں لاحق ہوئی۔

دوسرا واقعہ آپ کے مرشد قطب وقت حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب ﷫ خانقاہ سراجیہ کا ہے کہ آپ نے آسمان کی طرف دیکھا، آنکھیں بند کیں اور قلب پر نظر جما کر (یعنی مراقبہ کر کے) ارشاد فرمایا کہ میں مولانا غلام غوث ﷫ کو اپنی تحویل میں لیتا ہوں۔ انشاء اللہ! دشمن

انشاء اللہ ان کا بال بھی بیکا نہ کرسکے گا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا نے نہایت ہمت، تندہی، جانفشانی سے اس کی قیادت کی۔ جبکہ دیگر راہنما پہلے ہی گرفتار ہوچکے تھے۔ اس وقت کی حکومت نے مولانا کی گرفتاری کے لئے دس ہزار روپیہ انعام مقرر کیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے دوران ہی مولانا کے بارے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ مولانا جہاں ملیں گولی مار دی جائے۔ اس مجلس میں مشہور مسلم لیگی راہنما جناب سردار بہادر خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (صدر پاکستان محمد ایوب خان رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی) بھی شریک تھے۔ سردار بہادر خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر کہا: ''مولانا کی حفاظت کریں۔ انہیں کہیں روپوش کردیں یا ملک سے باہر بھیج دیں۔ ان کی جان کو خطرہ ہے۔'' چنانچہ مولانا خفیہ طور پر تحریک کی قیادت کرتے رہے اور خداوند قدوس نے مولانا کی حفاظت کی۔ لیکن گولی مروانے والوں کو خدا نے قاہرہ کے قریب ہوائی حادثے میں جلا کر بھسم کردیا اور وہ اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

تحریک ختم نبوت ختم ہوئی تو اب مولانا کے ظاہر ہونے کا مرحلہ تھا۔ ادھر ان کو گرفتار کرکے گولی مار دینے پر انعام مقرر تھا۔ چنانچہ خانقاہ سراجیہ آئے۔ حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے مشورے میں طے پایا کہ جمعہ کے دن علی الاعلان اجتماع عام میں جاکر تقریر کریں تاکہ عام وخاص کو پتا چل جائے کہ مولانا ابھی زندہ سلامت ہیں۔ اس حالت میں گرفتاری ہوئی تو پولیس کو گولی مارنے کی جرأت نہ ہوگی۔ ادھر پولیس والوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ مولانا کا انتقال ہوگیا ہے۔ اس پر ایبٹ آباد و ہزارہ کے لوگ آپ کے لئے غائبانہ دعائیں، ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی وخیراتیں کرچکے تھے۔ چنانچہ آپ کو رفقاء کی معیت میں ایبٹ آباد بھیجا گیا۔ جمعہ کے وقت الیاسی مسجد ایبٹ آباد میں مولانا محمد اسحاق ایبٹ آبادی رحمۃ اللہ علیہ خطبہ دے رہے تھے تو یک دم ان کی مولانا پر نظر پڑی۔ برجستہ کہا: ''لوگو! تم نے یہ تو سن رکھا ہوگا کہ جنات ایک مخلوق ہے، مگر آج تک کسی جن کو دیکھا نہیں ہوگا۔ لو آج تمہیں سامنے ایک جن دکھاتا ہوں جو مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا روپ دھارے ہوئے ہے۔ اس لئے کہ ہماری اطلاع کے مطابق تو مولانا کا انتقال ہوگیا ہے۔'' اس پر لوگوں نے پیچھے پلٹ کر مولانا کو دیکھا۔ ہزاروں کے اجتماع نے پرجوش استقبال کیا۔ آپ نے خطاب فرمایا۔ جمعہ کا خطبہ دیا۔ پولیس وحکومت کی سازش ناکام ہوگئی۔ مولانا کی جان لینے کے درپے دشمن نامراد ہوگئے اور مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیت، قادیانیت نواز لوگوں کا احتساب پھر سے نئے ولولے کے ساتھ شروع کردیا۔

مولانا ہزاروی ﷫ ایک دفعہ جنرل محمد ایوب خان سے ملنے گئے۔ مشہور احرار راہنما شیخ حسام الدین مرحوم بھی مولانا کے ساتھ تھے۔ بات چیت کے دوران ایوب خان نے کہا: ''مولانا! جہاں تک میں اسلام کو سمجھا ہوں، وہ تو اس طرح ہے۔'' مولانا ہزاروی ﷫ نے فرمایا: ''ہاں خان صاحب! کرسٹائن کیلر کے ساتھ ننگا غسل کرنے والے جو اسلام کو سمجھے۔ بھلا ہم کب اس طرح سمجھ سکتے ہیں؟'' ایوب خان نہایت شرمندہ ہوئے۔

گھر سے آخری سفر

آپ کو انتقال سے چند دن قبل ربوہ (چناب نگر) ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے درخواست کی۔ تشریف لائے، جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن چناب نگر پر ہزاروں کے اجتماع سے خطاب کیا۔ رات کو چنیوٹ ختم نبوت کانفرنس میں تقریر کرنا تھی۔ سردی کا موسم تھا۔ دسمبر کے آخری دنوں یہ کانفرنس ہونی تھی۔ کمزوری کے باعث اپنی قیام گاہ پر رہے۔ تشریف نہ لاسکے۔ مولانا محمد شریف جالندھری ﷫، مولانا تاج محمود مرحوم دونوں حضرات کانفرنس کے منتظمین تھے۔ ملنے کے لئے قیام گاہ پر گئے۔ ان حضرات کو دیکھ کر اٹھ بیٹھے۔ فرمایا: آپ کے حکم پر ربوہ (چناب نگر) جمعہ پر تقریر کے لئے اس لئے حاضر ہوا کہ:

۱...... آخری عوامی تقریر ختم نبوت پر ہو۔

۲...... آپ کے کام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ آگے چل کر (عالم برزخ کی طرف اشارہ) بزرگوں کو آنکھوں دیکھی رپورٹ دوں گا۔

۳...... دوستوں سے ملاقات ہو جائے گی۔ کہا سنا معاف کرا لوں گا۔

میرے اللہ کی شان بے نیازی کہ مولانا کا گھر سے یہ آخری سفر تھا۔ واپس پہنچے تو آپ کا انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

مقبولیت عنداللہ کی دلیل

انتقال کے وقت چالیس روپے کے مقروض تھے۔ جس مکان میں انتقال ہوا، بارش کے وقت اس کی چھت ٹپک رہی تھی۔ بجلی بارش کے باعث چلی گئی۔ گھپ اندھیرے میں آپ کا چہرہ مرکری بلب کی طرح روشن تھا۔ یہ ان کی مقبولیت عنداللہ کی دلیل ہے۔ جن لوگوں نے آپ کی زندگی میں اس فقیر بے نوا پر زبان طعن بلند کی۔ ان کو خداوند کریم سے اپنے خاتمہ بالخیر کی دعا کرنی چاہئے۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قومی اسمبلی میں وکیل ختم نبوت کے فرائض سرانجام دیئے۔لاہوری وقادیانی مرزائیوں کے محضرنامے کا جواب لکھ کر قومی اسمبلی میں پڑھا۔

۱...... حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چنیوٹ کانفرنس رکھی۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ سمیت اپنے تمام ہم عصر احباب کو بلاتکلف کہہ دیا کہ کانفرنس میں بسترہ ہمراہ لائیں۔کانفرنس پنجاب میں تھی اور مولانا غلام غوث ؒ نے سندھ سے تشریف لاتا تھا۔ان کا سندھ میں دس پندرہ روزہ تبلیغی دورہ تھا۔پورے دورہ میں ایک کانفرنس کے لئے بستر ہمراہ رکھنا مشکل تھا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ بغیر بستر کے تشریف لائے۔ مولانا محمد علی جالندھری ؒ کے ہمراہ کھانا کھایا۔رات کو تقریر کی۔صبح کی ٹرین سے واپس جانا تھا۔ مولانا محمد علی جالندھری ؒ مطمئن کہ میرے کہنے کے مطابق مولانا ہزاروی ؒ بستر ضرور ہمراہ لائے ہوں گے۔اس لئے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔حضرت ہزاروی ؒ نے دل میں خیال کیا کہ مولانا جالندھری ؒ کا حکم تھا کہ بستر ساتھ لائیں۔اب اگر بسترہ ہمراہ نہیں لایا تو قصور میرا ہے۔اس لئے مولانا جالندھری ؒ کو تکلیف کیوں دوں؟ کانفرنس سے فارغ ہوئے۔پنڈال کے قریب کسی مسجد میں جا کر ایک لوئی میں سردی کی رات گزار دی۔صبح راز منکشف ہوا تو مولانا جالندھری ؒ نے افسوس کا اظہار کیا اور کہا آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ بسترہ ہمراہ نہیں لا سکا۔ حضرت ہزاروی ؒ نے کہا کہ حضرت آپ میرے بھائی بھی ہیں اور مخدوم بھی۔اگر میں اس کام میں آپ کا ہاتھ نہیں بٹا سکتا تو تکلیف کا سبب بھی نہیں بننا چاہتا۔رات گزارنی تھی سو گزر گئی۔(ہائے ایسی اعلیٰ سیرت کے انسان کہاں سے لائیں؟)

۲...... مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے جناب غلام نبی یا مجلس چنیوٹ کے چوہدری ظہور احمد میں سے کسی ایک نے بتایا کہ ہم لاہور دفتر گئے۔مولانا ہزاروی ؒ دفتر میں اکیلے تھے۔سردی کی رات تھی۔ہم نے آرام کرنا تھا۔حضرت نے ہمیں بسترہ عنایت کیا۔ہم سو گئے۔صبح اٹھے تو معلوم ہوا کہ ایک بسترہ تھا۔جو حضرت نے ہمیں دے دیا۔آپ نے ساری رات دسمبر کی سردی ایک لوئی میں گزارا کیا۔واقعہ سناتے وقت ان کے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کہ اگر اکابر اپنے رضا کاروں پر اس طرح شفقت ومحبت فرماتے تھے۔تو رضا کار بھی ان کے چشم وابرو کے اشارے پر جان دینے کو فخر محسوس کرتے تھے۔

۳...... ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس ختم نبوت میں تمام رضا کار راہنما گرفتار کر لئے گئے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ نے جماعت کے رہنماؤں و رضا کاروں کو جن کے گھر کے حالات معاشی طور پر نادرست تھے اور گھر کے افراد کی کفالت ان پر تھی ان کے نام وظیفہ قوت لا یموت جاری کر دیا۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ کے گھر کا پتہ دفتری احباب کو معلوم نہ تھا۔ اس لئے حضرت مولانا ہزاروی ؒ کے گھر ایک پیسہ نہ جا سکا۔ تحریک کے ختم ہو جانے پر حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ نے مولانا ہزاروی ؒ کو کچھ وظیفہ دینا چاہا۔ مولانا ہزاروی ؒ نے مسکرا کر اپنے روایتی انداز میں کہا کہ حضرت اگر ہر ماہ بماہ رقم پہنچتی رہتی تو بھی گزارہ ہوتا رہتا۔ اگر نہیں پہنچی تو بھی گزر ہو گیا ہوگا۔ یہ رقم میری طرف سے جماعت کے خزانہ میں جمع کرادی جائے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ زندگی بھر اس واقعہ کا ذکر کر کے حضرت مولانا ہزاروی ؒ کی بہت تعریف کیا کرتے تھے کہ ان جیسے درویش منش انسان اس قحط الرجال کے دور میں خال خال نظر آتے ہیں۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ نے بھی ساری زندگی جماعت سے تنخواہ نہیں لی۔

۴...... حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی ؒ خطیب پاکستان، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ کی تعزیت کے لئے تشریف لے گئے تو واپسی پر حالات سناتے ہوئے آبدیدہ ہو کر بتایا کہ حضرت مولانا مرحوم کو بدھ کے روز تہجد کے وقت دل کا دورہ پڑا۔ ذکر الٰہی کرتے رہے۔ جب تکلیف بڑھنے لگی تو گھر والی کو بلا کر فرمایا کہ آپ نے میرے ساتھ زندگی بسر کی۔ میری عسر و یسر کی آپ ساتھی ہیں۔ میری زندگی فقر و فاقہ اور جیل میں گزری۔ میں آپ کے حقوق کما حقہ ادا نہ کر سکا۔ میرا آخری وقت ہے۔ زندگی کا کہنا سنا معاف کر دیں۔ اپنی بچیوں کو بلا کر فرمایا کہ میری وصیت یاد رکھیں۔ دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں۔ وصیت و نصیحت کی۔ بچیوں نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ڈاکٹروں کو بلالیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ سب سے بڑے حکیم ہیں۔ میں اپنے آپ کو اس ذات باری کے سپرد کرتا ہوں۔ آپ بھی مجھے اس کے سپرد کر دیں۔ چھوٹے بھائی کو بلا کر فرمایا کہ میں فلاں آدمی کا چالیس روپے کا مقروض ہوں۔ میری طرف سے ادا کر دیں۔ یہ کہہ کر پہلو بدلا۔ ذکر الٰہی اور کلمہ کا ورد شروع کیا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون!

۵...... حضرت مولانا سیف اللہ خطیب اسلام آباد بڑی کوشش کے باوجود جنازہ میں شریک نہ ہوسکے۔ جب پہنچے تو اندھیرا ہو چکا تھا۔ بتی دروشنی کا انتظام نہ تھا۔ ایک ''ڈھارے'' کے نیچے مولانا کا جنازہ رکھا تھا۔ حضرت مولانا سیف اللہ نے منت سماجت کی مجھے چہرہ ضرور دکھایا جائے۔ احباب نے کہا کہ سارا دن لوگ زیارت کرتے رہے ہیں۔ اب جنازہ ہوگیا ہے۔ اندھیرا ہے۔ معاف کریں۔ مگر مولانا کے مسلسل اصرار ومحبت پر وہ مان گئے۔ حضرت مولانا مرحوم کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا گیا۔ مولانا کہتے ہیں کہ و اللہ العظیم! اندھیرے میں حضرت مولانا مرحوم کا چہرہ روشن ستارے کی مانند چمک رہا تھا۔ مجھے روشنی کرانے کی ضرورت نہ رہی۔ میرے دل میں آیا کہ اللہ رب العزت قبر میں جانے سے پہلے حضرت مولانا مرحوم کی ولایت کو ہم پر ظاہر فرما رہے ہیں۔ جسے حضرت مولانا مرحوم زندگی بھر چھپائے رکھے تھے۔

۶...... حضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ شاہ خطیب جھنگ حضرت مولانا مرحوم کی تعزیت کے لئے گئے۔ قبر پر دیر تک زاروقطار روتے رہے۔ احباب جمع ہوئے اور اپنے اپنے انداز میں حضرت مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا۔ شاہ صاحب نے کہا کہ میرے نزدیک حضرت مرحوم کلیم ابوذری رضی اللہ عنہ کے اس دور میں صحیح وارث تھے۔ رحمت عالم دو عالم ﷺ نے بھی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آپ اس دنیا سے اکیلے جائیں گے۔ حضرت مرحوم کے جنازہ پر بھی بارش نے برس برس کر لوگوں کو بہت روکا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا غلام جنازہ میں بھی اپنے آقا کی سنت کو پورا کر کے صحیح وارث کا حق ادا کر جائے۔ اس کے باوجود بھی ہزاروں افراد شریک ہوئے۔

۷...... حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اس دور میں اکابر کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ ان کے صحیح نمائندہ اور جانشین تھے۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۰ء کو ربوہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے جلسہ پر تشریف لائے مجلس کے کام پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ دوران تقریر تحسین فرمائی۔ حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ اور راقم کا نام لے کر مسند افتخار سے سرفراز فرمایا۔ شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کے وجود مسعود کو مجلس کے لئے نعمت خداوندی قرار دیا۔ بھرپور مسرت خوشی وانبساط کا مظاہرہ کیا۔ مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ ناظم تبلیغ مجلس تحفظ ختم نبوت نے فرمایا کہ حضرت آپ نے بڑی تکلیف فرمائی۔ بیماری کے باوجود ہماری سرپرستی فرمائی۔

پوری جماعت آپ کی شکر گزار ہے۔ جواباً حضرت مرحوم نے فرمایا نہیں مولانا! میرا فرض تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ زندگی کا اعتبار نہیں۔ ربوہ جاؤں گا اس شہر میں بیان ہو جائے گا۔ احباب سے علماء سے ملاقات ہو جائے گی۔ کہا سنا معاف کرالوں گا۔ اب اگلا سفر (سفر آخرت) ہونے والا ہے تو حضرات مرحومین اکابر کو جا کر آپ کے کام کی رپورٹ بھی پیش کروں گا کہ آپ نے اپنے جانشین مجلس تحفظ ختم نبوت کے خدام کو جہاں چھوڑ آئے تھے۔ ان کا ہر قدم اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے اور وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو رہے ہیں اور قابل فخر کارنامے سرانجام دے رہے ہیں جو انشاء اللہ قیامت کے دن رحمت ﷺ کی خوشنودی کا سبب بنیں گے۔ ان تحسین کے کلمات کو سن کر حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ آبدیدہ ہو گئے۔ حضرت مرحوم نے فرمایا مولانا آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ختم نبوت کا کام بہت اونچا کام ہے۔ اتنا اونچا کام ہے جس کا اس دنیا والے نہ اندازہ لگا سکتے ہیں اور نہ تصور کر سکتے ہیں۔

۸...... ربوہ ختم نبوت کانفرنس مسجد محمدیہ سے فارغ ہو کر آپ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے دوسرے بڑے مرکز مسلم کالونی تشریف لائے۔ زیر تعمیر مسجد و مدرسہ کو دیکھا۔ مسرت کا اظہار فرما کر مولانا حافظ محمد حنیف ندیم پوری رحمہ اللہ سے پوچھا کہ حضرت مولانا محمد حیات مرحوم کہاں بیٹھتے تھے۔ وہ جگہ دکھائی گئی۔ دیر تک دیکھتے رہے۔ پھر ٹھنڈا سانس لے کر فرمایا کہ اچھا اب ان سے بھی عنقریب ملاقات ہونے والی ہے۔ (اشارہ تھا کہ اب میری بھی دار فانی کو تیاری ہے)

۹...... وفات سے قبل کا جمعہ راولپنڈی میں پڑھایا۔ فرمایا کہ خیال تھا کہ مولانا ریاض احمد اشرفی رحمہ اللہ میری تعزیت کو تشریف لائیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی کہ میں ان کی تعزیت کے لئے حاضر ہوا ہوں (ان کا بھی حال ہی میں انتقال ہوا وہ بھی بھوسہ منڈی راولپنڈی میں مولانا ہزاروی رحمہ اللہ کی مسجد کے خطیب تھے) یہ میری زندگی کا آخری جمعہ ہے۔ کہا سنا معاف کر دینا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس جمعہ کے بعد پھر دوسرا جمعہ نہ آیا اور مولانا ہزاروی رحمہ اللہ ہم سب کو یتیم چھوڑ کر چل دیئے۔ رہے نام اللہ کا!

۱۰...... جناب حافظ محمد حنیف رحمہ اللہ ہی کی روایت کے مطابق گزشتہ سال جب مولانا ہزاروی رحمہ اللہ، مولانا سید صادق حسین شاہ رحمہ اللہ جھنگ کے مدرسے کے سالانہ جلسہ میں تشریف لائے تو انہوں نے حافظ صاحب رحمہ اللہ سے مولانا تاج محمود رحمہ اللہ کی

خیریت دریافت کی اور کہا کہ جب فیصل آباد جاؤ تو مولانا کو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ ہم نے ایک نیک مقصد کے لئے اکٹھا سفر کیا ہے۔ مجھے یاد تو نہیں کہ میں نے کچھ زیادتی کی ہو۔ تاہم مولانا کو کہنا کہ میرے ساتھ جس نے بھی کسی قسم کی زیادتی کی میں نے اسے معاف کر دیا۔ مولانا سے کہیں وہ بھی کہا سنا معاف کر دیں۔ یہی نہیں مولانا آخری دنوں میں عام جلسوں میں بھی یہی فرمایا کرتے تھے کہ میری کسی سے دوستی یا دشمنی اللہ کے لئے تھی۔

ردقادیانیت پر آپ کی تصانیف

۱۹۷۴ء کی مقدس تحریک ختم نبوت میں بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ قومی اسمبلی پاکستان کے معزز رکن تھے۔ قادیانیوں نے قومی اسمبلی میں اپنا محضر نامہ پیش کیا۔ اس کے مقابلے میں آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان نے ''موقف ملت اسلامیہ'' پیش کیا مجلس عمل کی طرف سے امت مسلمہ کے موقف کو پیش کرنے اور اسمبلی میں پڑھنے کی سعادت حق تعالیٰ نے مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود ؒ کو نصیب فرمائی۔ جب کہ قادیانی جماعت کے محضر نامہ کے جواب تیار کرنے، کتاب مرتب کرنے اور اسمبلی میں پڑھنے کی سعادت حق تعالیٰ نے بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ کے مقدر میں لکھی تھی۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ، علامتہ الدھر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ کے شاگرد رشید تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں پڑھانے کا اعزاز بھی آپ نے حاصل کیا۔ تقسیم سے قبل مجلس احرار اسلام ہند کے ممتاز رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد ''کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام'' کی بنیاد رکھنے اور خون جگر سے اس کی آبیاری کرنے والے سرفروش گروہ میں آپ پیش پیش ہیں۔ ایک زمانے میں پاکستان میں آپ علماء حق کے قافلہ کے سرخیل تھے۔ قادیانیت کے خلاف آپ کے گرانقدر کارنامے تاریخ ختم نبوت کا روشن باب ہیں۔ جواب محضر نامہ پر آپ کے علاوہ آپ کے دو گرامی قدر رفقاء مولانا عبدالحکیم ہزاروی ؒ، ایم.این.اے اور مولانا عبدالحق ؒ بلوچستانی ایم.این.اے کے بھی دستخط تھے۔ جواب محضر نامہ حضرت ہزاروی ؒ کی باقیات الصالحات میں سے ہے۔

جسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو احتساب قادیانیت جلد ۱۵ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

(۷۴۷)

غلام فرید چشتی رحمۃ اللہ علیہ (کوٹ مٹھن)، حضرت خواجہ

(پیدائش:۱۸۴۱ء ...... وفات:۱۹۰۱ء)

کوٹ مٹھن کے معروف چشتی بزرگ، عالم، شاعر، صوفی اور باخدا انسان تھے۔ آپ کو حق تعالیٰ نے اپنا اور اپنے محبوب ﷺ کے عشق کا وافر حصہ دیا تھا۔ آپ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ آپ کا خاندان حجاز مقدس سے سندھ ٹھٹھہ، ملتان اور پھر کوٹ مٹھن آ کر آباد ہوئے۔ آپ سرائیکی زبان کے سب سے بڑے صوفی شاعر تھے۔ چشتی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت ابن عربی کے فلسفہ تصوف کے داعی تھے۔ آپ کی مجالس کے ملفوظات قلمبند کرنے کے لئے آپ کے مرید رکن الدین نے کام شروع کیا۔ اوچ شریف کا ایک ملعون قادیانی غلام احمد اختر کے رکن الدین سے تعلقات تھے۔ مرزا قادیانی کی شہ پا کر غلام احمد اختر قادیانی نے رکن الدین کے ہاں آنا جانا شروع کیا۔ کبھی کبھار حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ سے مل کر مرزا قادیانی کی نسبت باتیں بھی سنانی شروع کیں۔ اسی قادیانی مردود نے ایک خط مرزا قادیانی کے نام تیار کر کے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط کرا لئے۔ خط کے جواب میں یکے بعد دیگرے مرزا قادیانی نے خطوط لکھے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خط اور مرزا قادیانی کے خطوط خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں شائع ہو گئے۔ یہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد شائع ہوئے۔ اب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گدی نشین خواجہ محمد بخش نازک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ پڑھے تو انہیں نکالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ہم مرزا قادیانی کو کافر سمجھتے ہیں۔

خواجہ ہوت محمد رحمۃ اللہ علیہ (شیدانی شریف)، حاجی جندوڈہ سیت پوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی حامد شیدانوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء تھے اور نیازمند، سب نے کہا کہ مرزا قادیانی کے جب عقائد سامنے آئے تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ برملا فرماتے تھے کہ مرزا قادیانی کافر ہے۔ حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ''حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ'' اور مرزا قادیانی میں یہ تفصیلات درج ہیں جو احتساب قادیانیت جلد اوّل میں شائع شدہ ہیں۔ خود مرزا قادیانی نے بھی انجام آتھم میں پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مباہلہ کا چیلنج دیا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے کافر دجال کذاب سمجھتے ہیں۔

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کا تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء نمبر میں قاضی محمد غوث منصور رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے مزید تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔

(۷۴۸)

غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش: ۱۸۴۵ء، بھیرہ ...... وفات: ۱۰/اپریل ۱۹۰۹ء، لاہور)

مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ مولانا غلام قادری بھیروی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا غلام محی الدین بگوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احمد الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بھیرہ میں تعلیم حاصل کی۔ پھر دہلی میں مفتی صدرالدین آرزدہ (وفات: ۱۲۸۵ھ) سے تکمیل کی۔ ۱۲۷۳ھ میں لاہور اونچی مسجد بھاٹی گیٹ اور بیگم شاہی مسجد میں خدمات سرانجام دیں۔ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ ردمرزائیت میں پنجاب میں آپ نے یہ فتویٰ جاری فرمایا کہ: ''قادیانیوں کے ساتھ مسلمان مرد یا عورت کا نکاح حرام وناجائز ہے۔'' بعد میں علمائے دین ومفتیان شرع متین نے اس فتویٰ مبارکہ سے استفادہ کرتے ہوئے مرزائیوں سے مناکحت، تزویج کو ناجائز اور ان سے میل جول اور ذبیحہ تک کو حرام قرار دیا۔ مرزا قادیانی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اور حکیم نورالدین نے اس کی تائید کی تو آپ نے حکیم نورالدین کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ آپ کی موجودگی میں اسے کبھی بھیرہ میں داخل ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ کا لاہور میں وصال ہوا۔ بیگم شاہی مسجد میں مدفون ہوئے۔

(۷۴۹)

غلام قادر چشتی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، جناب حکیم

(پیدائش: ۱۹۰۸ء ...... وفات: ۱۹۷۵ء)

حکیم غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ امرتسر کے حکیم فقیر محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ تھے۔ مولانا محمد عالم آسی رحمۃ اللہ علیہ امرتسری کے شاگرد رشید اور خواجہ میاں علی محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ آپ امرتسر سے ''درہ اسلام'' نامی ماہنامہ آریوں اور قادیانیوں کے خلاف شائع کرتے تھے۔ علامہ آسی سے مل کر الفقیہ امرتسر سے شائع کرتے تھے۔ جس میں ردقادیانیت پر بھی کافی مواد ہوتا تھا۔

(۷۵۰)

غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ (مگھیانہ ضلع جھنگ)، مولانا

جھنگ مگھیانہ کے ایک درویش صفت عالم دین، بہادری وحق گوئی میں اپنی مثال آپ۔ ہمیشہ طرّہ والی پگڑی اور عمدہ لباس میں نظر آتے تھے۔ مجلس احرار اسلام کے ساتھ عمر بھر وابستہ رہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر سے گہرے دلی خوشگوار تعلقات تھے۔ جب تک زندہ رہے کبھی ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں شرکت سے ناغہ نہیں کیا۔ بہت ہی نظریاتی انسان تھے۔ بڑے حضرات کے ساتھ رہے۔ انہیں کی روایات کے امین ہوگئے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔

(۷۵۱)

غلام گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (شمس آباد)، مولانا قاضی

(وفات: ۱۳۴۸ھ/۱۹۳۵ء)

مولانا قاضی غلام گیلانی رحمۃ اللہ علیہ شمس ضلع اٹک کے صوفی نادر دین رحمۃ اللہ علیہ کے صاجزادے تھے۔ یہ خاندان حضرت خواجہ گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ جنگ باز رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سرحد میں آئے۔ جو بالاکوٹ کے معرکہ کے بعد تربیلا ضلع ہزارہ موضع نقارچی میں رہ گئے۔ پھر وہاں سے مردان چلے گئے۔ پھر شمس آباد آ کر قیام پذیر ہوئے۔ قاضی غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت جنگ باز رحمۃ اللہ علیہ کے صاجزادہ نادر دین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ۱۲۸۵ھ کو ہوئی۔

آپ نے دینی تعلیم چھچھ کے معروف عالم مولانا سید رسول رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاصل کی۔ تکمیل کے لئے آپ رامپور گئے۔ مولانا منور علی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے دورۂ حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی اور پھر مدرسہ عالیہ رامپور میں پڑھانا شروع کیا۔ حضرت مولانا سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا کرامت علی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب پر بنگال چلے گئے۔ ربع صدی سے زائد عرصہ آپ نے بنگال میں خدمات دینیہ سرانجام دیں۔ پھر واپس اپنے علاقہ شمس آباد ضلع اٹک آگئے۔ آپ نے کئی کتابیں تحریر فرمائیں۔ ان میں سے تین ردقادیانیت پر بھی ہیں۔

۱...... ”تیغ غلام گیلانی بر گردن مرزا قادیانی“

۲...... ”جواب حقانی در رد بنگالی قادیانی“

۳...... ”جواب معقول در رد قادیانی مجھول بطریق المنطق والمعقول“

یہ کتابیں بنگال قیام کے دوران لکھی گئیں۔ وہاں آپ نے قادیانیت کے خلاف معرکہ حق وباطل قائم رکھا۔ اسی طرح علاقہ چھچھ میں ۱۹۲۴ء میں ایک بدبخت قادیانی ہوگیا تھا۔ حضرت قاضی غلام گیلانی صاحب ؒ نے چھچھ کے علماء کے ساتھ مل کر اس پر ارتداد کا حکم لگایا۔ وطن سے بدر کیا۔ چنانچہ ایران میں اس کی موت ہوئی۔

حضرت مولانا قاضی غلام گیلانی صاحب ؒ، حضرت خواجہ محمد سراج الدین ؒ موسیٰ زئی شریف والوں سے مجاز تھے۔ مولانا حسین علی ؒ واں بھچراں والوں کے پیر بھائی تھے۔ مولانا حسین علی ؒ جب چھچھ کے دورہ پر آتے تو شمس آباد میں قاضی غلام گیلانی ؒ کے ہاں قیام کرتے۔ یوں خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے بانی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان ؒ (م:۱۹۴۱ء) کے آپ ہم عصر اور پیر بھائی بھی ہوئے۔ مولانا اپنی تصانیف میں جگہ جگہ مولانا احمد رضا خان ؒ کا بہت احترام سے نام لکھتے ہیں۔ اس زمانہ میں دیوبندی، بریلی تنازعہ نے موجودہ صورت اختیار نہ کی تھی۔ علمی اختلاف تھا اور بس!

آپ کے رد قادیانیت پر رسائل کی تعداد تین ہے۔ ان میں سے دو رسائل احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں شامل اشاعت ہیں:

۱...... ”تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی“ سب سے پہلا ایڈیشن مطبع اہل سنت بریلی انڈیا سے شائع ہوا۔ بڑے سائز کے ایک سو بیالیس صفحات پر مشتمل تھا۔ اس کا ہمیں فوٹو حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی ؒ نے ارسال فرمایا تھا۔ اندازہ ہے کہ اس کتاب کو چھپے سو سال کا عرصہ بیت گیا۔ اب قریباً ایک صدی بعد اسے دوبارہ شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔ فلحمد للہ!

۲...... ”جواب حقانی دررد بنگالی قادیانی“ یہ بھی قاضی غلام گیلانی ؒ کی تالیف لطیف ہے۔ پہلے ایڈیشن کے ۱۱۸ صفحات تھے۔ اس کا فوٹو حضرت قاضی زاہد الحسینی ؒ نے

اپنی حیات میں دفتر ملتان کی لائبریری کے لئے ارسال فرمایا تھا۔ فوٹو سے فوٹو لے کر کام چلایا اور توفیق ایزدی سے معرکہ سر کرلیا۔ فلحمدللّٰہ تعالیٰ!

آپ کا تیسرا رسالہ ''بیان مقبول دررد قادیانی مجہول'' یہ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۷ میں شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔

(۷۵۲)

غلام مجتبیٰ رحمۃ اللہ علیہ، جناب

ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی اپریل ۱۹۷۳ء میں جناب غلام مجتبیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون چھپا تھا۔ عنوان: ''مرزا قادیانی کی یہودیوں کے لئے ایک عظیم خدمت'' تھا۔ بہت ہی مدلل اور سنجیدہ مضمون تھا۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے صدیقی ٹرسٹ کراچی نے علیحدہ پمفلٹ شائع کیا۔

(۷۵۳)

غلام محمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ (خطیب شاہی مسجد لاہور)، مولانا

مولانا غلام محمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ:

''جس شخص کے ایسے عقیدے ہوں وہ گمراہ ہے۔ اس قسم کے عقیدے پہلے کبھی سننے میں نہ آئے تھے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے عقائد واقوال سے بچیں اور شریعت حقہ کی پیروی کا التزام کریں۔''

(۷۵۴)

غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ (احمد پور شرقیہ)، جناب سید

''مجموعہ کفریات مرزا غلام احمد قادیانی واحکام مرتبہ قرآن رحمانی وربانی'' اس کے مؤلف سید محمد غلام رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ صاحب احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور کے مقیم تھے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے مراد حضرت بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نہیں بلکہ اوچ شریف کے ان کے ہمنام کوئی بزرگ مراد ہیں۔ صادق الانوار بہاولپور مطبع سے اوّلاً یہ شائع ہوا۔ اب یہ احتساب قادیانیت ج ۵۲ میں شامل اشاعت ہے۔

(۷۵۵)

غلام محمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خلیفہ

(پیدائش: ۱۸۳۵ء ...... وفات: ۲۴؍مارچ ۱۹۳۶ء)

امام العارفین حضرت میاں غلام محمد صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ بلوچ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا خاندان اصلاً جھنگ سے تعلق رکھتا تھا۔ پھر ریاست بہاولپور (دین پور) میں تشریف لائے۔ حضرت میاں غلام محمد صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ، سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھرچونڈی شریف کے خلیفہ مجاز تھے۔ حضرت میاں غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تعارف کے لئے اتنا کافی ہے کہ آپ میاں عبدالہادی دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی اور حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد گرامی تھے۔ حضرت میاں غلام محمد صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ نے آزادی وطن کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں اور قید و بند کی صعوبتوں کو بھی برداشت کیا۔ میاں غلام محمد صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات ''ید بیضاء'' کے نام پر دین پور خانقاہ عالیہ سے شائع ہوئی ہے۔ اس کی اشاعت ۲۰۱۳ء کے ص ۲۰۸، ۲۰۹ پر قادیانیت کے خلاف مقدمہ بہاولپور کے سلسلہ میں یہ اقتباس ایمان افروز ہے۔

''ابتداء میں مرزائیت نے مشرقی پنجاب میں جنم لیا اور وہیں نشوونما پائی۔ پنجاب کے علماء نے اس فتنہ کی سرکوبی کرنی چاہی تو سرکار انگریز نے اس کو اپنی امان میں لے لیا۔ یوں یہ انگریزی حکومت کا خود کاشتہ پودا اس کی نگرانی میں پھلتا پھولتا رہا۔ ادھر علماء اور صوفیاء اس کا تعاقب کرتے رہے۔ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پنجاب کی جماعت کو اس مفسدہ سے خبردار کر دیا تھا اور دشمنان ختم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی توجہات مبذول فرمائی تھیں۔ پنجاب کے آخری سفر میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملے تو آپ نے ان کو اس طرف خاص توجہ دلائی۔ جب مولانا مرحوم آپ کی مجلس سے اٹھ کر گئے تو اپنے ساتھی سے فرمایا کہ حضرت بہت ضعیف ہو گئے ہیں اور سفر کے قابل نہیں ہیں۔ ورنہ میرا ارادہ تھا کہ میں آپ کو قادیان لے جاؤں اور ان لوگوں سے کہوں کہ ہمارے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی غلام کو دیکھو اور اپنے نبی کو بھی دیکھو۔ کیا عجب وہ لوگ حضرت کا چہرہ انور ہی دیکھ کر مسلمان ہو جاتے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عمر کا آخری زمانہ تھا کہ ۱۹۳۲ء میں مرزائیت کے خلاف بہاولپور میں

ایک مقدمہ مسلم عوام کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ یہ ایک تنسیخ نکاح کا پرانا مقدمہ تھا جو ابتداء میں بہاولپور کی مختلف چھوٹی عدالتوں میں چلتا رہا تھا اور اب بڑی عدالت میں زیر سماعت تھا۔ مدعیہ مسلمان تھی اور مدعا علیہ مرتد مرزائی تھا۔ مقدمہ نے کچھ ایسی صورت اختیار کر لی تھی کہ فریقین کو اپنے اپنے مذہب کی حقانیت عدالت میں ثابت کرنے کو کہا گیا تھا۔ اس جگہ یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اگر چہ یہ مقدمہ عرصہ ۷ سال سے چل رہا تھا اور مدعا علیہ فخر ومباہات کے طور پر علانیہ کہا کرتا تھا کہ قادیان کا خزانہ اور منظم جماعت اس کی پشت پر ہے۔ مگر مسلمانوں نے ہمیشہ اس کو شخصی مقدمہ سمجھے رکھا اور مدعیہ کی مالی امداد میں کبھی کوئی حصہ نہ لیا۔ عدالت کے اس حکم کے بعد مسلمانان بہاولپور میں قدرتاً یہ احساس پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مدعیہ کا افلاس اور اس کی ناداری اس کی شہادت شرعی پیش کرنے سے قاصر رکھے۔ (رپورٹ مقدمہ بہاولپور)

حضرت ؒ کو جب مقدمہ کی نوعیت واصلیت کا پتہ چلا تو آپ سخت بے چین ہوئے۔ جماعت کو دامے درمے قدمے سخنے اس مقدمہ میں دلچسپی لینے کی تاکید فرمائی۔ علماء ہند خصوصاً حضرت انور شاہ کشمیری ؒ کو توجہ دلائی کہ آپ بہاولپور شہادت کے لئے ضرور تشریف لائیں۔ اسی طرح خود بھی بہاولپور تشریف لے گئے اور تا فیصلہ مقدمہ وہاں میر سراج الدین مرحوم کی کوٹھی پر قیام فرما رہے۔ حضرت اپنی زندگی میں پہلے کبھی کسی عدالت میں نہیں گئے تھے۔ (نہ مدعی بن کر نہ مدعا علیہ بن کر) مگر اس مقدمہ میں باوجود ضعف کبرسنی اور جسمانی عوارض کے روزانہ پیشی پر عدالت میں تشریف لے جاتے تھے اور تا برخاست عدالت کمرہ عدالت میں موجود رہتے تھے۔ آپ کے تصرف باطنی سے جج محمد اکبر خان مرحوم اکثر حضرت کے چہرۂ انور کو تکتا رہتا اور روتا رہتا۔ اس پر مرزائیوں کے وکلاء نے کئی بار اعتراض کیا اور مرزائی پریس نے خوب واویلا کیا کہ جج صاحب ؒ حضرت دین پوری ؒ کا عقیدت مند ہے اور آپ کمرہ عدالت میں اس پر باطنی تصرف فرما ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کو عدالت میں نہ بیٹھنے دیا جائے۔ اس کے علاوہ سرکار ہند انگریز سے بھی مداخلت کی اپیلیں کی گئیں۔

چنانچہ مقدمہ میں مسلمانوں کو شاندار فتح ہوئی۔ دشمنان ختم رسالت کو منہ کی کھانی پڑی۔ یہ پہلا باقاعدہ عدالتی فیصلہ تھا جس میں ایک عدالت عالیہ نے منکرین ختم نبوت ﷺ کو مرتد اور خارج از اسلام لکھا تھا۔ یہ عدالتی فیصلہ تاریخ ختم نبوت میں ایک زریں اور یادگار فیصلہ ہے اور یقیناً ملت اسلامیہ کی اس شاندار فتح کے در پردہ حضرت ؒ کی توجہات باطنی اور عملی سرگرمیوں کا بڑا حصہ تھا۔"

(۷۵۶)

غلام محمد شوخ بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب میاں

جناب ایم غلام محمد شوخ بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ ساکن مررڑ روڑی والا چک نمبر ۴۱ ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع شیخوپورہ (حال ضلع سانگلہ ہل) تھے۔انہوں نے دو رسالے:

۱...... ''میاں ناصر احمد خلیفہ ثالث مرزائے قادیانی پر چند سوال (حصہ اوّل)''

۲...... ''میاں ناصر احمد خلیفہ ثالث مرزائے قادیانی پر چند سوال (حصہ دوم)''

ان کے مرتب کردہ ہیں۔ پہلا حصہ اکتوبر ۱۹۶۷ء میں اور دوسرا حصہ ستمبر ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئے۔ مرزا قادیانی کی کتب کے مطالعہ سے جو اشکالات وارد ہوتے تھے وہ مرزا ناصر کو لکھ کر بھیجے۔ مگر مرزا ناصر کی بولتی بند ہوگئی۔ متضاد حوالہ جات کی وہ کیا توجیہہ کرتا۔ مثلاً مرزا قادیانی نے کہا کہ ''حضور علیہ السلام کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔'' کچھ عرصہ بعد خود کہا کہ: ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔'' اب دونوں عبارتیں مرزا قادیانی کی ہیں۔ مرزا ناصر کیا جواب دیتا؟

۳...... ''ختم نبوت بجواب خاتم النّبیین نمبر مرزائیہ'' ۱۹۵۲ء میں قادیانیوں نے الفضل کا نمبر ''خاتم النّبیین'' کے نام سے شائع کیا جو دجل ودھوکہ دہی کا مرقع تھا۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، یادگار اسلام حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ جامعہ محمدی شریف نے اس کے جوابات تحریر فرمائے۔ ایم غلام محمد شوخ بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قادیانی نمبر کا جواب تحریر فرمایا۔ جس کا نام تھا: ''ختم نبوت بجواب خاتم النّبیین نمبر مرزائیہ''

۴...... قادیانیوں نے ''احمدیت کا پیغام'' رسالہ شائع کیا۔ جناب ایم غلام محمد شوخ بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مصفّٰی کلام'' کے نام سے اس کا جواب تحریر کیا۔

یہ چاروں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۹ میں شائع ہوگئے ہیں۔

غلام محمد شوخ بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کے صرف چار رسائل میسر آئے۔ ورنہ آخری رسالہ پر سلسلہ اشاعت نمبر:۱۱ درج ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے اور بھی یقینی طور پر رسائل تھے۔ جن تک ہماری رسائی نہیں ہوئی۔ چلو جتنے ہوگئے الحمدللہ! باقی کی اللہ تعالیٰ کسی اور کو توفیق بخشیں گے کہ وہ جمع کردیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

(۷۵۷)

غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الجامعہ (بہاولپور)، مولانا

(پیدائش:۱۸۸۶ء ...... وفات:۱۹۴۸ء)

مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ گجرات میں پیدا ہوئے۔فارسی،ابتدائی صرف نحو مولانا محمد چراغ چکوڑی رحمۃ اللہ علیہ ضلع گجرات سے پڑھی۔پھر مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ ساکن گھوٹہ ملتان،مولانا غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ تلیری مظفر گڑھ،مولانا نور الزمان رحمۃ اللہ علیہ ساکن چکی اٹک اور جامعہ نعمانیہ لاہور میں پڑھتے رہے۔مولانا فضل حق رامپوری رحمۃ اللہ علیہ،مولانا احمد حسن رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث شریف مولانا وزیر حسن رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔برصغیر کے نامور پیر طریقت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔آپ جامعہ عباسیہ بہاولپور کے شیخ الجامعہ رہے۔اس زمانہ میں بہاولپور میں قادیانیوں کے خلاف کیس چلا،جس میں مولانا ابوالقاسم کولوتارڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ،مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ،مولانا نجم الحسن رحمۃ اللہ علیہ،مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ،مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔یہ سب اہتمام مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ بہاولپور نے کیا تھا جو مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور دیوبند کے فاضل تھے۔۱۹۲۴ء میں ہریا گجرات میں مناظرہ ہوا۔قادیانیوں کے مقابلہ میں اہل اسلام کے صدر مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔بہت ہی قد کاٹھ کے فاضل، بسطۃ فی العلم والجسم کے مصداق عالم تھے۔

(۷۵۸)

غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ (بیربل)، مولانا

(وفات:ستمبر۱۹۰۶ء)

حکیم نورالدین جو مرزا قادیانی کا نام نہاد خلیفہ اوّل بنا۔بھیرہ ضلع سرگودھا کا رہنے والا تھا۔اس نے مولانا غلام مرتضیٰ بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔آپ نے چیلنج قبول کیا اور حکیم نورالدین کو چاروں شانوں چت کیا۔حکیم نورالدین وہاں سے بھاگا کیونکہ اس نے بھاگنے میں ہی

اپنی عافیت سمجھی۔ جب مناظرے میں شکست سے دوچار ہوا تو بھیرہ میں عوام کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہا۔ جس کی وجہ سے قادیان چلا گیا اور پھر وہاں سے مرزا قادیانی کی بیعت و پیروی کے لئے خطوط، اشتہار بھیجنے شروع کر دیئے۔ حضرت قدس سرہ کو جب بذریعہ خط اشتہار ملا تو آپ نے اس کی سخت درگت بنائی اور جوابی خط ان الفاظ میں تحریر فرمایا:

مردود بارگاہ یزدانی، مقبول درگاہ شیطانی مرزا غلام احمد قادیانی خذلکم اللہ بحرمۃ النبی الحقانی۔ از جمیع اہل الاسلام بعد از ادائے ماوجب آنکہ اشتہار ایشاں کہ سراسر مخالف آیات بینات بودہ رسیدہ ومحبت ایشاں بادیان باطلہ معلوم گردیدہ۔ ''کلا انا یترشح بما فیہ اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ اللھم انصر من نصر دین محمد ﷺ واخذل من اعرض عن دین محمد ﷺ

ان مت علیٰ ھذہ العقیدۃ الفاسدۃ مت علیٰ غیر دین الاسلام وجعلت قبور کم ایھا الطائفۃ الخبیثۃ فی قبول الیھود والنصاریٰ لا فی قبور اھل الاسلام''

درخانہ اگر کسی است یک حرفے بس است

(بحوالہ مجموعہ مکتوبات از پروفیسر نصر اللہ معینی ﷫)

ترجمہ: مردود بارگاہ یزدانی، مقبول درگاہ شیطانی مرزا غلام احمد قادیانی اللہ تمہیں اپنے نبی برحق کے صدقے ذلیل ورسوا کرے۔ تمام اہل اسلام کی طرف سے جس چیز کے تم حقدار ہو تمہیں پہنچے (یعنی لعنت) بات یہ کہ تمہارا اشتہار جو آیات بینات کے سراسر خلاف ہے اس سے باطل مذاہب کے ساتھ تمہاری محبت کا پتہ بھی چلتا ہے۔ برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو برتن کے اندر ہوتا ہے۔

اے اللہ! ہمیں حق کو حق سمجھنے اور اس کی اتباع کرنے کی توفیق عطاء فرما اور باطل کو باطل سمجھنے اس سے بچنے کی توفیق عطاء فرما۔ اے اللہ! جو دین مصطفیٰ ﷺ کی مدد کرے تو اس کی مدد فرما اور جو دین مصطفیٰ ﷺ سے روگردانی کرے تو اسے ذلیل ورسوا کر دے۔

اگر تو اسی عقیدۂ فاسدہ پر مر گیا تو جس پر مرے گا وہ دین اسلام نہیں ہوگا کچھ اور ہی ہوگا اور اے خبیث ٹولے تمہاری قبریں یہود ونصاریٰ کے قبرستان میں بنائی جائیں گی نہ کہ اہل اسلام کے قبرستان میں۔ اگر کسی کے خانہ عقل میں کچھ ہے تو اس کے لئے ایک ہی لفظ کافی ہے۔

وفات: مرزائیت کو یوں للکارنے والا یہ مجاہد ۱۵ ر رجب ۱۳۲۱ھ (بمطابق ستمبر ۱۹۰۶ء) کو اس

ن فانی سے کوچ کر گیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس مرد مجاہد کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل ہوں۔ آمین!
پ کی قبر بیربل کی خانقاہ میں واقع ہے۔

(۷۵۹)

غلام مرتضیٰ میانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی

(پیدائش:۱۸۶۰ء ...... وفات:۱۹۲۸ء)

مولانا مفتی غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد رفیق رحمۃ اللہ علیہ ساکن برتھ غربی نزد جھاوریاں ضلع
ودھا کے ہاں ۱۹۶۰ء میں غلام مرتضیٰ نامی بچہ پیدا ہوا جو بعد میں مناظر اسلام مولانا غلام مرتضیٰ
نوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مسلمانوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان بنے۔ مولانا نے اپنے والد
ے تعلیم حاصل کی اور جامعہ نعمانیہ میں صدر مدرس کے عہدہ تک پہنچے۔ قادیانیوں کے خلاف آپ
ایک مناظرہ ہریا اسٹیشن ضلع گجرات میں ہوا۔ اس کی تفصیلات پر مشتمل کتاب ''الظفر
رحمانی فی کسف القادیانی'' ہے۔ اسے احتساب قادیانیت کی
ر ۲۸ میں شائع کرتے ہوئے اس کے تعارف پر لکھا تھا کہ:

... ''الظفر الرحمانی فی کسف القادیانی'' مولانا مفتی
غلام مرتضیٰ میانوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم دین اور جامع معقول ومنقول تھے۔
۱۹،۱۸ / اکتوبر ۱۹۲۴ء آپ کا قادیانی شاطر جلال الدین شمس کے ساتھ ہریا ضلع
گجرات میں حیات مسیح علیہ السلام پر مناظرہ ہوا۔ مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ (شیخ
الجامعہ العباسیہ بہاولپور)، مولانا نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ (پروفیسر اورینٹل کالج لاہور)،
مولانا محمد حسین کولوتاڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد کامل الدین رحمۃ اللہ علیہ ایسے کئی اکابر علماء کی
موجودگی میں مفتی غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیت کے خلاف بیچ میدان کے اسلام کا
جھنڈا گاڑ دیا۔ قادیانیت کی جو ذلت آمیز شکست ہوئی وہ اس کتاب سے واضح
ہے۔ پڑھئے کہ پڑھنے کی چیز ہے۔ تقریباً نوے سال قبل شائع ہونے والی کتاب
جس کے حصول کے لئے فقیر کو بھی در،در کی خاک چھاننی پڑی۔ اس کی دوبارہ
اشاعت پر کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ بس نہ پوچھئے دل کی کیفیت کہ بلّیوں اچھل رہا ہے۔
فلحمدللہ تعالیٰ!

۲...... ''ختم نبوت'' اس نام سے بھی مولانا مفتی غلام مرتضیٰ ؒ کا ایک رسالہ ہے جو احتساب قادیانیت کی جلد ۴۸ میں ہم نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۷۶۰)

غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری ؒ، مولانا

(وفات: یکم محرم ۱۳۵۲ھ/ ۲۶ر اپریل ۱۹۳۳ء)

مولانا غلام رسول حنفی نقشبندی امرتسری ؒ کی تصنیف ''الالہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح ''عربی زبان میں تھی۔ جس کا آپ کے بھتیجے اور شاگرد حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نقشبندی امرتسری ؒ نے اردو میں ترجمہ کیا۔ اس ترجمہ کا نام ''آفتاب صداقت'' تجویز فرمایا۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی ؒ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ اس وقت پاکستان کے نامور اہل قلم جناب عطاء الحق قاسمی کے جد محترم تھے۔ ''الالہام الصحیح'' کا پہلا ایڈیشن جو ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا یہ ترجمہ عربی متن کے نیچے صفحہ بصفحہ شائع ہوا۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۲ میں متن سے ترجمہ کو علیحدہ ایک کتاب شمار کر کے شائع کیا گیا ہے۔

(۷۶۱)

غلام مصطفیٰ مانک ؒ (سکھر)، جناب حاجی

ضلع سکھر سندھ کے حاجی غلام مصطفیٰ مانک صاحب ؒ تھے۔ وہ چنیوٹ کانفرنس کے ایک اجلاس کی صدارت بھی کر چکے ہیں۔

حاجی صاحب ؒ کے ہاں ایک قادیانی عبدالحق نامی آیا۔ اس نے آقائے نامدار ﷺ کی گستاخی کا ارتکاب کیا۔ آپ کو طیش آ گیا۔ چھری لی، وار کیا، اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کی زبان نکالی ٹکڑے بھی کرتے جاتے تھے اور کہتے بھی جاتے تھے کہ: ''بدبخت! اس زبان سے تو نے میرے آقا و مولیٰ ﷺ کی توہین کا ارتکاب کیا تھا۔'' جس دن ان کو گرفتار کر کے گھر سے تھانہ کر دنڈی لے جا رہے تھے، اس سے پہلی رات آقائے نامدار ﷺ کی ایک سیدزادی کو خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیٹی! کل تمہارے شہر کی جیل میں میرا مہمان آ رہا ہے،

س کا خیال رکھنا'' چنانچہ معلوم کر کے اس بی بی نے کھانا و دیگر ضروریات کا اہتمام کیا۔
جب کیس چلا، کیس کی پیروی چونکہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کر رہی تھی۔ صفائی کے لئے حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیّد محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت غانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کو بلا رکھا تھا۔ سیّد غوث علی شاہ جو بعد میں صوبہ سندھ کے زیراعلیٰ بنے، یہ اس کیس میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے وکیل تھے۔ انہوں نے حضرت مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کو علیحدہ لے جا کر کہا کہ: ''جان بچانا فرض ہے۔ اگر حاجی مانک رحمۃ اللہ علیہ انکار کر دے، موقع کا گواہ کوئی نہیں، تو اس کی جان بچ جائے گی۔''
حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''آپ کا موقف ہے جان بچائی جائے، مگر میرا موقف ہے کہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عدالت میں اقرار کریں کہ واقعتاً میں نے اس قادیانی کو قتل کیا ہے تاکہ عدالت کے ریکارڈ میں یہ بات آئے کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ تاہم آپ کا پیغام میں اسے دیتا ہوں۔''
مولانا نے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر وکیل کی بات کہی تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ اس نے کہا: ''مولانا! میں چھوٹا سا تھا، مجھے خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت کرنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ کسی نے کہا کہ: فلاں آیت کریمہ کا وظیفہ کرو۔ میں نے اس پر عمل شروع کر دیا۔ پھر بھی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ میری درود شریف پڑھتے، وظیفے کرتے عمر بیت گئی۔ خیرات، سات حج، نوافل، ذکر و فکر کی سعادتوں سے بہرہ ور ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل نہ کر سکا۔ جس دن سے اس گستاخ رسول کو ٹھکانے لگایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مستفید ہوتا ہوں۔

(۷۶۲)

غلام نبی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، جناب چوہدری

(وفات: ۱۵ر دسمبر ۱۹۹۹ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے بزرگ رہنما، روح رواں، جناب چوہدری غلام نبی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ امرتسر کے رہنے والے تھے۔ تقسیم سے قبل امرتسر ''احرار'' کی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ آپ نے امرتسر کے ماحول میں آنکھ کھولی۔ اکابر کی نظر کرم نے ان کو دین اسلام کی

خدمت اور آزادی وطن کا مجاہد سپاہی بنادیا۔ مجلس احرار اسلام کے مجاہد، بہادر، مخلص کارکنوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ کڑیل جوان تھے۔ قدرت نے حسن وصحت کی تمام خوبیوں سے نوازا تھا۔ جب احرار رضا کاروں کی وردی میں ملبوس جیوش احرار کے ساتھ چلتے تھے تو کشمیر کے شہزادے معلوم ہوتے تھے۔

پاکستان بننے کے بعد گوجرانوالہ آ کر آباد ہوئے تو مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ حضرت امیر شریعت ؒ پر دل وجان سے فدا تھے۔ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی ؒ، ماسٹر تاج الدین انصاری ؒ، مولانا محمد علی جالندھری ؒ، شیخ حسام الدین ؒ، مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ، مولانا عبدالقیوم ہزاروی ؒ، مولانا صوفی عبدالحمید سواتی ؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر ؒ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر ؒ، مولانا محمد شریف جالندھری ؒ، مولانا تاج محمود ؒ، آغا شورش کاشمیری ؒ، مولانا مظہر علی اظہر ؒ، سید مظفر علی شمسی ؒ اور دیگر مذہبی وسیاسی رہنماؤں سے محبت واخلاص کے مثالی تعلقات تھے۔ حضرت امیر شریعت ؒ اور آپ کے گرامی قدر رفقاء نے جب مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی تو چوہدری صاحب ؒ نے بھی اپنے آپ کو اس پلیٹ فارم کے لئے وقف کر دیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کے مجاہدانہ کارناموں کی لائل پور، جھنگ، خانپور، سکھر، کراچی تک داستانیں بکھری پڑی ہیں۔ آپ نے اس تحریک میں سنہرے وقابل فخر کارنامے سر انجام دیئے۔ کراچی میں گرفتار ہوئے۔ حیدرآباد جیل میں اکابرین تحریک کے ساتھ بہادرانہ طور پر جیل کاٹی۔ آپ پر بے پناہ تشدد بھی ہوا۔ مگر یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے بڑی بے جگری سے حصہ لیا۔

گوجرانوالہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے ملکیتی دفتر کے حصول سے لے کر اس کی تعمیر ومرمت تک کے تمام مراحل میں آپ کا مجاہدانہ ایثار شامل رہا۔ چوہدری غلام نبی مرحوم کی گہری نظر اور معاملات کی باریک بینی اور اصابت رائے کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ جس قیادت کے یہ کارکن ہیں اس قیادت کی بالغ نظری کا کیا عالم ہوگا؟ آپ نے کسی سکول ودینی مدرسہ میں زانوے تلمذ تہہ نہیں کیا۔ مگر ذہانت اور روشن دماغی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنی یادداشتوں پر مشتمل چار سو صفحات کی کتاب مرتب کرادی۔ جس کا نام ''تحریک کشمیر سے تحریک ختم نبوت تک'' تھا۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ لگائیں کہ تین سال میں اس کے چار ایڈیشن شائع ہوئے اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ چوہدری غلام نبی امرتسری ؒ بلاشبہ ایک انجمن تھے۔ چلتی پھرتی تاریخ تھے۔ ایک وفاشعار مجاہد

فضل اللہ تھے۔عقیدہ ختم نبوت کے پاسبان تھے۔اکابرین امت کی روایات کے امین تھے۔ان کی وفات سے ایسا خلا پیدا ہوا ہے جو مدتوں پر نہ ہوگا۔ان کی حسین یادوں کی کسک عرصہ تک دل کی دنیا کو مضطرب کئے رکھے گی۔

بحمدہ تعالیٰ آخر تک صحت ٹھیک رہی۔گزشتہ چند سالوں سے گھٹنوں کے درد اور جگر کی خرابی کی شکایت ہوئی۔مگر زندگی کی گاڑی چلتی رہی اور خوب چلتی رہی۔چند ماہ قبل زیادہ پرابلم پیدا ہوئی۔لاہور لے جایا گیا مگر پھر بھی بہادروں کی طرح انہوں نے بیماری کو جھیلا۔کبھی زبان پر کوئی حرف شکایت نہ آیا۔چلنا پھرنا آخر تک جاری رہا۔صرف آخری چند دنوں میں صاحب فراش ہوئے۔مگر پھر بھی قدرت نے ان کو کسی کا محتاج نہ کیا۔

۱۵ر دسمبر ۱۹۹۹ء، بمطابق ۶ر رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ کو صبح دس بجے انتقال ہوا۔اسی روز رات گیارہ بجے آپ کو بڑے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔آپ کے دیرینہ ساتھی اور جگری دوست حضرت مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔گوجرانوالہ کی تمام دینی وسیاسی قیادت اور عوام نے جنازہ میں شرکت کی۔جناب حافظ محمد یوسف عثمانی، مولانا ضیاء الدین آزاد، مولانا فقیر اللہ اختر اور چوہدری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں نے آپ کی تکفین کے مراحل طے کئے۔قدم قدم پر رحمت حق کے سہارے چلے اور ڈھیروں من مٹی کے نیچے رحمت حق کے سپرد کر دیئے گئے۔حق تعالیٰ ان کے ساتھ اپنی شایان شان مغفرت کا معاملہ فرمائیں۔

(۷۶۳)

غلام نبی جانباز رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، جناب مرزا

(پیدائش: ستمبر ۱۹۱۱ء ...... وفات: نومبر ۱۹۹۲ء)

مرزا غلام نبی جانباز رحمۃ اللہ علیہ، المعروف جانباز مرزا۔مجلس احرار اسلام کے نامور رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔بڑے انقلابی شاعر حریت تھے۔برصغیر کی آزادی کے لئے آپ نے گرانقدر قربانیاں دیں۔آپ لاہور سے ماہنامہ تبصرہ بھی شائع کرتے رہے۔سکول کی معمولی تعلیم تھی۔لیکن اکابرین احرار کی معیت وترتیب نے آپ کو ایسا محقق بنا دیا تھا۔جس پر ان کا دور ناز کرتا ہے۔آپ نے تحریری وہ کام کیا جو ایک انجمن بھی شاید نہ کرسکتی۔آپ نے تن تنہا آٹھ جلدوں میں

برصغیر کی آزادی کی تاریخ کو’’تاریخ احرار‘‘ کے نام پر مرتب کیا ہے۔آپ نے کئی کتابیں تحریر فرمائیں۔اے کاش!کوئی اللہ کا بندہ ان کو دوبارہ ایک سیٹ کی شکل میں شائع کر دے تو بہتوں کا بھلا ہو جائے۔ان کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔آپ کے ردقادیانیت پر چار رسائل ہمیں میسر آئے جو احتساب قادیانیت جلد ۳۷ میں شائع کرنے کی توفیق پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔

۱...... ’’مرزا غلام احمد کی تصویر کے دورخ‘‘
۲...... ’’جانباز پاکٹ بک‘‘
۳...... ’’سر ظفر اللہ اور دیگر مرزائیوں کے خطوط‘‘
۴...... ’’وزیر خارجہ‘‘

(۷۶۴)

غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ (سرائے نورنگ)، جناب حاجی ڈاکٹر

(وفات:۱۱؍فروری ۲۰۱۶ء)

ڈاکٹر غلام نبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دینی تحاریک کے ایک سرگرم رکن اور سربراہ تھے۔آپ کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا غلام حبیب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا۔آپ کی وفات کے بعد خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔آپ کو حضرت مولانا جمعہ خان رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند اور شیخ الحدیث مولانا محمد نور رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ڈاکٹر صاحب تمام دینی تحاریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔اسی بناء پر کئی بار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔مگر اپنی خدمات زور و شور سے جاری رکھیں۔تحاریک ختم نبوت میں بھی آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مرتے دم تک اپنی اولاد کو تحفظ ختم نبوت کے مبارک مشن سے وفا کا درس دیتے رہے۔سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر سے ایک روز قبل دل کا دورہ پڑا۔ان حالات میں اپنے بیٹے (راقم الحروف) کو حکم فرمایا کہ اپنے معمولات جاری رکھو اور تمام احباب سمیت کانفرنس چناب نگر میں شرکت کے لئے جاؤ۔ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد ۱۱؍فروری ۲۰۱۶ء شب جمعہ بعد از نماز عشاء کلمہ شہادت کا ورد کرتے ہوئے جہان فانی سے رخصت ہوئے۔

(مولوی محمد طیب طوفانی)

(۷۶۵)

غلام نبی میر ناسک رحمۃ اللہ علیہ (راولپنڈی)، جناب

آپ کے ردقادیانیت پر ہمیں تین رسائل دستیاب ہوئے۔

۱...... ’’خضری روحانی مشن اور مسئلہ ختم نبوت‘‘ اپریل ۱۹۶۷ء میں پہلی بار شائع ہوا۔

۲...... ’’مرزائیت کے ناپاک ارادے، حکومت پاکستان اور مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ‘‘

۳...... ’’بھیڑنما بھیڑیئے‘‘

یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳ میں شامل ہیں۔

(۷۶۶)

غنیمت حسین شاہ اشرفی رحمۃ اللہ علیہ (مونگیرہ)، مولانا سید

مولانا سید غنیمت حسین رحمۃ اللہ علیہ نامور عالم اور عربی زبان کے قادر الکلام خطیب وشاعر تھے۔ حضرت مولانا شاہ حکیم غنیمت حسین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ ساکن مخدوم مونگیر کی ۱۳۲۳ھ میں حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ رحمانیہ پریس مونگیر سے ’’ابطال اعجاز مرزا (حصہ اوّل)‘‘ کے نام سے کتاب شائع ہوئی۔ اس میں مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کے ایک ایک شعر سے کئی کئی غلطیاں نکال کر مرزا قادیانی کے اعجاز کو باطل کردیا گیا ہے۔

’’ابطال اعجاز مرزا (حصہ دوم)‘‘ یہ کتاب بھی حضرت مولانا شاہ غنیمت حسین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ ساکن چک مخدوم مونگیر کی ہے جو ۱۳۲۱ھ میں لکھی گئی اور ۱۳۲۷ھ میں مطبع انتظامی کانپور سے شائع ہوئی۔ مصنف نے ٹائٹل پر خود اس کا یہ تعارف تحریر فرمایا ہے۔ ’’اس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کے مقابلہ میں حسب وعدہ ایک عربی میں فصیح وبلیغ قصیدہ جوابیہ پیش کیا گیا ہے جسے حضرات اہل علم ملاحظہ فرما کر خوش ہوں گے اور مرزا قادیانی کے جھوٹے اعجاز کی داد دیں گے اور تمہید میں مرزا قادیانی کے موٹے موٹے اور سیاہ جھوٹ دکھائے گئے ہیں جسے دیکھ کر ناظرین خیال کرسکتے ہیں کہ ایک مدعی نبوت کے شان کے یہ کس قدر بعید اور خلاف ہے۔ پھر اس کے بعد دکھایا گیا ہے کہ کن وجوہ سے یہ قصیدہ مرزا قادیانی کے قصیدہ پر فائق ہے۔‘‘

مولانا حکیم شاہ غنیمت حسین رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی حالات نہ مل سکے جس کا افسوس ہے۔ یہ دونوں کتابیں احتساب قادیانیت جلد ۵۹ میں شائع ہوگئی ہیں۔ فالحمدللہ!

(۷۶۷)

غوث رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا محمد

آج (۲۰۱۶ء) سے پچاس سال قبل لاہور میں مولانا محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے۔ انہوں نے ''تحفہ مرزائیاں'' اور ''شطحیات مرزا قادیانی'' کے نام سے ردقادیانیت پر دو رسالے تحریر فرمائے تھے جو جناب محی الدین وکیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شائع کئے تھے۔

(ف)

(۷۶۸)

فاروق احمد انڈھڑ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات:۱۴؍جنوری ۲۰۰۰ء)

مولانا فاروق احمد رحمۃ اللہ علیہ بن ابوبکر بن محمد صادق بن چنیسر انڈھڑ۔ آپ کی ولادت ہالیجی شریف تعلقہ پنوں عاقل میں ہوئی۔ آپ کے آباؤاجداد تمام بڑے علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے قرآن پاک کی ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی۔ اس کے علاوہ عصری تعلیم چار سال گورنمنٹ سکول میں حاصل کی۔ بعدازاں حضرت سائیں حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے سے ضلع خیر پور میرس کے علاقہ کولاب جیل میں تین سال فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی میں عربی کی تعلیم آٹھ سال میں حاصل کی۔ دارالہدیٰ ٹھیڑی اور پھر پنوں عاقل میں پڑھتے رہے۔ حضرت مولانا مظہر الدین انڈھڑ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دورۂ حدیث مکمل کیا۔

فراغت کے بعد ۱۹۷۰ء تک ضلع جیکب آباد میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ رہے۔ جہاں آپ وعظ نصیحت کے لئے دور قصبوں میں جایا کرتے تھے۔ ان دنوں ابلاغ کے اسباب کم ہوتے تھے اور جماعتی نظم بھی کم تھا۔ اس لئے مبلغین حضرات کو پیغام پہنچانا پڑتا تھا۔ آپ حق گو عالم دین تھے اور کم وبیش ۳۰ سال عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پنوں عاقل کے امیر رہے۔ آپ کے وعظ چہار دانگ عالم میں مشہور تھے۔

جنرل ضیاء الحق کے دور میں آپ دو مرتبہ جیل گئے۔ ایک مرتبہ اوباوڑو ضلع گھوٹکی میں

جیل گئے۔ جب آپ کا مقابلہ مرزائیوں سے ہوا۔ ہوایوں کہ اوباوڑو ضلع گھوٹکی میں مرزائیوں نے ایک مرزواڑہ بنایا تھا اور یہ عمل مسلمانوں کے لئے نا قابل برداشت ہے۔ پبلک اکٹھی ہوئی اور مرزواڑے کو منہدم کر دیا گیا۔

(۷۶۹)

فتح محمد اعوان رحمۃ اللہ علیہ، جناب ملک

''سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی باطل شکن مجاہدانہ تقریریں'' ہمارے دفتر مرکزیہ کی لائبریری میں ۵۵ صفحات پر مشتمل ایک قلمی خوشخط کاتب کی لکھی ہوئی کاپی ملی جس کے ٹائٹل پر ملک فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ ولد الحاج محمد بخش اعوان لکھا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کراچی دفتر میں بہت پہلے ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۴ء کے درمیان ایک صاحب فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے۔ بھارے جسم اور درمیانے قد کے تھے۔ رنگ پکا، رنگ سے کہیں زیادہ خود پکے نظریاتی جماعتی ساتھی تھے۔ غالب گمان ہے کہ یہ کاپی ان کی کتابت کروائی ہوئی ہے۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی جو تقریر جس اخبار میں شائع ہوئی اس کے حوالے سے انہوں نے اس تقریر کو کاپی میں خوشخط لکھوالیا۔ نہیں معلوم کہ جن دوستوں نے حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات شائع کئے ان میں یہ تقریریں شائع ہوگئی ہیں یا نہیں۔ اس میں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ شعراء کا کلام بھی ہے۔ فقیر نے اس پورے مسودہ کو احتساب قادیانیت ج ۴۶ میں شامل کر لیا کہ چلو یہ مسودہ محفوظ ہو جائے گا۔ نیز یہ کہ احتساب قادیانیت کی اس کتاب کو حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ سے ایک نسبت بھی حاصل ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ ہمارے امیر اوّل تھے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنما، ان کا حق بھی ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق فرمائیں۔

(۷۷۰)

فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (مدینہ منورہ)، جناب قاری

(وفات: ۱۶؍اپریل ۱۹۸۷ء، مدینہ منورہ)

استاذ القراء، قرأت کے شیخ الکل، پانی پتی لہجہ تجوید کو بام عروج پر پہنچانے والے تھے۔ ولی کامل تھے۔ قرآن مجید کے عاشق زار تھے۔ چنیوٹ میں آکر آباد ہوئے۔ پھر حجاز مقدس چلے

گئے۔ مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مدنی نسبت کے امین تھے۔ جب چناب نگر کو کھلا شہر قرار دیا گیا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکز مسلم کالونی تشریف لائے۔ جمعہ کے بعد ریلوے اسٹیشن مسجد محمدیہ میں ایسی تلاوت فرمائی کہ چناب نگر کے در و دیوار پر اتمام حجت کر دیا۔ زہے نصیب! کیا بزرگوں کی نسبتوں و محبتوں کو ہم نے سمیٹا ہے۔

(۷۷۱)

فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ (وزیرورکاں)، جناب

جناب فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکنہ وزیرورکاں ضلع شیخوپورہ کے رہائشی تھے۔ آپ نے ''ندائے حق'' کے نام سے قادیانیوں کے خلاف عام فہم پمفلٹ لکھا جو محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل اشاعت ہے۔

(۷۷۲)

فتویٰ استنکاف المسلمین عن فی مخالطۃ المرزائین

۱...... اوائل ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ میں یہ فتویٰ شائع ہوا۔ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا حوالہ بھی بہاولپور کے مقدمہ میں دیا تھا۔ انجمن حفظ المسلمین امرتسر نے اسے شائع کیا تھا۔ فتویٰ ختم نبوت جلد دوم میں شائع شدہ ہے۔

۲...... اسی طرح مانسہرہ کے علماء کرام کی درخواست پر عرب وعجم کے علماء، پاکستان کے دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، علماء کرام کا فتویٰ اگست ۱۹۶۳ء۔

۳...... ووکنگ انگلینڈ کی مسجد کے بارہ میں ستمبر ۱۹۷۳ء میں تمام کرام کا فتویٰ۔

۴...... القادیانیۃ فی نظر علماء الامۃ الاسلامیہ، وفتاویٰ علماء الحرمین وغیرہم کے نام پر فتویٰ شائع ہوا۔ یہ سب فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم میں شائع ہو گئے ہیں۔

(۷۷۳)

فتویٰ تکفیر قادیان

اس پر بھی بلا مبالغہ پورے ہندوستان کی دینی قیادت کے دستخط ہیں۔ پہلے کتب خانہ

اعزازیہ دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوا۔ پھر فسخ نکاح مرزائیاں کے نام سے مولانا ثناء اللہ امرتسری نے شائع کیا۔ یہی فتویٰ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی شائع کر کے قومی اسمبلی کے تمام ممبران میں تقسیم کیا گیا۔ فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم میں شائع شدہ ہے۔

(۷۷۴)

فدا حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (پشاور)، جناب ڈاکٹر سید

پشاور کے ڈاکٹر سید فدا حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانی رسالہ اظہار حقیقت کا جواب تحریر کیا۔ جس کا نام ہے:

''فرقہ احمدیہ کے چار سوالوں کے جوابات حق و باطل''، ''اظہار حقیقت'' نامی رسالہ میں قادیانیوں نے چار سوال قائم کئے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس رسالہ میں ان چار سوالوں کا جواب دیا۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شامل ہے۔

(۷۷۵)

فرزند توحید رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، جناب

جناب فرزند توحید رحمۃ اللہ علیہ خوب آدمی تھے۔ زندگی بھر اپنے اور دوسرے حضرات کے قادیانیت کے خلاف رسائل برابر شائع کرتے رہے۔ ایسی دھن ان پر سوار تھی جس سے قادیانیت اور حکومت چلا اٹھی۔ جیسا کہ ''حکومت مغربی پاکستان کے پانچ سوال اور ان کا جواب'' کے مطالعہ سے واضح ہے۔

جناب فرزند توحید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رد قادیانیت پر سات رسائل تھے:

۱...... ''بناسپتی نبی اور اس کے صحابہ کا چال چلن''

۲...... ''عبرتناک موت''

۳...... ''ربوے کا راسپوٹین یا مذہبی آمر''

۴...... ''مسخروں کی محفل یا قادیانی انبیاءؑ''

۵...... ’’حکومت مغربی پاکستان کے پانچ سوال اوران کا جواب‘‘

۶...... ’’علامہ اقبال ؒ کا پیغام،ملت اسلامیہ کے نام‘‘

۷...... ’’مرزاغلام احمد قادیانی زندیق اور حکومت برطانیہ‘‘

یہ تمام احتساب قادیانیت کی جلد۳۴ میں شائع ہوگئے ہیں۔

(۷۷۶)

فریدالحق ؒ (کراچی)، جناب پروفیسر شاہ

پروفیسر شاہ فریدالحق ؒ کا مرتب کردہ رسالہ ’’قادیانیت پر آخری ضرب‘‘ ہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے جستہ جستہ حالات کو اپنے مکتب فکر کے حوالہ سے تحریر کیا ہے۔’’ساون کے آنکھوں کے مریض کو ہر طرف ہریالی‘‘ ہی پر اسے محمول کیا جاسکتا ہے۔احتساب قادیانیت جلد۴۹ میں شائع ہے۔سندھ اسمبلی کے صوبائی ممبر بھی رہے۔کراچی میں جمعیۃ علماء پاکستان کے رہنماؤں میں سے تھے۔

(۷۷۷)

فریدالدین ؒ (بھوئی گاڑ ضلع اٹک)، مولانا

(وفات:۱۴؍نومبر۱۹۷۲ء)

بھوئی گاڑ ضلع اٹک کے عالم دین تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرانقدر محنت اور نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

(۷۷۸)

فرید ؒ (اکوڑہ خٹک)، مولانا مفتی محمد

جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے نامور متبحر اور فاضل استاذ الاساتذہ مولانا مفتی محمد فرید صاحب کا فتویٰ ’’حرمة تدفين المرتدين فى مقابر المسلمين‘‘ کے نام سے فتاویٰ ختم نبوت جلد۳ میں شامل ہے۔

(۷۷۹)

فصیح احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ، جناب

’’پنجابی مسیح موعود‘‘ یہ رسالہ جناب فصیح احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ ہے۔ فصیح احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ رائل پاکستان ایئرفورس ناشر مکتبہ تحفظ ختم نبوت پشاور اس کے ٹائٹل پر لکھا ہے۔ اس رسالہ میں مرزا قادیانی کے دجل وفریب طشت ازبام کئے گئے ہیں۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد۳۱ میں آگیا ہے۔

(۷۸۰)

فضل احمد گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب قاضی

جناب قاضی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ گورداسپور کے باسی تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے ہمعصر تھے۔ لدھیانہ کے محکمہ پولیس میں کورٹ انسپکٹر تھے۔ مرزا قادیانی کے بڑے بیٹے مرزا سلطان احمد کے ساتھ ملازم ہوئے۔ غلام احمد قادیانی بھی گورداسپور کے تھے۔ اس لئے مرزا قادیانی کے ہمعصر، ہم ضلع اور مرزا کے بیٹے سے تعلقات کے حوالہ سے گویا ’’گھر کے بھیدی‘‘ تھے۔ آپ نے کتاب ’’کلمہ فضل رحمانی‘‘ کے نام سے ۱۳۱۴ھ، مطابق ۱۸۹۷ء میں لکھی۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد مرزا قادیانی دس سال سے زیادہ عرصہ زندہ رہا لیکن کتاب کے مندرجات کی تردید کا حوصلہ نہ کرسکا۔ یہ کتاب اپنی بعض خصوصیات کے باعث ردقادیانیت کی دیگر ہزاروں کتب میں انفرادیت رکھتی ہے۔ مثلاً:

۱...... اس کتاب کے نام سے دو دفعہ سن اشاعت نکلتا ہے۔ کلمہ فضل رحمانی (۱۳۱۴ھ) بجواب اوہام قادیانی (۱۳۱۴ھ)

۲...... مرزا قادیانی نے اپنے نام غلام احمد قادیانی کی مناسبت سے (۱۳۰۰ھ) کا عدد نکال کر اسے اپنے دعویٰ میں پیش کیا۔ (ازالہ اوہام ص۱۸۵، خزائن ج۳ ص۱۸۹)

قاضی فضل احمد نے سات (۷) نام مرزا کے موافقین ومخالفین کے لکھ کر ان کے عدد (۱۳۰۰) پورے کر کے لکھا کہ اگر یہ دعویٰ کے صداقت کی دلیل ہے تو ان ساتوں کو بھی مہدی، مسیح، مجدد ونبی مان لیا جائے۔ اس سے مرزا قادیانی کی گھگھی بندھ ہوگئی۔

۳...... مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص۱۸۸، خزائن ج۳ ص۱۹۰) میں کہا کہ: ''میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔'' مؤلف کتاب ہذا نے لدھیانہ میں قادیان نامی دوسرا گاؤں اور اس میں غلام احمد نامی شخص کا حوالہ دے کر مرزا قادیانی کو چت گرا کر اس پر دوسرے غلام احمد قادیانی کو بٹھادیا۔

۴...... اس کتاب میں مرزا قادیانی کی کتب ورسائل:

✿...... انجام آتھم۔

✿...... خدائی کا فیصلہ۔

✿...... دعوت قوم۔

✿...... مکتوب مرزا عربی بنام علماء ومشائخ ہند

کا جواب لکھا اور ان تینوں کتابوں کے خلاصے درج کر کے ان کے جوابات کے لئے مرزا قادیانی کی کتب اور مرزا قادیانی کی تحریرات سے کام لیا۔ مرزا قادیانی کا منہ اور اس کی چھیڑ، مرزا قادیانی کی رسی اور مرزا قادیانی کا گلہ، مرزا قادیانی کا جوتا، مرزا قادیانی کی پشت، کی تصویر یہ کتاب ہے۔

۵...... مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کے حصول کے لئے مرزا احمد بیگ، مرزا علی شیر اور اس کی اہلیہ کو جو مرزا احمد بیگ کی ہمشیرہ تھی، خطوط لکھے۔ ذلت آمیز، خوشامدی اور چالاک ومکار، عیار، دھوکہ باز، بازیگر کی طرح لالچ وخوف دلایا۔ مرزا قادیانی کے یہ خطوط آپ نے مرزا علی شیر بیگ جو مرزا قادیانی کا سمدھی تھا، اس سے حاصل کر کے اپنی اس کتاب میں پہلی بار ان کو مرزا قادیانی کی زندگی میں شائع کر کے مرزا قادیانی کا بیچ چوراہے بھانڈا پھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی کہ عدالتوں تک یہ کتاب اور اس میں درج خطوط مرزا قادیانی کے مقابل پیش ہوتے رہے اور مرزا قادیانی کو کھسیانی بلی کھمبہ نوچے کے بمصداق سوائے سر تسلیم خم کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ چنانچہ ۱۶ مئی ۱۹۰۱ء کو گورداسپور کی عدالت میں مرزا امام الدین کے مقدمہ ''بند کرنے راستہ شارع عام'' کے سلسلہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا بیان ہوا۔ اس میں مرزا قادیانی نے تسلیم کیا کہ کلمہ فضل رحمانی (کتاب ہذا) میں جو خطوط شائع ہوئے وہ میرے ہیں۔ (الحکم قادیان ج۵ ش۲۹ ص۱۴، مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء) کتاب بنام (ملفوظات احمدیہ منظور الٰہی

ص۲۴۱ تا ۲۴۵) میں تمام تفصیل موجود ہے۔

یہ کتاب ۱۳۱۴ھ (۱۸۹۷ء) میں اوّل بار شائع ہوئی۔ چھیانوے برس بعد ۱۴۰۸ھ
ں مجلس تحفظ ختم نبوت صدر دفتر ملتان نے دوسری بار عکس لے کر اسے شائع کیا اور اب بار سوم
۱۴۲۲ھ میں ٹھیک ایک سو چودہ برس بعد احتساب قادیانیت جلد ۲۰ میں شائع کیا۔ یہ کمپیوٹر ایڈیشن
ہے۔ قارئین دیکھیں گے کہ پولیس انسپکٹر کورٹ نے مرزا قادیانی کو جرح میں کیسے طشت از بام کیا
ہے۔ فلحمد للّٰہ اوّلاً و آخراً!

مصنف کی رد قادیانیت پر دوسری کتاب جمعیت خاطر ہے۔ اس کے مصنف بھی قاضی
ضل احمد گورداسپوری ہیں۔ ۱۹۱۵ء میں پہلی بار شائع ہوئی تو ناشر نے اس کے سرورق پر خود
تعارف لکھا:

''اس میں وہ خط و کتابت ہے جو درمیان قاضی فضل احمد صاحب انسپکٹر پولیس
دھیانہ حنفی، سنی، نقشبندی اور غلام رسول، مرزائی، قادیانی انسپکٹر پولیس فیروزپور کے ہوئی، درج
ہے۔ جس کا جواب قادیانی موصوف باوجود سخت درسخت وعدوں کے نہیں دے سکے۔ با نتظار مدت
ید شائع کی گئی۔ مرزا قادیانی مدعی رسالت و نبوت و خدائی کے دعاوی پر نہایت تہذیب کے ساتھ
نی ڈالی گئی ہے۔ منصف مزاج کے لئے نہایت عمدہ سبق ہے۔ ہر سہ نام اس خط و کتابت کے
ریخی ہجری و عیسوی ہیں۔''

اس ایک کتاب کے تین نام ہیں:

...... ''جمعیت خاطر (۱۳۳۳ھ)''

...... ''دو انسپکٹروں کا دو دلا مکاتبہ (۱۳۳۳ھ)''

...... ''خوان ارمغان (۱۹۱۵ء)''

یہ کتاب احتساب قادیانیت جلد ۲۰ میں شائع ہو چکی ہے۔ فلحمد للّٰہ!

مصنف ''کلمہ فضل رحمانی'' جناب مکرم قاضی فضل احمد تحریر فرماتے ہیں کہ:
مادی الثانی ۱۳۱۵ھ میں جب میں اپنی کتاب کی تکمیل سے فارغ ہوا تو رات کو خواب دیکھا کہ
مجلس میں علماء تشریف فرما ہیں اور عوام بھی۔ ان کے ایک طرف مرزا قادیانی پاؤں دراز کئے
ہوا ہے۔ مرزا قادیانی کا سر ننگا ہے اور درمیان سے لے کر پیشانی تک سر استرے سے منڈا ہوا
۔ دونوں طرف سے سر کے بال باقی ہیں۔ داڑھی قینچی سے کٹی ہوئی ہے۔ اس کی اس ہیئت کو
کر حیران ہوا کہ سر کے بال ہندوؤں کی طرح اور داڑھی فیشنی طرز کی۔ دونوں کام خلاف شرع،

تو دل کو اطمینان ہوا کہ میری کتاب کی تکمیل سے اس خواب کے ذریعے مجھے بشارت دی گئی ہے کہ مرزا قادیانی کی شریعت سے روگردانی کو واضح کرنے میں یہ کتاب مرکزی کردار ادا کرے گی۔ صبح کے ساڑھے چار بجے یہ خواب دیکھا۔“

”کلمہ فضل رحمانی“ مصنف نے تحریر کی تو اس زمانے کے اخبار ”وفادار“ کے ایڈیٹر نے ایک رات دو بجے نماز تہجد کے وقت اللہ رب العزت کے حضور دعا کی کہ ”کلمہ فضل رحمانی“ کے مصنف کا مؤقف صحیح ہے یا مرزا قادیانی کا؟ اس پر بہت گڑگڑاتے ہوئے بڑی لمبی چوڑی دعا کی۔ رو رو کر طبیعت نڈھال ہوگئی۔ اتنے میں سو گئے۔ خواب میں دیوان حافظ کا ایک شعر ان کو دکھایا گیا۔ خواب میں انہوں نے وضاحت چاہی تو ان کو کتاب تھما دی گئی۔ دیکھا تو وہ ”کلمہ فضل رحمانی“ تھی۔ فرماتے ہیں کہ دل کو تسلی ہوگئی کہ مرزا قادیانی کذاب و دجال کے بارے میں ”کلمہ فضل رحمانی“ کے مؤلف کا مؤقف صحیح ہے اور مرزا قادیانی واقعتاً مردود و ملعون ہے۔

مولانا قاضی فضل احمد ؒ کی کتاب ”کلمہ فضل رحمانی“ پر مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی ؒ، مولانا شاہ دین لدھیانوی ؒ، مولانا محمد لدھیانوی ؒ، مولانا محمد اسماعیل لدھیانوی ؒ، مولانا ابوالاحسان محمد عبدالحق سہارنپوری ؒ، مولانا نظام الدین ؒ مدرس مدرسہ حقانی لدھیانہ، مولانا محمد عبداللہ ؒ فاضل ٹونکی (لاہور) اور دیگر حضرات کی تقریظات ہیں۔

(۷۸۱)

فضل احمد ؒ (میانوالی)، جناب میاں

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں میانوالی سے قافلے گرفتاری کے لئے لاہور جاتے تھے۔ ایک قافلے میں میاں فضل احمد ؒ موچی بھی جا کر گرفتار ہوگیا۔ ان کی گرفتاری مارشل لاء کے تحت عمل میں آئی۔ مارشل لاء عدالت نے ان کے بڑھاپے کو دیکھ کر دیگر ساتھیوں کی نسبت کم سزا دی۔ اس پر وہ بگڑ گئے۔ عدالت سے احتجاج کیا کہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔ اس سے عدالت نے سمجھا کہ شاید یہ سزا کم کرانا چاہتا ہے۔ عدالت نے جب پوچھا تو کہا کہ: ”مجھ سے کم عمر کے لوگوں کو دس سال کی سزا دی ہے تو اس نسبت سے مجھے بیس سال سزا ملنی چاہئے۔ آپ نے مجھے کم سزا دی۔ میرے ساتھ انصاف کیا جائے اور میری سزا میں اضافہ کیا جائے۔ یہ سن کر مارشل لاء عدالت کانپ اٹھی۔ اس بوڑھے جرنیل کی ایمانی غیرت پر جج انگشت بدنداں اٹھ کر عدالت

ے ملحق کمرے میں چلا گیا۔ انہوں نے عدالت میں کپڑا بچھا کر اپنی گرفتاری وسزا اور آقائے
رار ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ کے لئے اپنی قربانی کی بارگاہ خداوندی میں قبولیت کے لئے
فل پڑھنے شروع کر دیئے۔''

انوکھی وضع ہے زمانے میں، زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق یارب! کس بستی کے رہنے والے ہیں

(۷۸۲)

فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ بن محمد (لاہور)، مولانا

موصوف اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھنے والے بزرگ تھے۔ جامع مسجد مبارک
امیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کے خطیب تھے۔ آپ نے چالیس صفحات پر مشتمل رسالہ ترتیب
جس کا نام: ''قادیانی، لاہوری مرزائی دائرہ اسلام سے خارج کیوں ہیں؟ علمی جائزہ'' نام کی
ح رسالہ بھی خوب ہے۔ ۱۹۸۴ء کے بعد کا مرتب کردہ رسالہ ہے۔

(۷۸۳)

فضل الرحمٰن شاہ احرار رحمۃ اللہ علیہ (سلانوالی ضلع سرگودھا)، مولانا

سرزمین لدھیانہ کے انقلابی رہنما، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت
، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق زار، مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے فداکار اور مجلس احرار اسلام
رہنما، مولانا سید فضل الرحمٰن احرار رحمۃ اللہ علیہ سراپا حق کی للکار تھے۔ قد درمیانہ سے بھی کچھ کم۔ وجود
البتہ جسم گھٹا ہوا۔ جادو بیان خطیب تھے۔ بیان نہیں کرتے بلکہ الفاظ کی شعلہ باری کرتے تھے۔
میں کلہاڑی، آستینیں چڑھی ہوئیں، بھوئیں تنی ہوئیں، بیان شروع کرتے تو دیکھتے ہی دیکھتے
ے مجمع پر جادو کر دیتے۔ آخر وقت تک احرار خطابت کی طرز ادا کو نبھاتے رہے۔ ساہیوال،
ں کانجن، شورکوٹ، ٹوبہ، گوجرہ، سرگودھا کے اکثر مدارس کے سالانہ جلسوں کو رونق بخشتے۔
ٹ وچناب نگر ختم نبوت کانفرنسوں کی رونق ہوتے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، تحریک ۱۹۷۴ء کو
شعلہ بار خطابت سے سراپا تحریک بنادیا۔ جہاں جاتے خوبصورت ماحول اور جذبات سے
ر حلقہ قائم ہو جاتا۔

خوب ذوق تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی طرح چائے کے رسیا تھے۔ چائے، چائے دانی، اسٹوپ ساتھ رکھتے۔ چائے خود بنا کر پیتے اور قدردانوں کو شریک کر لیتے۔ ۱۹۸۵ء میں پہلی سالانہ ختم نبوت کانفرنس لندن ویمبلے ہال میں منعقد ہوئی تو احراری کلہاڑی، احراری سرخ قمیص اور احراری خطابت کے ساتھ جلوہ گر ہوئے۔ کیا خوب انسان تھے۔ آج سرزمین سلانوالی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ مجاہد ختم نبوت اس میں ابدی نیند سو رہے ہیں اور آخرت کو یہیں سے بیدار ہوں گے۔ زہے نصیب!

(۷۸۴)

فضل حق رحمۃ اللہ علیہ (پشاور)، مولانا

جمعیۃ علماء اسلام کی حکومت سرحد میں وزارت مذہبی امور نے پشاور میں دو روزہ علماء کنونشن کا اہتمام کیا۔ ۶ رجون ۱۹۸۱ء کو کنونشن میں حضرت مولانا فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقالہ پیش فرمایا جسے بعد میں پمفلٹ کی شکل میں مجلس تحفظ ختم نبوت پشاور نے شائع کیا۔ اس مقالہ کا نام ''اسلام میں عقیدہ ختم نبوت'' تھا۔ جسے بعد میں احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں شائع کیا گیا۔

(۷۸۵)

فضل ربی رحمۃ اللہ علیہ (مانسہرہ)، مولانا قاری

مولانا قاری فضل ربی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اشرفیہ کے فاضل اور مانسہرہ میں تجوید وقرأت کے مشہور مدرسہ معہد القرآن الکریم کے مہتمم تھے۔ آپ مانسہرہ میں ۱۹۶۸ء کے لگ بھگ تشریف لائے اور پھر اپنی وفات تک مانسہرہ میں ہی قیام پذیر رہے۔ اس دور میں مانسہرہ کے اندر باضابطہ مدرسہ آپ ہی کا تھا جس میں سینکڑوں مقامی اور بیرونی طلباء ہوتے تھے۔ ۱۹۷۱ء اور ۱۹۷۲ء میں جس سال راقم الحروف نے یہاں تعلیم پائی تھی بلوچستان کے طلباء ہمارے ساتھ زیر تعلیم تھے۔ ۱۹۷۴ء میں بھی آپ نے مرزائیت کے خلاف تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ کے طلباء جلوس کے مقدمۃ الجیش ہوتے۔ اسی طرح ۱۹۸۴ء میں بھی آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ آج کل ان کے صاحبزادے قاری سعید عبداللہ ان کے جانشین ہیں۔ (قاری محمد شاہ)

(۷۸۶)

فقیر اللہ شاہپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا فقیر اللہ شاہپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں لکھا کہ:
''مرزا غلام احمد ضال ومضل ہے۔ کذاب اور دین میں فساد ڈالنے والا ہے۔ اس کے کفر وارتداد میں کوئی شبہ نہیں۔''

(۷۸۷)

فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد اسلام مولانا

حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نے ۳رذی الحجہ ۱۳۰۳ھ میں جہلم سے ایک ہفتہ وار پرچہ ''سراج الاخبار'' کے نام سے جاری کیا۔ اس اخبار نے اپنے دور کے فتنوں، خاص طور پر فتنہ مرزائی کی تردید میں بڑا کام کیا۔ مرزا قادیانی اور اس کے حواری ''سراج الاخبار'' کے کارناموں سے سٹپٹا اٹھے۔ چنانچہ انہوں نے ہر امکانی کوشش سے ''سراج الاخبار'' کو بند کرانے کے حربے استعمال کئے۔ آپ اور آپ کے رفیق کار حضرت مولانا محمد کرم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ دبیر پر مقدمات کا دور شروع ہوا۔ مگر یہ عالی قدر ہستیاں ان مصائب وآلام سے کب گھبرانے والی تھیں۔ ابتلاء وآزمائش کی آندھیاں ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہ کرسکیں۔ گورداسپور کی عدالت میں مقدمہ چلا جو قادیانی اور اس کے حواریوں کی شکست پر منتج ہوا۔ مرزا قادیانی کی خوب گت بنی اور اللہ تعالیٰ نے مجاہد اسلام مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا کرم دین رحمۃ اللہ علیہ کو باعزت بری فرمایا۔
آپ نے بڑی اہم کتابیں یادگار چھوڑی ہیں جن میں ''حدائق حنفیہ'' کو خاص شہرت حاصل ہوئی۔

(۷۸۸)

فقیر محمد فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی

(وفات: ۱۷ر مارچ ۲۰۱۷ء)

مولانا فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء میں گورنمنٹ ملازمت کی اور چنگیات کے شعبہ سے

وابستہ رہے۔ بعد میں سرکاری ملازمت سے استعفا دے دیا۔ آپ نے ٹاؤنز پلاننگ ویلفیئر سوسائٹی قائم کی اور اس کے پلیٹ فارم سے فیصل آباد شہر کے گردونواح میں جونئی کالونیاں قائم ہوئیں۔ان میں مساجد کے پلاٹ، سڑکوں کی تعمیر میں صحیح مٹریل کا استعمال، پلاٹوں کی الاٹمنٹ میں بے ضابطگیوں کا ازالہ،ان جیسے مسائل میں عوام کی بے پناہ فری خدمات سرانجام دیں۔

آپ اہالیان فیصل آباد کے غرباء کے لئے انعام خداوندی تھے۔ جو ستم رسیدہ غریب آپ کے دروازہ پر آتا آپ اس کی خدمت کے لئے کمربستہ ہوجاتے۔ جوانی کے زمانہ میں فیصل آباد کے تمام محکموں کے افسران کے لئے مولانا فقیر محمد ؒ کا نام حق وصدات کی علامت تھا۔ کوئی بھی محکمہ کسی سے بھی زیادتی کرتا مولانا فقیر محمد ؒ اس مظلوم کی مدد کے لئے لاٹھی سونت کر میدان میں ایسے اترتے کہ جب تک اس زیادتی کا ازالہ نہ ہوتا۔ آپ برابر میدان میں رہتے۔ کامیابی کے بعد میدان خالی کرتے تھے۔

آپ نے وقت کے بڑے بڑے فرعونوں کو للکارا اور ان کی رعونت کو خاک میں ملایا۔ آپ کا یہ وہ عظیم کارنامہ ہے جو تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ آپ اکیلے انجمن تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوش نصیبی سے وافر حصہ دیا تھا۔ جس کام کو ہاتھ ڈالتے وہ خود بخود ٹھیک ہوتا چلا جاتا۔ ویسے بھی آپ کی خوبی تھی کہ جس کام کو شروع کرتے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچائے بغیر دم نہ لیتے تھے۔

آپ نے فیصل آباد شہر کی مذہبی حیثیت کو برقرار رکھنے میں بھی مثالی کردار ادا کیا۔ جواء، میلوں کے موقع پر تھیٹر کے نام سے فحاشی دعریانی، ثقافتی طائفوں کے نام پر بے حیائی، میراتھن ریس، فلموں میں کیننگی وغیرہ کے حوالہ سے جو بھی غلط حکومتی حرکت دیکھتے، میدان میں اتر آتے اور اسے ختم کرائے بغیر چین سے نہ بیٹھتے تھے۔ اس کے لئے انہیں بسا اوقات قیدوبند کی صعوبتوں، غلط مقدمات کے ذریعہ بلیک میل بھی کیا جاتا۔ مگر وہ کسی بھی دھونس ودھاندلی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ بہت ہی بہادری اور دھڑلے سے کام کرنے کے خوگر تھے۔ ایک زمانہ میں مولانا ضیاء القاسمی ؒ، مولانا مفتی زین العابدین ؒ، مولانا افتخار الحسن ؒ، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف ؒ، مولانا تاج محمود ؒ کے پاس کوئی غریب آتا۔ وہ خود انتظامیہ کو فون کرکے غریب پروری کرتے اور اگر معاملہ پیچیدہ ہوتا تو وہ کام مولانا فقیر محمد ؒ کے سپرد ہوجاتا۔ پھر وہ متعلقہ محکمہ میں صبح وشام پیروی کرکے اس غریب کی حق رسی کرتے۔

ایک بار فیصل آباد میں، غالباً جاوید قریشی صاحب کمشنر تھے۔ روسی ثقافتی طائفہ فیصل

آباد آرہا تھا۔ وہ طائفہ پروگراموں میں ناچ، گانا اور نہ معلوم ثقافت کے نام پر کیا کیا قباحتیں ساتھ لا رہا تھا۔ مولانا فقیر محمد ؒ کو پروگرام کی تفصیلات کا علم ہوا۔ آپ نے اخبارات کو گرم گرم بیان جاری کر دیا۔ نتیجہ میں کمشنر صاحب غضب آلود ہو گئے۔ حالانکہ وہ خود مرنجان مرنج انسان تھے۔ لیکن اقتدار کا گھوڑا بدمست ہونے میں دیر نہیں لگاتا۔ ایک درویش کی للکار پر ان کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ نتیجہ میں مولانا فقیر محمد ؒ پر غنڈہ ایکٹ کے تحت کیس درج ہو کر گرفتاری ہو گئی۔ گرفتاری کی خبر ملتے ہی پورے شہر کی دینی قیادت متحرک ہو گئی۔ طائفہ کی آمد پر متنازعہ پروگرام بھی بند ہوئے۔ مولانا بھی رہا کر دیئے گئے۔ یوں ایک درویش نے اقتدار کو چاروں شانے چت گرا دیا۔ اس طرح کی بے شمار قربانیوں سے مولانا فقیر محمد ؒ کی زندگی عبارت تھی۔

مولانا فقیر محمد ؒ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں وابستہ ہوئے۔ حضرت مولانا تاج محمود ؒ کے آپ دست و بازو تھے۔ مولانا تاج محمود ؒ آپ پر بے پناہ اعتماد کرتے تھے۔ مولانا فقیر محمد ؒ بھی خود کو مولانا تاج محمود ؒ کا رضا کار سمجھتے تھے۔ اس باہمی احترام و اعتماد سے قادیانی فتنہ کے خلاف دونوں حضرات نے بھرپور ٹیم ورک کیا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ۲۹/مئی کے سانحہ ربوہ (چناب نگر) سے ۷/ستمبر کے پارلیمنٹ کے فیصلہ تک مولانا فقیر محمد ؒ تحریک کے رہنماؤں کے ساتھ ہراول دستہ میں نظر آتے ہیں۔

آپ کو کام کرنے کا سلیقہ آتا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ سرکاری دفاتر سے کس طرح کام نکلوانا ہے۔ آپ پہلے شواہد و معلومات کا ریکارڈ جمع کرتے۔ پھر اس کیس کی غیر قانونی پوزیشن کو زیر بحث لا کر سرکاری دفاتر کے افسران کے ناک میں دم کر دیتے۔ اگر کسی سرکاری افسر نے جائز کام میں بھی لیت و لعل کیا تو اس محکمہ کے درجہ بدرجہ افسران بالا کے نوٹس میں لا کر اس معاملہ کو درست کرائے بغیر چین نہ لیتے تھے۔

ایک بار قادیانیوں نے شرارتاً مسلمانوں کے قبرستان میں اپنا مردہ دفن کر دیا۔ وہ مردہ نکلوایا گیا۔ قادیانیوں کے لئے جائے تدفین علیحدہ متعین والاٹ ہوئی۔ اس کی فرد لینا تھی۔ پٹواری نے قادیانی قبرستان کا لفظ لکھنا چاہا۔ مولانا فقیر محمد ؒ نے کہا کہ غیر مسلموں کی جائے تدفین کے لئے قبرستان کی بجائے مرگھٹ کا لفظ ہوتا ہے۔ اس نے شکریہ بھی ادا کیا اور فرد میں قادیانی مرگھٹ کا لفظ لکھا۔ آپ نے اگلے دن اخبارات کو خبر جاری کر دی۔

مولانا فقیر محمد ؒ زندگی بھر جمعہ کی نماز جامع مسجد ریلوے میں مولانا تاج محمود ؒ

کے پیچھے ادا کرتے رہے۔ پھر صاحبزادہ طارق محمود رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے بعد صحت کے ساتھ دینے تک صاحبزادہ مبشر محمود کے ہاں جمعہ ادا کرتے۔ غرض وہ اچھی روایات کو نبھانے کے عادی تھے۔

اخبارات کے لئے خبر بنانے کے آپ ماسٹر تھے۔ جچے تلے الفاظ میں خبر بنانا آپ پر بس تھا۔ نامہ نگار، یا نیوز ایڈیٹر کے لئے مولانا کی تیار کردہ خبر سے ایک لفظ کی بھی ترمیم واضافہ کی گنجائش نہ ہوتی تھی۔

آپ نے پوری زندگی سلیقہ سے گزاری۔ قلم اچھا استعمال کیا۔ کتنے نمبر کی نب ہے۔ یہ نب کتنے سال استعمال کی۔ اس کا بھی ان کے پاس ریکارڈ ہوتا تھا۔ ہر کام کی علیحدہ ان کے پاس فائل ہوتی تھی۔

قادیانی فتنہ کی سنگینی وتعدی سے حکومتی حلقہ کو باخبر رکھنے کے لئے سب سے زیادہ کام اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے لیا۔ ان کے بعد جناب شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔ پھر مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے۔

سرکاری دفاتر کے ساتھ خط وکتابت اور اس کی پیروی یہ کام اللہ تعالیٰ نے مولانا فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ سے لیا اور خوب لیا۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا مرحوم قادیانی فتنہ کے شب وروز کی سازشوں سے باخبر ہوتے تھے اور پھر قانونی راستہ سے ان کا ناطقہ بند کرتے۔

مولانا فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے ایسا خلا پیدا ہوا ہے جس کی تلافی بہت مشکل سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے صاحب فراش تھے۔ علاج ومعالجہ جاری رہا۔ آپ کی اولاد نے خدمت کا حق ادا کیا۔ وقت موعود آن پہنچا اور آپ مسکراتے چہرے سے اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہوگئے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ عجب آزاد مرد تھا۔

(۷۸۹)

فیاض حسن سجاد رحمۃ اللہ علیہ (کوئٹہ)، جناب

(وفات: ۶ رجون ۲۰۱۲ء)

جناب فیاض حسن سجاد رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے بڑی فیاضی سے خوبیوں کا حصہ وافر نصیب فرمایا تھا۔ وہ اس دھرتی پر ان لوگوں میں سے تھے جو محض خلق اللہ کی خدمت کے لئے

پیدا کئے گئے۔ جناب فیاض حسن صاحب ؒ ساری زندگی فیاضی سے ہر طبقہ حیات سے تعلق رکھنے والے عوام وخواص کی خدمت کر کے دلی راحت وفرحت محسوس کرتے تھے۔ گویا یہ ان کا وظیفہ حیات تھا جس کی ادائیگی پر ان کے جسم کا رواں رواں شگفتہ دلی کا منظر پیش کرتا تھا۔

فیاض حسن سجاد ؒ ست کوہ ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ جہاں کے مولانا لواب الدین سنکوہی ؒ تھے۔ جو قادیانی فتنہ کے خلاف بہت بڑے مناظر تھے۔ ان کی اولاد ملتان سے باہر وہاڑی روڈ پر آباد ہے۔ فیاض صاحب ؒ کو علاقائی مناسبت سے رد قادیانیت گویا گھٹی میں ملی تھی۔

میرے ممدوح جناب فیاض صاحب ؒ عمر بھر عقیدہ ختم نبوت کے حدی خواں رہے۔ موصوف کا خاندان فورٹ سنڈیمین (ژوب) میں آباد ہوا۔ وہاں پر قادیانیوں نے پر پرزے نکالے تو آپ نے ملتان دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں خط لکھا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ نے وقت عنایت فرمایا۔ آپ کو کوئٹہ سے ژوب لیجانے والے ہم سفر جناب فیاض حسن ؒ تھے۔ اسی ایک سفری ملاقات میں آپ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف ہوگئے۔

جناب فیاض حسن سجاد ؒ نے ژوب سے کوئٹہ رہائش منتقل کر لی اور روزنامہ جنگ سے تعلق جوڑا تو اس دور سے لے کر دم واپسیں تک آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی بھرپور آبیاری کرتے رہے۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جو بنیاد کی اینٹ کی طرح ساری عمارت کا وزن اٹھائے ہوئے ہوتی ہے۔ لیکن نظر نہیں آتی۔

جناب فیاض حسن سجاد ؒ اخبار سے وابستہ تھے۔ ان کا سول سوسائٹی اور گورنمنٹ کے حلقہ سے ملنا رہتا تھا۔ کوئٹہ بلوچستان میں جہاں قادیانی سر اٹھاتے تو سانپ کے سر کو دبیں پر کچلنے کا کام اللہ تعالیٰ نے جناب فیاض حسن سجاد ؒ سے لیا۔ قادیانیت کو آپ نے ناکوں چنے چبوائے۔ مولانا شمس الدین شہید ؒ ژوب سے تعلق رکھتے تھے۔ ہم وطن ہونے کے ناتے فیاض حسن سجاد ؒ کے ان سے گہرے مراسم تھے۔ دونوں حضرات نے قادیانیت کے خواب وخور حرام کر دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہی قادیانی جو بلوچستان کے صوبہ کو احمدی سٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔ پورے صوبہ میں ان کی ایک عبادت گاہ تھی وہ بھی سیل ہے۔ پورے ملک میں واحد صوبہ بلوچستان ہے جس کے ایک ڈسٹرکٹ ژوب میں قانوناً قادیانی افسر نہیں لگ سکتے۔ آج قادیانیت بلوچستان میں منہ چھپاتے پھر رہی ہے۔ اس کا تمام تر کریڈٹ جن نفوس قدسیہ کو جاتا ہے ان میں جناب فیاض حسن سجاد ؒ بھی نہ صرف شامل بلکہ ہراول دستہ کے سپہ سالار تھے۔

اخباری دنیا، کچہری، عدالت، سرکاری دفاتر، پرائیویٹ سیکٹر میں جہاں قادیانی گئے ان کے مذموم مقاصد و کافرانہ عزائم کو جناب فیاض حسن صاحب رحمہ اللہ نے ناکام بنایا۔

جناب فیاض حسن سجاد رحمہ اللہ اپنی ذات میں انجمن تھے۔ تمام مکاتب فکر کی قیادت سے آپ کے ذاتی خوشگوار تعلقات تھے۔ شیعہ سنی تنازعہ میں ہمیشہ انہوں نے اسلامیان بلوچستان کو ابتلائے عام سے بچانے میں گرانمایہ خدمات سرانجام دیں۔ جمعیۃ علماء اسلام کی قیادت ان کا دل و جان سے احترام کرتی ہے۔ آپ بھی ہر مشکل گھڑی میں ان کے ساتھ صف اوّل میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ غرض دینی مدارس، مساجد، معابد، دینی جماعتیں شہریوں کی تجارتی یونینز تمام کے بنیادی مسائل کے حل کرانے میں آپ پیش پیش نظر آتے ہیں۔

جناب فیاض حسن صاحب رحمہ اللہ ہمیشہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شریک ہوتے تھے۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ، مولانا تاج محمود رحمہ اللہ، مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ، مولانا محمد شریف بہاولپوری رحمہ اللہ، مولانا عبدالرحمٰن میانوی رحمہ اللہ، صاحبزادہ طارق محمود رحمہ اللہ، حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ، شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ، مولانا محمد لقمان علی پوری رحمہ اللہ، مولانا غلام مصطفٰی بہاولپوری رحمہ اللہ، مولانا قاضی عبداللطیف شجاع آبادی رحمہ اللہ، مولانا مفتی محمد جمیل خان رحمہ اللہ، مولانا مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ، مولانا نذیر احمد تونسوی رحمہ اللہ سے آپ کے درجہ بدرجہ نیازمندانہ و برادرانہ تعلقات تھے۔

آپ نے ''تحریک ختم نبوت میں بلوچستان کا حصہ'' پانچ صد صفحات پر مشتمل کتاب مرتب کی۔ جو تاریخی دستاویزی ثبوتوں سے مزین ہے۔ اس میں اتنی ثقہ معلومات ہیں جو بس آپ ہی کی محنت شاقہ سے منظر عام پر آئیں۔

آپ بہت ہی دردمند دل رکھنے والے انسان تھے۔ آخری عمر میں دل کا عارضہ ہوا۔ اس سے آپ کی صحت مضمحل ہونا شروع ہوئی۔ اس کے باوجود آپ آخری وقت تک کسی کے محتاج نہ ہوئے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو معذوری سے بچائے رکھا۔

جناب فیاض حسن سجاد رحمہ اللہ خدمت خلق، دردمند دل، فیاض طبیعت، سخی انسان، بہت ہی خیرخواہ دوست، نامور صحافی، دیانتدار، بھرپور محنت کے خوگر، جہاں جاتے اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرماتے۔ ہر مجلس میں ہر شریک مجلس کی آنکھوں کا تارا ہوتے تھے۔ اگر کہا جائے کہ زندگی بھر انہوں نے کسی شخص سے زیادتی نہیں کی تو بے جا نہ ہوگا۔ ایسا بے ضرر انسان خوبیوں کا مجموعہ، حسنات کا حسین گلدستہ، ہنستی مسکراتی باغ و بہار شخصیت، ہر دلعزیز، باوقار۔ غرضیکہ بہت ہی قابل رشک

صفات کے حامل انسان تھے۔

اللہ رب العزت نے آپ کو خوب انسان بنایا تھا۔ وہ دوسروں کی خدمت کر کے تسکین پایا کرتے تھے۔ ان کی دل موہنے والی گرانقدر خدمات کا ایک زمانہ گواہ ہے۔ وہ تاریخ کا ایک روشن باب تھے۔

آپ نے آخری عمر میں اپنی لائبریری کا متعدد حصہ ملتان دفتر کی لائبریری کے لئے بجوادیا۔ باقی حصہ کے متعلق فرماتے تھے کہ آپ آئیں جو جو چیز ضرورت کی ہو لیجائیں۔ نہ مجھے فرصت ملی۔ نہ ان کی صحت نے اجازت دی۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ وہ کیا دنیا سے تشریف لے گئے کہ تاریخ کا ایک باب ہی بند ہو گیا۔

(۷۹۰)

فیروز بٹ رحمۃ اللہ علیہ، جناب لالہ

(پیدائش:۱۸۹۷ء وفات:۱۲رجولائی ۱۹۷۷)

آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک دینی و مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ لالہ جی کے نام سے معروف تھے۔ بچپن سے علماء وصلحاء سے محبت والفت تھی۔ ناظرہ قرآن مکمل کچھ پارے حفظ کئے۔ دینی تحریکوں، جلسے اور جلوسوں میں شرکت کو وجوب کا درجہ دیتے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے ہر جلسے اور جلوس کی پہلی صف کے پہلے مجاہد ختم نبوت ہوتے۔ علماء کرام تک ہر نئے پروگرام کی اطلاع کرنا اور جماعتی رفقاء وفرزندان توحید ورسالت کو شرکت کی دعوت ہر چوک وچوراہے پر گلی اور بازار حتیٰ کہ محلوں تک جہاں تک ممکن ہوتا اطلاع کرتے۔ جب گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوا تو لالہ جی کو مرکزی مسجد تالاب بازار سے گرفتار کر کے ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مین چوک میں عوام الناس کے سامنے تھپڑوں کی برسات کر دی۔ جب عملہ کے ہاتھ تھک گئے تو لاٹھیوں سے مارنا شروع کر دیا۔ لالہ جی ہر لاٹھی پر زبان سے ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگاتے۔ عوام الناس میں کھڑے فرزندان اسلام کے دل پر دو کیفیتیں تھیں:

۱...... جب لالہ جی کو لاٹھی مارتے آنکھ پرنم دل آبدیدہ ہو جاتا۔

۲...... جب لالہ جی کی زبان سے ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ نکلتا دل کو راحت وسکون ملتا اور آنکھ لالہ جی کی زیارت کے لئے بے تاب ہوتی۔

بعینہ یہی دو کیفیتیں دشمنان ختم نبوت کے دل پر ہوتیں، لیکن برعکس۔ جس مین چوک میں لالہ جی کے ساتھ یہ برتاؤ ہوا اسی وقت سے اس چوک کا نام لالے والا چوک ہی رکھ دیا گیا۔ تھانہ سٹی میں لے جا کر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑے گئے۔ مختلف قسم کی تکالیف کا سامنا ہوا۔ انوکھے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے۔ اللہ پاک نے تکالیف برداشت کرنے کی ہمت دی۔ لالہ جی ثابت قدم رہے۔ بعد رہائی کے فرماتے تھے، بزبان شیخ سعدی: ایں سعادت بزور بازو نیست!

اللہ کی کرم نوازی ہے وگرنہ ہم میں کہاں کی ہمت کہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کے لئے مجھ جیسے ناکارہ کو بھی چن لیا۔ آج بھی اگر بڑی عمر کے لوگوں سے ختم نبوت کے حوالہ سے بات ہوتی ہے تو لالہ جی کا ذکر خیر ہوتا ہے اور لالہ جی کا خاندان ختم نبوت سے معروف ہے۔ لالہ جی کا نماز جنازہ سید سلمان احمد شاہ عباسی نے پڑھایا۔ گئوشالہ قبرستان میں مدفون ہوئے۔

(لالہ انیس الرحمٰن بٹ)

(۷۹۱)

فیروز خان رحمۃ اللہ علیہ (ڈسکہ)، مولانا محمد

(وفات: ۹؍ مارچ ۲۰۱۰ء)

مولانا فیروز خان رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام سمندر خان رحمۃ اللہ علیہ تھا جو اتمان زئی کی شاخ میر بازی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے ہاں مولانا فیروز خان رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۹۳۲ء کو بمقام رتہ پڑکھیر گام براستہ شاردہ ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر میں ہوئی۔ کھر گام میں پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا خان زمان رحمۃ اللہ علیہ ہری پور موضع ڈھینڈہ میں قاضی محمد اسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پڑھتے تھے۔ وہ آپ کو بھی ساتھ لے گئے۔ چنانچہ آپ نے قاضی محمد اسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قاضی خلیل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ابتدائی صرف ونحو سے لے کر مشکوٰۃ شریف تک کتابیں پڑھیں۔ صرف میں تخصص کے لئے ضلع اٹک کے مقام کامرہ اور نحو میں تخصص کے لئے گجرات کے مقام انہی میں بھی پڑھتے رہے۔ گوجرانوالہ میں حضرت مولانا محمد چراغ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں عربی فاضل کی تعلیم حاصل کی۔ جامعہ اشرفیہ لاہور میں بھی زیر تعلیم رہے۔ اس دوران دوموریہ پل کے قریب نورانی مسجد میں خطابت بھی کی۔ ۱۹۵۴ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شریف کے لئے تشریف لے گئے۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد نی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ

دیث مولانا محمد ابراہیم بلیاوی ؒ، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ ایسے مشاہیر
سے حدیث شریف کی تکمیل کی۔ دورہ حدیث شریف میں آپ کے ساتھی دیگر حضرات کے علاوہ
بلیغی جماعت کے معروف رہنما مولانا محمد عمر پالن پوری ؒ بھی تھے۔ دیوبند میں آپ کو فیروز
ان لاہوری ؒ کہا جاتا تھا۔ مزید تعلیم کے لاہور میں تشریف لائے۔ میٹرک کی تعلیم حاصل
ں۔ پھر گوجرانوالہ تشریف لائے۔ چونڈہ کے دوستوں نے آپ کے لئے سرکاری ملازمت کے
لئے محکمہ تعلیم سے آرڈر کرائے۔ اس دوران میں ڈسکہ کے معروف قادیانی لاٹ پادری ظفر اللہ
ان کے گھر سے متصل اہل حدیث مسجد کے خطیب نے عارضی طور پر ایک آدھ جمعہ پڑھانے کی
لئے دعوت دی۔ وہاں تشریف لے گئے۔ اسی زمانہ میں ظفر اللہ خان قادیانی کا طوطی بولتا تھا۔ اس
ں بولتی بند کرنے کے جذبہ سے آپ ڈسکہ میں مستقل کام کرنے کے ارادہ سے رک گئے۔

رحمانیہ مسجد کی خطابت آپ کے سپرد ہوئی۔ ان دنوں قادیانی عفریت اکڑفوں کرنے
ں یدطولیٰ رکھتا تھا۔ آپ نے قادیانیوں کو آڑے ہاتھوں لیا۔ قادیانی شاطر انگاروں پر لیٹنے
لگے۔ عوام مسلمانوں نے مولانا کو اپنا مسیحا جان کر آنکھوں کا تارا بنالیا۔ ڈسکہ کے در و دیوار آپ کی
طابت کی جولانیوں سے جھومنے لگے۔ آپ نے مستقل بنیادوں پر رحمانیہ مسجد کے بالمقابل
رک کے پار خالی سرکاری پلاٹ پر مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ قادیانیوں کو پتہ چلا تو وہ روڑے اٹکانے
لگے۔ آپ دیوار بناتے۔ قادیانی گرا دیتے۔ کئی بار ایسے ہوا۔ ایک بار جمعہ سے قبل آپ نے دیوار
ئی۔ جمعہ پڑھانے کے لئے منبر پر بیٹھے تو قادیانیوں کو چیلنج کیا کہ اب کی بار گرا کر دکھاؤ تو اپنی
لست مان لوں گا۔ قادیانی اوباشوں نے اسے دیوانے کی بڑ سمجھا۔ جمعہ کے دوران ۳۵ قادیانی
وار گرانے لگ گئے۔ آپ جمعہ پڑھا کر آئے۔ یہ منظر دیکھا تو لاٹھی اٹھائی اور قادیانیوں پر پل
ے۔ قادیانی سورماؤں کے پتے پانی ہوگئے۔ مولانا کی للکار سے وہ ایسے سراسیمہ ہوکر غائب
ئے جیسے اذان کی آواز سے معلم الملکوت کے نمائندہ غائب ہوتے ہیں۔ اس واقعہ سے
دیانیوں پر مولانا کی دھاک بیٹھ گئی۔ جامعہ دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ قائم ہوگیا۔ اس وقت بنین
نات کے شعبے قائم ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں آپ نے قائم کیا۔ اس وقت تک ہزار ہا بندگان خدا نے
نی علمی پیاس اس چشمہ فیض سے بجھائی۔

مولانا فیروز خان ؒ بہت ہی بہادر انسان تھے۔ بزدل، کم ہمت، مصلحت بین سے
پ کی کبھی نہیں بنی۔ جہاں رہے سر بکف رہے۔ یہ تمام بہادری و جرأت آپ کو حضرت مدنی
متہ اللہ علیہ سے ملی تھی۔ آپ نے ان سے بیعت بھی کی۔ ان کے مرید مخلص اور طالب صادق

تھے۔ مولانا فیروز خان ؒ نے مجلس احرار اسلام میں کام کیا۔ جمعیۃ علمائے اسلام کی تشکیل ہوئی تو حضرت مولانا عبداللہ درخواستی ؒ، مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ، مولانا مفتی محمود ؒ کے ساتھ جمعیۃ کی آبیاری میں برابر کے شریک سفر رہے۔ آپ نے حضرت مدنی ؒ کے انتقال کے بعد کسی سے تجدید بیعت نہیں کی۔ حضرت مولانا عبداللہ درخواستی ؒ سے بہت ہی نیاز مندانہ اخلاص بھرا تعلق تھا۔ لیکن بیعت ان سے لئے نہ کی کہ فرماتے تھے کہ وہ ہمارے امیر ہیں اور جماعتی امور میں امیر سے اختلاف رائے ہوجاتا ہے۔ اگر ان سے بیعت کا تعلق ہو تو اپنے شیخ سے اختلاف رائے تصوف کی روح کے خلاف ہے۔ مولانا فیروز خان ؒ کی بہادری وجرأت ضرب المثل تھی۔ بلامبالغہ وہ سیف بے نیام اور شیر غراں تھے۔ ان کے ساتھ اسلاف کی بہادری وجرأت کی داستانیں وابستہ تھیں۔ آپ زندگی کی آخری سانس تک جمعیۃ کے ساتھ وابستہ تھے۔ حضرت مولانا سمیع الحق بھی آپ کا بہت احترام کرتے تھے اور آپ کی رائے کو بڑی قدردانی کے ساتھ قبول کرتے تھے۔ آپ کا جنازہ بھی مولانا سمیع الحق صاحب نے پڑھایا۔

مولانا فیروز خان ؒ کا قیام ڈسکہ قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لئے تھا۔ قدرت نے آپ کو کامیاب کیا۔ قادیانیوں کی جائیدادیں بک گئیں۔ ظفراللہ قادیانی کی کوٹھی ظفراللہ کی قبر کی طرح تاریک ہے اور موذی جانوروں کا مرکز ہے۔ کافر کے دل کی طرح اس کی ویرانی بھی فاعتبروا یااولی الابصار! کا منظر پیش کررہی ہے۔ مولانا فیروز خان ؒ ہمیشہ ختم نبوت کے منادر ہے۔ فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات ؒ بھی ضلع سیالکوٹ کے باسی تھے۔ ڈسکہ بھی سیالکوٹ میں واقع ہے۔ اس نسبت سے مولانا فیروز خان ؒ کے مولانا محمد حیات ؒ سے مثالی تعلقات تھے۔ مولانا محمد حیات ؒ بھی دلی طور پر آپ کے قدردان تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ سے بہت کام لیا۔ ہر سال ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں تشریف لانا آپ کے معمولات میں شامل تھا۔ صحت کے زمانہ میں رات کے اجلاس سے خطاب فرماتے۔ جب صحت مضمحل ہوئی تو پہلے دن ظہر سے قبل تشریف لاتے۔ ظہر کے بعد بیان کر کے واپس تشریف لے جاتے۔ قادیانی ضلع سیالکوٹ میں کوئی شرارت کرتے تو علمائے کرام میں سے سب سے پہلے مولانا فیروز خان ؒ میدان عمل میں اترتے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو بقعۂ نور بنائے۔ ان کے صاحبزادگان کو ان کا حقیقی معنوں میں جانشین بنائے۔

مولانا مرحوم کے جانے سے علماء حق کی حق گوئی وجرأت کا ایک باب مکمل ہوگیا ہے۔ آپ نے جس تندہی اور جانفشانی سے دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ کو بام عروج تک پہنچایا۔ وہ آپ کے

لئے یقیناً صدقہ جاریہ ہے۔ مولانا فیروز خان ﷫ ایک عالم دین ہی نہیں تھے۔ بلکہ ان کی ذات ایک انجمن تھی۔ ایک تحریک تھی۔ ان کی یادوں کے تذکرے مدتوں رہیں گے۔ ان ایسے مخلص مجاہد عالم دین کا وجود اس دور میں نشان منزل تھا۔ وہ کیا گئے تاریخ کا ایک باب مکمل ہوگیا۔

مولانا فیروز خان ﷫ دراز قامت، مضبوط کسرتی جسم، رنگ سرخ، داڑھی کے بال گھنے اور خمدار، مونچھیں رعب ودبدبہ کا پرتو لئے ہوئے، سر پر ہمیشہ رومال باندھتے تھے۔ اہل علم کے قدردان تھے۔ دل وزبان ایک تھے۔ وفاق المدارس، جمعیۃ علمائے اسلام کے اجلاسوں میں جس بات کو حق سمجھتے تھے بروقت ڈنکے کی چوٹ پر اس کا اظہار کرتے تھے۔ مولانا فیروز خان ﷫ آخر تک چاک وچوبند رہے۔ جب سے اہلیہ محترمہ کا وصال ہوا تو خود بھی نڈھال ہوگئے۔ وقت موعود آن پہنچا۔ لاہور ہسپتال لے جایا گیا۔ وہاں سے خود تقاضہ کر کے واپس ڈسکہ آگئے۔ ان کی وفات کی خبر سے پورا علاقہ سوگوار ہوگیا۔ بہت بڑا جنازہ ہوا۔ چشم فلک نے ڈسکہ کی سرزمین پر جنازہ کا پہلے ایسا منظر نہ دیکھا ہوگا۔ مدرسہ کے قریب پہلے سے متعین کردہ مقام پر آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی تربت کو بقعۂ نور بنائیں۔ آمین!

آپ اصلاً کشمیری تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مدنی ﷫ کے شاگرد تھے۔ معروف قادیانی شاطر ظفر اللہ ڈسکہ کا رہائشی تھا۔ اس نے اس علاقہ میں قادیانیت کو ایک طاقت کے طور پر متعارف کرانے میں شب وروز ایک کر دیئے۔ ظفر اللہ قادیانی کے غرور کو خاک میں ملانے کے لئے مجلس احرار اسلام نے سیالکوٹ کو اپنا مرکز بنایا۔ ہر الیکشن میں ظفر اللہ قادیانی کے نہ صرف عزائم کو خاک میں ملایا، بلکہ ظفر اللہ کے چہرہ کو بھی خاک آلود کر دیا۔ اس کے علاوہ قدرت نے ظفر اللہ کی بولتی بند کرنے کے لئے مستقل یہ سبیل پیدا فرمائی کہ مولانا فیروز خان دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد ڈسکہ آگئے اور ظفر اللہ کی کوٹھی کے قریب ایک مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ اس مسجد کے سامنے کے پلاٹ پر دارالعلوم مدنیہ کی بنیاد رکھی۔ قدرت کے کرم کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔ ظفر اللہ قادیانی کے عزائم خاک میں مل گئے۔ جائیدادیں بک گئیں۔ کوٹھی میں الو بولتے ہیں۔ جب کہ دارالعلوم مدنیہ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء کا مظہر اتم ہے۔ ایک بار قادیانیوں نے ضلعی افسروں سے ساز باز کر کے دو ماہ کے لئے مولانا محمد فیروز خان ﷫ کی زبان بند کرادی۔ مولانا نے ان دنوں ایک کتابچہ تحریر فرما کر شائع کر دیا۔ جس کا نام ہے: ''آئینہ قادیانیت'' ہماری سعادت ہے کہ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۱ میں اسے بھی شامل اشاعت کیا ہے۔

(۷۹۲)

فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ (آلو مہار شریف)، صاحبزادہ مولانا سید

(پیدائش: ۱۹۱۱ء ...... وفات: ۲۳ر فروری ۱۹۸۴ء)

مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین خانقاہ آلو مہار شریف کے نامور عالم دین تھے۔ پیر طریقت اور قومی سیاستدان تھے۔ آپ نے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے وہ گرانمایہ سنہری خدمات سرانجام دیں جس پر ایک زمانہ کو فخر ہے۔ مولانا سید فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ بہادر اور جرأت کا نشان تھے۔ مجلس احرار خطابت کی ایک دنیا کا نام ہے۔ مولانا فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ اس دنیائے خطابت کے تابندہ ودرخشندہ ستاروں کی کہکشاں تھے۔ آپ اپنے دور جوانی میں خطابت کے شاہسوار سمجھے جاتے تھے۔ صاف گوئی کے ساتھ اس تیزی سے بولتے تھے کہ الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ سامعین کو کبھی عرش پر کبھی فرش پر لئے پھرتے تھے۔ مترادف الفاظ صرف بولتے ہی نہ تھے بلکہ ڈھیر لگا دیتے تھے۔ آپ کی ادائے خطابت نے ایک وقت میں دھوم مچائے رکھی۔ مولانا فیض الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک خوبصورت کڑیل حسین وجمیل سید آل رسول تھے۔ آپ مجلس احرار کے رضا کاروں کے شعبہ کے سربراہ رہے۔ جب آپ ہزاروں باوردی رضا کاروں کے ہمراہ پریڈ کے لئے بینڈ احرار کے ساتھ نکلتے تو پورا ماحول سراپا دیدار بن جاتا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے ہزاروں کارکنوں کو میدان میں اتارا۔ وہ سج دھج آج بھی پڑھنے کو ملتی ہے تو دل ودماغ ہی نہیں روح بھی ساتھ ہی وجد کرنے لگ جاتی ہے۔ آپ جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر بھی رہے۔ آخری عمر میں صرف پیری مریدی تک کے رہ گئے تھے۔ عظیم انسان تھے اور اتحاد المسلمین کے داعی تھے اور عقیدۂ ختم نبوت کے وفادار علمبردار۔ حق تعالیٰ بلند مقام نصیب فرمائیں۔

(۷۹۳)

فیض القادری رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا

(وفات: فروری ۲۰۰۳ء)

بریلوی مکتب فکر کے معروف عالم دین، جمعیۃ علماء پاکستان (نفاذ شریعت) کے جنرل

سیکرٹری صاحبزادہ فیض القادری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں لاہور میں قائدانہ کردارادا
کیا اور آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت لاہور کے جنرل سیکرٹری رہے۔ مجلس کے ساتھ محبت
سے پیش آتے۔ معتدل مزاج خطیب تھے۔ اندرون یکی گیٹ جامع مسجد کے خطیب تھے۔ اللہ
پاک ان کی خوبیوں کو قبول فرمائیں اور خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔ ان کی رحلت سے لاہور ایک
بہادر خطیب سے محروم ہوگیا۔

(۷۹۴)

فیض اللہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ، جناب

''ردالدجاجلہ (حصہ سوم)'' یہ رسالہ جناب فیض اللہ صاحب گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اس
کے چار حصے تھے۔ حصہ اوّل، دوم اور چہارم نہ مل سکے۔ یہ رسالہ مرزا قادیانی کی قرآن مجید کی
تحریفات کے عنوان پر لکھا گیا۔ اچھی محنت کی ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل نہ مل سکی۔ یہ رسالہ
احتساب قادیانیت جلد ۴۴ میں شائع ہوگیا ہے۔

(ق)

(۷۹۵)

قائم الدین عباسی (جتوئی)، مولانا

(وفات: ۱۹۷۴ء)

نامور عالم دین اور خوب منجھے ہوئے صاحب طرز خطیب تھے۔ حق کہنے میں ننگی تلوار
تھے۔ تنظیم اہل سنت کے پلیٹ فارم سے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں
بڑی جرأت وبہادری سے حصہ لیا۔ مولانا محمد یحییٰ عباسی پاکستان کے نامور خطیب اور جمعیۃ علماء
اسلام کے ممتاز رہنما مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔ مولانا قائم الدین عباسی رحمۃ اللہ علیہ اصلاً محمد پور دیوان
ضلع راجن پور کے تھے، پھر جتوئی آ کر آباد ہوئے۔ حسین آگاہی مسجد ملتان میں مجلس تحفظ ختم نبوت
کے تحت میں جو پہلا دارالمبلغین ختم نبوت کا کورس مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ فاتح قادیان نے پڑھایا،
مولانا قائم الدین عباسی رحمۃ اللہ علیہ اس میں شریک تھے۔ جتوئی ضلع مظفر گڑھ میں ابدی راحت فرما ہیں۔

(۷۹۶)

قادر بخش (فیجی آئی لینڈ)، جناب

فیجی آئی لینڈ کے جناب قادر بخش صاحب زرعی یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے۔ خوب ذہین، زیرک، فاضل، معلوماتی وباخبر شخصیت تھے۔ مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے تعلقات تھے۔ مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے یہ فیجی آئی لینڈ کے وزیراعظم بنیں گے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بڑے دھڑلے سے بہادرانہ گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ جس حال میں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خوش رکھے۔

(۷۹۷)

قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد

(پیدائش: ۱۲۴۸ھ ...... وفات ۱۲۹۷ھ)

تاریخی نام خورشید حسن ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام شیخ اسد علی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ ناظرہ قرآن مجید اور معمولی لکھنا پڑھنا گھر پر جلد ہی سیکھ لیا۔ والد صاحب نے آپ کو نانوتہ سے دیوبند بھجوا دیا۔ مولانا نے یہاں پر عربی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ پھر سہارنپور اپنے نانا جی کے پاس آ گئے۔ یہاں مولانا محمد نواز سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے فارسی وعربی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ محرم ۱۲۶۰ھ حضرت مولانا مملوک علی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دہلی آ گئے۔ مولانا مملوک رحمۃ اللہ علیہ سے عربی کتب پڑھیں اور دورہ حدیث شریف شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ چند مطابع میں تصحیح کتب کا کام کیا۔ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں بخاری شریف کا حاشیہ لکھ رہے تھے۔ انہوں نے بخاری شریف کے آخری پانچ چھ سپارے آپ کے سپرد کئے۔ جو آج تک ہندوستان وپاکستان میں بڑے سائز کے بخاری شریف کے نسخہ کے ساتھ چھپ رہے ہیں۔ جب اہل علم نے ان سپاروں پر اس شرح کو دیکھا تو حضرت احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتخاب کی داد دی۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا کہ میں بیت اللہ شریف کی چھت پر کھڑا ہوں اور میرے قدموں سے نہریں نکل کر چہار سو پھیل رہی ہیں۔ مولانا مملوک علی

صاحب ؒ نے اس کی تعبیر یہ فرمائی تھی کہ تمہارے سے علم دین کا فیض چہار سوئے عالم بکثرت جاری ہوگا۔ آپ کے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو لسان عطا فرماتا ہے۔ جیسے حضرت شاہ شمس تبریز ؒ کی لسان حضرت مولانا روم ؒ کو بنایا۔ اسی طرح مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کو میری لسان بنایا ہے۔ جو میرے دل میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ مولانا محمد قاسم صاحب ؒ کی زبان پر جاری فرمادیتے ہیں۔

حضرت نانوتوی ؒ نے عملاً جنگ آزادی میں حصہ لیا۔ میدان کارزار میں بھی اترے۔ آپ کو دوران جہاد گولی بھی لگی۔ جس سے خون اتنا نکلا کہ آپ کے کپڑے تربتر ہوگئے۔ لیکن حق تعالیٰ نے آپ کو زندہ سلامت رکھا۔ آپ تھانہ بھون کے معرکہ میں سپہ سالار مقرر کئے گئے تھے۔ مولانا اپنے دور کے بہت ہی بہادر عالم دین تھے۔ اس معرکہ کے بعد آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ حضرت حاجی صاحب ؒ نے حجاز مقدس ہجرت اختیار کی۔ حضرت گنگوہی ؒ گرفتار ہوئے۔ مقدمہ چلا اور بری کردیئے گئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ نے وارنٹ جاری ہونے کے بعد تین دن تک روپوشی اختیار کی۔ تین دن کے بعد باہر آگئے۔ جگہ بدلتے رہے۔ لیکن روپوشی ختم کردی۔ ساتھیوں نے وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ تین دن روپوشی سنت ہے۔ اس سے زیادہ سنت کے خلاف ہوگا۔ جب حالات اعتدال پر آئے تو آپ نے رفقاء کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد جب انگریز نے اپنے اقتدار کو مزید پکا کرنے کے لئے راہیں اختیار کیں اور مختلف حیلوں سے اہل اسلام، اہل ہند کو کمزور کرنے کے لئے اس نے منصوبے بنائے۔ ٹڈی دل کی طرح انگلستان سے پادریوں نے ہند میں آکر وہ دھاچوکڑی قائم کی کہ الامان، اس دور میں مستقل بنیادوں پر اہل اسلام کے ایمان اور اسلام کے ثبات وبقا کے لئے جن حضرات نے اقدام کئے حضرت نانوتوی ؒ اس قبیلہ عشق ووفا کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ حضرت حاجی عابد حسین ؒ دارالعلوم کے پہلے مہتمم تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس تھے اور دارالعلوم دیوبند کے پہلے سرپرست حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ تھے۔

۱۵ رمحرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ رمئی ۱۸۶۷ء کو دارالعلوم کی بنا رکھی گئی۔ پہلے استاذ ملا محمود دیوبندی تھے اور پہلے شاگرد محمود حسن دیوبندی ؒ تھے۔ مسجد چھتہ کے صحن میں انار کے درخت کے نیچے درس کا آغاز کیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند کے پہلے سرپرست حضرت نانوتوی ؒ، دوسرے سرپرست حضرت گنگوہی ؒ، تیسرے سرپرست حضرت شیخ الہند ؒ، چوتھے سرپرست حضرت

شاہ عبدالرحیم رائے پوری ؒ، پانچویں سرپرست حضرت تھانوی ؒ ہوئے۔اس کے بعد اس عہدہ کا استعمال ترک کر دیا گیا۔ دارالعلوم کے پہلے مہتمم حضرت حاجی عابد حسین ؒ، دوسرے مہتمم حضرت شاہ رفیع الدین دیوبندی ؒ، تیسرے مہتمم حاجی محمد فضل حق دیوبندی ؒ، چوتھے مہتمم حضرت مولانا منیر احمد نانوتوی ؒ، پانچویں مہتمم حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب ؒ مقرر ہوئے۔ حافظ محمد احمد صاحب ؒ حضرت نانوتوی ؒ کے صاحبزادے اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ کے والدگرامی تھے۔ چھٹے مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی ؒ، ساتویں مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب ؒ بنے۔ آپ کے بعد حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن بجنوری ؒ اور آج کل حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب مہتمم ہیں۔ غرض حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ اور آپ کے گرامی قدر رفقاء نے دارالعلوم کی بنیاد رکھ کر اسلامیان ہند پر ہی نہیں بلکہ اسلامیان عالم پر احسان کیا کہ آج پوری دنیا میں دارالعلوم دیوبند کے چشمہ سے علم و فضل کا وہ فیض جاری ہے جو اصلها ثابت و فرعها فی السماء کا مصداق ہے۔

مباحثہ چاندپور

حضرت نانوتوی ؒ نے مسلمانوں کے دین وایمان کی سلامتی کے لئے دارالعلوم کی بنیاد رکھ کر ترویج واشاعت اسلام کا مستقل بنیادوں پر اہتمام کر دیا۔ لیکن انگریز نے جہاں ہند پر قبضہ کیا وہاں وہ اہل ہند کو مسیحی بنانے کے منصوبے بنانے لگا۔ ہند میں انگلستان سے پادری بلائے گئے۔ انہوں نے پورے ہند میں حکومتی وسائل سے فائدہ اٹھا کر صبح وشام ساون کے مینڈکوں کی طرح گلی وکوچہ، بازار، شہروں اور دیہاتوں میں وہ اودھم مچایا کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ اس زمانہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی ؒ نے عیسائیوں کی کتاب انجیل کے محرف ہونے کے دلائل کو ''اظہار الحق'' میں یکجا کر دیا۔ مولانا آل حسن ؒ نے مسیحی عقائد کو آڑے ہاتھوں لیا۔ اپنی کتاب ''استفسار'' میں وہ دلائل جمع کر دیئے کہ اس عنوان پر اس سے بہتر کیا کوئی خدمت سرانجام دے گا؟ اب ایک مناظرہ کا میدان رہ گیا تھا۔ وہ متکلم اسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کے حصہ میں رہا۔ ہوا یہ کہ شاہ جہان پور سے پانچ چھ میل کی مسافت پر چاند پور ہے۔ وہاں پر مسیحی حضرات کی تجویز سے ایک ہندو رئیس منشی پیارے لال کبیر پنتھی نے ۱۸۷۶ء میں ایک مذہبی اجتماع ''میلہ خداشناسی'' منعقد کیا۔ اس میں ہندو مسیحی اور مسلمان علماء کو باہمی مباحثہ کی دعوت دی۔ مگر لالہ جی نے ایک لکھی لکھائی ہندو مذہب کے عقائد پر پہیلی نما تحریر سنا کر، میدان مسیحوں اور مسلمانوں

کے لئے خالی کر دیا۔ عیسائیوں کے نامی گرامی دیگر پادریوں کے علاوہ نولس پادری بھی آیا ہوا تھا۔ جو بڑا لسان، عمدہ مقرر اور چوٹی کا مناظر تھا۔ پادری نولس نے موقف و دعویٰ یہ اختیار کر لیا ''مسیحی دین کے مقابلہ میں دین محمدی کی کچھ حقیقت نہیں'' حضرت نانوتوی ؒ، حضرت شیخ الہند ؒ، مولانا فخر الحسن گنگوہی ؒ، مولانا سید ابوالمنصور دہلوی ؒ ایسے اکابر موجود تھے۔ پہلے دن تو تمام حضرات مسیحوں سے سوال و جواب کرتے رہے۔ مگر دوسرے دن صرف حضرت نانوتوی ؒ کو میدان میں اتارا گیا۔ آپ نے حقانیت اسلام پر ایسے دلائل پیش کئے کہ ان کے آگے اس پادری کی پیش نہ گئی۔ پہلے دن مسیحی حضرات کے اعتراضات کے جوابات ہو چکے تھے۔ اب مسیحیت کی تثلیث والہیت وکفارہ پر آپ نے آج جو اعتراضات اٹھائے تو مجمع داد تحسین دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ اختتام مجلس پر خود مسیحی مناظر باہمی کہتے ہوئے سنے گئے کہ آج ہم مغلوب ہو گئے۔ (میلہ خداشناسی ص ۳۸)

اسلام کی حقانیت وصداقت اور مسیحیوں کی شکست وریخت کا منظر اس کتاب میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مباحثہ شاہجہان پور

مناظرہ چاند پور کے بعد ۱۸۷۶ء ہی میں شاہ جہان پور میں اہل اسلام اور باطل طبقات کے درمیان مباحثہ طے ہوا۔ پنڈت دیانند سرسوتی، منشی اندرمن، پادری اسکاٹ مفسر انجیل اور پادری نولس میدان میں لائے گئے۔ متعدد مشاہیر اسلام اس موقع پر موجود تھے۔ مگر گفتگو کے لئے ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کو میدان میں اتارا گیا۔ ہندو لالے تو وقت کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر آؤٹ ہو گئے۔ اب میدان میں مسلمان اور مسیحی رہ گئے۔ حضرت نانوتوی ؒ نے عقلی ونقلی دلائل کے وہ انبار لگائے۔ ایسی صحیح وقطعی دلیلیں پیش کیں کہ مسیحی مناظر کوئی معقول جواب تو درکنار ایسے دم بخود ہوئے کہ دنیا کو ششدر کر دیا۔ اسلام اور اہل اسلام کا بول بالا ہوا۔ مسلمانوں کی کھلی فتح کا مسلمانوں اور مسیحیوں کے علاوہ متعصب ہندوؤں نے بھی اعتراف کیا۔ خود منشی پیارے لال نے کہا کہ: ''مولوی قاسم صاحب ؒ کا کیا حال بیان کیجئے۔ ان کے دل پر علم کی سرستی (علم کی دیوی) بولتی رہی تھی۔'' (مباحثہ شاہجہان پور ص ۹۲)

اسی طرح پادری تارا چند سے بھی حضرت نانوتوی ؒ کا مناظرہ ہوا۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ نے سوانح قاسمی ص ۱۵ پر لکھا ہے: ''ایک پادری تارا چند نام تھا۔ اس سے

گفتگو ہوئی۔ آخر وہ بند ہوا اور گفتگو سے بھاگا۔ سچ ہے شیروں کا مقابلہ لومڑیاں کیا کر سکیں؟''

آریہ کا فتنہ

آریہ کے پرچارک سوامی دیانند سرسوتی کی بدکلامی وبدزبانی کا اندازہ اس کی کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' کے چودھویں باب سے لگایا جاسکتا ہے کہ کتنا دریدہ دہن تھا۔ وہ ۱۸۷۸ء میں ''رڑکی'' آیا، دن رات اسلام کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا۔ حضرت نانوتوی ؒ نے اپنے شاگردوں کی جماعت کو اس کے تعاقب میں بھیجا۔ سوامی دیانند کو معلوم تھا کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ ضیق النفس (دمہ) کے مریض ہیں۔ سفر نہیں کر سکتے۔ اس نے آپ کے شاگردوں سے مناظرہ نہ کرنے کے لئے عذر یہ تراشا کہ مجھے مولانا نانوتوی ؒ کے بغیر کسی سے مناظرہ نہیں کرنا۔ حالانکہ حضرت شیخ الہند ؒ، مولانا فخر الحسن گنگوہی ؒ، مولانا عبدالعدل ؒ موقع پر موجود تھے۔ اب سوامی دیانند کی آڑ توڑنے کے لئے بیماری کے باوجود حضرت نانوتوی ؒ نے سفر کیا۔ آپ شہر میں قیام پذیر ہوئے۔ دیانند سوامی چھاؤنی میں قیام پذیر تھا۔ مولانا کی آمد کا سنا تو اس کے اوسان خطا ہوگئے۔ آپ اتمام حجت کے لئے کرنل صاحب کی کوٹھی پر چھاؤنی چلے گئے۔ کپتان اور کرنل صاحب نے آپ کا اکرام کیا اور سوامی دیانند کو کرنل صاحب نے بلا کر کہا کہ آپ مولانا سے مجمع عام میں کلام کیوں نہیں کرتے۔ تمہارا کیا نقصان ہے؟ اس نے کہا کہ مجمع عام میں فساد کا اندیشہ ہے۔ کرنل صاحب نے کہا کہ میری کوٹھی پر بحث ہو جائے۔ ہم فساد روکنے کا انتظام کر لیں گے۔ دیانند نے کہا: نہیں ہم تو صرف اپنی کوٹھی پر بات کریں گے اور اجتماع عام بھی نہ ہو۔ حضرت نانوتوی ؒ نے فرمایا کہ ابھی اجتماع عام نہیں ہے۔ ابھی گفتگو کر لیں۔ آپ اعتراض کریں اور جواب لیں۔ یا ہمارے سنیں اور جواب دیں۔ دیانند نے کہا کہ میں گفتگو کے ارادہ سے نہیں آیا۔ مولانا نے فرمایا: ابھی ارادہ کر لیں۔ اس میں کیا دیر لگتی ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ بازار میں، گھر پر، شہر میں، کسی کونہ میں، عوام میں، خواص میں جہاں چاہیں میں گفتگو کے لئے تیار ہوں۔ اس نے کہا کہ سوائے اپنی کوٹھی کے اور کہیں میں گفتگو کے لئے تیار نہیں۔ اگلے دن کا وقت طے ہوا۔ لیکن پولیس کو کہہ کر مولانا کی کوٹھی آمد پر پابندی لگوادی۔ چنانچہ حضرت شیخ الہند ؒ، مولانا عبدالعدل ؒ کے تین روز بیان ہوتے رہے اور پنڈت دیانند کو برابر غیرت دلاتے رہے۔ مگر اسے سانپ سونگھ گیا۔ آخر حضرت نانوتوی ؒ نے فرمایا کہ اچھا میری مجلس میں آکر میرے وعظ میں بیٹھ جاؤ۔ اس کی بھی اسے جرأت نہ ہوئی۔ سوامی دیانند سرسوتی نے اسلام پر اصولی گیارہ

اعتراض کئے۔ آپ نے دس اعتراضات کا جواب ''انتصار الاسلام'' اپنی کتاب میں دیا۔ گیارھویں اعتراض کا جواب ''قبلہ نما'' میں دیا۔ دیانند، رڑکی سے بھاگا، میرٹھ گیا۔ آپ میرٹھ پہنچ گئے۔ دیانند وہاں سے فرار اختیار کر گیا۔ اس کے بعد اس کے ایک چیلے لالہ نندلال نے اسلام کے خلاف ایک مضمون لکھا۔ آپ نے اس کا جواب ''ترکی بہ ترکی'' اپنے رسالہ میں دیا۔ غرض میرٹھ سے دوڑا تو کہیں کا کہیں جا پہنچا۔ نہ کوئی راہ نظر آئی، نہ سر چھپانے کو اوٹ۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ زندہ باد ہوئے اور دیانند خائب و خاسر۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''تحذیر الناس'' پر بعض بدنصیبوں نے اعتراض کیا۔ حضرت مولانا خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''معترضین کی کھوپڑی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی جوتی کے تلوے کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔''

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند واقعات

۱...... ہندوستان میں سبز رنگ کا عمدہ جوتا تیار ہوتا ہے۔ جس پر شاندار کڑاھی کی جاتی ہے۔ شرفاء استعمال کرتے ہیں۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی استعمال نہیں کیا کہ اس کا رنگ سبز ہے۔

۲...... حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو مدینہ طیبہ نظر آتے ہی سواری سے اتر گئے اور پیادہ سفر کیا۔ کئی میل پیادہ پتھریلی زمین پر سفر کرنا پڑا۔

۳...... مدینہ طیبہ قیام کے دوران کھانا پینا بہت کم کر دیا۔ چوبیس گھنٹوں میں ایک دو بار تقاضا کے لئے جانا ہوتا تو اتنے دور نکل جاتے کہ مدینہ طیبہ وہاں سے نظر نہ آئے۔ جتنے دن قیام رہا اتنے دن اس پر سختی سے کاربند رہے۔

۴...... قصائد قاسمی پڑھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کتنے بڑے عاشق رسول تھے۔ ایک دو شعر پیش خدمت ہیں:

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

کہاں بلندی طور اور کہاں تری معراج
کہیں ہوئے ہیں زمین و آسمان بھی ہموار

اکیلا یہ قصیدہ ایک سو اکاون اشعار پر مشتمل ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تین حج کئے۔ ۴؍جمادی الاوّل ۱۲۹۷ھ کو آپ نے وصال فرمایا۔ ان کی شخصیت کا بانکپن ہر زائر کے دل و دماغ پر سایہ فگن نظر آتا ہے۔ مقبرہ قاسمی دیوبند میں

آج ہزاروں صاحب علم وفضل مدفون ہیں۔ یادر ہے کہ اس قبرستان میں سب سے پہلی قبر مبارک آپ کی بنی تھی۔ ان دنوں یہ قبرستان شہر سے باہر تھا آج تو شہر کے وسط میں آ گیا ہے۔

(۷۹۸)

قمرالدین رحمۃ اللہ علیہ (اچھرہ، لاہور)، جناب میاں

''شعبہ تبلیغ مرکزیہ احرار اسلام ہند قادیان گورداسپور کی سالانہ رو ئیداد وگوشوارہ آمد وصرف (یکم راپریل ۱۹۴۵ء، لغایت ۳۱ر مارچ ۱۹۴۶ء)'' کل ہند مجلس احرار اسلام نے ''شعبہ تبلیغ'' قائم کر کے قادیانیت کے احتساب کا قادیان میں ڈول ڈالا۔ اس شعبہ تبلیغ کے مہتمم لاہور اچھرہ کا رئیس الحاج میاں قمرالدین مرحوم کو مقرر کیا گیا۔ اس شعبہ تبلیغ کے سرپرست امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آج اس روئیداد کے ٹائٹل پر حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کو ''فاتح قادیان'' کے لقب سے ملقب پڑھ کر اتنی خوشی ہوئی کہ جھوم اٹھا۔ یہ روئیداد الحاج میاں قمرالدین رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ ہے جو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں شائع کرنے کی ہمیں سعادت نصیب ہوئی۔

(۷۹۹)

قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ

(پیدائش: جولائی ۱۹۰۶ء ...... وفات: جولائی ۱۹۸۱ء)

حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی مرحوم نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چنیوٹ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت سے اتحاد بین المسلمین کے لئے زحمت فرمائی۔ ۱۹۷۴ء میں آپ سرگودھا مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے نہ صرف سرپرست رہے، بلکہ متعدد اجلاسوں میں شرکت فرمائی۔ آپ نے تحریک کے موقع پر راولپنڈی میں ایک سو علماء ومشائخ کا کنونشن بلا کر مشائخ کی پوری طاقت مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پلڑے میں جھونک دی۔ شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ (جو مجلس عمل کے سربراہ تھے) کو اپنا پیغام بھجوایا کہ اس مسئلے کے لئے میری جان حاضر ہے۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''آپ اپنی دعاؤں سے ہماری امداد جاری رکھیں۔ جب ضرورت ہوئی تو بنوری خود آپ کے ہاں حاضر ہوگا۔'' یکم ستمبر ۱۹۷۴ء کے جلسہ بادشاہی مسجد

لاہور میں خواجہ قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ جب ایک ساتھ اسٹیج پر تشریف رکھتے تھے تو اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ اگر ایک قمر ہے تو دوسرا سراج۔ چاند وسورج کے اس حسین امتزاج کو دیکھ کر دنیا نے کامیابی کی نیک فال لی۔

مولانا خواجہ قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ تھے۔ تحریک پاکستان میں بڑی جانفشانی سے حصہ لیا۔ مصنف اور شاعر اور نامور عالم دین تھے۔ جمعیۃ علماء پاکستان کے ایک زمانہ میں صدر بھی رہے۔ جنرل ضیاء الحق کے زمانہ میں اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن تھے۔

(گ)

(۸۰۰)

گل محمد خالد رحمۃ اللہ علیہ (پنوں عاقل)، مولانا

(وفات: ۳۰ر جون ۲۰۰۹ء)

تحصیل پنوں عاقل ضلع سکھر کے گاؤں ''نوراجا'' میں ایک کاشتکار ولی محمد سمیجو کے گھر جولائی ۱۹۳۱ء میں ایک بیٹے کی ولادت ہوئی جس کا نام گل محمد رکھا گیا۔ ناظرہ قرآن مجید، ابتدائی عربی وفارسی مڈل تک اپنے ہی علاقہ کے اساتذہ سے پڑھے۔ بعد ازاں سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی میں داخلہ لیا۔ جہاں سے مولوی فاضل کی ڈگری حاصل کر کے واپس اپنے ہی علاقے میں تعلیمی خدمات سرانجام دینے لگے۔ اسی اثناء میں گورنمنٹ بوائز ہائی سکول پنوں عاقل میں ٹیچر کے طور پر باقاعدہ آرڈر ملا اور کچھ عرصہ وہاں پر ایمانداری اور لگن سے کام کیا۔ تنظیمی طور پر ان کا تعلق تقسیم سے قبل کا ہی مجلس احرار اسلام سے تھا۔ بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرگرم اور مخلص کارکن کی حیثیت سے علاقہ بھر میں خدمات سرانجام دیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور حصہ لیا اور نہایت جرأت رندانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے پنوں عاقل اور گردونواح میں تحریک کے الاؤ کو روشن کیا۔ بالآخر گرفتاری ہوئی اور انہیں چھ ماہ قید سنائی گئی۔ پنوں عاقل سے سینٹرل جیل سکھر منتقل کیا گیا تو ان کی خوش بختی کہ ان کے قائدین یعنی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ، سید مظفر علی

شمسی ﷫ ودیگر بھی ان دنوں تحفظ ختم نبوت کی پاداش میں سینٹرل جیل سکھر میں ہی پابند سلاسل تھے۔ ان بزرگوں کی رفاقت اور وہ بھی پس دیوار زنداں اس ماحول میں مولانا گل محمد مرحوم کے شب روز گذرے۔ پیچھے محکمہ تعلیم نے انہیں نوکری سے برطرف کر دیا۔ گھر میں فاقے پڑنے لگے کہ اپنے گھر کے واحد کفیل تھے۔ گذر بسر کے لئے اپنا آبائی رقبہ فروخت کیا گیا۔ یوں ان کے خاندان نے بے کسی و بے بسی کے عالم میں وقت گذارا۔ لیکن ان حالات کے باوجود اس مرد مجاہد نے حالات سے سمجھوتہ کئے بغیر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کچھ عرصہ مرکزی دفتر ملتان میں خدمات سرانجام دیں۔

(۸۰۱)

گل محمد خان دیوبندی ﷫، مولوی

مولوی گل محمد خان دیوبندی ﷫ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ:

’’قادیانی کے عقائد، شریعت نبوی سے بالکل بیگانہ ہیں۔ اس نے اکثر عقائد اپنے تراش خراش سے ایجاد کئے ہیں، جو نہ کسی دین متزل کے موافق اور نہ کسی ضابطہ عقلی کے تحت میں داخلی ہیں اور بعض عقائد یونانی دہریوں کے قوائد واصول پر مبنی ہیں۔‘‘ (منقول از رسالہ اشاعۃ السنہ)

(۸۰۲)

گل ناصر ندیم ﷫ (آزاد کشمیر)، جناب رانا

’’انگریز، کشمیر اور مرزائی‘‘ اس نام سے جناب رانا گل ناصر ندیم کا ۱۶؍صفحاتی مضمون مجلس احرار کے مرکزی مکتبہ نے آزاد کشمیر اسمبلی کے فیصلہ کے فوراً بعد شائع کر کے تقسیم کیا۔

(۸۰۳)

گلزار احمد مظاہری ﷫ (لاہور)، مولانا

(پیدائش: ۱۰؍فروری ۱۹۲۲ء ...... وفات: ۱۰؍ستمبر ۱۹۸۶ء)

حضرت مولانا گلزار احمد صاحب مظاہری ﷫، مظاہر العلوم سہارنپور کے فارغ

تحصیل عالم دین تھے۔ جماعت اسلامی کی ذیلی تنظیم اتحادالعلماء کے آپ عرصہ تک سیکرٹری جنرل رہے اور مولانا محمد چراغ ؒ کے بعد اتحاد العلماء کے مرکزی صدر بھی رہے۔ آپ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ خوب شعلہ نوا خطیب اور بہادر انسان تھے۔ حق تعالیٰ نے خوبیوں کا مرقع بنادیا تھا۔ مولانا مرحوم سے ۱۹۷۴ء میں نیاز مندانہ ساتھ رہا۔ چنیوٹ اور چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں بھی تشریف لاتے رہے اور اپنے بیان سے ممنون فرماتے رہے۔

آپ نے منصورہ میں علماء اکیڈمی بنائی۔ عرصہ تک اس کے ڈائریکٹر رہے۔ پراچہ برادری سے تعلق تھا۔ بھیرہ کے رہنے والے تھے۔ پھر لاہور منتقل ہوئے اور یہیں وصال فرمایا۔

حضرت مولانا گلزار احمد مظاہری ؒ کے سات رسائل ہمیں میسر آئے۔

۱...... ''قادیانی ہم مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں؟''
۲...... ''قادیانیت عدالت کے کٹہرے میں''
۳...... ''قادیانیوں کی سیاسی منزل''
۴...... ''سراپا غلام احمد قادیانی''
۵...... ''قادیانی آزادی کشمیر کے دشمن''
۶...... ''ربوہ سے اسرائیل تک''
۷...... ''قادیانی اور کلمہ طیبہ''

ردقادیانیت پر حضرت مرحوم کے اور رسائل بھی ہیں جو ہمیں ملے۔ وہ احتساب قادیانیت کی جلد ۲۹ میں شائع کردیئے۔

(ل)

(۸۰۴)

لطف اللہ شہید ؒ (ساہیوال)، حضرت قاری

(پیدائش: جنوری ۱۹۲۱ء ...... شہادت: ۳راکتوبر ۱۹۵۷ء)

حضرت شیخ الہند ؒ کے شاگرد جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے بانی اور برصغیر کے نامور

عالم ربانی حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ ﷫ کے ایک صاحبزادہ کا نام قاری لطف اللہ تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت مفتی صاحب اور برادر کبیر حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری ﷫ سے حاصل کی۔ خیر المدارس جالندھر میں بھی پڑھتے رہے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ تقریر میں وہ حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی ﷫ کے شاگرد تھے۔ تکمیل بھی انہیں سے کی۔ قرآن مجید اور طرز خطابت ان کا اپنا تھا۔ اس میں نہ صرف انفرادیت بلکہ جدت بھی تھی۔ ذرا غور فرمائیے کہ قاری لطف اللہ، علامہ عثمانی ﷫ کے شاگرد اور خطیب اسلام مولانا محمد ضیاء القاسمی ﷫ کے استاد تھے۔ ان دونوں حضرات کی خطابت سے حضرت قاری لطف اللہ صاحب ﷫ کی خطابت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مولانا قاری لطف اللہ صاحب ﷫، مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی حضرات کے رفقاء میں سے تھے۔ انہوں نے ختم نبوت کی ایک تقریر کے سلسلہ میں مقدمہ کی پیشی کے لئے جاتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

محترم قاری صاحب ﷫ مجلس تحفظ ختم نبوت کے قدیم رہنماؤں میں سے تھے۔ ان کی آواز کو مجلس کی آواز سمجھا جاتا ہے۔ ایک زمانہ میں ان کا وجود مجلس تحفظ ختم نبوت کی پہچان تھا۔ آپ کے بھتیجا مولانا حضرت مولانا مطیع اللہ رشیدی نے ان کے تعارف پر ایک مضمون ماہنامہ ''الرشید'' ساہیوال ماہنامہ اکتوبر، نومبر ۱۹۸۴ء کے شمارہ میں لکھا جو پڑھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے:

قاری لطف اللہ جادو بیاں مقرر، فصیح اللساں واعظ، قادر الکلام متکلم، لحن داؤدی کے مالک، قرآن کریم پڑھنے میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ﷫ کے تابع اور بے نظیر خطیب تھے۔ تقریر وبیان کا ملکہ آپ نے اپنے استاد شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی ﷫ سے سیکھا۔ شیخ الاسلام علامہ عثمانی ﷫ نے بطور خاص ان کی تربیت فرمائی تھی اور علامہ عثمانی ﷫ کو قاری لطف اللہ شہید ﷫ پر بہت اعتماد تھا۔

جنوری ۱۹۲۱ء مقام مدرسہ رشیدیہ رائے پور ضلع جالندھر میں ولادت ہوئی۔ حضرت قاری لطف اللہ ﷫ کے والد استاذ العلماء فقیہ العصر حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ قدس سرہ رائے پوری مفتی اعظم پنجاب وصدر مدرس مدرسہ رشیدیہ رائے پور وجامعہ رشیدیہ ساہیوال تھے۔ مفتی فقیر اللہ ﷫ شیخ الہند مولانا محمود حسن ﷫ اسیر مالٹا کے تلمیذ خاص تھے اور پنجاب کے اکابر علماء کے استاذ الکل تھے۔ آپ نے پچاس سال قرآن وحدیث وفقہ وعلوم اسلامی کی خدمات سرانجام دیں اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں وصال فرمایا۔ مفتی صاحب مرحوم کی کرامت کا عینی

مشاہدہ اور صحیح واقعہ ساہیوال میں زبان زد خلائق ہے کہ ۲۲ ماہ کے بعد آپ کی قبر کے اظہار سے جسم مبارک صحیح وسالم، حتیٰ کہ کفن بھی ٹھیک ٹھاک اور قبر کی مٹی سے خوشبو آرہی تھی۔ جب کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پائینتی، حضرت شیخ فتح محمد مرحوم کی قبر کھودی جارہی تھی کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کھل گئی اور متعدد افراد نے یہ ماجرا دیکھا۔

انہی بزرگ مفتی فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے قاری لطف اللہ مرحوم نے قران کریم چھوٹی عمر میں ہی حفظ کر لیا تھا۔ حافظ جان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مشہور استاذ القرآن تھے۔ ابتدائی کتب مدرسہ رشیدیہ رائے پور میں آپ نے والد ماجد حضرت مفتی فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا الحاج عبدالعزیز صاحب رائے پوری قدس سرہ (المشہور پیرجی گیاراں والے) سے پڑھیں اور اپنے برادر بزرگ مولانا الحاج حافظ عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال سے بھی تعلیم حاصل کی۔ متوسطات کی تعلیم کے لئے آپ مدرسہ خیرالمدارس جالندھر حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جا داخل ہوئے۔ آپ نے جملہ علوم وفنون کی تحصیل خیرالمدارس جالندھر میں مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ متوسطات کی تعلیم کے لئے آپ مظاہر العلوم سہارنپور پہنچے اور مولانا عبدالرحمٰن مرحوم، مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالشکور مرحوم اور مولانا عبداللطیف مرحوم ومغفور سے اکتساب علوم وفیوض کیا۔ دارالعلوم دیوبند میں جمعیۃ الطلبہ پنجاب کے صدر وامیر تھے۔

جمعیۃ الطلبہ پنجاب کا سالانہ اجتماع مفتی کفایت اللہ مرحوم کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مہمان خصوصی شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس اجتماع میں قاری لطف اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خطاب کیا۔ علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تعریفی اور دعائیہ کلمات سے نوازا اور قاری صاحب مرحوم ایسے منظور نظر ہوئے کہ علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ انہیں ڈابھیل اپنے ساتھ لے گئے۔ تکمیل علوم کے لئے ڈابھیل کے جامعہ میں داخل ہوئے اور مولانا سید بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے علم حدیث حاصل کیا۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے مادر علمی مدرسہ رشیدیہ رائے پور سے تعلیم وتبلیغ کا سلسلہ شروع کیا اور علاقہ بھر میں تبلیغی دورے کرکے ان من البیان لسحر کا ثبوت دیا اور بستی شیخاں جالندھر جامعہ مسجد میں آپ نے خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ پاکستان میں قاری لطف اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر جمعیۃ علماء

اسلام کے پلیٹ فارم پر کام کا آغاز کیا۔ جب کہ ساہیوال میں ان کے بڑے بھائی مولانا فاصل حبیب اللہ رشیدی رحمۃ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ اور قاری لطف اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیۃ علماء اسلام قائم کر کے کام شروع کیا۔

عارف والا جمعیۃ العلماء کانفرنس، اوکاڑہ جہاد کانفرنس، منٹگمری تبلیغ کانفرنس اور چیچہ وطنی ختم نبوت کانفرنس میں قاری لطف اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ خطیب اوکاڑہ کی مساعی جمیلہ کارفرما تھیں۔ بعدازاں قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود کو تنظیم اہل سنت کے لئے وقف کر دیا۔ پورے ملک میں دورے کئے اور عظیم الشان اجتماعات میں خطابات کئے اور تحفظ ختم نبوت مشن کے لئے آپ نے جو خدمات سرانجام دیں اور اپنے تن من دھن کو ختم نبوت کے لئے جس طرح پیش کیا وہ آپ ہی کا حصہ اور جذبہ تھا۔ آپ نے مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سندھ، پنجاب کے دورے کئے۔ خصوصاً توحید ورسالت وختم نبوت ومقام صحابہ رضی اللہ عنہم ومدح اہل بیت رضی اللہ عنہما جیسے عنوانات پر آپ نے بہترین خطاب فرمایا کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں آپ کو متعدد بار جیل جانا پڑا۔ منٹگمری جیل اور میانوالی جیل میں سال بھر نظر بند رہے۔ میانوالی جیل سے رہا ہو کر ابھی گھر پہنچ کر والدہ صاحبہ سے تسلیمات ودعوات لے رہے تھے اور بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ اچانک گرفتار کر کے دوبارہ میانوالی جیل پہنچا دیئے گئے۔ ازاں بعد بوریوالہ تقریر کے سلسلہ میں گرفتاری ہوئی۔ اسی تقریر کی پاداش میں وہاڑی تاریخ پر جا رہے تھے کہ موٹروں کی مسابقت اور مقابلہ بازی سے موٹر الٹ گئی اور بیشتر سواریاں ختم ہو گئیں۔ مولانا شیخ احمد مرحوم مہتمم مدرسہ اسلامیہ بوریوالہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی، بہاولنگر دو سال تبلیغ کا کام کیا اور مولانا فضل محمد رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ کے ساتھ طوفانی دورے کئے۔ مدرسہ فاردقیہ عارف والا کی دینی درسگاہ آپ ہی کی مرہون منت ہے۔ آپ نے مسلمانان علاقہ کی بہت بڑی خدمات سرانجام دیں۔ مدرسہ کو چار چاند لگائے۔ بعدازاں اہل کمالیہ نے مدرسہ نعمانیہ کے لئے آپ کو تکلیف دی۔ آپ نے اہل کمالیہ کی بھی کمال ہی خدمت کی اور مدرسہ کو فروغ دیا۔ آپ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے بانیوں میں سے تھے اور جامعہ رشیدیہ کے مبلغ اعظم، خطیب اکبر اور روح رواں تھے۔ آپ کا مزار جامعہ کے قریبی قبرستان پیر بخاری میں واقع ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن ۔۔۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(۸۰۵)

لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا لطف اللہ علی گڑھی نے لکھا کہ: ’’جس شخص کے یہ عقیدے (مولانا محمد حسین بٹالوی کے استفتاء میں مذکور) ہیں وہ بے شک دائرہ اسلام سے خارج، ملحد وزندیق ہے۔ نعوذ باللہ من شرورہ‘‘

(۸۰۶)

لطیف احمد شیروانی (ایم۔اے)

آپ نے ’’حرف اقبال رحمۃ اللہ علیہ‘‘ کے نام پر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات تقاریر اور بیانات کا مجموعہ مرتب کیا جس کے حصہ دوم میں اسلام اور قادیانیت کے متعلق علامہ مرحوم کے گرانقدر خطوط، مقالات وخطبات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ یہ حصہ چھبیس صفحات پر مشتمل ہے۔

(۸۰۷)

لعل شاہ دوالمیالوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید

(پیدائش:۱۸۴۷ء ...... وفات:۱۹۴۷ء)

دوالمیال ضلع چکوال میں معروف قصبہ ہے۔ کاظمی سادات کے گھرانہ میں فرد فرید مولانا سید لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ بھیرہ، پشاور، لاہور سے دینی تعلیم مکمل کی۔ چشتی سلسلہ کے بزرگ خواجہ محمد میروی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت حاصل کی۔ دوالمیال قادیانیوں کی زد میں تھا۔ آپ ان کے خلاف تحریر وتقریر منبر ومحراب سے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ ۹رفروری ۱۹۰۷ء کو ایک مسجد کے سلسلہ میں قادیانیوں کے خلاف اسسٹنٹ کمشنر پنڈ دادنخان سے فیصلہ لیا۔ ۱۶رمارچ ۱۹۲۴ء کو دوالمیال میں قاضی فضل احمد گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کا قادیانیوں سے مناظرہ ہوا۔ ماہنامہ تائید الاسلام لاہور مئی ۱۹۲۴ء میں کارروائی شائع ہوئی۔ عبدالرحمٰن خادم معروف بدزبان قادیانی مناظر سے ۱۹۳۲ء میں آپ کا مناظرہ ہوا۔ جس میں قادیانیوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ آپ کی مسجد میں فقیر راقم کو بارہا بیان کرنے کی اللہ رب العزت نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔

(م)

(۸۰۸)

مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ (لاہور)، مولانا محمد

(ولادت:۱۹۲۵ء ...... وفات:۲۱/اکتوبر۱۹۸۸ء)

جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ فراغت کے بعد جامع العلوم بہاول نگر اور پاکستان بننے کے بعد دارالعلوم ٹنڈو الہ یار خان میں آپ پڑھاتے رہے۔ آپ کے والدگرامی حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث تھے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو والدگرامی کی مسند حدیث پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں بطور شیخ الحدیث کے لایا گیا۔ آپ نے اپنے والدگرامی مرحوم کی نیابت کا حق ادا کردیا۔ مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ خوب صاحب علم شخصیت تھے۔ علمی وقار کے ساتھ ساتھ بہت باغ و بہار طبیعت پائی تھی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام منعقد ہونے والی سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ پر آپ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اشرفیہ کے ''شیخین'' تشریف لاتے تھے۔ جس اجلاس میں شرکت فرماتے اس اجلاس کی بہاریں بھی جوبن کو چھونے لگ جاتیں۔

۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو جنرل محمد ضیاء الحق نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔ جسے قادیانیوں نے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کردیا۔ تب مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن رکین تھے۔ آپ نے وفاقی شرعی عدالت میں اہل اسلام کی طرف سے قادیانی مؤقف کے خلاف نمائندگی کرتے ہوئے ایک وقیع بیان جمع کرایا۔ جسے بعد میں کتابی شکل میں جولائی ۱۹۸۴ء میں شائع کیا گیا۔ اس کا نام ہے:

''قادیانی غیرمسلم اقلیت بن کر رہیں یا اسلام قبول کریں'' فقیر کی سعادتمندی ہے کہ احتساب قادیانیت جلد ۴۱ میں اس کتاب کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

(۸۰۹)

ماہر القادری رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، جناب

(ولادت: جولائی ۱۹۰۷ء ...... وفات: مئی ۱۹۷۸ء)

معروف صحافی جناب ماہر القادری ایڈیٹر ''ماہنامہ فاران'' کراچی کو لاہوری مرزائیوں نے چند پمفلٹ بھیجے جس کا انہوں نے ان کا جواب اپنے رسالہ ''فاران'' میں ''قادیانیت'' کے عنوان پر بالاقساط تحریر کیا۔ اسے کتابی شکل میں سید عبدالرحمٰن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فیصل آباد سے شائع کیا۔ اب احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۱۰)

مبارک علی شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (قصور)، جناب سید

(پیدائش: ۲۳/ مارچ ۱۸۹۵ء ...... وفات: ۱۰/ جنوری ۱۹۵۳ء)

مولانا سید عبدالحق قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا سید مبارک علی شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے اپنے والد، مولانا محمد دین خوشابی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید امانت علی رحمۃ اللہ علیہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ مولوی فاضل، منشی وادیب فاضل کے امتحان پاس کئے۔ مولانا سید مبارک علی شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر تھے۔ سادات ہمدانیہ جو قصور و خیر پور ٹامیوالی میں آباد ہیں سید مبارک علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے جداعلیٰ تھے۔

۱...... ''مرزا قادیانی کی بدزبانی''

۲...... ''مرزائیوں سے چند سوالات''

۳...... ''مسلمانان عالم مرزائیوں کی نظر میں''

یہ تینوں رسائل حضرت مولانا سید مبارک علی ہمدانی قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرتب کردہ ہیں جو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳ میں اشاعت پذیر ہوئے۔

(۸۱۱)

مجتبیٰ رازی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

۱۹۲۹ء کے نصف آخر میں انچولی میرٹھ میں قادیانیوں سے مناظرہ ہوا۔ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ سنبھلی لکھنوی ایسے مناظرین اسلام جن کا وجود اس دھرتی پر حجۃ اللہ کا درجہ رکھتا تھا جو صحیح معنی میں آیات من آیات اللہ تھے۔ ان حضرات نے اس مناظرہ میں اہل اسلام کی نمائندگی کی۔ قادیانی مناظر مجاہد نامی جو الفضل قادیان کا ایڈیٹر بھی تھا۔ اس نے اپنی ذلت آمیز شکست کو چھپانے کے لئے الفضل ۵؍نومبر ۱۹۲۴ء میں اس مناظرہ کی رپورٹنگ میں دجل وتلبیس سے کام لیا۔ جس کی جواب دہی کے لئے مولانا محمد مجتبیٰ رازی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے قلم اٹھایا اور الفضل کے اس نوٹ کا یہ جواب لکھا۔ ''السقر لمن کفر، الملقب بہ فتوحات محمدیہ بر فرقہ غلمدیہ'' احتساب قادیانیت کی جلد ۴۵ میں تیراسی سال بعد اس کی اشاعت ثانی پر اللہ تعالیٰ کی عنایت وتوفیق پر سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔

(۸۱۲)

مجیب الرحمٰن شامی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، جناب

پاکستان کے ممتاز اہل قلم، نامور صحافی جناب مجیب الرحمٰن شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ''قومی ڈائجسٹ'' کا ''قادیانیت نمبر'' شائع کیا۔ اس کی مانگ ومقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ان کو چند ہفتوں میں کئی ایڈیشن شائع کرنے پڑے۔ کسی بھی قومی پرچے کی اتنی اشاعت نہیں جتنی اس نمبر کی ہوئی۔ یہ ایک ریکارڈ ہے۔ اس کے لائبریری ایڈیشن کے دیباچے میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ: ''اس ایڈیشن کے شائع ہوتے ہی مجھے حج کا بلاوا آ گیا۔'' جسے وہ اس نمبر کی مقبولیت کی دلیل قرار دیتے ہیں۔

۲۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کو صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس پر ملک میں ایک بار پھر مرزائیت کا موضوع بڑی شدومد سے زیر بحث آیا۔ جناب شامی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ماہانہ جریدہ ''قومی ڈائجسٹ'' کی ایک اشاعت قادیانیت کے لئے خاص کردی۔ جس میں مرزا قادیانی کا بچپن بھولپن، جوانی دیوانی، بڑھاپا سیاپا

نوان قائم کر کے ۸۲ ذیلی عنوانات پر پروفیسر الیاس برنی ﷫ کا مرتب شدہ مواد شائع کیا
۔زمین کی حسرت، زر کی محبت، زن کی قیامت کا عنوان قائم کر کے ۶۳ ذیلی عنوانات پر مواد جمع
ہے جو ۴۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔تعلقات کا عنوان قائم کر کے محبتیں، نفرتیں، منتیں، خوشامدیں،
یاں، پیشین گوئیاں کے عنوانات سے ۱۸ صفحات کی بحث کی ہے۔

سیاست کے عنوان کے تحت انگریز سے وفاداری، ملت سے غداری، مسلمانوں سے
ی کے عنوانات پر ۵۲ صفحات کی بحث ہے۔کفریات مرزا کا عنوان قائم کر کے ۸۷ ذیلی
ات کے تحت مرزائیت کی کتب کے حوالہ جات ایسی خوبصورتی سے ۲۴ صفحات پر جمع کر دیئے
س سے مرزائیت کے صحیح خدوخال آشکارا ہوگئے ہیں۔ ناپاک جسارت کے عنوان سے
معنوی ولفظی پر متعدد مضامین شامل کر دیئے گئے ہیں۔آخری ستر صفحات مرزائیت کی
اچ پیچ کو سمجھانے کے لئے وقف کر دیئے گئے ہیں۔

شامی صاحب ﷫ نے لائبریری ایڈیشن کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ نمبر اتنا تقسیم ہوا
س کی کوئی مثال کم از کم جریدے کی تاریخ میں نہیں ملتی۔کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(۸۱۳)

محب اللہ شاہ راشدی ﷫ (حیدرآباد)، جناب پیر

حضرت مولانا پیر محب اللہ شاہ راشدی ﷫ جانشین سادس خانقاہ جھنڈا شریف نزد نیو
باد ضلع حیدرآباد کا مرتب کردہ رسالہ ''کیا عیسیٰ علیہ السلام کے والد تھے؟'' ہے۔اس کے
ں ''ولادت مسیح علیہ السلام'' کا عنوان قائم کر کے تفسیر ثنائی مصنفہ مولانا ثناء اللہ امرتسری ﷫
۴۷ تا ۴۸۷ کو بمع حاشیہ کے نقل کر دیا گیا ہے۔مولانا محب اللہ ﷫ نے اسے نومبر ۱۹۸۹ء
رتب کیا۔لیکن اس کی اشاعت مئی ۲۰۰۳ء میں ہوئی اور اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۴۶
مل اشاعت ہے۔

(۸۱۴)

محبوب ﷫ سبحانی واعظ، مولانا مفتی

''کارزار قادیان'' یکم اپریل ۱۹۳۶ء میں یہ رسالہ اوّلاً شائع ہوا۔حضرت مولانا

مفتی محبوب سبحانی واعظ کا مرتب کردہ ہے۔ مرزا قادیانی اور اس کا یار غار مولوی محمد علی لاہور کے درمیان ۸۵ زبردست اصولی اختلافات اس میں قلمبند کئے گئے۔ خوب معرکۃ الآراء چیز ہے۔ ستتر سال قبل شائع شدہ رسالہ کا احتساب قادیانیت میں شائع ہونا ہم مسکینوں پر فضل ایزدی ہے۔ فلحمدللہ!

(۸۱۵)

محمد بن عبداللہ السبیل (مکہ مکرمہ)، فضیلۃ الشیخ

امام مسجد الحرام بیت اللہ شریف جناب فضیلۃ الشیخ محمد بن عبداللہ سبیل جو شئون الحرمین شریفین کے وزیر بھی تھے۔ آپ نے ”محمد رسول اللہ خاتم النبیین والمرسلین “ کے عنوان پر حرم شریف میں خطبہ دیا جسے بعد میں ۲۴ صفحات کے رسالہ کی شکل میں شائع کیا گیا۔ قادیانیت کے فتنہ کے استیصال کے لئے جناب موصوف کی گرانقدر خدمات ہیں۔

(۸۱۶)

محمد بن یوسف الکافی دمشقی، الشیخ

موصوف نے ۱۳۵۱ھ میں ”بیانات کافیه فی ضلال الاحمدیة القادیانیة “ کتاب شائع کی جس کے ۲۸۸ صفحات ہیں۔ ردقادیانیت پر یہ کتاب دمشق شام سے شائع ہوئی۔ اس کے کل ۱۰۸ بیانات (عنوانات) ہیں۔ جلال الدین شمس مرزائی نے دمشق میں چند عربی کتابوں سے عربوں کو مغالطہ دینا چاہا تو اس کی بیخ کنی کے لئے قدرت نے شیخ محمد کو توفیق مرحمت فرمائی جس کے باعث مرزائی شام میں خلاف قانون قرار پائے۔ اس میں ردقادیانیت کے تمام مباحث بالخصوص حیات عیسیٰ علیہ السلام وکذب مرزا پر خوب بحث کی ہے۔

(۸۱۷)

محمد شاہ (لوئر پکھل)، جناب قاری سید

موصوف لوئر پکھل مانسہرہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر رہے۔ وفاق المدارس کے

فارغ التحصیل اور بہت ہی ایثار پیشہ عالم دین تھے۔حق تعالیٰ اپنی رحمتوں سے انہیں مالا مال فرمائیں۔

(۸۱۸)

محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ (میانوالی)، مولانا

مولانا محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی کڑے جی کے بہادرانسان تھے۔پہلے مجلس احرار پھر مجلس تحفظ ختم نبوت میں سرگرم عمل رہے۔مولانا محمد رمضان صاحب مرحوم کے دست وبازو تھے۔انتہائی زیرک اورعلم وحلم والی شخصیت تھے۔

(۸۱۹)

محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(پیدائش:۱۸۳۰ء ...... وفات:۱۹۰۳ء)

مولانا محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالقادر لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں گاؤں بلیاوال لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔آپ نے دینی تعلیم گھر پر اپنے والدگرامی سے حاصل کی۔جنگ آزادی میں حصہ لیا۔۱۸۵۷ء کے بعد اپنے والد کے ہمراہ ستلانہ علاقہ پٹیالہ میں روپوش رہے۔پھر کانپور کے ایک مکتبہ میں تصحیح کا کام بھی کیا۔عظیم آباد پٹنہ میں رہے اور عرصہ تک ایک مسجد میں طلباء کو پڑھاتے رہے۔لدھیانہ واپسی پر گرفتار کر لئے گئے اور تین ماہ بعد رہا ہو گئے۔

مرزا قادیانی ۱۴رجمادی الاوّل ۱۳۰۱ھ میں لدھیانہ آیا تو مولانا محمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالعزیز لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو براہین احمدیہ پڑھ چکے تھے انہوں نے لوگوں کو کہا کہ مرزا مجدد نہیں بلکہ ملحد وزندیق ہے۔اس کی پوری روئیداد فتویٰ قادریہ میں موجود ہے۔جس کا کچھ حصہ ہم نے فتاویٰ ختم نبوت جلد۲ میں بھی درج کیا ہے۔ان علمائے لدھیانہ کا ایک اشتہار رئیس قادیان ص۴۰۷،۴۰۸ پر نقل ہوا جو یہ ہے:

علماء لدھیانہ نے ایک اشتہار عنوان''الحق یعلو ولا یعلیٰ''شائع کیا۔جس میں حمد وصلوٰۃ کے بعد لکھا:

''مرزا غلام احمد قادیانی اس مضمون کے اشتہار شائع کر رہے ہیں کہ عیسیٰ موعود میں

ہوں۔ مولوی محمد اور مولوی عبداللہ اور مولوی عبدالعزیز وغیرہ مجھ سے گفتگو کرلیں۔ اس کے جواب میں التماس ہے کہ ہم نے ۱۳۰۱ھ میں فتویٰ دیا تھا کہ مرزا قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے رسالہ نصرت الابرار اور فیوضات مکی میں بحوالہ فتویٰ حرمین شریفین لکھ چکے ہیں کہ یہ شخص اور اس کے ہم عقیدہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل نہیں اور ہمارا یہ قطعی اور حتمی فیصلہ ہے کہ جو لوگ مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ کو حق جانتے ہیں وہ شرعاً کافر ہیں۔ پس مرزا قادیانی کو لازم ہے کہ مناظرہ کے لئے کسی رئیس شہر مثلاً شہزادہ نادر صاحب یا خواجہ احسن شاہ یا کسی اور رئیس کا مکان تجویز کر کے ہمیں یہ تحریری اطلاع دیں کہ فلاں مقام پر آ کر ہم سے مناظرہ کرلیں۔ چونکہ ہمارے نزدیک قادیانی صاحب دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ لہٰذا ان کو سب سے پہلے اپنا اسلام ثابت کرنا پڑے گا اور اگر انہوں نے اپنا مسلمان ہونا ثابت کر دکھایا تو پھر ان کے عیسیٰ موعود ہونے پر گفتگو ہوگی۔ اگر مرزا قادیانی بوجہ علمی بے بضاعتی کے تنہا مناظرہ نہ کرسکیں تو اپنے متبعین کو ساتھ لے کر میدان مناظرہ میں آئیں اور اگر مریدوں کی نصرت دیاری کافی نہ ہو تو پھر ان اہل علم حضرات کو ساتھ لے کر میدان مباحثہ میں تشریف لائیں جو ان کو دائرہ اسلام میں داخل سمجھتے ہیں۔ سب سے پہلے جلسہ اولیٰ میں مبادیات بحث طے کی جائیں گی۔ اس کے بعد اصل موضوع پر گفتگو ہوگی۔ اگر مرزا قادیانی کو اپنا اسلام ثابت کرنے میں دشواری ہو تو ہم ان کی خدمت میں نہایت آسان طریقہ پیش کرتے ہیں، اس کو اختیار کرلیں۔ اس میں ان کا ایک حبہ بھی خرچ نہ ہوگا اور وہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی ہمارے خرچ پر ہمارے ساتھ مکہ معظمہ یا قسطنطنیہ چلے چلیں اور وہاں دریافت کریں کہ جس شخص کے یہ عقیدے ہوں وہ تمہارے نزدیک دائرہ اسلام میں داخل ہے یا خارج؟

اگر مرزا قادیانی کو یہ پابندی شرائط مباحثہ کرنا منظور ہو تو عید یا جمعہ کے مجمع میں حاضر ہو کر گفتگو کرلیں اور اگر ان میں سے کوئی بات بھی منظور نہ ہو تو لازم ہے کہ اپنے عقائد کفریہ سے تائب ہوں اور اپنی توبہ کا اعلان کردیں۔ الغرض ہماری تحریرات قدیمہ وجدیدہ کا خلاصہ یہی ہے کہ یہ شخص مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اہل اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہیں جو اس کے معتقد یا پیرو ہیں اور ان کے نکاح باقی نہیں رہے۔ کتب فقہ میں یہ مسائل باب مرتد میں صراحۃً مذکور ہیں۔ جب ہم نے ۱۳۰۱ھ میں مرزا قادیانی کے کافر ومرتد ہونے کا فتویٰ دیا تھا تو لوگ کہتے تھے کہ یہ مولوی ضدی ہیں۔ لیکن خدائے قدوس نے ہمارے فتویٰ کی صداقت خود مولوی

محمد حسین بٹالوی کی تحریروں سے ظاہر کردی جوان ایام میں قادیانی کے سب سے بڑے معاون تھے اور ہماری طرح علماء مکہ معظمہ نے بھی بالاتفاق قادیانی کو کافر و بے دین قرار دیا۔ اب وہ باشندگان لدھیانہ، جو مرزا قادیانی سے حسن اعتقاد رکھتے ہیں یا وہ لوگ جو مرزا قادیانی کے کفر وارتداد میں متردد ہیں۔ مرزا قادیانی کو ہمراہ لے کر ہمارے پاس آئیں اور گفتگو کرائیں۔“

المشتہرین: مولوی محمد، مولوی عبداللہ، مولوی عبدالعزیز، ساکنین لدھیانہ، مورخہ ۲۹؍رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ

(۸۲۰)

محمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (گجرات)، مولانا

مولانا محمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ ”مرزائی کافر کیوں؟“ تحریر فرمایا جسے انجمن تبلیغ اسلام جامع مسجد محمدی (رونٹی والی) گجرات نے شائع کیا۔

(۸۲۱)

محمد منشاء (مروٹ ضلع بہاولنگر)، مولانا

(وفات: ۲۵؍جون ۱۹۹۲ء)

تحفظ ختم نبوت اور قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کی روک تھام کے لئے اس قافلہ میں علاقہ مروٹ تحصیل فورٹ عباس کے حضرت مولانا محمد منشاء رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی آتا ہے۔ حضرت نے ۱۳۸۳ھ میں دورۂ حدیث کیا۔ حضرت مفتی عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ، قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، نائب امیر جمعیۃ حضرت مولانا محمد شریف وٹو منچن آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ جیسے مشہور اساتذہ کرام سے کسب فیض حاصل کیا۔ دورۂ تفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ ۱۹۸۰ء میں قصبہ مروٹ میں مدرسہ جامعہ حمادیہ کی بنیاد رکھی۔ اس وقت یہاں پر قادیانیوں کی سرگرمیاں زوروں پر تھیں۔ یہاں تک کہ ایک گاؤں کی مسجد میں مسلمانوں کی جماعت پہلے ہوتی تھی۔ بعد میں قادیانیوں کی جماعت ہوتی تھی۔ مولانا منشاء رحمۃ اللہ علیہ نے گاؤں میں جا کر لوگوں سے قادیانیوں کا کفر اور ارتداد بتایا اور بڑے جرأتمندانہ انداز سے ان کو مسجد سے نکالا۔ پھر اسی گاؤں میں انہوں نے اپنا عبادت خانہ بنانے کی کوشش کی اور اس کا نام مسجد رکھنا چاہا۔

حضرت کی کوششوں سے ان کی یہ سازش بھی ناکام ہوئی۔ حضرت کے تحفظ ختم نبوت کے حوالہ سے خدمات میں سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد بھی شامل ہے۔ جس میں حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاضی اللہ یار خاں رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔

۱۹۸۹ء میں شیزان بوتل کا ٹرک ایک ڈیلر لے کر آیا۔ حضرت نے اسے سمجھایا کہ اسے واپس کر دیا جائے کہ یہ قادیانیوں کی بوتل ہے۔ اس نے چون وچرا شروع کر دی۔ حضرت نے خود ٹرک پر چڑھ کر دہ بوتلیں توڑنا شروع کر دیں۔ پھر وہ منت سماجت کر کے ٹرک واپس لے گیا۔ آج تک شیزان مروٹ میں دوبارہ نہیں آئی۔ ۱۹۸۹ء کی ہی بات ہے مسلمانوں کے ایک قبرستان میں قادیانیوں نے اپنا مردہ دفن کر دیا۔ حضرت نے گاؤں سے بات کر کے تھانہ میں اطلاع دے کر اس مردہ کو مسلمانوں کے قبرستان سے نکلوادیا۔ غلہ منڈی مروٹ میں قادیانی کی آڑھت کی بولی سارے آڑھتیوں سے مل کر بند کروائی۔ اللہ رب العزت ان کی خدمات کو اپنے دربار میں قبولیت عطاء فرمائیں۔

(۸۲۲)

محمد نوشہروی رحمۃ اللہ علیہ (خوشاب)، جناب میاں

جناب حضرت مولانا میاں محمد نوشہروی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ''اخلاق اور مرزا صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی کے غلط اقوال والہامات کی تشریح)'' ہے جو انتہائی عقلی ونقلی دلائل سے بھرپور ہے۔ ایک خوبصورت قابل ستائش ولائق تحسین دستاویز ہے۔ ۱۹۵۳ء سے پہلے کا مرتب کردہ ہے۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا میاں محمد نوشہروی کے مزید تین رسالہ کا اسی کتابچہ میں ذکر ہے۔

۱...... ''قرآن اور مرزا قادیانی''

۲...... ''حدیث اور مرزا قادیانی''

۳...... ''مرزا قادیانی اور سچائی''

یہ تینوں رسائل دستیاب نہ ہوسکے۔ خدا کرے مل جائیں تو بہت ہی خوب بلکہ خوب ترین ہوگا اور اب ایک رسالہ ''اخلاق اور مرزا قادیانی'' احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۲۳)

محمدی بیگم رحمۃ اللہ علیہا (لاہور)، محترمہ

(وفات:۱۹؍نومبر ۱۹۶۶ء)

معروف مسلمان خاتون، جن کے متعلق ملعون قادیان نے کہا کہ اس کا میرے ساتھ آسمانوں پر نکاح ہوا ہے۔ اللہ رب العزت کے کرم کے فیصلے کہ مرزا قادیانی ترستے ترستے اور مرتے مرتے، مرگیا۔ محمدی بیگم رحمۃ اللہ علیہا اس کے نکاح میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی نہ آئی۔ مرزا قادیانی ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو آنجہانی ہوا۔ مرزا قادیانی کے مرنے کے اٹھاون سال بعد تک محمدی بیگم زندہ رہیں اور آخروقت تک مسلمان رہیں۔ سنا ہے کہ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ محمدی بیگم کا وجود اسلام کی حقانیت کی اس دور میں دلیل تھا کہ شیطانوں کی تمام ابلیسی چالوں کے باوجود وہ اسلام پر پختہ رہیں۔ لاہور کے میانی قبرستان میں آسودۂ خاک ہیں۔

(۸۲۴)

محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا سید

(پیدائش:۱۹۲۴ء ...... وفات:۱۴؍اکتوبر ۱۹۹۹ء)

مولانا سید محمود احمد صاحب رضوی رحمۃ اللہ علیہ حزب الاحناف جامع مسجد لاہور کے خطیب، ماہنامہ رضوان کے ایڈیٹر، دارالعلوم حزب الاحناف کے استاذ الحدیث تھے۔ مولانا ابوالبرکات قادری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ تھے اور اس کے سیکرٹری جنرل حضرت مولانا سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس زمانہ میں آپ نے یہ ایک رسالہ ''فتنہ قادیانی'' شائع کیا جو احتساب قادیانیت کی جلد۴۹ میں شامل کیا گیا ہے۔

(۸۲۵)

محمود الحلاج رحمۃ اللہ علیہ، جناب علامہ

آپ نے ''النحلة الاحمدیه وخطرها علی الاسلام'' نام

سے ۹۶ صفحات پر مشتمل ۱۹۵۵ء میں کتاب لکھی۔ بغداد سے شائع ہوئی۔ ردقادیانیت پر عربی میں عمدہ دستاویز ہے۔

(۸۲۶)

محمود الصواف رحمۃ اللہ علیہ، جناب محمد

موصوف معروف عرب سکالر ہیں، جنہوں نے مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ میں شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر خطبات ارشاد فرمائے۔ بعدہ ان کو ''المخططات الاستعماریہ لمکافحۃ اسلام'' کے نام سے ۳۶۶ صفحات پر مشتمل کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا۔ یہ عربی میں کتاب ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔

(۸۲۷)

محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الہند مولانا

(پیدائش: ۱۸۵۱ء ...... وفات: ۳۰ر نومبر ۱۹۲۰ء)

دیوبند مقبرہ قاسمی میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک ہے۔ دیوبند میں ایک بزرگ عالم دین جن کا نام مولانا ذوالفقار علی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ حق تعالیٰ نے انہیں دینی ودنیاوی وجاہتوں سے نوازا تھا۔ دیوان حماسہ، دیوان متنبی، قصیدہ بردہ، قصیدہ بانت سعاد کی شروح تسہیل الدراسۃ، تسہیل البیان، عطر الوردہ، اورالارشاد کے نام سے تحریر فرمائیں۔ اس سے ان کے عربی ادب کے ذوق عالی کا انکشاف ہوتا ہے۔ ان کی دو صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے تھے۔ بڑے صاحبزادہ کا نام محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ تجویز ہوا، جو بمقام بریلی پیدا ہوئے (کہ ان دنوں آپ کے والد ملازمت کے سلسلہ میں اہل وعیال سمیت یہاں پر مقیم تھے) محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ چھ سال کے ہوئے تو قرآن مجید کی بسم اللہ کرائی گئی۔ میاں جی عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید اور ابتدائی فارسی کی کتب پڑھیں۔ فارسی کتب کی تکمیل اور عربی کی ابتدائی کتب اپنے چچا مولانا مہتاب علی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ ۱۵ر محرم ۱۲۸۳ھ کو دیوبند میں عربی مدرسہ کا قیام حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حاجی عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تو یہی طالب محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ اس مدرسہ کے پہلے طالب علم قرار پائے۔ کل

۲۱/طالب علم تھے جن سے دارالعلوم دیوبند کا آغاز ہوا۔ پہلا سبق طالب علم محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے استاذ ملا محمود رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ تعلیمی سال کے اختتام یعنی امتحان تک ۷۸ طالب علم ہوئے تھے۔ طلبہ کی کثرت ہوئی تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ زادہ حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس کے طور پر تشریف لائے۔ ۱۲۸۴ھ میں مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر معانی وغیرہ کا امتحان دیا۔ ۱۲۸۵ھ کو مشکوٰۃ شریف مکمل کی۔ ۱۲۸۶ھ کو حدیث و دیگر کتب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے پڑھنے کا انداز یہ تھا کہ جہاں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے جاتے حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہمراہ ہوتے۔ میرٹھ، دہلی، دیوبند غرض سفر و حضر میں سلسلہ تعلیم جاری رہتا۔ ۱۲۸۹ھ میں آپ مکمل حدیث کی کتب اور تکمیل کی کتب سے فارغ ہوگئے اور اسی سال ہی معین مدرس کے طور پر آپ نے اپنی مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں پڑھانا بھی شروع کر دیا۔ ۱۲۹۰ھ میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔ ۱۲۹۲ھ میں باقاعدہ مدرس چہارم کے طور پر آپ کا تقرر رہا۔ آپ کے والد گرامی نہیں چاہتے تھے کہ مدرسہ سے آپ تنخواہ لیں۔ لیکن مدرسہ کے مصالح کے پیش نظر آپ نے انکار نہ کیا۔ اسی زمانہ میں اہتمام حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا جو سلسلہ نقشبندیہ کے بہت بڑے شیخ وقت تھے۔ اس دور میں مدرس چہارم کی تنخواہ پندرہ روپیہ ماہانہ تھی جو آپ نے لینی شروع کی۔ آپ فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں قدوری، قطبی پڑھانا بھی غنیمت تھا۔ لیکن طلباء کو آپ نے بڑی بڑی کتابیں بھی پڑھائیں۔ ۱۲۹۳ھ میں آپ نے ترمذی شریف پڑھائی۔ ۱۲۹۵ھ میں بخاری شریف آپ نے پڑھائی۔ ۱۲۹۴ھ میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ حج پر تشریف لے گئے۔ اسی سفر میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے پر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ مجددی نے جو ان دنوں مدینہ طیبہ میں قیام پذیر تھے آپ کو سند حدیث کی اجازت دی۔ ۱۲۹۷ھ میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا، ۱۳۰۲ھ میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو حضرت مولانا سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جو فنون کے امام مانے جاتے تھے۔ مدرس اوّل مقرر کیا۔ ۱۳۰۵ھ میں وہ بھوپال تشریف لے گئے تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس قرار پائے۔ ۱۳۰۵ھ سے ۱۳۳۹ھ تک تینتیس سال کا عرصہ آپ دارالعلوم ایسے ادارہ کے صدر المدرسین رہے۔ کل پڑھانے کا دور شمار کیا جائے وہ تو نصف صدی کو محیط ہوگا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے باصرار و بتکرار عرض کیا کہ دارالعلوم میں بغیر مشاہرہ کے میری خدمات کو قبول فرمایا جائے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت نہ دی۔ آپ کے وصال کے بعد آپ نے مشاہرہ لینا بند کر دیا۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کا وجود اہل ہند کے لئے انعام الٰہی تھا۔ بیک وقت آپ نے درس وتدریس کے علاوہ تحریک آزادی کے لئے بھی کام کیا۔ کانگریس کی تحریک آزادی، جمعیۃ علماء ہند، تحریک ترک موالات، تحریک ریشمی رومال سے لے کر مالٹا کی قید وبند تک کی آپ کی گرانقدر مجاہدانہ سرگرمیوں کو کوئی مؤرخ کیسے نظر انداز کرسکتا ہے۔ آپ ۸؍جون ۱۹۲۰ء کو سالہا سال کی قید سے رہائی کے بعد ہند میں تشریف فرما ہوئے۔ اپنے استاذ کے قدموں میں محو استراحت ہوئے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے خلاف یہ فتویٰ دیا: ’’جن مسائل کو قادیانی کی طرف منسوب کیا گیا ہے ان کو بلاشک نصوص قرآن وحدیث رد کر رہی ہیں اور وہ باجماع المسلمین مردود ہیں۔ جاہل یا گمراہ کے سوا ایسے عقائد کا معتقد کوئی نہیں ہوسکتا۔‘‘

(۸۲۸)

محمود علی رحمۃ اللہ علیہ (کپورتھلہ)، جناب پروفیسر محمد

پروفیسر سید محمود علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ ایک رسالہ ہے۔ لاہوری مرزائی جماعت کے گرو مولوی محمد علی لاہوری ایم۔اے نے ’’ہمارے عقائد اور ہمارا کام‘‘ کے نام پر رسالہ مرتب کر کے تقسیم کیا۔ جہاں اور حضرات کو یہ رسالہ بھجوایا ہوگا وہاں سید محمود علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یہ رسالہ بھجوایا۔ آپ نے اس پر محاکمہ قائم کیا تھا جو ’’احمدیہ اسلامی محاکمہ‘‘ کی شکل میں شائع ہوا۔ پروفیسر سید محمود علی رحمۃ اللہ علیہ، راندھیر کالج کپورتھلہ سے ریٹائرڈ تھے۔ آپ نے ستمبر ۱۹۳۶ء میں یہ رسالہ تحریر کیا۔ رسالہ کیا ہے مرزا قادیانی کے متبعین لاہوریوں کی تردید میں تیر بہدف نسخہ، اتنا شستہ اور دلنشیں انداز کہ جی خوش ہوجائے۔ ستتر سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں اشاعت کی سعادت پر دل مارے خوشی کے بلیوں اچھل رہا ہے۔ فالحمدللہ تعالیٰ!

(۸۲۹)

محمود رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی

(پیدائش: فروری ۱۹۱۹ء …… وفات: ۱۴؍اکتوبر ۱۹۸۰ء)

مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق افغان قبیلہ ناصر سے تھا۔ آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی

خلیفہ محمد صدیق ؒ تھا۔ مولانا محمد صدیق صاحب ؒ کا تعلق خانقاہ موسیٰ زئی شریف اور خانقاہ یٰسین زئی پنیالہ کے حضرات سے تھا۔ اسی خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب ؒ کے آپ خلیفہ مجاز تھے۔ مولانا خلیفہ محمد صدیق ؒ کے گھر پنیالہ میں حضرت مولانا مفتی محمود ؒ فروری ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے۔

حضرت مفتی صاحب ؒ نے قرآن مجید، فارسی اپنے والد گرامی سے جب کہ پنیالہ مڈل سکول سے ۱۹۳۳ء میں مڈل پاس کیا۔ سکول کی اتنی تعلیم کے بعد ابا خیل مولانا عبدالعزیز شاہ ؒ سے تین سال پڑھتے رہے۔ اس کے بعد خانقاہ یٰسین زئی میں اپنے والد گرامی، مولانا شیر محمد ؒ اور مولانا غلام ؒ فاضل دیوبند سے ہدایہ تک کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں داخل ہوئے۔ مولانا عجب نور ؒ، مولانا سید محمد میاں ؒ، مولانا فخر الدین مراد آبادی ؒ، مولانا عبدالرحمٰن روپڑی ؒ سے دورۂ حدیث پڑھا۔ فراغت کے بعد آپ نے عیسیٰ خیل ضلع میانوالی کے ایک مدرسہ میں پڑھانا شروع کیا۔ پھر ابا خیل کے مدرسہ میں منتقل ہوگئے۔ ابا خیل میں مولانا عبدالعزیز شاہ صاحب ؒ سے بیعت ہوئے۔ مولانا عبدالعزیز شاہ ؒ خانقاہ یٰسین زئی کے صاحبزادگان میں سے تھے۔ ان کے جد اعلیٰ حضرت دوست محمد قندھاروی ؒ سے مجاز تھے۔ مولانا عبدالعزیز شاہ ؒ نامور عالم اور پیر طریقت ہے۔ وہ خانقاہ یٰسین زئی سے ابا خیل بنوں میں منتقل ہوئے۔ یہاں حضرت مفتی صاحب ؒ پڑھانے کے لئے تشریف لائے۔ بیعت بھی ہوئے اور آپ کو ان سے اربعہ سلاسل میں خلافت بھی ملی۔

حضرت مفتی صاحب ؒ ابا خیل مدرسہ میں تعلیم دیتے تھے کہ استاذ و مرشد مولانا سید عبدالعزیز شاہ صاحب ؒ کے حکم پر عبدالخیل ڈیرہ اسماعیل خان کی مسجد کی امامت اختیار فرمائی۔ ۱۹۵۲ء میں آپ مدرسہ قاسم العلوم ملتان تشریف لائے۔ حضرت مولانا عبدالخالق ؒ سابق استاذ دارالعلوم دیوبند اور بانی دارالعلوم کبیر والا ان دنوں قاسم العلوم کے شیخ الحدیث تھے۔ مولانا عبدالخالق صاحب ؒ بخاری شریف اور مفتی محمود صاحب ؒ مسلم شریف پڑھاتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالخالق صاحب ؒ کے کبیر والا چلے جانے کے بعد آپ صدرالمدرسین اور جامعہ قاسم العلوم کے شیخ الحدیث اور پھر مہتمم بھی رہے۔ یہاں ایسے تشریف لائے کہ زندگی کے آخری سانس تک یہاں سے تعلق منقطع نہیں ہوا۔

مولانا سید حامد میاں ؒ، مولانا محمد موسیٰ خان ؒ، مولانا محمد رمضان ؒ

(میانوالی)، مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالقادر آزاد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاری محمد حنیف ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ (وانا)، مولانا محمد اکبر خاں رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث قاسم العلوم، مولانا عبدالبر محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ، مفتی سید محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا در محمد رحمۃ اللہ علیہ (بلوچستان)، مولانا فضل الرحمٰن ایسے نامور سینکڑوں علماء ومشائخ آپ کے شاگرد تھے۔ حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنیادی طور پر جمعیۃ علماء ہند کے حضرات سے وابستہ تھے۔ پاکستان بننے کے بعد ضرورت محسوس ہوئی۔ ۱۹۴۵ء میں جمعیۃ علماء اسلام کلکتہ میں قائم ہوئی۔ علامہ شبیر احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کے سربراہ مقرر ہوئے۔ جمعیۃ علماء اسلام بنیادی طور پر مسلم لیگ کی ہمنوا تھی۔ پاکستان بننے کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۴۹ء ملتان میں علماء کرام کا اجلاس طلب کیا۔ جمعیۃ علماء اسلام کا احیاء کرنا چاہتے تھے۔ قضا وقدر کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔ آپ دسمبر ۱۹۴۹ء میں اللہ رب العزت کے حضور چل دیئے۔

پھر دسمبر ۱۹۵۲ء میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان میں جمعیۃ علماء اسلام کے احیاء کے لئے اجلاس منعقد کیا۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ صدر اور مولانا احتشام الحق تھانوی ناظم مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۳ء کے اوائل میں تحریک ختم نبوت چلی جس کے باعث جمعیۃ علماء اسلام کا کام پھر رک گیا۔ پھر اکتوبر ۱۹۵۶ء میں ملتان مین علماء کرام کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں پانچ سو سے زیادہ علماء کرام نے شرکت فرمائی۔ اس میں حضرت عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جمعیۃ علماء اسلام کے ذمہ داران جیسے حضرات مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات بھی شریک تھے۔ اسی اجلاس میں مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو امیر، مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کو نائب امیر اور مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو مرکزی ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد جمعیۃ علماء اسلام نے پاکستان میں جو خدمات سرانجام دیں وہ تاریخ کا انمٹ حصہ ہیں۔ اس میں مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے وجود گرامی کو بنیاد کا درجہ حاصل ہے۔ وفاق المدارس کی تنظیم میں آپ نے بنیادی کردار ادا کیا۔ وہ دنیا جانتی ہے۔ پاکستان کو اسلامی نظام دینے، اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل، تحریک نظام مصطفیٰ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کردار کلیدی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ آپ نے سرحد کی وزارت علیاء کے دور میں جو خدمات سرانجام دیں وہ تاریخ کا حصہ ہیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء

قیام پاکستان کے بعد سب سے پہلی تحریک جس میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حصہ لیا۔ وہ ۱۹۵۳ء کی ختم نبوت کی تحریک تھی جو خالصتاً ایک دینی ومذہبی تحریک تھی۔ جس میں

ہزاروں علماء ومشائخ اور لاکھوں عوام نے حصہ لیا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ناموس رسالت کی خاطر اس تحریک میں تقریباً ایک سال پس دیوار زنداں رہ کر سنت یوسفی پر عمل کیا۔ آپ کو ایک سال کی سزا ہوئی۔ آپ نے قریباً سات ماہ جیل میں گزارے۔ اس تحریک کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نصیر الدین غور غشتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات کی طرح پاکستان میں سرگرم عمل ہوئے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء

اس تحریک میں حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ پہلی صف کے قائدین میں شامل تھے۔ پوری تحریک میں آپ کا وجود، جسم میں روح کا درجہ رکھتا ہے۔ ہر کام میں آپ پیش پیش تھے۔ تحریک کی قیادت کا سہرا محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے سر تھا۔ مگر قومی اسمبلی میں تحریک کا معرکہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لڑ رہے تھے۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دن رات کا چین دور ہو گیا تھا اور مسلسل شب و روز کی محنت سے تحریک کے اصل مقصود حاصل کرنے کے لئے کوشاں تھے۔ عامۃ المسلمین سے رابطہ رکھتے اور لاکھوں کے اجتماعات سے خطاب بھی فرماتے۔ علماء وقانون دانوں سے مشورہ بھی کرتے اور سرکاری وغیر سرکاری لوگوں کے احساسات کو بھی مدنظر رکھتے۔ پھر بات یہاں تک ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے پیشوا مرزا ناصر پر بھی گرفت کرتے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقعہ پر اسمبلی کے اندر اور باہر جس محنت اور تدبر سے یہ معرکہ لڑا وہ حقیقتاً مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہی حق تھا اور بلاشبہ اس پر وہ پوری ملت اسلامیہ کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

اس تحریک کی ابتداء ربوہ (چناب نگر) ریلوے اسٹیشن کے واقعے سے ہوئی تھی۔ جہاں قادیانیوں نے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبہ کو پیٹا اور زبردست تشدد کیا۔ اس پر ملک بھر میں شدید ردعمل کا اظہار کیا گیا اور قادیانی ہنگاموں اور جلسوں سے تنگ آ کر چھپتے پھرنے لگے۔ مگر جب تحریک قابو سے باہر ہوتی ہوئی نظر آنے لگی تو حکومت اس مسئلہ کو قومی اسمبلی میں لے گئی۔ چنانچہ ۳۰ رجون ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو کافر قرار دینے کے لئے ایوان میں حزب اختلاف کے جن ۳۷ رارکان نے قرارداد پیش کی گئی ان میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست تھا۔ قرارداد کے بعد اس مسئلہ کے حل کے لئے اسمبلی کے اجلاس میں ایک ''رہبر کمیٹی'' تشکیل دی گئی۔ قادیانیوں

نے وزیراعظم سے درخواست کی کہ اسمبلی میں ہمارا مؤقف بھی سنا جائے۔ چنانچہ مرزا ناصر اور لاہوری پارٹی کے سربراہ کو طلب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پورے ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی کے روبرو حزب اختلاف کی ترجمانی کا شرف حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عطاء فرمایا۔ مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے قومی اسمبلی میں قادیانیوں پر جرح اور امت مسلمہ کے مؤقف کو ایسے طور پر پیش کیا کہ دوست دشمن آپ کی خداداد صلاحیتوں کے معترف ہوگئے۔ حق تعالیٰ نے آپ سے اس تحریک میں وہ کام لیا کہ آپ کے شب و روز کا ایک ایک لمحہ رحمت کائنات ﷺ کی عزت و ناموس کے لئے وقف ہوگیا۔ آپ نے قومی اسمبلی میں قادیانی و لاہوریوں کے مؤقف ناموں کے بعد جب جواب کے طور پر امت مسلمہ کا تحریری مؤقف پیش کیا تو ایوان اسمبلی کے در و دیوار جھوم اٹھے۔ ۷ ستمبر کو اسمبلی نے فیصلہ سنانا تھا۔ چنانچہ ۴ ستمبر کی صبح کو مسٹر بھٹو نے مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ سمیت سب کمیٹی کے چھ ارکان کو پرائم منسٹر ہاؤس بلایا جہاں دو گھنٹے کی مسلسل گفتگو کے باوجود بنیادی نقطۂ نظر پر اتفاق رائے کی صورت پیدا نہ ہوئی۔

تاریخی فیصلہ

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء ہماری تاریخ کا وہ یادگار دن ہے جب ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کے شہیدان ختم نبوت کا خون رنگ لایا اور ہماری قومی اسمبلی نے اپنی تاریخ میں پہلی بار ملی امنگوں کی ترجمانی کی اور عقیدۂ ختم نبوت کو آئینی تحفظ دے کر قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا۔ اس روز دستور کی دفعہ ۲۶۰ میں اس تاریخی شق کا اضافہ ہوا۔

''جو شخص خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان نہ رکھتا ہو اور محمد ﷺ کے بعد کسی بھی معنی و مطلب یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویدار ہو یا اس قسم کا دعویٰ کرنے والے کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو وہ آئین یا قانون کے ضمن میں مسلمان نہیں ہے۔''

دستور ۱۰۶ کی شکل یوں بنی:

''بلوچستان، پنجاب، سرحد اور سندھ کے صوبوں کی صوبائی اسمبلیوں میں ایسے افراد کے لئے مخصوص فاضل نشستیں ہوں گی جو عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ اور پارسی فرقوں اور قادیانی گروہ یا لاہوری افراد (جو اپنے آپ کو ''احمدی'' کہتے ہیں) یا شیڈول کاسٹس سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلوچستان (۱)، سرحد (۱)، پنجاب (۳)، سندھ (۲)''

ان دستوری ترامیم کے علاوہ یہ تین سفارشات آئیں:

۱...... تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ (الف) میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے۔
''کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ شق نمبر۳ کی تصریحات کے مطابق محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے خلاف اقرار، عمل یا تبلیغ کرے وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔''

۲...... متعلقہ قوانین مثلاً نیشنل رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء میں قانون سازی اور ضابطے کے ذریعہ ترامیم کی جائیں۔

۳...... تیسری سفارش عمومی نوعیت کی تھی، جس میں دستور میں پہلے سے دی گئی ضمانت کو دھراتے ہوئے کہا گیا تھا کہ: ''پاکستان کے تمام شہروں، خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان و مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے۔''

یہ بات قابل ذکر ہے کہ مرزائیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دینے والی ان آئینی ترامیم کے حق میں ایک سوتیس ووٹ آئے۔ جب کہ مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہ ڈالا گیا۔

مبارک باد

اس تاریخی فیصلے کے اعلان کے بعد اسمبلی کے ایوان میں تمام اہم راہنماؤں نے اپنے تأثرات بیان کئے۔

مفتی صاحب ؒ نے کہا: ''اس فیصلے پر پوری قوم مبارک باد کی مستحق ہے۔ اس پر ناصرف پاکستان بلکہ عالم اسلام میں اطمینان کا اظہار کیا جائے گا۔ میرا خیال ہے مرزائیوں کو بھی اس فیصلے کو خوش دلی سے قبول کر لینا چاہئے۔ کیونکہ اب انہیں غیرمسلم اقلیت کے جائز حقوق ملیں گے۔ جہاں تک کریڈٹ کا سوال ہے یہ مسئلہ قومی بنیادوں پر تمام تر سیاسی اختلافات سے بالاتر ہو کر طے کیا۔ اس مسئلے کے حل میں ارکان قومی اسمبلی اور سینٹ نے اتفاق رائے سے فیصلہ کیا اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ مجلس عمل نے پروقار جدوجہد جاری رکھی۔ حالانکہ فائرنگ ہوئی۔ لوگ شہید ہوئے۔ لاٹھی چارج، گرفتاریوں اور تشدد کے تمام واقعات کے باوجود خود ردعمل کا شکار ہو کر تشدد کا راستہ اختیار نہ کیا۔ سیاسی طور پر تو میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ الجھے ہوئے مسائل کا حل بندوق کی گولی میں نہیں، مذاکرات کی میز پر ہے۔''

پہلے گزر چکا ہے کہ قومی اسمبلی میں مولانا مفتی محمود ؒ نے امت مسلمہ کا مؤقف نامی کتاب پڑھ کر سنائی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ:

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ربوہ اور لاہوری پارٹی کے مرزائی سربراہوں نے اپنا اپنا مؤقف قومی اسمبلی میں پیش کیا۔ امت محمدیہ کی طرف سے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری ؒ کی زیرنگرانی مولانا محمد حیات ؒ، مولانا عبدالرحیم اشعر ؒ، مولانا تاج محمود ؒ، مولانا محمد شریف جالندھری ؒ نے مرزائیت سے متعلق مذہبی وسیاسی مواد جمع کیا۔ جس سے مرزائیت کی مذہبی وسیاسی حیثیت کو سمجھا، پرکھا، ناپا تولا جاسکتا ہے۔ مذہبی حصہ کی ترتیب وتدوین حضرت مولانا محمد تقی عثمانی جسٹس سپریم کورٹ وفاقی شرعی عدالت اور سیاسی حصہ کی ترتیب وتدوین مولانا سمیع الحق ممبر سینٹ آف پاکستان نے کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے فوری طور پر اسی ہزار روپے کی لاگت سے اسے شائع کر دیا۔ جسے مفکر اسلام مولانا مفتی محمود ؒ نے قومی اسمبلی میں پڑھا۔ یہ کتاب ردقادیانیت پر لٹریچر کا نچوڑ ہے۔ اسے عربی، انگریزی میں بھی جماعت نے شائع کیا۔ اکوڑہ خٹک ومکتبہ امدادیہ ملتان نے اس کا اردو ایڈیشن شائع کیا۔

اب اسے احتساب قادیانیت کی جلد ۱۵ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا۔ اللہ رب العزت حضرت مولانا مفتی محمود ؒ مفکر اسلام سے اس تعلق کو ہمارے لئے سعادت دارین کا باعث بنائیں۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب مرحوم کی ردقادیانیت پر تصنیف لطیف ''المتنبی القادیانی'' عربی میں ہے۔ یہ کتاب مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ کی خواہش وفرمان پر آپ نے عرب ممالک کے باشندگان کو قادیانی فتنہ کی سنگینی سے باخبر کرنے کے لئے تحریر فرمائی۔ لیتھو کتابت پر اوّل ایڈیشن شائع ہوا۔ بعد میں ہمارے مخدوم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب مدظلہ مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی وامیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی نظر ثانی سے کمپیوٹر ایڈیشن بھی مجلس نے شائع کیا۔ لیکن ہم نے اصل کاتب کی لیتھو کتابت کا عکس شائع کیا ہے تاکہ اصل تبرک حضرت مولانا مفتی محمود ؒ کا محفوظ ہوجائے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ!

آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک عقیدت مند نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ فرمایئے حضرت! کیسے گزری؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ ساری زندگی قرآن وحدیث کی تعلیم میں گزری۔ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشش وکاوش کی۔ وہ سب اللہ رب العزت کے

ہاں بحمدہٖ تعالیٰ قبول ہوئیں۔ مگر نجات اس محنت کی وجہ سے ہوئی جو قومی اسمبلی میں مسئلہ ختم نبوت کے لئے کی تھی۔ ختم نبوت کی خدمت کے صدقے اللہ تعالیٰ نے بخشش فرمادی۔

۱۴؍اکتوبر ۱۹۸۰ء ظہر کے قریب جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی میں حضرت مفتی صاحب کا وصال ہوا۔ اسی روز عشاء کے بعد حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ۱۵؍اکتوبر ۱۹۸۰ء کو ملتان میں نماز جنازہ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ اسی روز ڈیرہ اسماعیل خان ایئرپورٹ پر مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ چوتھی نماز جنازہ عبدالخیل میں آپ کے جانشین مولانا فضل الرحمٰن نے پڑھائی اور عام قبرستان میں رحمت حق کے سپرد ہوئے۔

(۸۳۰)

محی الدین عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (لکھوکے)، مولانا

’’مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے بارے میں چند سوالات از مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ...... جوابات از مولانا عبدالرحمٰن صوفی محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی‘‘ ۱۸۹۰ء میں مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہند کے مختلف جید علماء و مفتیان سے چند سوالات بابت مرزا قادیانی کئے۔ ان میں مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوکے رحمۃ اللہ علیہ نے جو جوابات دیئے وہ پمفلٹ کی شکل میں علیحدہ جمعیۃ اہل حدیث لاہور ۱۹۶۸ء میں شائع کئے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل فتویٰ فتاویٰ ختم نبوت میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ پمفلٹ احتساب قادیانیت جلد ۴۹ میں بھی ہے۔

(۸۳۱)

محی الدین رحمۃ اللہ علیہ (مدراس)، جناب سید

مدراس ترل کھتری کے حضرت مولانا سید محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ’’السیف القتال علیٰ عنق المسیح الدجال‘‘ کے نام سے پچاسی صفحات پر مشتمل رسالہ تالیف کیا۔

یہ مرزا قادیانی کے زمانہ کی تحریر معلوم ہوتی ہے۔ مدراس کے مرزائیوں کا ایک رسالہ سراج الحق کا یہ جواب ہے، جس کے چار حصے ہیں۔ حصہ اوّل مرزائی طومار کی خبر گیری، حصہ دوم مرزائی اعتراضات کے جوابات، حصہ سوم حیات مسیح علیہ السلام کا ثبوت، حصہ چہارم دوستانہ

گذارش۔آخر میں وفات مسیح ثابت کرنے والے کے لئے دو ہزار روپیہ انعام کا اعلان ہے۔اس زمانہ کا دو ہزار روپیہ آج کے دور کے کئی لاکھ بنتے ہیں۔لیکن مرزا قادیانی سمیت کوئی گرو اور اس کا چیلہ میدان میں نہ آئے۔

(۸۳۲)

مختار حسن شیخ رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، جناب

(پیدائش:۲۱/اپریل۱۹۴۰ء ...... وفات:۱۵/اگست۱۹۹۵ء)

''سنڈیمن میں کیا ہوا؟'' جولائی ۱۹۷۳ء میں فورٹ سنڈیمن میں قادیانیوں نے اپنا محرف ترجمہ قرآن تقسیم کیا۔تب حضرت مولانا شمس الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے گرامی قدر رفقاء حضرت صوفی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت وحضرت حاجی محمد عمر خان صدر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے قادیانی سازش کے خلاف تحریک چلائی۔جس کے نتیجہ میں قادیانیوں کا قانونی طور پر ضلع ژوب میں ہمیشہ کے لئے داخلہ بند کر دیا گیا۔اس تحریک میں علماء اہل اسلام نے کیا کیا قربانیاں دیں،اس کی روئیداد اس زمانہ میں ستمبر ۱۹۷۳ء کے ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور میں جناب مختار حسن رحمۃ اللہ علیہ نے شائع کی تھی جسے بعد میں ادارہ ضیاء الحدیث مصطفیٰ لاہور نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا تھا۔جسے احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں شائع کیا گیا۔

(۸۳۳)

مخدوم رحمۃ اللہ علیہ (لالیاں ضلع چنیوٹ)، مولانا محمد

لنگر مخدوم تحصیل لالیاں ضلع چنیوٹ کے پرانے بزرگ مولانا محمد مخدوم رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہوں نے کتاب لکھی جس کا نام ''ھدی للمتقین'' تھا۔اس کے ضمیمہ کا نام ''خاتم النبیین'' ہے جو ص۲۸۰ تا ۳۳۸ پر مشتمل ہے۔اس میں پنجابی اشعار اور پنجابی نثر (حاشیہ میں) میں قادیانیوں کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے اور ختم نبوت کے مسئلہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں خوب ترمبرہن کیا گیا ہے۔

(۸۳۴)

مراد ہالیجوی ؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد

(وفات:۱۶رمئی ۲۰۱۱ء)

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی سینئر نائب امیر، ملک کے نامور عالم دین، استاذ العلماء، شیخ الحدیث، مولانا محمد مراد ہالیجوی ؒ مہتمم جامعہ حمادیہ منزل گاہ سکھر انڈھڑ قوم کے عیسانی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو راجپوت قوم کا حصہ ہیں۔ راجپوت بیکانیر کے حاکموں میں سے تھے۔ مولانا کے خاندان کے مورث اعلیٰ جے رام اپنے چچازاد حکمرانوں سے اختلافات کے باعث نقل مکانی کر کے رحیم یار خان سنجر پور میں آ کر آباد ہوئے۔ اس زمانہ میں حضرت بہاء الحق زکریا ملتانی ؒ کے بھانجے اور خلیفہ مجاز نواب موسیٰ ؒ اس علاقہ سنجر پور کے حکمران تھے۔ مولانا محمد مراد ؒ کے مورث اعلیٰ جے رام بیکانیر کے حکمران خاندان کے فرد تھے۔ اس لئے نواب موسیٰ ؒ نے آپ کو صادق آباد پسکر دائی میں جاگیر عطاء کی۔ جہاں پر دہ جھگیاں ڈال کر آباد ہوئے۔ ان جھگیوں کو مقامی زبان میں بھونگی کہا جاتا ہے۔ جسے بعد میں بھونگ سے نام شہرہ حاصل ہوا۔

مولانا محمد مراد ؒ کے مورث اعلیٰ جے رام سنجر پور کے حکمران نواب موسیٰ ؒ کے اخلاق عالیہ سے اتنے متاثر دممنون احسان ہوئے کہ اپنا بیٹا اندر سنگھ کو ان کی تحویل میں دے دیا۔ جو نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ نواب موسیٰ ؒ کے خلیفہ مجاز اور سہروردی سلسلہ کے شیخ وقت ہوئے۔ اسی اندر سنگھ کی اولاد راجپوتانہ بیکانیر کے حکمرانوں سے علیحدہ متشخص ہو کر انڈھڑ کہلائی۔ انڈھڑ قوم دینی اعلیٰ روایات پر عمل پیرا تھی۔ اس میں بڑے علماء ہوئے۔ انڈھڑ قوم کی روایات میں تقسیم ترکہ یوں ہوتی تھی کہ بڑے بیٹے کو ولی عہد یعنی قوم کا سردار اور غیر منقولہ جائیداد ملتی اور چھوٹے بیٹوں کو منقولہ جائیداد گائے، بھینس، جانور وغیرہ ملتے تھے۔ چنانچہ یہ نسل سکھر، شکار پور، جیکب آباد و سندھ کے دیگر اضلاع میں آباد ہے۔ مولانا کے جداعلیٰ بھی ہالیجی شریف میں آ کر آباد ہوئے۔ بڑے بیٹے کو جو غیر منقولہ جائیداد ملی وہ جیلانی اسٹیٹ کے نام سے آباد ہے۔

انڈھڑ قوم تقریباً ۲۸ قبیلوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ انہیں میں سے ایک عیسانی قبیلہ ہے۔ جس کے فرد فرید مولانا محمد مراد ؒ بھی تھے۔ مولانا کا یہ قبیلہ اپنے علم دفضل کے باعث پوری قوم

انڈھڑ کا استاذ قبیلہ شمار ہوتا ہے۔ مولانا محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام ابوالخیر عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ دارالہدیٰ ٹھیڑی میں کسی زمانہ میں حضرت ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ پڑھاتے رہے۔ ان کے بعد مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عزیز اللہ رحمۃ اللہ علیہ یہاں پر ان کے علمی جانشین ہوئے۔ مولانا محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی نے ان تینوں حضرات سے تحصیل علم، موقوف علیہ تک کیا۔ بعد میں اپنے خاندان کی معاشی کفالت کے باعث فارغ التحصیل کی سند حاصل نہ کر پائے۔

مولانا ابوالخیر عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مولانا محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۹۴۳ء میں پیدائش ہوئی۔ عیسانی قبیلہ میں حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ وقت بزرگ گزرے ہیں۔ جن کے نام پر آج خانقاہ ہالیجی آباد ہے۔ مولانا محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ نے میٹرک تک سکول کی ریگولر تعلیم حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان دے کر گھر ہالیجی شریف تشریف لائے۔ تو حضرت لالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کی عارفانہ وناصحانہ گفتگو سے متاثر ہو کر بجائے کالج کے داخلہ کے، دینی مدرسہ مدینۃ العلوم پنوں عاقل میں داخل ہو گئے۔

ہدایۃ النحو، ارشاد الصرف، قرآن مجید کے پانچ پاروں کا ترجمہ یہاں پڑھا۔ پھر حضرت سائیں حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید مولانا عبدالغنی جاجمروی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بدلی میں قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کے لئے بھیج دیا۔ شوال میں حضرت اعلیٰ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر حضرت مولانا مظہر الدین انڈھڑ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قاسم العلوم گھوٹکی میں داخلہ لیا۔ مولانا مظہر الدین انڈھڑ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمدرس تھے۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور شاگرد حضرت مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ سائیں بیر شریف تھے۔

اور مولانا مظہر الدین انڈھڑ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ حضرت مولانا محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ کے ہمدرس ساتھیوں کی کلاس اپنے زمانہ کے سب نامور علماء ثابت ہوئے۔ مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی سے مولانا مظہر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہالیجی شریف آ گئے۔ مولانا محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پر آپ سے ہدایہ اخرین، ومتنبی تک کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد مولانا محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ جامعہ مخزن العلوم عیدگاہ خانپور میں داخل ہو گئے۔ اس زمانہ میں یہاں حضرت مولانا واحد بخش رحمۃ اللہ علیہ کوٹ مٹھن والے پڑھاتے تھے۔ آپ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ علوم عقلیہ کے ماہر ترین استاذ تھے۔ قدرت نے ان کو پڑھانے کے لئے پیدا کیا تھا۔ فجر کی نماز سے عصر تک سوائے نماز ظہر اور کھانا کے وقفہ کے پورا دن اسباق پڑھاتے تھے۔ ان کو کتابیں ازبر تھیں۔ سبق کی تقریر ازبر زبانی کر کے طلباء کے ذہنوں میں خلاصہ اتار دیتے تھے۔

اس کے بعد کتاب کھول کر ترجمہ کر دیتے تھے۔ افہام وتفہیم کا آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ (فقیر راقم نے ۱۹۶۶ء، ۱۹۶۷ء میں آپ سے ابوداؤد شریف پڑھی ہے) مولانا واحد بخش رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ نے فلسفہ، منطق اور علم الکلام کی تکمیل کی۔ ۱۹۶۵ء، ۱۹۶۶ء میں مولانا محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ نے ہالیجی شریف میں مولانا مظہر الدین انڈھڑ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ پھر ایک سال اپنے استاذ گرامی قدر کے زیر سایہ ہالیجی شریف اپنی مادر علمی میں پڑھایا۔

۱۹۶۷ء میں حضرت خلیفہ احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے منزل گاہ جامعہ حمادیہ میں تشریف لائے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ یہاں سے جنازہ اٹھا۔ جب آپ منزل گاہ تشریف لائے تو مدرسہ کے تین کچے کمرے تھے۔ جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھے۔ یہاں پر مولانا محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدہ کا آغاز ہوا۔ معاملہ فاقوں تک پہنچا۔ مگر آپ نے الاستقامۃ فوق الکرامۃ پر عمل جاری رکھا۔ آپ کے انہیں مجاہدات وریاضات کا صدقہ ہے کہ آج جامعہ حمادیہ بلڈنگ کے اعتبار سے دیو قامت کا حامل ہے اور تعلیم کے اعتبار سے اندرون سندھ کے کسی جامعہ سے کم نہیں ہے۔ چار صد کے قریب آپ سے علماء نے دورہ حدیث شریف تک کی تعلیم حاصل کی۔ نامکمل تعلیم کے شاگردوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہوگی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے محبوبیت کا مقام نصیب فرمایا تھا۔ طلباء آپ کے علم کے سامنے بچھے جاتے تھے۔ آپ کی نیکی، شاگردوں کے دلوں کو موہ لیتی تھی۔ مولانا محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ عالم ربانی تھے۔ علم حدیث کے علاوہ فقہ میں بھی آپ کو خاص دسترس حاصل تھی۔ آپ کی فقہی جزئیات پر گہری نظر کے مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ بھی نا صرف قائل تھے۔ بلکہ آپ کی رائے پر مکمل اعتماد فرماتے تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام میں آپ شامل ہوئے۔ مقامی ذمہ داری سے لے کر مرکزی سینئر نائب امیر کے عہدوں نے آپ سے انتساب کا شرف حاصل کیا۔ مولانا محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ جمعیۃ علماء اسلام کی فقہی مجلس کے رئیس بھی رہے۔

صوبہ سندھ میں آپ کا وجود جمعیۃ علماء اسلام کی شناخت تھا۔ آپ خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو سراپا خیر بنایا تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بہی خواہوں میں سے تھے۔ اندرون سندھ ہی نہیں بلکہ عالمی مجلس کی مرکزی ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں ہر سال بڑے اہتمام سے شرکت فرماتے تھے۔ آپ کا زیادہ تر خطاب ''قادیانی ارتداد اور اس کی شرعی سزا'' کے عنوان پر ہوتا تھا۔ آپ کی عالمانہ گفتگو بہت ہی وقیع ہوتی تھی۔ ۱۹۸۵ء میں آپ کی مسجد منزل گاہ سکھر میں یکے بعد دیگرے تین بم دھماکے ہوئے۔ آپ کی جان تو بچ گئی۔ زخم بھی مندمل

ہو گئے۔ لیکن اس حادثہ میں آپ کی ساعت ختم ہو گئی۔ آپ کے شاگرد حضرت مولانا شفیع محمد صاحب اس زمانہ میں آپ کے حاضر باش ساتھی تھے۔ آپ تحریری طور پر سائل کی گفتگو مولانا کو لکھ کر دیتے۔ مولانا کے جواب باجواب سے عام وخاص فائدہ حاصل کرتے۔ آپ علم وعمل، تقویٰ وللّٰہیت کے مقام رفیع پر فائز تھے۔ آپ کے وجود سے علم کی بہاریں قائم تھیں۔ آپ نے جمعیۃ علماء اسلام کے سٹیج سے ہر تحریک میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کر کے تحریک ختم نبوت کے جرنیل قرار پائے۔

آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت سندھ کے عہدیدار بھی رہے۔ آپ نے قومی اتحاد اور ایم۔ آر۔ ڈی کی تحریکوں میں حصہ لیا۔ آپ کے فتاویٰ جات سندھی زبان میں کتابی شکل میں ''فتاویٰ محمد مراد ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے شائع شدہ ہیں۔ آپ کے ''مقالات محمد مراد ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے اردو میں شائع شدہ ہیں۔ جو آپ کے علم وفضل پر کامل دسترس کے شاہد عدل ہیں۔ آپ اپنے علاقہ میں اکابر علماء کی روایات کے امین تھے۔ دراز قد، مضبوط قویٰ، اور اعلیٰ نقوش کے حامل خوبصورت عالم دین تھے۔ رنگ پکا، علم اس سے زیادہ گہرا اور پکا، چلنے میں علماء کی شان، چہرہ پر علم کی نورانیت کی صدا بہار کیفیت کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ آپ کا وجود اس دور میں اللہ رب العزت کی رحمتوں کا مورد تھا۔ اللہ تعالیٰ آخرت کے پیش آمدہ سفر میں بھی اپنی خصوصی رحمتوں کا آپ کو حامل بنائیں۔ اگلے دن مورخہ ۱۷ رمئی ۲۰۱۱ء کو جامعہ حمادیہ منزل گاہ میں جنازہ ہوا۔ ہالیجی شریف کے عام قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔ اب مدتوں آپ کے تذکرے رہیں گے۔ دنیا انہیں ڈھونڈے گی۔ مگر پا نہ سکے گی۔

آپ نے ''اسلام میں مرتد کی شرعی حیثیت'' کے نام سے رسالہ تحریر کیا جو فتاویٰ ختم نبوت جلد ۳ میں بھی شائع ہوا ہے۔

(۸۴۵)

مرتضیٰ احمد خان میکش رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا

(ولادت: ۱۸۹۹ء ...... وفات: ۲۷ رجولائی ۱۹۵۹ء)

مولانا مرتضیٰ احمد میکش بن میر احمد خان افغان قبیلہ ''درانی'' کے گوہر تابندہ تھے۔ وہ محرم ۱۳۱۷ھ، مطابق ۱۸۹۹ء میں جالندھر کے ایک گاؤں ''بہدم'' میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان

علمی روایت کا حامل تھا۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے پائی۔ جالندھر میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا اور اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ دوران تعلیم میں سیاسی تحریکوں میں حصہ لینا شروع کیا۔ جلیانوالہ باغ امرتسر کے حادثے کے بعد پورے ملک میں اشتعال پھیلا ہوا تھا۔ اسلامیہ کالج کے طلبہ لاہور کے مظاہروں میں پیش پیش رہتے تھے۔ جلوس نکالتے، پولیس سے ٹکر لیتے، پتھراؤ کرتے اور سختیاں جھیلتے تھے۔ مولانا میکش ؒ ان مظاہروں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ ۱۹۱۹ء کے اواخر میں ترک تعلیم کر کے روزنامہ ''زمیندار'' میں نیوز ایڈیٹر مقرر ہو گئے۔ تحریک خلافت اور ترک موالات کے زمانے میں ہجرت افغانستان کی تحریک کا بڑا زور تھا۔ ہزاروں مسلمان اپنے اثاثے اور جائیدادیں اونے پونے داموں فروخت کر کے افغانستان جا رہے تھے۔ میکش صاحب ؒ بھی سوئے افغانستان چل پڑے۔

افغانستان میں خوست کے مقام پر جنرل نادر خان (جو بعد میں بادشاہ بنے) کے بھائی شاہ محمود خان کے ہمراہ قیام پذیر رہے۔ شاہ محمود خان کو ان سے بڑی محبت تھی اور ان کی انگریز دشمنی کی وجہ سے ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے۔ تحریک ہجرت کسی نظم وضبط اور منصوبہ بندی کے فقدان کی وجہ سے ناکام ہوئی تو مولانا میکش ؒ اپنے ایک دو ساتھیوں کے ساتھ قبائلی علاقے سے ہوتے ہوئے بنوں کے راستے وطن آئے۔ ان کے ساتھی مردان کے رہنے والے تھے۔ وہ مردان پہنچنے پر گرفتار کر لئے گئے اور جالندھر میں مولانا میکش ؒ بھی گرفتار ہو گئے۔ بعد میں خاندان کے بااثر افراد کی کوششوں سے رہا ہوئے۔

دوبارہ تعلیم کے بہانے لاہور آ گئے۔ مگر کسی کالج کا رخ کرنے کے بجائے صحافت کے ''مدرسہ زمیندار'' میں نام درج کرا لیا۔ مولانا میکش ؒ کہا کرتے تھے کہ زمیندار مدرسہ صحافت اور ظفر علی خان ؒ اس کے پرنسپل تھے۔ ان دنوں ادارت مولانا غلام رسول مہر ؒ کے ہاتھ میں تھی۔ ۱۹۲۷ء میں مولانا مہر اور عبدالمجید سالک نے زمیندار سے الگ ہو کر ''روزنامہ انقلاب'' جاری کیا۔ مولانا میکش ؒ بھی ادارۂ انقلاب میں شامل ہو گئے۔ نیوز ایڈیٹر تھے اور ''انقلاب'' کے سنڈے ایڈیشن کی ترتیب وتدوین ان ہی کے سپرد تھی۔ اس کام میں عبدالحکیم خان نشتر جالندھری ان کے رفیق قلم تھے۔

روزنامہ ''انقلاب'' میں مولانا میکش ؒ کے قلم سے بہت سے معرکہ خیز مقالات نکلے۔ ۱۹۲۸ء میں انہوں نے ''ہندی مسلمانوں کے لئے الگ وطن'' کے عنوان سے سلسلہ مضامین لکھا۔ اس کے دو سال بعد علامہ اقبال ؒ نے الٰہ آباد میں مشہور خطبۂ صدارت پیش کیا۔ کچھ

عرصہ بعد ''انقلاب'' سے واپس ادارۂ زمیندار میں شامل ہوگئے۔ ۱۹۲۹ء میں افغانستان میں امان اللہ خان مرحوم کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور امان اللہ خان کو یورپ میں رہنا پڑا۔ میکش صاحب مرحوم نے ہفت روزہ ''افغانستان'' (فارسی) میں امان اللہ خان مرحوم کے حق میں پرزور مضامین لکھے۔ دونوں کے درمیان خط وکتابت بھی ہوتی تھی۔ جب جنرل نادر خان نے بچہ سقہ کے خلاف جدوجہد کی تو مولانا میکش مرحوم ان کے ہمنوا تھے۔ مگر حالات بہتر ہونے پر نادر خان نے امان اللہ کو حکومت نہ لوٹائی۔ اس لئے اسی زور شور سے مخالفت شروع کر دی جس زور شور سے حمایت کی تھی۔ افغانستان کی نئی حکومت کو امان اللہ خان مرحوم اور مولانا میکش مرحوم کی باہمی مراسلت کا علم تھا۔ حکومت نے مولانا سے امان اللہ خان مرحوم کے خطوط حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں تحریص وترغیب کے حربے آزمائے گئے۔ مگر اس مرد درویش نے تمام پیشکشوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ آخر افغان حکومت نے دوسرا حربہ استعمال کیا اور وہ خطوط دفتر ''روزنامہ افغانستان لاہور'' سے چوری کر لئے گئے۔

۱۹۳۲ء میں قانون تعلقات خارجہ نافذ ہوا۔ جس کے مطابق ملک معظم کی دوست ریاستوں کے خلاف پروپیگنڈا جرم قرار دیا گیا۔ مولانا میکش مرحوم نے حکومت افغانستان کے خلاف قلمی مہم جاری رکھی اور دو سال قید کی سزا پائی۔ ۱۹۳۴ء میں روزنامہ ''احسان'' لاہور جاری ہوا تو مولانا میکش مرحوم اس کے مدیر مقرر ہوئے۔ چار سال تک یہاں کام کرنے کے بعد ایک نیا اخبار ''شہباز'' نکالا۔ قیام پاکستان کے بعد روزنامہ ''مغربی پاکستان'' اور ''نوائے پاکستان'' کی ادارت کے فرائض انجام دیئے۔ جناب عبدالسلام خورشید نے دنیائے صحافت میں ان کا مقام متعین کرتے ہوئے لکھا ہے:

''مولانا میکش مرحوم اعلیٰ پائے کے اداریہ نگاروں میں شمار ہوتے تھے۔ سیاسی مسائل کو خوب سمجھتے تھے اور لکھنے کا ڈھنگ جانتے تھے۔ وقتاً فوقتاً کوئی مہم چلا دیتے تھے جس سے اداریئے پڑھنے والوں کی تعداد بڑھ جاتی تھی۔ ان میں جرأت اور بے باکی بھی موجود تھی۔ ترشی اور تلخی بھی تھی۔ دلیل کا عنصر بھی موجود تھا۔ سنجیدگی اور توازن کا دامن بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ اس لئے اداریہ نگاری کے میدان میں نمایاں تھے۔''

۱۹۵۳ء کی تحریک ردقادیانیت میں نمایاں حصہ لیا اور ایکشن کمیٹی کے رکن تھے۔ گرفتار ہوئے اور قید وبند کی صعوبتوں سے گزرے۔ اس تحریک کے بعد اخباری دنیا سے الگ ہوکر علمی وتعلیمی کاموں میں منہمک ہوگئے۔ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ دائرہ معارف اسلامیہ سے بطور مترجم

اور شعبۂ صحافت سے بطور لیکچرار وابستہ رہے۔ زندگی بھر بے باک، بے خوف اور اصول پرست رہے اور اپنی اصول پسندی کی وجہ سے مصائب وآلام میں مبتلا ہوئے۔ حسرت میں زندگی گزار دی، مگر چند ٹکوں کے لئے قلم فروشی اختیار نہ کی۔

تصوف کا ذوق رکھتے تھے۔ مولانا نواب الدین چشتی ؒ سے بیعت تھے۔ مولانا میکش ؒ سیاسی طور پر دوقومی نظریہ کے پرجوش داعی تھے۔ روزنامہ ''احسان'' لاہور مسلم لیگ کا ہم نوا تھا اور انہوں نے خود بھی تقسیم ہندوستان کا تصور پیش کیا تھا۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شریک ہوئے تھے اور ان کی پیش کردہ قراردادیں پاس کی گئی تھیں۔

مولانا میکش ؒ ۲۷؍جولائی ۱۹۵۹ء، مطابق ۲۱؍محرم الحرام ۱۳۷۹ھ کو حرکت قلب بند ہو جانے سے فوت ہوئے۔

مولانا آقائے مرتضیٰ احمد خان میکش درانی ؒ لاہور کے باسی تھے۔ نامور قانون دان تھے۔ آپ کے رد قادیانیت پر پانچ رسائل ہمیں دستیاب ہوئے۔ جو احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں پیش کرنے کی ہم نے سعادت حاصل کی۔

۱...... ''محاسبہ یعنی عدالت تحقیقات فسادات پنجاب (۱۹۵۳ء) کی رپورٹ پر جامع وبلیغ تبصرہ'' مشہور عالم ''تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء'' کے اسباب وعلل اور اس کی ذمہ داری کس پر ہے، عدالتی تحقیقات کے لئے مسٹر جسٹس منیر اور مسٹر جسٹس ایم.آر.کیانی پر مشتمل دورکنی عدالتی بنچ قائم کیا گیا۔ آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی وکالت جناب مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش درانی ؒ نے کی۔ عدالتی رپورٹ چھپ کر سامنے آئی تو وہ تضاد کا مجموعہ تھی۔ اس پر مختلف حضرات نے تبصرہ کیا۔ مولانا میکش ؒ نے بھی تبصرہ کیا جو روزنامہ نوائے پاکستان لاہور میں شائع ہوتا رہا۔ بعد میں کتابی شکل میں اسے شائع کیا گیا۔ یہ اوّلاً ۱۹۵۴ء میں شائع ہوا۔ پچپن سال بعد ۲۰۰۹ء میں احتساب قادیانیت میں اللہ تعالیٰ کی عنایت وتوفیق سے ہم نے شائع کیا۔

۲...... ''قادیانی سیاست'' مکمل نام ہے۔ ''قادیانی سیاست، پاکستان سے بیزاری، بھارت سے وفاداری'' مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش درانی ؒ جو روزنامہ مغربی پاکستان کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آپ نے ۵؍جنوری ۱۹۵۱ء کو ایک مقالہ لکھا جو پمفلٹ کی شکل میں علیحدہ بھی شائع کیا گیا۔ اس میں تقسیم کے وقت قادیان کو بھارت میں شامل کرنے پر

قادیانیوں کی عیاری پر بلیغ تبصرہ کیا گیا۔

۳...... ’’پاکستان میں مرزائیت‘‘ روزنامہ مغربی پاکستان لاہور میں مسلسل دس اقساط میں اس عنوان پر قلم اٹھایا۔ بعد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دوسرے امیر مرکزیہ خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد ؒ کے پیش لفظ کے ساتھ اسے ۱۹۵۰ء میں شائع کیا گیا۔

۴...... ’’مرزائی نامہ‘‘ مکمل نام ہے۔ ’’قادیانیت کے کاسۂ سر پر اسلام کا البرز شکن گرز کی ضرب کاری‘‘ یعنی ’’مرزائی نامہ‘‘ مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش درانی ؒ نے روزنامہ احسان لاہور میں اعلان کیا کہ قادیانی حضرات اگر کوئی سوال کرنا چاہیں تو ان کے جوابات کے لئے میں حاضر ہوں۔ قادیانیوں نے سوالات کرنے شروع کئے۔ آپ نے روزنامہ زمیندار لاہور اور روزنامہ احسان لاہور میں جواب کا سلسلہ شروع کیا۔ بعد میں ۱۹۳۸ء میں کتابی شکل میں اسے تاج کمپنی نے شائع کیا۔ پھر ۱۹۸۵ء میں اس کا عکس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا۔ اب اسے تیسری بار احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

۵...... ’’کیا پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت قائم ہوگئی ہے‘‘ ۱۹۵۲ء میں مولانا نے اخبار سہ روزہ آزاد لاہور میں چند مقالے شائع کئے تو مجلس احرار اسلام لائل پور (فیصل آباد) نے چار صفحاتی دوورقی پمفلٹ میں ان کو شائع کر دیا۔ یہ بھی احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

(۸۳۶)

مرتضیٰ حسن چاندپوری ؒ، مولانا

(وفات: دسمبر ۱۹۵۱ء، چاندپور)

مولانا قاری محمد طیب ؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

’’مولانا مرتضیٰ حسن ؒ چاندپور ضلع بجنور کے رہنے والے تھے، یہ بھی حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدرالمدرسین کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ۱۳۰۴ھ میں دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہوئے۔ نہایت ذکی اور طباع تھے۔ ظرافت مزاج میں

کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ان کے وعظ وتقریر کی بڑی شہرت تھی اور مناظرے میں تو ان کا پایہ بہت ہی بلند تھا۔ بدعات اور قادیانیت کے رد میں انہیں بڑا شغف تھا۔مناظرے کے فن میں ان کی بہت سی کتابیں چھپ چکی ہیں، جو اپنے موضوعات پر قابل قدر مباحث سے معمور ہیں۔ایک زمانے میں ان کی زبردست خطابت اور وعظ وتقریر سے ملک کا گوشہ گوشہ گونجتا رہا ہے۔ مطالعہ کتب کے ساتھ کتابیں خصوصاً نوادر ومخطوطات جمع کرنے کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ ایک بڑا کتب خانہ جو تقریباً آٹھ ہزار قیمتی مخطوطات ومطبوعات پر مشتمل ہے، یادگار چھوڑا۔ جسے ان کے صاحبزادہ محمد انور صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم میں منتقل کردیا ہے۔

مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ عرصہ دراز تک دربھنگہ اور مرادآباد وغیرہ کے مدارس میں صدارت تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔لیکن ان کی خدمات کا اصل مقام دارالعلوم تھا۔ چنانچہ اکابر کی نظر انتخاب نے اس گوہر نایاب کو دارالعلوم کے لئے منتخب کر کے اولاً نظامت تعلیم کا شعبہ ان کے سپرد کیا۔لیکن تبلیغی اسفار کی کثرت کے پیش نظر ان کو شعبہ تبلیغ کی نظامت تفویض کی گئی۔تبلیغ کے ساتھ ساتھ دارالعلوم میں درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل تھا۔آخر عمر میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا اور مجاز بیعت ہوئے۔ یکم/رمضان ۱۳۵۰ھ کو دارالعلوم سے سبکدوش ہوکر وطن مالوف چاند پور میں قیام فرمایا اور وہیں ربیع الآخر ۱۳۷۱ھ، مطابق دسمبر ۱۹۵۱ء میں وفات پائی۔''

(تاریخ دارالعلوم دیوبند ج۲ص۶۳،۶۴)

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ ردقادیانیت کے سلسلہ میں برہان ساوی تھے۔آپ بیک وقت تحریر وتقریر اور فن مناظرہ کے ماہر تھے۔فن مناظرہ میں آپ کی شہرت آپ کو اس فن کا امام ثابت کرتی ہے۔آپ نے قادیانیت کے خلاف چھوٹے بڑے سترہ رسائل لکھے جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے احتساب قادیانیت کی جلد۱۰ میں شائع کئے۔جن کا حجم چارصد چتالیس کمپیوٹر کتابت کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ان رسائل کے نام ومختصر تعارف یہ ہے:

۱...... ''صحیفہ الحق الملقب بہ مباہلہ الحق المعروف بہ قادیانی چیلنج پر لبیک اور بلاشرط مناظرہ''
اس کی خود مصنف نے یہ تمہید لکھی ہے:

''ہمارے نام عبداللہ قادیانی الہ دین بلڈنگز اکسفورڈ اسٹریٹ سکندرآباد دکن کی جانب سے ایک چیلنج پہنچا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزاغلام احمد قادیانی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک کلام کے مطابق مجدد اعظم، ربانی امام اور مرسل من اللہ ہیں۔آپ کا انکار اللہ

اوراس کے رسول کریم ﷺ کا انکار ہے۔آپ کے ہر منکر کو یہ چیلنج دیا جاتا ہے کہ اگر آپ دعوؤں میں سچے نہیں تو اور کون اس زمانہ میں مذکورہ بالا کلاموں کے مطابق سچا مدعی ہے؟ اسے پبلک میں پیش کیا جائے اور ہم سے مقررہ دس ہزار روپیہ کا انعام حاصل کیا جائے۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ قادیانی جماعت میں مشتہر صاحب کس پایہ کے شخص ہیں اور ان کے کلام اور کارروائیوں کا مرزائی جماعت پر کہاں تک اثر اور قادیانیوں کے دوفرقوں میں سے کس میں داخل ہیں؟ اس وجہ سے ہم مرزا محمود قادیانی مدعی خلافت اور واقعی خلیفہ محمد علی لاہوری ایم.اے کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر یہ چیلنج واقعی اپنے اندر کوئی معنی رکھتا ہے اور آپ صاحبان بھی اس کے ذمہ دار ہیں تو پھر یہ بندہ حقیر خدائے ذوالجلال والاکرام کے فضل پر بھروسہ کر کے آپ دونوں صاحبوں اور ہندوستان کے جملہ قادیانیوں کو چیلنج دیتا ہے کہ میں مرزا قادیانی کو نہ مرسل من اللہ جانتا ہوں، نہ مجدد، نہ محدث، نہ امام ربانی، بلکہ ان کو مسلمان کیا مہذب اور سچا انسان بھی نہیں جانتا۔ان کے اقوال بھی ان کو ایک مفتری اور کذاب بتاتے ہیں۔اس کے برخلاف اگر آپ صاحبان ان کو مجدد اعظم ربانی، امام زماں، مرسل من اللہ جانتے ہیں تو پھر میں آپ سے بلاشرط مناظرہ کے لئے تیار ہوں جوشرائط مناظرہ میں ہوتی ہیں اور کتب مناظرہ میں درج ہیں اور جن شرائط میں مساوات طرفین کا لحاظ رہتا ہے ان سے غالباً آپ صاحبوں کو انحراف نہ ہوگا۔وہی شرائط ہوں۔

ہاں! صرف اس قدر عرض ہے کہ مناظرہ کی شان یہ ہوگی کہ علماء اسلام نے جن رسائل میں مرزا قادیانی کا کاذب مفتری ہونا ثابت کیا ہے اور ان الزامات کو قادیانی اب تک نہیں اٹھا سکے ان مضامین کو ہم عرض کریں، آپ جواب دیں اور طرفین کی تقریریں لکھی جائیں اور اسی وقت مجمع میں سنا کر طرفین کے دستخط ہو کر شائع ہو جائیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء اسلام نے مرزا قادیانی کی لغویات باطلہ کا پورا رد اور خود ان کا کذاب اور مفتری ہونا ایسا ثابت کر دیا ہے کہ منصف کے لئے تو کافی ہے ہی، مرزائی جیسے ہٹ دھرموں کے بھی منہ بند کر دیئے اور قلم توڑ دیئے اور ان کو جواب کی تاب باقی نہ رہی۔لہٰذا اب نہ مناظرہ کی ضرورت، نہ مباہلہ کی، فقط جاہل مریدوں کو جہنم تک پہنچانے کے لئے یہ راہ اختیار کی جاتی ہے کہ کہیں مناظرہ کا اشتہار اور کہیں مباہلہ کا چیلنج، ورنہ نہ وہ مناظرہ کرسکیں نہ مباہلہ

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ہمیں عام مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ علماء اسلام اپنا فرض ادا فرما چکے اور نہ ماننا اور نہ تسلیم کرنا یہ محض ہٹ دھرمی اور عناد کی وجہ سے ہے۔ورنہ مناظرے بھی ہو چکے اور جس کو فتح دینی تھی

اور جس کو ذلیل کرنا تھا وہ بھی ہو چکا۔ سرور شاہ قادیانی امیر وفد مونگیر سے دریافت کرلو۔ حافظ روشن علی قادیانی، مختار احمد قادیانی شاہجہانپوری، غلام رسول پنجابی (مناظر قادیانی) ان میں سے جو زندہ ہوں ان سے دریافت کرلو۔ ضلع مونگیر و بھاگلپور کے رہنے والوں سے دریافت کرلو۔ جب ذلت کی کوئی حد باقی نہ رہی تو امیر وفد نے فرمایا کہ یہ بھی حضرت کی پیشین گوئی پوری ہوئی کہ ایک جگہ تمہیں ذلت ہوگی۔ جی ہاں کیوں نہیں۔ اگر اسی بدعقیدہ پر مر گئے تو جب جہنم میں گرو گے جب بھی خدا چاہے۔ پیشین گوئی ہی پوری ہوگی۔ غرض مناظرہ بھی ہو چکا۔ مباہلہ بھی اور جھوٹا سچے کے سامنے مر بھی گیا۔ اب بجز شور وغل کے کچھ حاصل نہیں۔ ہم کو اس برگزیدہ جماعت کا زیادہ تجربہ ہے اور جن کو تجربہ نہ ہوگا وہ ان اشہارات سے تجربہ کار ہو گئے ہوں گے جو اشتہارات حضرات دیوبند کی جانب سے شائع ہو رہے ہیں، دیوبند کی مرکزی جماعت نے انصافاً کوئی بات نہیں چھوڑی۔ مگر قادیانیوں نے جو بے انصافی کے جواب دیئے ہیں ان کا حال بھی ناظرین پر مخفی نہیں۔ یہ قوم کبھی ہارنے کا نام لینا ہی نہیں جانتی۔ مونگیر میں وہ شکست ہوئی جس کو مرتے دم تک نہ بھولیں گے۔ آدمی بھی نہیں وہاں کی زمین در و دیوار شاہد ہیں۔ مگر اس کا نام فتح عظیم ہوا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقابلے میں ہارے (اور تین سو روپیہ جرمانہ دیا) مگر وہ فتح روحانی ہوگئی۔ غرض جس قدر بھی ہٹ دھرمی بے انصافی ہو وہ ان کے یہاں عین انصاف اور فتح ہے۔ بلکہ ان کی فتح ہی بجز اس کے اور کچھ نہیں۔ اس وجہ سے ہم کو یہ امید نہیں ہے کہ ہماری بات کا کوئی جواب بھی دیں گے۔ لہٰذا ہم فضول اشتہار میں روپیہ ضائع نہ کریں گے۔ اس ایک صحیفہ میں انتہاء تک کی بات کہے دیتے ہیں کہ اگر مناظرہ کرنا ہے تو اس کے جواب میں بس تاریخ اور جگہ بتادیں۔ مگر تاریخ ایسی ہو جس میں ہندوستان کے شائقین کو خبر بھی ہو جائے اور فتنہ وفساد سے بے خوف رہیں۔ جو سلطنت اس قدر بڑے وسیع ملک کا انتظام کر رہی ہے وہ ایک جلسہ کا انتظام بھی بخوبی کر سکتی ہے۔ بشرطیکہ قادیانی چاہیں اور مناظرہ منظور ہو۔ ورنہ بات بنانے کو عمر صرف ہو جائے اور شرائط طے نہ ہوں۔ جیسے کہ حضرات دیوبند کے ساتھ کیا اور کر رہے ہیں۔ رہے دس ہزار روپیہ تو نہ بڑے مرزا قادیانی نے کسی کو دیئے نہ آپ دیں۔ یہ تو ہاتھی کے دانت اس کو دکھانے چاہئیں جس کو آنتوں تک کی خبر نہ ہو۔ ہمیں تو جواب کی بھی امید نہیں ہے۔ مناظرہ اور دس ہزار روپیہ تو کجا۔ اس وجہ سے مشتے نمونہ از خروارے مرزا قادیانی کے جھوٹ اور فریب کی طویل فہرست میں سے صرف تین جھوٹ پیش کئے ہیں۔ ہندوستان کے تمام مرزائی ہاں جدید عیسائی (کیونکہ مرزا قادیانی عیسیٰ ابن مریم بھی تو ہیں) مل کر جواب دیں تو معلوم ہو کہ یہ جماعت شاید کچھ کر سکے۔

ورنہ قیاس کن زگلستان من بہار مرا“

یہ اشتہار ۱۲؍صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۴؍محرم ۱۳۳۵ھ، مطابق ۱۱؍نومبر ۱۹۱۶ء کا مرتب کردہ ہے۔

۲...... ”تحقیق الکفر والایمان“

نام نہاد مسلمان محمد علی نشی نے جو غالباً علی گڑھ کے تھے، سیاسۃً قادیانیوں کو کافر کہنے کے خلاف تھے۔ لاہوری مرزائیوں کے گردہ کے پیغام صلح میں مرزائیوں کے کفر کے متعلق ان کا خط شائع ہوا۔ جس میں انہوں نے چار سوال کئے۔ وہ خط تو مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے نام تھا۔ مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے کیا جواب دیا فقیر راقم کو یہ معلوم نہیں۔ البتہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق الکفر والایمان کے نام سے جواب تحریر کیا جو (۹۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں لاہوری مرزائیوں کے ”وجوہ کفر“ پر فاضلانہ ومحققانہ ومتکلمانہ شان سے خامہ فرسائی کی گئی ہے۔

۳...... ”فتح قادیان کا مکمل نقشہ جنگ“

قادیان کے محمودی راج اقتدار میں علماء دیوبند کے خلاف یکے بعد دیگرے اشتہار شائع ہونے شروع ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند کے شعبہ تبلیغ کے سربراہ اس وقت ابن شیر خدا حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ ان کا جواب لکھتے تھے جو بعد میں کتابی شکل میں بھی شائع ہوئے۔ قادیانی اشتہار کے جواب میں مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ہر اشتہار قادیانیوں کے ناطقہ کو بند کرنے کے لئے درّۂ عمر رضی اللہ عنہ ثابت ہوا۔ قلم کی جولانی، دلائل کی حقانیت، اسلام کی غیرت اور ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لئے ایک ایک سطر شاہکار کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ اشتہار پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔

۴...... ”مرزائیوں کی تمام جماعتوں کو چیلنج“

(قرآن مجید کو غیر مکمل مانیں یا مرزا قادیانی کو دجال، کذاب اور محرف قرآن؟) امیر افغانستان خان امان اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کو بجرم ارتداد والحاد حوالہ قانون کیا۔ شرعی سزا دی۔ علماء کرام نے امیر امان اللہ کو اس جرأتمندانہ اقدام پر مبارک باد کا تار بھیجا۔ تار کیا ارسال کیا کہ قادیانی ولاہوری ہر دو گروپ انگاروں پر لیٹنے لگے۔ اس اقدام کو غیر شرعی ثابت کرنا چاہا۔ ان مضامین کے رد پر مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الشہاب الثاقب“ رسالہ تحریر کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید میرک شاہ رحمۃ اللہ علیہ مدرسین دیوبند نے بھی رسائل تحریر

فرمائے۔ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن ﷫ نے یہ رسالہ تحریر کیا جو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ تاریخ اشاعت ۳؍ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ، مطابق ۲۲؍اکتوبر ۱۹۲۵ء ہے۔

۵...... ''مرزائیت کا خاتمہ''

مرزا قادیانی، قرآنی معارف کا مدعی تھا۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن ﷫ نے قادیانیوں کے ہر دو گروہ کو چیلنج دیا کہ وہ مرزا قادیانی کے ایسے قرآنی معارف پر گفتگو کرلیں جو اس سے پہلے کسی مفسر نے بیان نہ کئے ہوں۔ اگر وہ پہلے سے بیان کردہ ہیں تو پھر مرزا قادیانی کا امتیاز نہ رہا۔ بس سے قادیانیوں کو سانپ سونگھ گیا۔ سامنے آنے سے پہلے ہی ڈھیر ہوگئے۔ یہ اشتہار ۵؍صفحات پر مشتمل ہے اور تاریخ اشاعت ۸؍رجب ۱۳۴۴ھ، مطابق ۲۳؍جنوری ۱۹۲۶ء ہے۔

...... ''مرزائیت کا جنازہ بے گور وکفن''

(تمام مرزائی جماعتیں مل کر تجہیز وتکفین کریں۔ کفن ارزاں، قبر مفت، ورنہ پولیس کے حوالہ) مرزا قادیانی کے نام نہاد معارف قرآنی کے دعویٰ پر لاف وگزاف پر مناظرہ کے لئے قادیانی میدان میں نہ آئے تو مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری ﷫ نے دو ماہ کے بعد پھر یہ اشتہار شائع کیا جو پانچ صفحات پر مشتمل ہے اور تاریخ اشاعت ۱۳؍رمضان ۱۳۴۴ھ، مطابق ۲۸؍مارچ ۱۹۲ء درج ہے۔

...... ''ہندوستان کے تمام مرزائیوں کو چیلنج''

گوجرانوالہ کے قادیانیوں، سیکرٹری جنرل شیخ مشتاق کا کھلا چیلنج، نامی اشتہار اور پھر گوجرانوالہ کی قادیانی جماعت کا اشتہار، طریق فیصلہ ۲۶؍اپریل ۱۹۲۵ء کو دارالعلوم دیوبند پہنچے اس کا مولانا چاند پوری ﷫ نے یہ جواب تحریر کیا۔ ۲۶؍رمضان ۱۳۴۳ھ، مطابق ۱۰؍اپریل ۱۹۲ء تاریخ اشاعت ہے۔

...... ''مرزا اور مرزائیوں کو دربار نبوت سے چیلنج''

(عذاب الیم کی بشارت، مرزا اور تمام مرزائی قطعی اور یقینی جہنمی، ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے) قادیانیوں نے سابقہ اشتہارات کے جوابات نہ دیئے تو مولانا نے یہ ۸؍صفحات کا اشتہار شائع کیا۔ آخر پر آپ تحریر کرتے ہیں: ''حدیث متواتر مذکور کا انکار کریں تو کافر ہوں۔ قبول کریں سامنے جہنم ہے۔ بس مرزائیت ملعونہ سے توبہ کرو۔ ورنہ جاؤ جہنم میں۔ ہم نے سمجھا دیا۔'' یہ اشتہار ۴؍ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ، مطابق ۲۱؍نومبر ۱۹۲۵ء کو شائع ہوا۔

...... ''زلزلة الساعة...... قادیان میں قیامت خیز بھونچال''

قادیان سے شائع ہونے والے قادیانی اشتہارات کے جوابات دیو بند سے جون ۱۹۲۵ء تک شائع ہو چکے تو ۱۱رجون ۱۹۲۵ء کے الفضل میں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے پر عمل پیرا ہو کر قادیانیوں نے مضمون شائع کیا جس میں اپنے فرار کو علماء دیو بند سے منسوب کیا۔ لیکن اندر سے قادیانی جماعت کو اپنی ذلت آمیز شکست چین سے نہ بیٹھنے دیتی ہے۔ اب خود مرزا محمود نے لنگوٹ کس کر ۱۶رجولائی ۱۹۲۵ء کے الفضل میں دو اعلان کئے۔ دیوبندیوں کا چیلنج قبول، دیوبندیوں کو چیلنج، مولانا مرتضیٰ حسن نے چھبیس نکات پر مشتمل جوابات دس صفحاتی اس اشتہار میں دیئے۔ یہ ۱۵رمحرم ۱۳۴۴ھ، مطابق ۶راگست ۱۹۲۵ء کا مرتب کردہ ہے۔

۱۰...... ''اوّل السبعین علی الواحد من ثلاثین''

اس تیس صفحات کے رسالہ میں قادیانیوں پر ستر سوالات قائم کئے۔ اس پر تاریخ اشاعت درج نہیں ہے۔

۱۱...... ''سبعین کا ثانی نمبر''

اوّل السبعین کو لکھے عرصہ گزر گیا۔ قادیانیوں کی طرف سے مجرمانہ خاموشی کا ملعونانہ کردار سامنے آیا۔ اس پر مولانا نے پھر اس کا دوسرا حصہ تحریر فرمایا۔ یہ بتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس پر تاریخ اشاعت ۹ررمضان ۱۳۴۳ھ، مطابق ۴راپریل ۱۹۲۵ء درج ہے۔

۱۲...... ''دفع العجاج عن طریق المعراج، الملقب به معراج حبیب اللہ وحیات روح اللہ''

اس رسالہ کا تیسرا نام: ''المشہور بہ، صاعقہ آسمانی بر مذہب طائفہ قادیانی'' ہے۔ یہ بتیس صفحات کا مقالہ نافعہ ہے۔ تاریخ اشاعت نمبر ۱۱، ۱۲ کی ایک ہے۔

۱۳...... ''اشد العذاب علیٰ مسیلمۃ الفنجاب (یعنی دین مرزا، کفر خالص ہے)''

یہ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قادیانیوں کے تمام گروپوں کے وجوہ کفر پر کلام کیا ہے۔ ۲ررمضان ۱۳۴۳ھ، مطابق ۲۸رمارچ ۱۹۲۵ء کا تحریر کردہ ہے۔

۱۴...... ''حلیۃ اھل النار''(مرزا اور مرزائیوں سے خدائی مباہلہ)

یہ رسالہ ۱۲رصفحات پر مشتمل ہے۔ میرٹھ کے مرزائیوں کے ایک چیلنج کا جواب ہے۔ ۲۱رربیع الثانی ۱۳۴۵ھ، مطابق ۲۹راکتوبر ۱۹۲۶ء، بروز جمعہ کا تحریر کردہ ہے۔

۱۵...... ''الابطال الاستدلال الدجال (حصہ اوّل) تعلیم الخبیر فی حدیث ابن کثیر''

رحمت عالم ﷺ کی صحیح حدیث جو کتب حدیث میں مذکور ہے: ''لو کان موسیٰ حیاً ماوسعه الا اتباعی'' اس کو دجال قادیان نے لو کان عیسیٰ حیاً بنادیا اور کمپوزنگ وکتابت کی غلطی پر اپنی جعلی نبوت کی بنیاد قائم کرنا چاہی۔ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری ؒ نے اس رسالہ میں اس کا جواب کیا لکھا علم کے سمندر سے انمول موتیوں کا ڈھیر لا سامنے کیا۔ چوبیس صفحات کا رسالہ ہے۔ تاریخ اشاعت درج نہیں۔

۱۶...... ''الابطال الاستدلال الدجال (حصہ دوم) دفع المکائد عن حدیث اتخذوا قبور انبیاء هم مساجد''

اس روایت سے دجال قادیان اور اس کی ذریۃ البغایا کے مزعومہ استدلال کا حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری ؒ نے جواب تحریر کیا جو اتنا مربوط اور بھرپور مقالہ تیار ہوگیا کہ دنیائے علم عش عش کر اٹھی۔ یہ چالیس صفحات کا رسالہ ہے اور اواخر جمادی الاوّل ۱۳۴۵ھ، مطابق دسمبر ۱۹۲۶ء تاریخ اشاعت ہے۔

۱۷...... ''البیان الاتقن''

مشہور مقدمہ بہاولپور میں ۲۱ سے ۲۵؍ اگست ۱۹۳۲ء کو مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری ؒ کا عدالت میں بیان ہوا۔ مولانا محمد صادق بہاولپوری ؒ نے بیان کے متعلق تحریر فرمایا کہ:

''بیان کیا ہے، براہین ودلائل کا ایک بحر ذخار ہے جو مرزائی نبوت کو تنکے کی طرح بہائے لے جارہا ہے اور ایک حقیقت نما آئینہ ہے۔ جس میں مرزائی دجل وفریب اور کذب وزور کے باریک سے باریک نقش بھی دکھائی دے رہے ہیں۔ حضرت ممدوح نے اپنے بیان میں مرزا قادیانی کے کفر کے لاکھوں وجوہ کفر بیان کئے ہیں اور مختار مدعا علیہ کی جرح کے ایسے دندان شکن جواب دیئے جس سے مرزا اور اس کے متبعین کا کفر وارتداد پہلے سے زیادہ واضح ہوگیا۔'' یاد رہے کہ مولانا محمد صادق صاحب ؒ خود عدالت میں کارروائی کے دوران موجود تھے۔ یہ عینی شاہد ہیں۔ یہ بیان ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے اور یہ تمام رسائل احتساب قادیانیت جلد ۱۰ میں موجود ہیں۔ فلحمدللّٰه تعالیٰ اوّلاً وآخراً!

(۸۳۷)

مرغوب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم دارالعلوم دیوبند)، مولانا

(وفات: ۸ر دسمبر ۲۰۱۰ء)

مولانا مرغوب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے اکابر کی نشانی تھے۔ آپ کے دور اہتمام میں دارالعلوم دیوبند میں ۲۹ تا ۳۱ر اکتوبر ۱۹۸۶ء ایک عالمی ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مقررین حضرات نے مقالہ جات بھی پڑھے۔ جسے بعد میں جون تا اگست ۱۹۸۷ء کی اشاعت خاص ''ماہنامہ دارالعلوم دیوبند'' میں ''ختم نبوت نمبر'' کے نام پر شائع کیا گیا۔ اس وقت ''ماہنامہ دارالعلوم دیوبند'' کے نگران حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ متذکرہ کانفرنس امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ سے انعقاد پذیر ہوئی تھی۔ اس نمبر کو ہم نے احتساب قادیانیت جلد ۵۵ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ کے دور اہتمام میں دارالعلوم دیوبند میں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت قائم ہوئی۔ آپ کے دور اہتمام میں دارالعلوم دیوبند میں شعبہ تخصص فی ختم نبوت قائم ہوا۔

(۸۳۸)

مرید حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ (چکوال)، جناب غازی

(شہادت: ۲۴ر ستمبر ۱۹۳۷ء)

آپ کا اسم گرامی مرید حسین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ ''اسیر'' تخلص کرتے تھے۔ ۱۹۱۵ء میں بھلّہ شریف، تحصیل چکوال کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام نامی عبداللہ خان اور والدہ ماجدہ کا اسم گرامی غلام عائشہ تھا۔ چوہدری عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بھلّے کے نمبردار اور باوقار بزرگ تھے۔ بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے اکلوتے بیٹے سے نوازا۔ اس لئے اپنی آنکھوں کے نور اور دل کے سرور کی بڑی شفقت اور محبت سے پرورش کی۔

مرید حسین رحمۃ اللہ علیہ ابھی پانچ برس کے تھے کہ والد بزرگ کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئے۔ والدہ بڑی سمجھدار اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ اس لئے مرحوم سرتاج کی یادگار لاڈلے بیٹے کی تعلیم وتربیت پر پوری توجہ دی۔ قرآن حکیم اور بعض دینی کتب کی تدریس کے لئے سیّد محمد شاہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ خطیب وامام جامع مسجد بھلّہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ عام تعلیم کے لئے آپ کو قریبی قصبے کڑیالہ کے مڈل سکول میں داخل کردیا۔ آپ شروع سے ہی ذہین اور محنتی تھے۔ درجہ مڈل اچھے نمبروں میں پاس کیا اور بعد ازاں گورنمنٹ ہائی سکول چکوال میں زیر تعلیم رہے اور میٹرک کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ لیکن زمینداری اور نمبرداری کی مشغولیت کی وجہ سے تعلیم کو خیرباد کہنا پڑا۔ چکوال آتے جاتے آپ خاکسار تحریک کی عسکریت سے متاثر ہوئے اور خاکسار بن گئے۔ ازاں بعد آپ نے حضرت خواجہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ چشتی چاچڑوی سے بیعت کی۔ مقامی ہندوؤں کی چیرہ دستیوں اور شاتمان رسول راجپال اور نتھورام کی دریدہ دہنی کے واقعات پڑھ کر آپ کی غیرت مند طبیعت بہت کڑھتی تھی۔ بیس سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی۔ شادی کے چند روز بعد آپ کو خواجۂ کونین ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس دیدار اقدس نے مرید حسین رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم پیدا کردیا اور یہ وارفتہ عشق رسول ﷺ بے قرار و بے تاب رہنے لگے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

۱۹۳۵ء میں ایک روز چکوال میں آپ نے روزنامہ ''زمیندار'' میں ''پلول کا گدھا'' کے عنوان سے ایک المناک خبر پڑھی۔ اس خبر سے سچے عاشق رسول کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

واقعہ یہ ہوا کہ پلول، ضلع گوڑگانواں کے ڈاکٹر انچارج شفاخانہ حیوانات نے اپنے خبث باطن کی وجہ سے انتہا درجے کی ذلیل حرکت کی اور حضور سرور دو عالم ﷺ کی شان مبارک میں گستاخی کی۔ وہ یہ کہ شفاخانے کے ایک گدھے کا نام.......... کے نام پر رکھنے کی نفرت انگیز جسارت کی۔ ہندوستان میں ہر مسلمان کا خون اس نامعقول اور پاجیانہ حرکت سے کھول اٹھا اور مسلمانوں کے پرانے زخم جو ملعون شاتمان رسول اکرم، شردھانند راجپال اور نتھورام نے لگائے، ازسرنو ہرے کردیئے۔ مسلم اخبارات میں احتجاجی بیانات سے سہم کر برٹش گورنمنٹ نے اس بدبخت گستاخ ڈاکٹر کو ضلع گوڑگانواں سے ضلع حصار کے موضع نارنوند تبدیل کردیا۔ مسلمانوں کے صدمہ غم واندوہ کی برائے نام تلافی کے لئے یہ حرکت ستم ظریفی تھی۔ اس خبر سے مرید حسین رحمۃ اللہ علیہ کو بے حد غم و غصے کے جذبات نے گھیرلیا اور یہ عاشق رسول لمبے سفر کی تکلیفیں اور صعوبتیں

برداشت کرتا ہوا ''نارنوند'' پہنچ گیا۔ ڈاکٹر رام گوپال ایک تنومند اور قد آور شخص تھا۔ مگر نحیف و نزار، لیکن عشق رسول سے سرشار مرید حسین رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی جرأت سے کام لے کر ایک ہی وار میں اسے واصل جہنم کر دیا اور خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔ لیکن یہ شرط لگا دی کہ کوئی کافر ان کے قریب نہ آئے۔ چنانچہ نارنوند کے ایس۔ایس۔او چوہدری محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو گرفتار کیا اور ڈسٹرکٹ جیل حصار بھیج دیا۔ آپ پر ضلع حصار میں مقدمہ چلایا گیا۔ جلال الدین قریشی رحمۃ اللہ علیہ بیرسٹر اور دیگر مسلمان وکلاء نے غازی مرید حسین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بلا فیس وکالت کی۔

قانونی موشگافیوں سے فائدہ اٹھا کر آپ آسانی سے بچ سکتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کا یہ شیدائی جھوٹ بول کر اپنی جان بچانا عشق رسول کے منافی سمجھتا تھا۔ اس لئے واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا۔ سزائے موت کا حکم ہوا۔ ان کے جذبات صادق سے ایک غیر مسلم قیدی اس قدر متاثر ہوا کہ وہ جیل میں ہی مسلمان ہو گیا۔ غازی مرید حسین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام ''غلام رسول'' رکھا۔

غازی مرید حسین رحمۃ اللہ علیہ کو سزائے موت کا حکم ہو چکا تھا۔ ۲۴ر ستمبر ۱۹۳۷ء جمعۃ المبارک دن صبح کے نو بجے غازی مرید حسین مسکراتا ہوا تختۂ دار پر سوار ہوا اور ناموس رسالت پر قربان ہو گیا۔ تختۂ دار پر چڑھانے والوں نے آپ کے لواحقین کو بتلایا غازی مرید حسین رحمۃ اللہ علیہ شہادت کے وقت بڑے مطمئن اور مسرور نظر آ رہے تھے۔ کلمہ شریف اور درود پاک کا ورد کر رہے تھے۔ آپ کو خاموش ہونے کے لئے کہا گیا تو آپ نے فرمایا: ''میں اپنا کام کر رہا ہوں، آپ اپنا کام کریں۔'' چنانچہ غازی درود و سلام پڑھتے ہوئے جام شہادت نوش کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ جہلم شہر میں مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ شہر کے دور دراز دیہات و قصبات سے مسلمان جوق در جوق آپ کے جنازے میں شرکت کرنے کے لئے آئے۔ جہلم سے بھلہ کریانہ تقریباً پچھتر میل ہے۔ اس طویل راستے میں سڑک کے کنارے متعدد مقامات پر فرزندان توحید اور جاں نثاران رسالت نے عشق خیر الوریٰ ﷺ پر عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔ متعدد مقامات و مواضع میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ بھلہ میں نماز جنازہ ادا کرنے والوں کی تعداد شمار سے باہر تھی۔ آخر کار بعد نماز جمعہ آپ کو ''تھے'' کے قریب غازی محل میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ کے شیدائی نے پیارے رسول پر قربان ہو کر عشق کا حق ادا کر دیا اور زندہ جاوید ہو گیا:

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن   خدا رحمت کند ایں، عاشقان پاک طینت را

(۸۳۹)

مسعود احمد راشدی (بورے والا)، مولانا

(وفات: ۸/اپریل ۲۰۰۸ء)

مولانا مسعود احمد راشدی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شیخ احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ بورے والا کے صاحبزدے تھے۔ مولانا شیخ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجلس احرار کے ممتاز رہنما اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی ارکان میں سے تھے۔ مولانا مسعود احمد راشدی رحمۃ اللہ علیہ نے پاکپتن میں ایک جھوٹے مدعی نبوت کو مناظرہ کے دوران واصل جہنم کیا اور تین سال پس دیوار زنداں گزارے۔ آپ نے اندرون دبیرون ملک تبلیغ اسلام کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ اپنے والد گرامی کی بورے والا میں قائم کردہ مسجد میں ربع صدی تک خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اٹھاون سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر کو بقعۂ نور بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مرحوم کے جملہ پسماندگان کے غم میں برابر کی شریک غم ہے۔

(۸۴۰)

مسعود الحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید

(۳۱/دسمبر ۲۰۱۶ء، حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ)

پاکستان بننے کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان میں پڑھنا شروع کیا۔ ۱۹۵۸ء میں مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد شریف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد عبداللہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات سے دورہ حدیث کی تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ مولانا عبدالمجید انور رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث علوم شرعیہ (ساہیوال)، مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ بانی وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ امدادیہ (فیصل آباد) کے آپ ساتھی تھے۔ مولانا مسعود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی محکمہ تعلیم میں افسر تھے۔ آپ بھی فراغت کے بعد کمالیہ کے گورنمنٹ سکول میں ٹیچر لگ گئے۔ ایک دن والد گرامی نے کہا کہ بیٹا آپ کو ٹیچر بننے کے لئے میں نے دین نہیں پڑھایا تھا۔ ان کی بات ایسے نشانہ پر لگی کہ آپ نے سکول سے استعفاء دیا اور بلقیسہ مسجد حویلی لکھا آ گئے۔ یہ ۱۹۶۴ء کی بات ہے۔

فقیر راقم ایک دن ان کے ہاں دعوت پر مسجد بلقیسہ میں بیان کے لئے حاضر ہوا۔ مولانا عبدالحکیم نعمانی مبلغ عالمی مجلس ساہیوال بھی ہمراہ تھے۔ تو مولانا مسعودالحسن ؒ نے دسترخوان پر اپنے حویلی لکھا آنے کا واقعہ بیان فرمایا کہ مجھے دینی ادارہ میں کام کرنے کے لئے جگہ کی تلاش تھی۔ میرے بھائی مولانا سید محمود شاہ بخاری ؒ شاہی مسجد دیپالپور میں تھے۔ بلقیسہ مسجد کچی تھی اور بن رہی تھی۔ میں شام کو یہاں آیا۔ رات مسجد میں قیام کیا۔ صبح نماز کے لئے اٹھا تو مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری ؒ وضو فرما رہے تھے۔ اچانک ایک دوسرے کو ملے تو تعجب ہوا۔

حضرت جالندھری ؒ نے فرمایا کہ قریب کے فلاں گاؤں میں جلسہ تھا۔ جلسہ کے بعد جو ٹرین پکڑنا تھی وہ دس منٹ پہلے چھوٹ گئی تو رات گزارنے کے لئے یہاں آ گیا۔ ابھی نماز کے بعد بس سے سفر کرنا ہے۔ مولانا مسعودالحسن ؒ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے جگہ کی تلاش ہے۔ اس مسجد کی تعمیر کا سنا تو چلا آیا۔ شام کو آیا ہوں رات گزاری ہے۔ آج نماز کے بعد مسجد کی انتظامیہ سے ملوں گا۔ حضرت جالندھری ؒ نے فرمایا: شاہ صاحب! یہ بلقیسہ مسجد اپنے مسلک کے دوستوں کی پہلی مسجد ہے۔ کچی ہے اور ابھی تعمیر بھی مکمل نہیں ہوئی۔ قرب و جوار میں قادیانیوں کا زمیندارہ اور اثر رسوخ ہے۔ ممکن ہے کہ مسجد کے حالات ایسے ہوں کہ آپ کو وہ معقول تنخواہ نہ دے سکیں۔ لیکن تبلیغ کے نکتہ نظر سے محل وقوع اور ضرورت ایسی ہے کہ آپ ہر طرف سے بے نیاز ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بھروسے گھوڑے بیچ کر یہاں ڈیرہ لگا دیں۔ تنخواہ کی فکر نہ کریں۔ جب تک کوئی انتظام نہیں ہوتا وہ میرے ذمہ۔ ہر ماہ آپ کو منی آرڈر آ جائے گا۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ کے حکم و مشورہ پر مولانا سید مسعودالحسن ؒ نے یہاں ایسے ڈیرہ لگایا کہ اب جنازہ بھی یہاں سے اٹھا ہے۔ فرماتے تھے سالہا سال حضرت جالندھری تنخواہ بھجواتے رہے۔ جب مسجد کی تعمیر ہوگئی، میری خطابت سے ماحول بھی بن گیا۔ مسجد کی خاصی آمدنی ہونے لگی۔ دوستوں نے میری تنخواہ مقرر کر دی تو حضرت جالندھری ؒ کو خط لکھا کہ اب آپ رقم نہ بھجوایا کریں۔ یہ واقعہ سنا کر مولانا سید مسعودالحسن بخاری ؒ پر گریہ طاری ہوگیا کہ ہمارے اکابر اس طرح دوررس نگاہ رکھتے تھے کہ جہاں سے گزرتے دینی ضرورتوں اور مصلحتوں کو پورا کرتے جاتے تھے۔ مولانا مسعودالحسن ؒ نے فرمایا کہ بلقیسہ مسجد حویلی لکھا میں اپنے مسلک کی پہلی مسجد تھی۔ پھر ماحول بنا۔ اب یہاں اپنی مساجد و مدارس کی بہار ہے۔ یہ سب حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ کی دوراندیش سوچ کا صدقہ ہے اور آں مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ۔ مولانا سید مسعودالحسن بخاری ؒ خوب بہادر انسان تھے۔ محنتی تھے۔ حق بات

ڈنکے کی چوٹ کہنے کے خوگر تھے۔ رہے اور بڑی شان کے ساتھ رہے۔ ایک وقت تھا، آپ کی علاقہ بھر میں اتنی بھرپور گرفت تھی کہ چاروں جانب آپ کا طوطی بولتا تھا۔ آپ نے مدرسہ بھی قائم کیا۔ مسجد و مدرسہ آج آباد ہیں جب کہ ان کے بانی اور انہیں عروج پر پہنچانے والے عدم آباد چلے گئے۔ جہاں ہم سب کو جانا ہے۔ حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔

(۸۴۱)

مسعود علی الحسنی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، السید

شیعہ مکتب فکر کے ممتاز رہنما جناب مولانا سید مسعود علی الحسنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جڑانوالہ ضلع فیصل آباد نے حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام ظہور مہدی، خروج دجال، دعویٰ مہدی ومسیحیت مرزائے قادیان پر مبسوط کتاب تحریر کی ہے۔ جس کا نام ''البرھان الجلی فی حل عقدۃ نزول عیسیٰ وظھور المھدی'' ہے، جو جولائی ۱۹۸۸ء میں ۲۸۰ صفحات پر مشتمل شائع ہوئی۔ اپنے طور پر اس مسئلہ کی خوب وضاحت کی سعی کی ہے۔ شیعہ حضرات کی طرف سے ردقادیانیت کے لٹریچر میں مفید اضافہ ہے۔

(۸۴۲)

مسلم بن برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، جناب حاجی محمد

کراچی کے درویش صفت ایک بزرگ تھے جناب الحاج محمد مسلم دیوبندی بن برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ، ٹھٹھائی کمپاؤنڈ کراچی میں کپڑا کی تجارت کرتے تھے۔ آپ نے سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر وترجمہ کشف الرحمٰن دو جلدوں میں شائع کر کے مفت تقسیم کی۔ آپ کے اس زمانہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کراچوی رحمۃ اللہ علیہ سے نیازمندانہ تعلقات تھے۔ آپ ہفتہ وار لولاک فیصل آباد کے مستقل قاری تھے۔ ردقادیانیت پر مختلف رسائل ہفت روزہ لولاک فیصل آباد اور حضرت مولانا نور محمد صاحب پٹیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے بہت سارا مواد لے کر اپنی ترتیب سے دو کتابیں مرتب کر کے شائع کیں۔

۱...... ''اسلامیہ پاکٹ بک''

۲...... ''حقیقت مرزا''

یہ دونوں کتابیں احتساب قادیانیت جلد ۴۴ میں شامل اشاعت ہیں۔

(۸۴۳)

مسلم عثمانی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(پیدائش:۱۸۹۴ء ...... وفات:۱۹۵۰ء)

حضرت مولانا محمد مسلم عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ولد مولانا محمد اکرم عثمانی ۱۸۹۴ء کو بمقام دیوبند ضلع سہارنپور انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تعلیم دارالعلوم دیوبند، مستند طبیہ کالج لکھنؤ سے حاصل کی۔ آپ شیخ فضل علی شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ مسکین پور، تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ کے مرید تھے۔ حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔

درج ذیل مدرسوں میں درس وتدریس کا کام سرانجام دیا:

۱۹۲۱ء	تا	۱۹۲۴ء	مدرسہ معین السلام انبالہ چھاؤنی
۱۹۲۴ء	تا	۱۹۲۸ء	مدرسہ فیروز پور
۱۹۲۸ء	تا	۱۹۴۴ء	مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد
۱۹۴۴ء	تا	۱۹۴۵ء	دارالعلوم ڈابھیل (جامعہ اسلامیہ)
۱۹۴۵ء	تا	۱۹۴۶ء	مسجد شاہ عالمی، لاہور
۱۹۴۶ء	تا	۱۹۵۰ء	مسجد مقدس پرانی انارکلی لاہور

پاکستان بننے کے بعد دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور کی بنیاد رکھی۔

مولانا کی تصانیف میں: براہین التنزیل، دافع الشبہات، حیات فضلیہ، مسلم پاکٹ بک (ردمرزائیت پر)، شرح الطحاوی شریف (زیر طبع) ہیں۔ مولانا کی ردقادیانیت پر معروف تصنیف مسلم پاک بک ہے۔

''مسلم پاکٹ بک'' قادیانی کتاب (احمدیہ پاکٹ بک) کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ مسلم پاکٹ بک ایک علمی دستاویز اور قادیانی وساوس کے جوابات میں انسائیکلو پیڈیا ہے۔ اس علمی اور تحقیقی کتاب پر جتنا مصنف مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ ایک بار شائع ہوئی، پھر نایاب ہوگئی۔ اس کا ایک نسخہ محترم الحاج عبدالرحمٰن یعقوب باوا صاحب سے ملا۔ دفتر کی لائبریری میں درج ہوا۔ لیکن گم ہوگیا اس کا بہت صدمہ ہوا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے کرم کیا۔

اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر دیں اپنی بھر پور موسلا دھار رحمتوں کی بارش سے نوازیں بابو تاج محمد صاحب مرحوم فقیر والی کو، ان کی محنت سے دوسرا نسخہ مل گیا۔ جسے جان سے عزیز سمجھ کر سنبھالے رکھا اور پھر سالہا سال بعد اس کی اشاعت کی حق تعالیٰ جل وعلامجدہ نے توفیق سے نوازا اس پر سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی مرحوم اس مرحلہ پر بہت یاد آرہے ہیں۔ انہوں نے بارہا اس کتاب کی اشاعت کی اہمیت جتلائی اور اشاعت کے لئے بار بار حکم فرمایا۔ صحیح ہے کہ قدر رزر، زرگر بداند، قدر جوہر، جوہری۔ لیکن کل امر مرھون باوقاتھا سے بھی تو مفر نہیں۔ واقعی یہ کتاب اس قابل ہے کہ قابل قدر جان کر اسے پڑھا جائے۔ لیکن اس کے لئے بھی تو قابلیت درکار ہے۔ ''میں تو اس قابل نہ تھا'' اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا کہ کتاب چھپنے کے قابل ہوگئی۔

ایسے وقت میں چھپ رہی ہے کہ اس کے چھاپنے کی اہمیت جتلانے والے، مولانا اوکاڑوی رحمہ اللہ اس دنیا میں نہیں رہے۔ وہ ہوتے تو ان سے دعاؤں کا انعام لیتا۔ لیکن وہ حیات اموات کے قائل تھے۔ حق تعالیٰ ان تک یہ خبر پہنچادیں کہ آپ کے ایک نالائق خادم نے معرکہ سر کرلیا ہے تو انہیں خوشی ہو۔ ویسے وہ ایسے نیک بخت تھے کہ یقیناً پہلے ہی خوشیاں سمیٹ رہے ہوں گے۔

کتاب لیتھو پر ۱۳۵۱ھ میں پہلی بار شائع ہوئی۔ جیبی سائز، جلد کرتے وقت کافی حصہ سلائی میں آجانے کے باعث ناقابل استفادہ ہوگیا تھا۔ مس پرنٹ بہت تھا۔ جلد کھول کر ایک ایک ورق کیا۔ پھر انلار جمنٹ فوٹو کرائے الفاظ پھٹ گئے۔ مدہم الفاظ پھر پچھے، مٹے، ہٹے، کتاب علمی اور فقیر محض کورا۔ کتاب کو ہاتھ کیا لگایا، ''سر منڈاتے ہی اولے پڑنے لگے'' کا مصداق ہوگیا۔ پھر خیر سے کمپوزر حضرات مجھ سے بھی زیادہ عربی لکھنے میں تن آسان واقع ہوئے ہیں۔ حوالہ جات میں ساتھیوں کی گل فشانی سے انکار نہیں۔ لیکن خدالگتی کہ پوری ٹیم نے اس کتاب پر بھر پور محنت کی ہے۔ غلط یا صحیح کی تو شرط نہیں لگاتا۔ البتہ اس کا یقین کامل ہے کہ پہلے کی نسبت پڑھنے میں آسانی پیدا ہوگئی ہے۔

پہلی اشاعت ۱۳۵۱ھ میں اب دوسری اشاعت ۱۴۲۸ھ میں گویا ستاسٹھ سال بعد اس کا دوبارہ منظر عام پر آنا یقیناً توفیق ایزدی ہے۔ ورنہ تو خیر سے یہ کتاب عمر میں بھی مجھ سے بڑی ہے۔ اپنے سے بڑوں کے ساتھ ''متھا'' لگانے والوں کے ساتھ جو ہوتا ہے وہ میرے ساتھ اس

کتاب نے کیا ہے۔ میں نے بھی محدب شیشہ (کلاں نما) سے لڑائی لڑی، اللہ تعالیٰ نے کرم کا معاملہ کیا کہ سرخرو ہوگئے۔ اس رام کہانی بیان کرنے سے اپنے محنتی ہونے کا ثبوت مہیا کرنا مقصود نہیں۔ رفقاء سے استدعا کرنی ہے کہ یہ کتاب بھرپور علمی ذخیرہ ہے۔ قادیانیوں کے اعتراضات کو ھباءً منثورا کرنے کے لئے اس سے استفادہ ازبس ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی طباعت کے لئے بے قرار رہتے تھے۔

غرض مسلم پاکٹ بک تو احتساب قادیانیت کی جلد۲۰ میں شائع ہوئی، لیکن بعد میں ایک رسالہ آپ کا تصنیف کردہ ملا۔

''اہل قبلہ کی تحقیق'' یہ احتساب قادیانیت کی جلد۲۰ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ نیز مؤخرالذکر رسالہ فتاویٰ ختم نبوت جلد سوم بھی شامل ہے۔

(۸۴۴)

مشتاق احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(ولادت:۱۲۷۳ھ ...... وفات:۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء)

مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ بن مخدوم بخش انبیٹھہ ضلع سہارنپور یو۔ پی میں پیدا ہوئے۔ مولانا فیض الحسن سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ایسے افاضل زمانہ سے کسب فیض کیا۔ آپ نے آٹھ حج کئے۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں تدریس بھی اس زمانہ میں کی۔ مدرسہ معینیہ اجمیر شریف، ہائی سکول لدھیانہ، گنج پورہ کرنال ایسے کئی مدارس میں پڑھاتے رہے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ نے ردقادیانیت پر کتاب لکھی۔ ''التقریر الفصیح فی نزول المسیح'' جو گرانقدر علمی خزانہ ہے۔ محاسبہ قادیانیت جلد۴ میں اس کو محفوظ کیا گیا ہے۔

(۸۴۵)

مشتاق احمد چرتھاولی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

حضرت مولانا مشتاق احمد چرتھاولی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم دین اور درس نظامی کے ماہر ترین اساتذہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ نے درس نظامی کی تدوین نو کی اور نصاب جدید مرتب

کیا۔اس میں کئی درسی کتابیں آپ کے رشحات قلم کی مرہون منت ہیں جو آج بھی وفاق المدارس کے نصاب میں شامل ہیں۔آپ نے مرزا قادیانی کی کتب سے مرزا قادیانی کے عقائد کو جمع کیا اور پھر ان کو نظم میں مرتب کیا۔مکتبہ دار التبلیغ دیوبند سے یہ کتابچہ ”عقائد قادیانی منظوم“ شائع ہوا۔ قریباً پون صدی بعد اس کتابچہ کو احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل کیا گیا۔اس کی اشاعت نو پر جتنی فقیر کو خوشی ہے،اے کاش! قارئین سے بھی کوئی دوست اس کی قدر دانی فرما سکیں۔

(۸۴۶)

مشتاق احمد چنیوٹی، مولانا

جامعہ عربیہ چنیوٹ کے مدرس، مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم کے نامور شاگرد، معلوماتی انسان، قادیانیوں کے خلاف متعدد کتابوں کے مصنف، مناظر، سعودی عرب عمرہ کے لئے گئے اور حرم کعبہ میں وصال فرماگئے۔حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۸۴۷)

مشتاق احمد علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات:۲۵/مارچ ۲۰۱۲ء)

مولانا مشتاق احمد رحمۃ اللہ علیہ علی پور کے تھے۔مہاجر برادری سے تعلق تھا۔آپ نے سیت پور روڈ پر مدرسہ فیض العلوم بھی قائم کیا۔مولانا محمد شریف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث خیر المدارس کے داماد تھے۔”حقیقت مرزائیت“ کے نام پر انہوں نے رسالہ بھی لکھا۔

(۸۴۸)

مشتاق احمد ہوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا مشتاق احمد ہوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے بنام ”مرزا کا چہرہ اپنے آئینہ میں“ شائع ہوا۔بعد میں حضرت مولانا مختار احمد رحمۃ اللہ علیہ، جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فاضل تھے۔صحیح معنی میں یادگار اسلاف اور عالم ربانی تھے۔ملنے کا دوسرا پتہ میں آپ کا نام بھی درج ہے۔اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی مرصع گالیاں، سیاہ جھوٹ، غیر محرم

عورتوں سے اختلاط ایسے مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں اسے محفوظ کرنے پر خوشی ہورہی ہے۔

(۸۴۹)

مشرف بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (بلوچستان)، جناب

جناب مشرف بریلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ غالباً تقسیم کے بعد ہی، بلوچستان آ گئے۔ ۲۵/اکتوبر ۱۹۵۲ء کو آپ نے ایک رسالہ ترتیب دیا۔ جس کا نام: ''خاتم'' ہے۔ اس رسالہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے مفہوم ومعنی کو مصنف نے اپنے طور پر سمجھایا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں یہ بھی شامل اشاعت ہے۔

(۸۵۰)

مصباح الدین رحمۃ اللہ علیہ (راولپنڈی)، جناب

سیٹلائٹ ٹاؤن کے جناب مصباح الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب ''خاتم النبیین'' کے نام سے لکھی۔ اس کے دو حصے یکجا ہیں۔ پہلا حصہ ۲۲۴ صفحات اور دوسرا حصہ ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصف خاص وطرۂ امتیاز عقیدۂ ختم نبوت کے تمام پہلوؤں کو بڑے اچھوتے انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت اس کے نقصانات، مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ غرضیکہ تمام پہلو اس کتاب میں آ گئے ہیں۔ پہلا ایڈیشن اکتوبر ۱۹۷۳ء میں اور چوتھا ایڈیشن جون ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا۔ پونے چار سو صفحات کی کتاب فری میں تقسیم کرتے رہے۔ زہے نصیب!

(۸۵۱)

مطیع الحق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

حضرت مولانا محمد مطیع الحق صاحب جو جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے ممتاز رہنما تھے۔ آپ نے رسالہ ''چیستان مرزا'' مرتب کیا۔ اس کے ٹائٹل پر مصنف نے خود یہ تعارف لکھا:

''ہم تو تب جانیں کہ کوئی ان ارشادات کی تلاوت کر کے یہ بتادے کہ مرزا قادیانی

بندہ تھے یا خدا؟ امتی تھے یا نبی؟ عورت تھے یا مرد؟ ماں تھے یا باپ؟ مسلمان تھے یا کافر؟ انسان تھے یا پتھر؟" پاکستان بننے سے قبل کا شائع شدہ ہے۔ جمیعۃ علماء اسلام سے مراد حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ جمیعۃ ہے۔ یہ راقم کا اندازہ ہے۔ اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۵۲)

مظفر اقبال قریشی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد

(وفات: ۱۶/اپریل ۲۰۰۴ء)

مولانا محمد مظفر اقبال قریشی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اشرفیہ کے فاضل اور عصری علوم میں ایم۔اے تھے۔ گورنمنٹ کالج مانسہرہ کے شعبۂ اسلامیات کے چیئرمین تھے۔ ۱۹۸۳ء میں ملک بھر کے اندر مولانا اسلم قریشی کے اغواء کے مسئلہ پر احتجاج شروع ہوا۔ اسلم قریشی مجلس سیالکوٹ کے مبلغ تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ملتان میں ۲۷/اپریل ۱۹۸۳ء کو اپنے شوریٰ کے اجلاس میں فیصلہ کیا کہ مجلس عمل کا احیاء کیا جائے۔ چنانچہ اسی فیصلہ کی روشنی میں مانسہرہ میں مجلس عمل کا احیاء ہوا۔ مولانا عبدالحئیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر اور مولانا قاری فضل ربی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنرل سیکرٹری بنائے گئے۔ مولانا عبدالحئیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے علاقائی مجالس کے قیام کا حکم فرمایا۔ مانسہرہ کے علاقہ لوئر پکھل کے لئے مولانا سید اسرار الحق شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو کنونیر بنایا گیا۔

آپ نے لوئر پکھل کے تمام دیہات کا دورہ کیا۔ چنانچہ اس دورہ کے نتیجے میں لوئر پکھل کے علماء کرام کو علاقائی مجلس قائم کرنے کے لئے ۵/اپریل ۱۹۸۴ء کو مرکزی جامع مسجد میں جمع کیا گیا۔ اس موقع پر مولانا مظفر اقبال قریشی رحمۃ اللہ علیہ کو مجلس تحفظ ختم نبوت لوئر پکھل کا امیر چن لیا گیا۔ آپ کی کوشش سے عرصہ دراز کے بعد لوئر پکھل کے علماء کو اس سٹیج پر جمع کیا گیا تو اس کے بہت خوشگوار اثرات مرتب ہوئے۔ عالمی مجلس کے اہداف کے مطابق علاقہ میں دینی سرگرمیاں، جلسے، جلوس، شروع ہوگئے۔ دینی بیداری پیدا ہوگئی۔ چنانچہ ۱۲/اپریل ۱۹۸۴ء کو مانسہرہ شہر میں ڈویژنل سطح کی عظیم الشان کانفرنس کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ لوئر پکھل میں بھی اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے تگ و دو شروع ہوگئی۔ چنانچہ ۱۲/اپریل کو لوئر پکھل سے ایک بڑا جلوس حضرت مولانا رفیق الرحمٰن ترنگڑی رحمۃ اللہ علیہ (والد ماجد قاضی حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ و مفتی کفایت اللہ صاحب **MPA**) مولانا

سید اسرار الحق شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مراد پور اور مولانا محمد مظفر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں مانسہرہ پہنچا۔
۱۲ر اپریل ۱۹۸۴ء کو مانسہرہ میں عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ اہل مانسہرہ کو تحفظ ختم نبوت کا ہیرو قرار دیا۔ آپ نے اسی موقع پر اہل مانسہرہ کے لئے یہ تاریخی جملہ استعمال کیا تھا۔
''مانسہرہ پھولوں کا سہرا''
مولانا محمد مظفر اقبال قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں مجلس تحفظ ختم نبوت لوئر پکھل مسلسل سرگرم عمل رہی۔ مسئلہ ختم نبوت سیرۃ النبی اور پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے لوگوں کی ذہن سازی ہوتی رہی۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک کامیاب ہوگئی مگر کام جاری رہا۔ اس سلسلہ میں لوئر پکھل میں بڑی بڑی کانفرنسیں ہوئیں۔ (قاری محمد شاہ)

(۸۵۳)

مظفر علی شمسی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، جناب سید

سیّد مظفر علی شمسی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے سلسلے میں مجھے دیگر راہنماؤں کے ساتھ گرفتار کر کے سکھر جیل بھجوایا گیا اور ہم پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ جیل کے اندر پانچ دروازے پار کروا کر ایک تنگ وتاریک کوٹھڑی میں بھیجا گیا۔ اس کوٹھڑی میں دم لینا دشوار تھا اور جب کبھی دم گھٹنے لگتا تو ہم سب باری باری دروازے کے ساتھ منہ لگا لیتے تا کہ کچھ سانس بحال ہو سکے۔ ہم سب اس حالت میں صبر وشکر کے ساتھ موت کا انتظار کرنے لگے۔ سکھر میں ان دنوں گرمی انتہا درجے کی تھی۔ مرغی کے انڈے کو اگر پانی میں ڈال کر رکھ دیا جائے تو پانچ منٹ میں ابل جاتا تھا۔ رات کو سرخ آندھی چلتی جو کئی کئی دن مسلسل چلا کرتی۔ آنکھیں سرخ ہی سرخ ہو جاتی تھیں۔ سحری اور افطاری میں خوراک ایسی کہ دیکھ کر طبیعت خراب ہو جاتی۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنا بہت دشوار ہو گیا تھا۔ عیدالفطر کے دن تمام قیدیوں نے مل کر نماز عید ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل خطوط لے کر آئے۔ انہوں نے میری ڈاک میرے سپرد کی۔ اس میں میری ہمشیرہ کا خط تھا جسے میں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ پڑھا اور رو دیا۔ اس میں لکھا تھا:
''میرے بھیا! اس امتحان میں آپ کو پریشان کرنا نہیں چاہتی۔ اب قریب المرگ ہوں۔ بخار دامن نہیں چھوڑتا۔ درجہ حرارت ۱۰۴ سے گرتا نہیں۔ کھانسی زوروں پر ہے۔ محبوب بھائی

(سید محبوب شمسی) ڈاکٹر صاحب کو لائے تھے۔ ایکسرے میں ٹی.بی کی ابتدائی منزل ہے۔ ماں باپ نے مجھے آپ کے سپرد کیا تھا اور اب موت مجھے لئے جارہی ہے۔ کاش! کہ میرے آخری وقت آپ میرے پاس ہوتے۔

آپ رسول اللہ ﷺ کے نام پر جو مصائب برداشت کررہے ہیں اللہ آپ کو استقلال بخشے اور قیامت کے دن آپ کی قربانی ہمیں دربار رسالت میں سرخرو کرے۔

آپ بہادری سے قید کاٹیں، اگر زندگی رہی تو مل لوں گی۔ ورنہ میری قبر پر تو آپ ضرور آئیں گے۔ سب بچے سلام کہتے ہیں۔ اب ہاتھ میں طاقت نہیں۔ لہٰذا خط ختم کرتی ہوں۔ بھیا سلام۔ آپ کی بہن۔"

اس خط سے میرے دل میں ایک ہوک اٹھی۔ شاہ صاحب (سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ) آبدیدہ ہوگئے۔ سب نے عزیزہ کی صحت کے لئے دعا کی۔ اس خط کا مطلب وہی سمجھ سکتا ہے جو وطن سے دور ہو اور پھر قید وبند کی صعوبتیں برداشت کررہا ہو۔

ایک رات کو مولانا غلام اللہ خان ؒ کی جامع مسجد راولپنڈی راجہ بازار میں جلسہ عام تھا۔ اللہ اللہ! چشم فلک نے ایسے روح پرور اور ایمان افروز نظارے کم دیکھے ہوں گے۔ مولانا بنوری ؒ کا نورانی چہرہ چاند کی طرح دمک رہا تھا۔ علمائے کرام، مشائخ عظام اور دوسرے تمام اکابر اسٹیج پر جلوہ افروز تھے۔ جناب سیّد مظفر علی شمسی ؒ کے ان الفاظ پر کہ: "پہلے ۱۹۵۳ء میں بھی ایک سیّد (ابوالحسنات قادری ؒ) کی قیادت میں تحریک ختم نبوت میں شامل ہوا تھا اور آج بھی ایک سیّد ہی کی قیادت میں گھر سے نکل آیا ہوں اور آتے ہوئے اپنی بیٹیوں کو وصیت کر آیا ہوں کہ جب تمہیں خبر ملے کہ تمہارا ابا، نانا مصطفیٰ (ﷺ) پر قربان ہوگیا ہے اور اس کے ساتھی بھی شہید کردیئے گئے ہیں اور ان کی لاشیں راولپنڈی کی سڑکوں پر گھسیٹی جارہی ہیں تو تم بھی زینب ؓ کی طرح سروں سے چادریں اتار کر، ننگے سر ہوکر، سڑکوں پر نکل آنا اور ختم نبوت کی تحریک میں شامل ہوجانا۔"

مجمع میں ایک قیامت بپا ہوگئی۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ کوئی شخص ایک لاکھ کے مجمع میں ایسا نہیں ہوگا جس نے اپنے دل میں یہ عہد نہ کرلیا ہو کہ کل صبح اگر فیصلہ مسلمانوں کے خلاف ہوا تو وہ اپنے آپ کو شہادت کے لئے پیش نہیں کرے گا۔ (ہفت روزہ "لولاک"، فیصل آباد)

(۸۵۴)

مظہر الدین رمداسی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا محمد مظہر الدین رمداسی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ ’’خاتم المرسلین ﷺ‘‘ رسالہ ہے جو احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۵۵)

مظہر الدین ملتانی قادیانی

مظہر الدین ملتانی کے والد فخر الدین ملتانی نے قادیانیت کی لعنت قبول کی اور ملتان سے قادیان منتقل ہوئے۔ ان پر جب قادیان کے دوسرے خلیفہ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے جانشین مرزا محمود قادیانی کی بدکرداری عیاں ہوئی۔ انہوں نے آواز اٹھائی۔ مرزا محمود نے ان کو قتل کرادیا۔ فخر الدین ملتانی کے بیٹے مظہر الدین ملتانی نے اپنی آنکھوں کے سامنے باپ کو قتل ہوتے دیکھا تو مرزا محمود کے خلاف ہوگئے۔ چنانچہ مرزا محمود کی بدکرداری پر کتاب لکھی جس کا نام: ’’تاریخ محمودیت‘‘ ہے۔ مگر مرزا محمود کے مخالف ہونے کے باوجود آخر تک قادیانی رہے۔

’’کمالات محمودیہ‘‘ یہ بھی مظہر الدین ملتانی قادیانی کی مرتب کردہ ہے۔ اس کتاب کا انہوں نے خود یہ تعارف قلمبند کیا ہے۔ ’’بدباطن دجال (مرزا محمود) کے دجل فریب کے چند اہم مگر پوشیدہ اوراق درج کئے گئے ہیں۔‘‘ اس کتاب نے بھی قادیانی مؤلف کے ہاتھوں مرزا محمود کو بے لباس کردیا ہے۔

’’ربوہ کا پوپ‘‘ یہ کتاب بھی مظہر الدین ملتانی، قادیانی کی مرتب کردہ ہے۔ جس میں مرزا محمود ایسے ابن الوقت کے ناپاک سیاسی منصوبے، دینی سیاست کے پردے میں چیرہ دستیاں، حکومتی خاکے، فوجی نظام حکومت کے خواب، ربوہ سٹیٹ بینک وغیرہ، گشتی مراسلہ، ربوہ کے جاسوسوں کا کام، حکومت کی پالیسی کے راز چرانا، مرکزی حکومت نے اعلیٰ حکام کو خبردار رہنے کی ہدایت کردی، ایسے بیسیوں عنوانات قائم کرکے مرزا محمود کے کردار کو تارتار ہوتے دکھایا گیا ہے۔

یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۵۸ میں شائع ہوگئے ہیں۔

(۸۵۶)

مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ (چکوال)، مولانا قاضی

(وفات: ۲۶ رجنوری ۲۰۰۴ء)

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ یکم راکتوبر ۱۹۱۴ء کو چکوال کے معروف قدیمی قصبہ بھیں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مناظر اسلام حضرت مولانا قاضی کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ معروف عالم تھے۔ ردقادیانیت پر آپ کو مہارت حاصل تھی۔ مرزا غلام قادیانی کے ساتھ مناظروں اور مقدموں میں عمر بھر پیش پیش رہے۔ ان مقدمات کی تفصیلات پر مشتمل کتاب ''تازیانہ عبرت'' ایک تاریخی دستاویز ہے۔ حضرت قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے اس دینی ماحول میں آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ گورنمنٹ ہائی سکول چکوال سے میٹرک پاس کیا۔ دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں دینی تعلیم حاصل کی۔ ۳۶/۱۳۳۷ھ میں دورہ حدیث اور تکمیل کے لئے دارالعلوم دیوبند میں رہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں قیام کے دوران حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ ایسے اکابر سے آپ نے کسب فیض کیا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات اور ان کی خدمت میں حاضری اور کسب فیض کا شرف حاصل کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ واپس آکر دینی خدمات، مقدمات، گرفتاری کے مراحل سے انگریز دور حکومت میں گزرتے رہے اور بڑی استقامت وعزیمت اور بڑی بہادری سے وقت گزارا۔ مدنی مسجد چکوال اور اس کے ساتھ مدرسہ کی بنیاد رکھی اور مستقل بنیادوں پر یہاں کام شروع کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورے علاقہ میں مسجد ومدرسہ نے ایک مثالی ادارہ کی حیثیت اختیار کرلی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ضلع جہلم میں (تب چکوال ضلع جہلم کی تحصیل تھی) تحریک کے لئے شب وروز ایک کردیئے۔ گرفتار ہوئے۔ اس کی تفصیل مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان کی طرف سے شائع کردہ کتاب (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء ص ۴۸۲،۴۸۳) میں آپ کی اپنی تحریر

کردہ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ:

’’۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ہمارا مرکز جہلم تھا۔ ان دنوں میں اپنے گاؤں بھیں میں رہتا تھا۔ ۶؍مارچ ۱۹۵۳ء بروز جمعہ جامع مسجد گنبد والی جہلم میں حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ؒ نے ختم نبوت کے موضوع پر ولولہ انگیز تقریر کی اور احتجاجی جلوس کی صورت میں گرفتاری پیش کی۔

اس کے بعد میرا (قاضی صاحب ؒ) پروگرام تھا۔ میں نے بھی ۱۳؍مارچ کے جمعہ پر جامع مسجد مذکورہ میں تقریر کی اور جلوس نکالا اور گرفتاری پیش کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ مرحوم ساکن ڈومیلی نے گرفتاری دینی تھی۔ لیکن ان کو جمعہ سے قبل ہی گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل جہلم بھیج دیا گیا۔ ۱۱؍مارچ کو چکوال سے حافظ حضرت مولانا غلام حبیب ؒ کو گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل جہلم بھیج دیا گیا تھا۔ جہلم میں دو دن رکھنے کے بعد حضرت مولانا عبداللطیف ؒ، حضرت مولانا سید علی شاہ ؒ، حضرت مولانا صادق حسین مرحوم اور راقم الحروف (قاضی صاحب ؒ) کو لاہور سنٹرل جیل لایا گیا۔ ہمارے ساتھ اپنے جماعتی رفقاء چکوال کے کارکن بھی تھے۔ جن میں میاں کرم الٰہی مجاہد ؒ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ لاہور سے پھر ہمیں سنٹرل جیل ساہیوال (منٹگمری) منتقل کر دیا گیا۔ منٹگمری میں جہلم، کیمل پور، سرگودھا اور منٹگمری کے نظر بند رکھے گئے تھے۔ ہمارے کمرے کے ساتھ علیحدہ کوٹھڑی میں حضرت مولانا نصیر الدین صاحب شیخ الحدیث غورغشتی ؒ بھی تھے جو بہت بڑے مفتی اور بزرگ راہنما تھے۔ انہوں نے بڑی جرأت و بہادری کے ساتھ تحریک کی قیادت کی تھی اور گرفتار ہوئے تھے۔ سرگودھا کے نظر بندوں میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ سرگودھا بھی تھے۔

حضرت مولانا غلام حبیب صاحب ؒ کو ڈسٹرکٹ جیل جہلم میں رکھا گیا اور وہ ۹؍جون ۱۹۵۳ء کو رہا کر دیئے گئے۔ منٹگمری جیل سے حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی ؒ کے ساتھ اور بھی چند رضا کار نظر بند تھے۔ جب رہائیاں شروع ہوئیں تو حضرات رہا ہوتے رہے۔ راقم الحروف (حضرت قاضی صاحب ؒ) کی رہائی بتاریخ ۱۴؍جنوری ۱۹۵۴ء کو عمل میں آئی۔ رہائی کے بعد بندہ (قاضی صاحب ؒ) نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کی خدمت میں عریضہ لکھا تو حضرت مدنی ؒ نے اپنے کرامت نامے میں یہ تحریر فرمایا کہ:

’’نظر بندی کا علم فقط اس خط سے ہوا۔ اگرچہ عرصہ دراز سے کوئی والا نامہ نہیں آیا تھا۔ مگر یہ خیال نہ تھا۔ حق تعالیٰ شانہ اس دینی جہاد کو قبول فرمائے اور باعث کفارۂ سیأت اور ترقی

درجات کرے۔ آمیـــــن !(۲۳رشوال ۱۳۷۳ھ،منقول ازمکتوبات شیخ الاسلام ج۳مکتوب نمبر۳۵)
حالات عرض کردیئے ہیں جو مناسب سمجھیں شائع کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم تمام اہل سنت والجماعت کو عقیدہ ختم نبوت اور خلافت راشدہ کی تبلیغ وتحفظ کی توفیق دیں۔ اپنی مرضیات کی اتباع نصیب کریں اور اہل سنت والجماعت کو ہر محاذ پر کامیابی نصیب ہو۔ آمیـــن ! بـجـاه النبـی الکریم ﷺ!" والسلام! خادم اہل سنت مظہر حسین
مدنی جامع مسجد چکوال ۱۳رمحرم الحرام۱۴۱۲ھ، ۲۲رجولائی ۱۹۹۱ء

۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک کا زمانہ آپ کا ردقادیانیت اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گزرا۔ اس عنوان پر کام کرنا آپ کو والد مرحوم سے ورثہ میں ملا تھا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ، حضرت خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی ؒ، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ، مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر ؒ، فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات ؒ سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ ہمیشہ ان حضرات کو بلوا کر ضلع بھر میں ختم نبوت کے موضوع پر کام کو مہمیز لگاتے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں تشریف لاتے۔ ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کا ۲۹رمئی ۱۹۸۲ء کو آپ نے چناب نگر جامع مسجد محمدیہ میں جمعہ کے موقع پر افتتاح کیا۔ جابہ ختم نبوت کانفرنس کے آپ صدر نشین ہوتے۔ جمعیۃ علمائے اسلام کے پلیٹ فارم سے مثالی کردار ادا کیا۔ ضلعی، ڈویژنل، صوبائی اور مرکزی سطح تک حضرت قاضی صاحب ؒ مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری ؒ، حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی ؒ، ضیغم اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود ؒ کے معتمد ساتھیوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ اپنی جوانی کا بہترین حصہ جمعیۃ علمائے اسلام کے لئے مدتوں وقف کئے رکھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین سے آخر تک آپ کا محبتوں کا رشتہ قائم رہا۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ کے احترام وتوقیر میں کسی سے کم نہ تھے۔ عرصہ ہوا حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری ملاقات وعیادت کے لئے چکوال تشریف لے گئے۔ دیر تک محبتوں وشفقتوں سے سرفراز فرمایا۔ گزشتہ واقعات واکابر سے تعلقات پر مربوط گفتگو فرمائی۔ ۱۹۶۹ء میں تحریک خدام اہل سنت کی بنیاد رکھی اور آخری سانس تک اس کی آبیاری کرتے رہے۔ مدرسہ اظہار الاسلام، مدنی مسجد، مدرسہ امدادیہ چکوال آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔ قاضی صاحب ؒ اسلاف کی یادگار تھے۔ مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ بہادری، جرأت، حق گوئی میں اپنی

مثال آپ تھے۔ اکابر کے مسلک کو ہمیشہ سینہ سے لگائے رکھا۔ جس بات کو حق سمجھتے تھے۔ اس کے اظہار میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے۔ ان کی زندگی جہد مسلسل کی تاریخ تھی۔ متعدد عنوانات پر متعدد کتابیں لکھیں۔ تحریر وتقریر، درس وبیان، قلم وقرطاس سے رشتہ آخر تک آپ نے قائم رکھا۔

۹۰ سال کی عمر پائی۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے کمزور ہو گئے تھے۔ لیکن معمولات میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ گزشتہ سے پیوستہ سال عیدالفطر کے اگلے روز برطانیہ سے آئے ہوئے مہمان حضرت مولانا محمد ایوب سورتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مساعدت کے لئے راقم الحروف کو چکوال آپ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ شفقت ومحبت سے اپنی چار پائی پر بٹھایا۔ دیر تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی تفصیلات پوچھتے رہے۔ تحریری وتقریری کام کی رپورٹ پر شگفتہ مزاج ہو گئے۔ ڈھیروں دعاؤں سے نوازا اور حقیقت یہ کہ محبتوں کی بارش کر دی۔ افسوس کہ ان کی موت نے ہم سے دعاؤں کا سہارا چھین لیا۔ آخری دنوں میں اطلاع ملی کہ صاحب فراش ہیں۔ آج افسوسناک خبر سنی کہ کل انتقال ہو گیا اور شام تک تدفین کا عمل بھی مکمل ہو گیا۔ ان کی تقریباً پون صدی کی خدمات قابل قدر وقابل رشک ہیں۔ مدتوں ان کا خلا پر نہ ہو سکے گا۔ آپ کے جانشین اور اکلوتے صاحبزادے حضرت مولانا قاضی ظہور حسین صاحب مدظلہ ہم سب کی طرف سے تعزیت کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین!

(۸۵۷)

مظہر حسین قریشی رحمۃ اللہ علیہ (سیالکوٹ)، جناب حکیم

۱۳۲۲ھ، مطابق ۱۹۰۴ء کو حکیم مظہر حسن قریشی رحمۃ اللہ علیہ داروغہ آبکاری چھاؤنی سیالکوٹ نے ایک کتاب بطرز ناول مرزا قادیانی کی تردید میں ۵۱۲ صفحات پر مشتمل شائع کی۔ جس کا نام مصنف نے ''چودھویں صدی کا مسیح'' رکھا۔ آج سے ربع صدی قبل ایک کتاب کی تلاش میں جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ملتان روڈ لاہور حاضر ہوا۔ بیت الحکمت لائبریری کا وزٹ کیا۔ مطبوعہ کتب جو میسر آئیں ان کو علیحدہ کیا کہ ان کی فوٹو کرانی ہے۔ خیال تھا کہ ادائیگی ہم کر دیں گے۔ فوٹو پروفیسر صاحب کرانے کی بابت اپنے کسی اہل کار کو حکم فرما دیں گے۔ فقیر نے یہی عرض کی: پروفیسر صاحب مسکرائے اور فرمایا آپ کتابیں لے جائیں۔ حسب سہولت فوٹو کرالیں اور کتابیں مجھے واپس بھجوا دیں۔ اس عنایت واعتماد پر فقیر نے ممنون احسان تو

خیر ہونا ہی تھا۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ اس پر تعجب ہوا کہ پروفیسر صاحب سے پہلی ملاقات ہے۔ اس سے قبل ایک دوسرے کے نام سے غائبانہ جان پہچان تھی۔ اتنا اعتماد کون کرتا ہے؟ پروفیسر صاحب ؒ فقیر کے تعجب کو بھانپ گئے اور فرمایا۔ مولانا! ہر ایک سے ایک جیسا معاملہ نہیں ہوتا۔ کتابوں کو دینا تو درکنار دکھانے میں بھی احتیاط کرتا ہوں۔ لیکن آپ ذمہ دار ادارہ کے ذمہ دار فرد ہیں۔ اگر آپ میں احساس ذمہ داری نہیں ہوگا تو کس میں ہوگا؟ ردقادیانیت کی کتابوں سے آپ سے زیادہ کون استفادہ کرے گا؟ لے جایئے۔ فوٹو کرایئے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک سطر ضائع ہوئے بغیر اصل کتب مجھے مل جائیں گی۔ (چنانچہ بحمدہ تعالیٰ! مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے ان کتابوں کا فوٹو کرا کر مجھے ارسال فرمایا اور اصل کتب پروفیسر صاحب ؒ کو واپس کیں)

اتنے میں میز پر چائے آگئی۔ پروفیسر صاحب ؒ نے فرمایا کہ میں برطانیہ گیا تھا۔ ایک دوست کے ہاں ردقادیانیت پر ایک کتاب دیکھی۔ فوٹو کرالیا۔ نامکمل ہے۔ آپ اسے دیکھ لیں۔ آپ کے پاس نہ ہو تو اس کا بھی فوٹو کرالیں۔ فقیر نے وہ کتاب دیکھی تو ''چودھویں صدی کا مسیح'' تھی۔ فقیر نے خیال کیا کہ ایک تو فوٹو مدھم ہے۔ دوسرا نامکمل نسخہ ہے۔ سیالکوٹ سے شائع ہوئی ہے۔ تلاش کریں گے تو مل جائے گی۔ چنانچہ وہ فوٹو والا نسخہ واپس کردیا۔ پروفیسر صاحب ؒ نے بھی محسوس نہ کیا۔ یا یہ کہ میری اس ناقدری کو انہوں نے محسوس نہ ہونے دیا۔ اب فقیر نے تلاش شروع کی۔ لائبریریاں چھان ماری۔ کتاب نہ ملی۔ ربع صدی دھکے کھاتا رہا۔ کتاب کا کہیں سے سراغ نہ ملا۔ اتنے میں محترم جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم کا وصال ہوگیا۔ اب اسی فوٹو سے فوٹو کرانے کا فیصلہ کیا۔

ہمارے مخدوم جناب رضوان نفیس صاحب جو ہمارے حضرت سید نفیس الحسینی ؒ کے خادم خاص وخلیفہ مجاز ہیں اور کتابوں کی تلاش میں اللہ رب العزت نے انہیں حضرت سید نفیس الحسینی ؒ والے ذوق کا بھی وارث بنایا ہے۔ ان سے عرض کی تو پتہ چلا کہ پروفیسر عبدالجبار شاکر ؒ کے صاحبزادے جمال الدین افغانی اسلام آباد رہتے ہیں۔ ہفتہ شام لاہور آتے ہیں۔ اتوار شام واپس چلے جاتے ہیں۔ صفہ اکیڈمی لاہور کے حضرت مولانا محمد عابد زید مجدہم کے ان سے مراسم ہیں۔ وہ ان سے بات کریں گے۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد عابد صاحب نے ذمہ داری کو نبھایا۔ فوٹو کرا کر ۲۰؍اپریل ۲۰۱۰ء کو فقیر کو نسخہ ارسال فرمایا۔ فقیر کو خزانہ مل گیا۔ اب دن رات ایک کر کے کتاب کو پڑھنا شروع کیا۔ فوٹو سے فوٹو تھا اور وہ بھی ایک صدی قبل کی کتاب سے جو مدہم در مدہم ہوگیا۔ اب دن رات

ایک کر کے فقیر نے مدہم حروف پر قلم چلایا۔ انہیں نمایاں کیا۔ لیکن بعض حروف تو بالکل سمجھ میں نہ آئے۔ قلق ہوا، بلکہ قلبی قلق ہوا کہ کتاب چھپنے کے قابل نہیں۔ اس میں چند صفحات پر ایک نظم تھی وہ مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کے رسالہ اشاعت السنۃ سے مصنف نے لی تھی۔

اشاعت السنہ کی فائل برادرم مولانا محمد حماد لدھیانوی زید مجدہ کے پاس فیصل آباد تھی۔ اس سے متعلقہ صفحات فوٹو کرائے۔ لیکن اب بھی طبیعت میں قلق باقی کہ کتاب اس فوٹو سے کمپوز کرانی مشکل ہے کہ پڑھی ہی نہیں جا رہی۔ سیالکوٹ کے علم دوستوں سے کہا لیکن ''پرائی بکری کو کون گھاس ڈالتا ہے۔'' مجھ مسکین پر جو بیت رہی تھی وہ تو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ ایک دن جناب مولانا محمد عباس پسروری صاحب سے ذکر کیا۔ انہوں نے تلاش کا وعدہ کیا۔ ان کا عرصہ بعد فون آیا کہ جناب ضیاء اللہ کھوکھر صاحب گوجرانوالہ کی لائبریری میں اصل کتاب موجود ہے۔ فقیر کو جن صفحات کے فوٹو درکار تھے (تاکہ جیسے کیسے نسخہ مکمل ہو) وہ صفحات مولانا فقیر اللہ اختر مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کو نوٹ کرائے۔ وہ گوجرانوالہ تشریف لے گئے۔ جناب ضیاء اللہ کھوکھر سے فقیر کی دیرینہ یاد اللہ ہے۔ انہوں نے ان صفحات کے فوٹو کرادیئے۔ لو کتاب مکمل ہوگئی۔ اس کی تو خوشی ہوئی۔ لیکن چھاپنے کے لئے اب بھی حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ فقیر نے دھڑکتے دل سے جناب محترم ضیاء اللہ کھوکھر کو خط لکھا کہ فوٹو سے فوٹو کا نسخہ اس کتاب کا فقیر کے پاس آپ کے تعاون سے مکمل موجود ہے۔ لیکن چھپنے کے قابل نہیں۔ آپ کے پاس اصل کتاب ہے۔ اس سے عمدہ فوٹو ہوسکتا ہے۔ مہربانی فرمائیں تو مکمل کتاب کا عمدہ فوٹو ارسال فرمائیں۔ تاکہ اس کتاب کو احتساب قادیانیت کی کسی جلد میں شامل اشاعت کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہت جزائے خیر دیں۔ وعدہ فرمالیا اور پھر ۴؍جولائی ۲۰۱۱ء کو مکمل کتاب کا فوٹو ارسال کردیا۔

قارئین کرام! اس کتاب کے ملنے کی خوشی تو خیر ایک فطری امر تھا کہ مرزا قادیانی ملعون کی زندگی میں ان کے خلاف اتنی ضخیم کتاب شائع ہوئی جو ہمارے پاس نہ تھی اب مل گئی۔ اس مسودہ کو لاہور بھجوایا وہاں سے کمپوز ہوکر آیا۔ اس سلسلہ میں مولانا محمد عابد صفہ اکیڈمی لاہور نے سرپرستی فرمائی۔ اس کتاب کے آخر پر درج ہے کہ اس کا دوسرا حصہ بھی شائع ہوگا۔ جو غالباً نہ ہوسکا۔ غرض:

''چودھویں صدی کا مسیح'' نامی کتاب جناب حکیم مظہر حسن قریشی میرٹھی ثم سیالکوٹی احتساب قادیانیت کی جلد ۴۱ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۵۸)

مظہر علی اظہر رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا

(پیدائش: ۱۳؍ مارچ ۱۸۹۵ء، بٹالہ ...... وفات: ۲؍ نومبر ۱۹۷۴ء، لاہور)

نامور شیعہ عالم، مصنف، سیاستدان، مقرر، قانون دان، مجلس احرار اسلام کل ہند کے اولین ناظم اعلیٰ، مجلس خلافت پنجاب کے نائب صدر، تحریک خلافت، تحریک آزادی، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بڑی جرأت و بہادری سے حصہ لیا۔ مجلس احرار اسلام کے انکوائری کمیشن میں وکیل اور نمائندہ تھے۔ زندگی بھر انگریز اور اس کی مصنوعی اولاد قادیانیوں سے کبھی سمجھوتا نہ کیا۔ قادیانی گروہ کو ستمبر ۱۹۷۴ء میں غیر مسلم اقلیت دیا گیا۔ جس سے آپ کے دل کو قرار آ گیا۔ ایسا قرار آیا کہ چند ماہ خود ہی قرار دل کی گہری نیند سو گئے۔

(۸۵۹)

معراج دین شہید رحمۃ اللہ علیہ (چنیوٹ)، غازی بابو

(شہادت: ۶؍ مارچ ۱۹۵۲ء)

۱۹۵۱-۵۲ء میں ختم نبوت کی تحریک زوروں پر تھی۔ آپ ایک سچے عاشق رسول تھے۔ آپ نے اس تحریک میں بھرپور طریقے سے حصہ لینا شروع کر دیا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ شعلہ بیاں مقرر تھے۔ بابو معراج دین کو شروع ہی سے شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی اور آپ جیل میں بھی ان کا لٹریچر پڑھا کرتے تھے۔ آپ ان کے جلسے اور جلوسوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، بابو معراج دین سے دلی پیار کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اچھرہ کے عالم دین حضرت بابا فتح محمد المعروف بابا عطار رحمۃ اللہ علیہ نے معراج دین کی سرپرستی کی۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ ایک ولی اللہ تھے۔ بابو معراج دین کو باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے خاص عقیدت تھی۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان سے بڑا پیار کرتے تھے۔ اکثر باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے ختم نبوت کے سلسلہ میں رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ معراج دین نے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں اچھرہ بہت سے جلسے منعقد کروائے اور باباجی رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو ختم نبوت کی اہمیت کا احساس دلاتے رہے۔

۶؍ مارچ ۱۹۵۲ء بروز جمعۃ المبارک کو معراج دین نے جمعہ کی نماز کے بعد مسجد تکیہ

لہری شاہ کے باہر لوگوں کو اکٹھا کیا۔ بابا فتح محمد ؒ نے اس اجتماع سے ایک ولولہ انگیز تقریر کی۔ باباجی ؒ کی قیادت میں یہ اجتماع جلوس کی شکل اختیار کرتے ہوئے مسجد وزیر خان کی طرف روانہ ہوا۔ باباجی ؒ نے چند قدم اس جلوس کی قیادت کی۔ چونکہ آپ بہت کمزور تھے، آپ نے جلوس کی قیادت معراج دین کے سپرد کر دی۔ آپ برگزیدہ ہستی تھے اور آپ جان چکے تھے کہ معراج دین کو بلند رتبہ ملنے والا ہے۔ آپ نے معراج دین کو دعا دیتے ہوئے الوداع کیا۔ باباجی ؒ مسجد تکیہ لہری شاہ کے کونے میں آرام فرما رہے ہیں۔

جلوس میں اچھرہ، مزنگ اور گرد ونواح کے رہنے والوں نے شرکت کی۔ کوئی ایسا گھر نہ تھا جس نے اس جلوس میں حصہ نہ لیا ہو۔ چونکہ موجودہ حکومت اس تحریک ختم نبوت کو سختی سے کچل دینا چاہتی تھی۔ چنانچہ مال روڈ پر جہاں آج سٹیٹ بینک کی نئی عمارت قائم ہے، حکومت کی طرف سے اس جلوس کا راستہ روک لیا گیا۔ ان کو منتشر کرنے کے لئے لاٹھی چارج اور آنسو گیس استعمال کی گئی۔ اسی دوران ایک شخص نے گولی چلا دی۔ بابو معراج دین کو دائیں بازو پر پہلی گولی لگی۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو لیٹ جانے کا حکم دیا۔ اسی دوران دوسری گولی آپ کی چھاتی میں لگی۔ اس وقت آپ کے چھوٹے بھائی چوہدری محمد زکریا بھی آپ کے ساتھ ہی تھے۔ آپ نے چھوٹے بھائی کی گود میں اپنا سر رکھ کر جام شہادت نوش فرمایا۔ شہادت کے وقت آپ کی زبان پر کلمہ طیبہ کا ورد تھا۔ آپ کے جنازے میں لوگوں نے جوق در جوق شرکت کی۔ اچھرہ کی تاریخ میں یہ سب سے بڑا جنازہ تھا۔ آپ کو فیروز پور روڈ اچھرہ اڈا کے قبرستان میں پیٹرول پمپ کے عقب میں سپرد خاک کیا گیا۔ (شہدائے اسلام، قدم بہ قدم)

(۸۶۰)

معراج دین (ملتان)، جناب حاجی

(وفات: ۲۴ر فروری ۲۰۰۹ء)

حاجی معراج دین صاحب ؒ گورداسپور قصبہ مسانیاں کے رہنے والے تھے۔ مسانیاں قادیان کے جوار میں واقع ہے، مسانیاں وہ جگہ ہے کہ جب مرزا محمود قادیانی نے اپنے آقایان ولی نعمت انگریز کے قدموں پر سجدہ ریز ہو کر حضرت امیر شریعت ؒ کے قادیان میں داخلہ پر پابندی لکھوا دیا کرتا تھا۔ کئی بار ایسے ہوا، تب احرار رہنما جناب ماسٹر تاج الدین

انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے پابندی کی مدت ختم ہوتے ہی امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا مسانیاں میں جلسہ رکھ دیا۔
گردونواح اور خود قادیان کے بہت سارے مسلمان مسانیاں میں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے مستفیض ہوئے۔ ماسٹر تاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے گاڑی والے سے کہہ کر بٹالہ جانے کے لئے سیدھے راستہ جانے کی بجائے قادیان کا راستہ اختیار کیا۔ بغیر ارادہ د خبر کے حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ قادیان پہنچ گئے۔ ماسٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوری منادی کرا کر مسجد میں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کرا کر بٹالہ بھجوا دیا۔ مرزا محمود قادیانی کا یہ پروپیگنڈا کہ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ قادیان میں آئے تو امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ وہ پادر ہوا ہوا، انگریز حکومت کے لئے حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے قادیان میں داخلہ پر پابندی کا جواز باقی نہ رہا۔ حاجی معراج دین رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مسانیاں میں آنکھ کھولی۔ قادیان کے جوار میں ہونے کی وجہ سے قادیانی فتنہ سے آگاہی حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔
تقسیم کے بعد ملتان آ کر آباد ہوئے تو حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد ملت حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے برابر رابطہ رہا۔ ہر جلسہ میں طبعی مناسبت کی وجہ سے شریک ہوتے، پیر طریقت حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ، مسکین پور شریف کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ مولانا سیّد محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کراچی والوں سے بیعت کا رشتہ جوڑا۔ سیّد محمد عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسکین پور خانقاہ شریف میں قائم مدرسہ تعلیم القرآن کی نگرانی ملتان کے حاجی اصغر علی مرحوم اور حاجی معراج دین مرحوم کے سپرد کی۔ حاجی اصغر علی مرحوم کے بعد اکیلے حاجی معراج دین رحمۃ اللہ علیہ نے اس ذمہ داری کو بھرپور نبھایا۔ متذکرہ دونوں حضرات کا تبلیغی جماعت سے گہرا تعلق تھا۔ حاجی معراج دین رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد مساجد بنوائیں، تعلیم الاسلام گورنمنٹ ہائی اسکول چناب نگر کی مسلم مسجد حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نگرانی میں بنوائی، بنیادی طور پر آپ الیکٹرک کے شعبہ سے تعلق رکھتے تھے۔ نشتر ہسپتال ملتان کا عرصہ تک الیکٹرک کا شعبہ آپ کے سپرد رہا۔ نشتر ہسپتال کے شعبہ حادثات سے انٹری گیٹ کے پاس مدنی مسجد کو وسعت دی۔ اس کا انتظام وانصرام احسن وجوہ پر چلایا۔
خانقاہ سراجیہ کے ٹیوب ویل کی درستگی کے لئے آپ نے خدمات سرانجام دیں۔
چناب نگر مدرسہ ختم نبوت کے ٹیوب ویل کی نگرانی ازخود انہوں نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی، سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس کے شروع ہونے سے ایک شب پہلے اس ٹیوب ویل میں چارپائی ڈال دیتے اور کانفرنس کے اختتام تک ٹیوب ویل کو چلانے اور بند کرنے کا کام اپنے ذمہ لے

لیتے۔ مجال ہے کہ پانی کی کمی ہونے پائے، ہر سال بڑھتی ہوئی حاضری کو سامنے رکھ کر پانی کے انتظام میں وسعت کے منصوبے سوچتے رہتے۔ مدرسہ مسکین پور، مدرسہ و مسجد مدنی نشتر ہسپتال ملتان کے آخری سانس تک نگراں رہے۔ ہر سال ایک دو بار حج وعمرہ کا سفر کرنے کا آپ کا معمول رہا۔ شب جمعہ واجتماع رائے ونڈ میں شرکت کا کبھی ناغہ نہ ہوا۔

قیام چناب نگر کے دوران مسلم کالونی میں گزرنے والے قادیانیوں کو گھیر کر قادیان کے ہمسائے ہونے کے ناتہ ہموار کر کے قادیانیت کے کفر کو ان پر واضح کرتے، ان کی گفتگو سادہ مگر پرتاثیر ہوتی تھی۔ زندگی بھر دین پر عمل پیرا رہے۔ عبادت وتبلیغ اور دین والوں کے تعلق سے ہی ان کی زندگی میں بہار کی کیفیت رہی۔ آخری عمر میں دنیا سے انقطاع پیدا ہو گیا۔ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے۔

آخری دن آپ کو اختلاج قلب کی تکلیف ہوئی۔ ہسپتال میں چند گھنٹے گزار کر گھر منتقل ہو گئے، رات کو پھر تکلیف ہوئی گھر والوں نے ہسپتال جانے کا کہا مگر صاف انکار کر دیا۔ ذکر کرتے، درود شریف پڑھتے، کلمہ کا ورد کرتے ہوئے رات ۲ بجے کے قریب مالک الملک کے حضور حاضر ہو گئے۔ عصر کے بعد جنازہ جامع مسجد ابدالی روڈ تبلیغی مرکز میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے پڑھایا اور اپنی تعمیر کردہ مدنی مسجد نشتر ہسپتال ملتان کے کونے میں نشتر قبرستان میں رحمت حق کے سپرد ہو گئے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔ آمین!

(۸۶۱)

ملا محمد بخش حنفی چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

''درہ محمدی'' رسالہ ملا محمد بخش حنفی چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ منیجر اخبار ہنٹر وسیکرٹری انجمن حامی اسلام لاہور کا مرتب کردہ ہے۔ یکم راپریل ۱۹۱۴ء کو شائع کیا گیا۔ جب لاہوری مرزائیوں کا لفس ناطقہ لندن قادیانیت کی تبلیغ کے لئے گیا۔ اس کتابچہ کے ٹائٹل پر ''نمبر اوّل'' درج ہے۔ اس کے بعد بھی اس نمبر شائع ہوئے۔ معلوم نہیں مگر ہمیں نہ ملے۔ سو سال بعد دوبارہ اس رسالہ ''درہ محمدی'' کی احتساب قادیانیت جلد ۴۵ میں اشاعت سے دلی خوشی حاصل ہوئی۔

محمدی بیگم مشہور عالم مسلمان خاتون تھیں۔ مرزا قادیانی نے اس سے نکاح کے لئے اس کے باپ احمد بیگ کو راضی کرنا چاہا۔ خواب، الہام، دھونس، دھاندلی، دنیاوی لالچ، عذاب کے ڈراؤنے وعادی کئے۔ مگر احمد بیگ نے اپنی دختر نیک اختر کا اپنے عزیز مرزا سلطان بیگ سے

نکاح کردیا۔ مرزا قادیانی زمانے کا ایسا ڈھیٹ انسان تھا کہ اس نے پیشین گوئی کردی کہ محمدی بیگم سے آسمانوں پر میرا نکاح ہوا ہے۔ لہٰذا وہ عنقریب مجھ سے بیاہی جائے گی۔ اس زمانے میں لاہور سے ہفتہ وار اخبار ''زٹلی'' ملا محمد بخش کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ ملا محمد بخش نے اس اخبار میں اپنا ایک لمبا چوڑا خواب بیان کر کے اعلان کردیا کہ آسمانوں پر میرا نکاح مرزا قادیانی کی بیوی نصرت جہاں سے ہوگیا ہے۔ اس لئے وہ بھی عنقریب مجھ سے بیاہی جائے گی۔ اس پر مرزا قادیانی کو بڑا غصہ آیا۔ (تحفہ گولڑویہ ص۱۰۶،۱۰۷) پر مولانا محمد حسین بٹالوی اور ملا محمد بخش کے خلاف خوب اپنے دل کا غبار نکالا۔ مگر ملا محمد بخش کی اس مزیدار ترکیب سے مرزا قادیانی کے عشق کا بھوت ہوا ہوگیا اور مرزا قادیانی کو لینے کے دینے پڑ گئے۔

مولانا محمد بخش صاحب مرحوم وہ مرد مجاہد تھے۔ جنہوں نے عمر بھر مرزا قادیانی کو چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ آپ نے لاہور ''مزار غوث'' پر مرزا قادیانی کے خلاف جلسے کرائے۔ آپ نے مولانا کرم الدین دبیر ؒ کے ساتھ گورداسپور جا کر مقدمہ میں ان کی مرزا قادیانی کے خلاف مدد کی۔ ان کے بعد آپ کے صاحبزادہ مولانا تاج احمد تاج ؒ نے باپ کے مشن کو سنبھالے رکھا۔ مولانا محمد بخش صاحب کا ایک اشتہار مرزا قادیانی نے (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۶۵،۶۶) پر نقل کیا ہے۔ اس سے اقتباس پیش خدمت ہے تاکہ معلوم ہو کہ مولانا محمد بخش صاحب ؒ نے کس طرح دجال قادیان کو ناکوں چنے چبوائے۔

''عربی نویسی میں دجال قادیانی کا مقابلہ کرنے سے گریز یا اعراض کو جوان نائبین دجال نے مولوی محمد حسین بٹالوی موصوف کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس میں بھی اس گمناموں نے دجال اکبر کی سنت پر عمل کیا ہے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی موصوف اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر۸ جلد۱۵ کے ص۱۵۹ میں قادیانی کو عربی میں مقابلہ کے لئے للکار چکے ہیں۔ پھر نمبر۱۲ جلد۱۵ میں قادیانی کی عربی نویسی کا اچھی طرح بخیہ ادھیڑ چکے ہیں۔ مگر اس گروہ بے شکوہ نے شرم وحیاء کو نصیب اعداء سمجھ کر ان دعاوی باطلہ واغلیط عاطلہ قادیانی کا اعادہ کر کے گڑھے مردے اکھاڑنے کو عمل میں لا کر لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔ ان میں ذرہ شرم ہوتی تو وہ اشاعۃ السنہ کے ان مقامات کو پڑھ کر ڈوب کر مرجاتے اور پھر عربی نویسی کا دعویٰ زبان پر نہ لاتے مگر یہاں شرم کہاں۔ ان کا تو یہ مقولہ ہے کہ شرم چہ کنی است کہ پیش مرداں بیاید!

قادیانی کا مستجاب الدعوات ہونے کا جو، ان شیخ چلی کے شاگردوں نے دعویٰ کر کے اس میں مولوی (محمد حسین بٹالوی) سے مقابلہ چاہا ہے اس کا جواب مولوی (محمد حسین بٹالوی) اشاعۃ

السنہ نمبر ا جلد ۱۴ میں ۱۸۹۱ء اور نمبر ا جلد ۱۶ بابت ۱۸۹۵ء کے ص ۴۵ وغیرہ میں دے چکے ہیں۔ مگر ان حیا کے دشمنوں نے حیا سے قسم کھا کر انہی پچھلی باتوں کا اعادہ شروع کر دیا ہے۔ ہم کہاں تک جوابات کا اعادہ کرتے جاویں۔

مولوی سید ابوالحسن صاحب تبتی رحمۃ اللہ علیہ نے جو آٹھ سو پچیس روپیہ انعام کے بدلے آٹھ سو پچیس جوتے قادیانی کے لئے تجویز کئے ہیں اس پر حضور ایں جناب کا صاد ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے اس قدر رعایت ضروری ہے کہ اگر حضرت اقدس (اکذب) قادیانی اس قدر جوتوں کے بذات شریف ونفس نفیس متحمل نہ ہوسکیں اور سر مبارک حضرت اکذب کا گنجہ ہو جاوے یا جوتوں کی مار سے آپ کو الہامی قبض لاحق ہو جاوے تو باقی ماندہ آپ کے نائبین جنہوں نے گمنام اشتہارات دیئے ہیں۔ آپس میں اس طرح بانٹ لیں کہ لاہور والے مخلص گمنام پٹیالہ والوں کو اور لدھیانہ والے، شملہ والوں کو اور پٹیالہ والے لدھیانہ والوں کو اور اسی طرح وہ ایک دوسرے کو بطور ہمدردی مدد دیں۔ ہم کو اس پر اصرار نہیں کہ وہ سب کے سب جوتے حضرت اقدس (اکذب) ہی کے سر پر پورے کئے جاویں۔ یہ امر بحکم آیت ''لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا'' ہم کو پسندیدہ نہیں اور عام ہمدردی انسانی اور اصول اخلاق کے بھی مخالف ہے۔''

(۸۶۲)

ممتاز احمد رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، مولانا

مولانا ممتاز احمد رحمۃ اللہ علیہ ادارہ معارف اسلامی کراچی نے قادیانی لاٹ پادری چوہدری ظفر اللہ خان کے خلاف ایک مضمون لکھا: ''سر ظفر اللہ جواب دیں، آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں قادیانیوں کا رول'' جسے پمفلٹ کی شکل میں مجلس احرار اسلام راولپنڈی نے شائع کیا تھا۔ اب محاسبہ قادیانیت جلد ۳ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۶۳)

مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید

(ولادت: ۱۸۹۲ء ...... وفات: ۵/جون ۱۹۵۶ء)

مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فاضل اور امام العصر علامہ انور

شاہ کشمیری ؒ کے تلمیذ رشید تھے۔ آپ نے مرزائیت کے رد میں کئی مقالے لکھے اور تقاریر کے ذریعے بھی اپنے استاذ علامہ کشمیری ؒ کے حکم پر بڑا کام کیا۔ ردقادیانیت پر ''فیصلہ آسمانی درباب مسیح قادیانی'' آپ کا زبردست مضمون ہے۔

(۸۶۴)

منصور ایم رفعت، جناب ڈاکٹر

۱...... ''احمدیوں کی ملک ومذہب سے غداری''

مصری کلب واقع برلن (جرمنی) کے پریزیڈنٹ جناب ڈاکٹر منصور ایم رفعت نے قادیانیوں کے متعلق ایک پمفلٹ لکھا۔ یہ ستمبر۱۹۲۳ء کی بات ہے۔ جب جرمنی اور برطانیہ باہم دیگر دست بگریباں تھے۔ اس زمانہ میں جرمنی میں افغانستان کے سفیر نے قادیانی عبادت لندن پٹنی کی تقریب افتتاح میں شرکت کی۔ رفعت صاحب نے افغانی سفیر صدیق خان کو اس حماقت پر خط لکھا۔ صدیق خان نے رفعت صاحب کو تڑی لگائی۔ رفعت صاحب ڈٹ گئے۔ صدیق خان ایسے دم بخود ہوئے کہ دم دبا کر میدان سے باہر ہوگئے۔ یہ خط وکتابت ایک تاریخی ورثہ ہے۔ دہلی کے مولانا عبدالغفار الخیری نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا۔ قادیانی سیاست کو طشت ازبام کرنے کے لئے یہ مختصر رسالہ اپنے وزنی دلائل کے باعث ایک مؤقر دستاویز ہے۔

۲...... ''انکشاف حقیقت (احمدی اسلام)''

مصری فاضل اجل ڈاکٹر منصور ایم رفعت نے یہ دوسرا رسالہ بھی قادیانیوں کے خلاف تحریر کیا۔ موصوف برلن میں رہتے تھے۔ برلن میں ستمبر۱۹۲۳ء میں قادیانیوں نے اپنی عبادت گاہ تعمیر کرنا چاہی تو موصوف نے دوران تقریب کہا کہ قادیانی گروہ مسلمان نہیں۔ اس دور کی تمام اخبارات کی رپورٹیں اس رسالہ میں موجود ہیں۔ قادیانی گروہ احمدی تحریک یا ان کی عبادت گاہ کو مسجد اس دور میں کہا جاتا تھا۔ ہم نے وہ ایسے رہنے دیا تاکہ اس زمانہ میں قادیانی فتنہ جو مراحل طے کر رہا تھا وہ آنکھوں کے سامنے رہیں۔ جناب محمد عبدالغفار الخیری ؒ نے مصری صاحب کے اس پمفلٹ کا اردو میں ترجمہ کیا احتساب قادیانیت جلد۴۷ میں دونوں شامل اشاعت ہیں۔

(۸۶۵)

منظور احمد بھٹی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، جناب

(ولادت: ۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء ...... وفات: ۹ مئی ۱۹۷۴ء)

لاہور میں ادارہ ملیہ سرکلر روڈ پر واقع تھا۔ جناب منظور احمد بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ''حقیقت مرزائیت قادیانی لٹریچر کے آئینہ میں'' ادارہ ملیہ نے شائع کیا۔ یہ مارچ 1951ء کی بات ہے۔ موصوف نامور ادیب، صحافی اور قانون دان تھے۔ ۶۵ برس بعد اب محاسبہ قادیانیت جلد ۴ میں شائع کیا گیا ہے۔

(۸۶۶)

منظور احمد (چنیوٹ)، جناب شیخ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چنیوٹ کے صدر شیخ منظور احمد غلہ منڈی چنیوٹ میں منیمی کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ حساب کتاب رکھنے کے ماہر تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت چنیوٹ کی ختم نبوت کانفرنسوں کے انعقاد کے لئے بھرپور جدوجہد کرتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو چناب نگر مسلم کالونی میں جگہ الاٹ ہوئی تو تعمیرات کے نگران ومحاسب شیخ منظور احمد تھے۔ بہت ہی امانت ودیانت والے شخص تھے۔ حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ چناب نگر مجلس کا کام مرحوم کے لئے ذخیرہ آخرت ہے۔

(۸۶۷)

منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا حافظ

جامعۃ المنظور الاسلامیہ لاہور کے بانی، فاضل یگانہ، جری وبہادر، مجاہد فی سبیل اللہ مولانا حافظ منظور احمد اپنے عہد میں لاہور میں عقیدۂ ختم نبوت کے سب سے بڑے مبلغ سمجھے جاتے تھے۔ آپ نے زندگی بھر عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور رد قادیانیت کا فریضہ سرانجام دیا۔ ان کی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ان کی للکار حق سے قادیانیت پر کپکپی طاری ہوجاتی تھی۔ اپنے

عہد میں لاہور میں وہ مولانا لال حسین اختر ؒ اور جناب بابو پیر بخش صاحب ؒ کے دست وبازو تصور کئے جاتے تھے۔

(۸۶۸)

منظور نعمانی ؒ (لکھنؤ)، مولانا محمد

(پیدائش:۱۶؍دسمبر۱۹۰۵ء ...... وفات:۴؍مئی ۱۹۹۷ء)

سنبھل ضلع مراد میں صوفی حسین ؒ کے گھر میں ۱۸؍شوال ۱۳۲۳ھ کو مولانا محمد منظور نعمانی ؒ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سکول اور دینی مدارس میں حاصل کی۔ جب پندرہ سال کے ہوئے تب اس علاقہ کے ایک دینی مدرسہ میں مولانا محمد نعیم لدھیانوی ؒ کے ہاں پڑھنے کے لئے بیٹھے۔ مدرسہ عبدالرب دہلی میں مولانا کریم بخش سنبھلی ؒ، دارالعلوم مئو میں مولانا کریم بخش ؒ، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی ؒ، مولانا عبداللطیف نعمانی ؒ سے پڑھیں۔ شوال ۱۳۴۳ھ میں دارالعلوم دیوبند منتہی کتب پڑھنے کے لئے داخلہ لیا۔ دو سال دیوبند میں پڑھے۔ پہلے سال درجہ مشکوٰۃ، دوسرے سال دورۂ حدیث کر کے فارغ ہوگئے۔ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی ؒ، مولانا اعزاز علی ؒ، مفتی عزیز الرحمٰن ؒ ایسے حضرات آپ کے اساتذہ میں شامل تھے۔ فراغت کے بعد اپنے علاقہ سنبھل کے مدرسہ محمدیہ میں تدریس کا آغاز کیا۔ تین سال یہاں پڑھایا۔ اس دوران آپ نے وعظ وتبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ محرم ۱۳۵۳ھ سے ماہنامہ الفرقان لکھنؤ سے جاری کیا۔ اسی دوران میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی ؒ سے تعلق ہوا۔ پھر پٹھان کوٹ میں مولانا مودودی صاحب ؒ کی جماعت میں جا شامل ہوئے۔ تجربہ کے بعد ہاتھ پھونک کر باہر آگئے۔ آپ نامور مناظر تھے۔ خوب لکھنے والے تھے۔ الفرقان کے ذریعہ پورے پاک وہند میں آپ کا حلقہ تھا۔ آپ کا بیعت کا تعلق شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ سے تھا۔ آپ دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ معارف الحدیث رہتی دنیا تک آپ کی یادگار اور مثالی حدیث شریف کی خدمت کی ایک دستاویز ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی ؒ ایک نامور مناظر تھے۔ ردقادیانیت کا آپ کو سبق محدث دوراں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ سے ملا تھا۔ ذیل میں آپ کی ایک تقریر پڑھی جس سے عقیدۂ ختم نبوت سے والہانہ عشق کی جھلک آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

ختم نبوت کی حقیقت اور حفاظت دین کے سلسلہ میں ہمارے بزرگوں کا موقف

(۲۹ تا ۳۱ راکتوبر ۱۹۸۶ء کو دارالعلوم دیوبند میں منعقد ہونے والے اجلاس تحفظ ختم نبوت کی پہلی نشست کی صدارت فرماتے ہوئے گفتگو فرمائی، جس کا کچھ حصہ تحریری شکل میں تھا اور کچھ زبانی خطاب کی شکل میں الفرقان بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۸۶ء میں یہ شائع ہوئی تھی۔ مرتب!)

حضرات کرام! آپ میرا حال دیکھ رہے ہیں، بیماری اور ضعف پیری سے نیم جاں جسم آپ کے سامنے ہے۔ اس حال میں اپنی حاضری اور آپ حضرات کے درمیان موجودگی کو اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص کا کرشمہ اور اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہوں اور اس اجلاس کے موضوع ''ختم نبوت'' کی نسبت کی قوت کشش کا ایک ثمرہ۔ زندگی بھر کتاب وقلم سے واسطہ رہنے کے باوجود نہ علم آیا اور نہ قلم اور اب تو آئے ہوئے علم کے بھی جانے کا زمانہ ہے۔ رات ہی مجھے معلوم ہوا کہ اسی حال میں اتنے اہل علم حضرات کے سامنے اس اجلاس کی اس پہلی نشست میں مجھے کچھ عرض کرنا ہے تو کوشش کی کہ چند مختصر اشارات قلمبند کرادوں۔

محترم حضرات! نبوت ورسالت، انسان کی سب سے اہم بنیادی اور فطری ضرورت اور راہ سعادت کی طرف اس کی رہنمائی کی تکمیل کا خدائی انتظام ہے جو ابتدائے آفرنش سے چھٹی صدی عیسوی تک تو اس طرح جاری رہا کہ قوموں، علاقوں اور مختلف بنیادوں پر قائم ہونے والے انسانی مجموعوں، معاشروں کے لئے الگ الگ انبیاء ورسل کی بعثت مختلف زمانوں میں ہوتی رہی۔ پھر چھٹی صدی عیسوی میں جب کہ انسانیت بلوغ کو پہنچ گئی اور حکمت الٰہی کے نظر نہ آنے والے مسلسل عمل کے نتیجہ میں دنیا کے جغرافیائی، تمدنی، مواصلاتی اور ذہنی احوال اس طرح کے ہوگئے کہ پوری دنیا کو ایک رہنمائی کا مخاطب بنانا، اسے ایک ہی مرکز ہدایت سے وابستہ کرنا ممکن ہوگیا اور قیامت تک کے لئے دین اور دین کے سرچشموں کتاب وسنت کی حفاظت کے اسباب پیدا ہوگئے۔ تب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو اس مبارک سلسلہ کا خاتم اور عالمین کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمادیا گیا اور گویا یہ طے کردیا گیا کہ قیامت تک کے آنے والے زمانہ اور پورے کرۂ ارض میں بسنے والے انسانوں میں سے کسی ایک فرد پر اب ایک لحہ بھی ایسا نہیں آئے گا جو نبوت اور اس کے فیضان ہدایت سے خالی ہو۔ اس پہلو پر غور فرمایا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ختم نبوت اس نعمت عظمیٰ کے انقطاع اور اس کے فیض سے محرومی نہیں بلکہ اس کے دوام وتسلسل کا نام ہے۔

ختم نبوت کا ایک اور پہلو اس لائق ہے کہ اسے اچھی طرح سمجھ کر عام کیا جائے۔ وہ یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کے لئے نئے نبی کی آمد ایک شدید آزمائش ہوا کرتی تھی۔ آنے والے نبی سے پہلے نبیوں کے ماننے والوں میں سے بھی کم لوگ اس کو قبول کرتے اور اس پر ایمان لاتے تھے۔ بڑی تعداد انکار وتکذیب کا اور کفر کا راستہ اختیار کر کے لعنتی اور جہنمی ہو جاتی تھی۔ سب سے آخری دو عظیم الشان رسولوں ہی کی مثال سامنے رکھ لیجئے۔ اسرائیلی سلسلہ کے آخری رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائے؟ اور احیاء موتیٰ جیسے معجزے لے کر تشریف لائے تو یہودیوں میں سے کتنے ان پر ایمان لائے اور کتنوں نے ان کو جھوٹا مدعی نبوت قرار دے کر لعنتی اور واجب القتل قرار دیا اور ان کی شرعی عدالت نے ان کو سولی کے ذریعہ سزائے موت دینے کا فیصلہ کیا؟ اور اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو نہ مان کر اس وقت کی قریب قریب پوری یہودی امت لعنتی اور جہنمی ہوگی۔

اسی طرح جب ان کے بعد سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اگرچہ آپ ﷺ کے بارے میں واضح پیشین گوئیاں تورات وانجیل وغیرہ اگلی آسمانی کتابوں میں موجود تھیں۔ اس کے باوجود اگلے پیغمبروں اور ان اگلی کتابوں کے ماننے والے یہود ونصاریٰ میں سے بس چند ہی نے آپ ﷺ کو قبول کیا اور آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ باقی سب انکار وتکذیب اور کفر کا راستہ اختیار کر کے دنیا میں اللہ کی لعنت اور آخرت میں جہنم کے ابدی عذاب کے مستحق ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر اس امت محمدیہ پر عظیم رحمت فرمائی کہ اس کو اس سخت ترین امتحان اور آزمائش سے محفوظ فرمادیا۔ اگر بالفرض نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو یقیناً وہی صورت ہوتی جو پہلے ہمیشہ ہوتی رہی تھی۔ یعنی حضور ﷺ کی امت کے بہت تھوڑے لوگ آنے والے نبی کو قبول کرتے اور زیادہ تر آپ کے امتی اس کا انکار کر کے (معاذ اللہ) کافر اور لعنتی ہو جاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ حضور ﷺ پر ختم فرما کر اس امت کو ہمیشہ کے لئے کفر اور لعنت کے اس خطرہ سے محفوظ فرمادیا۔ اس لئے یہ ختم نبوت امت محمدیہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین رحمت ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ذمہ پیغام الٰہی کی تبلیغ اور اس کو قبول کرنے والوں کی تعلیم وتربیت کے کام کے علاوہ ایک کام یہ بھی تھا کہ ایک ایسی امت تیار کر دیں جو ان تینوں کاموں کو سنبھال لے۔ حضرت شاہ ولی اللہ ؒ نے اس حقیقت کی تعبیر یہ کہہ کر فرمائی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت ''بعثت مزدوجہ'' تھی۔ یعنی آپ ﷺ

کی بعثت کے ساتھ آپ ﷺ کی امت کی بھی بعثت ہوئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات میں اس طرف اشارے بھی آئے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی امت میں وقتاً فوقتاً ایسے بندے پیدا فرماتا رہے گا جو آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت واشاعت اور اس کی صفائی وآبیاری کی خدمت انجام دیتے رہیں گے۔ آپ ﷺ کے ایک ارشاد کے الفاظ ہیں: ''ان اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامة علیٰ رأس کل مائة سنة من یجدد لھا دینھا''

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں: ''یحمل ھذا العلم عن کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین و انتحال المبطلین وتاویل الجاھلین''

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں: ''لکل قرن سابق''

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں: ''بدأ الاسلام غریباً وسیعود غریباً فطوبیٰ للغرباء قیل من الغرباء یا رسول اللّٰہ ﷺ قال الذین یصلحون ما أفسد الناس من امتی''

رسول اللہ ﷺ کے ان سب ارشادات کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں آپ ﷺ کی امت میں ایسے افراد پیدا فرماتا رہے گا جو آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت واشاعت اور تجدید وصفائی کا کام کرتے رہیں گے۔ گزشتہ چودہ سو سال میں دین کی جو خدمات ہوئی ہیں وہ دراصل انہی ارشادات نبوی کی عملی تطبیق ہیں۔ محققین کا خیال ہے کہ ہزارۂ دوم کے آغاز سے اس عظیم کام کا خصوصی مرکز حکمت الٰہی نے سرزمین ہند کو بنادیا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے یہاں اس زریں سلسلہ کا آغاز ہوا۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے جو بہت بڑے بڑے کام لئے ان میں اکبر کے دین الٰہی کا خاتمہ سرفہرست ہے، جو ایسا فنا ہوا کہ اب تلاش کرنے سے اس کا ذکر صرف تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔ اس کے علاوہ توحید وسنت کی اشاعت، مشرکانہ رسوم وبدعات کے خلاف جہاد، تزکیہ واحسان کے صاف ستھرے نظام کی ترویج، بگڑے ہوئے تصوف کی بیخ کنی اور رفض کے فتنہ سے اس دور کے مسلمانوں کو بچانے کی جدوجہد، ان کے چند اہم تجدیدی کارنامے ہیں۔

ان کے بعد یہ امانت بارھویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد ہوئی۔ ان کے زمانہ میں ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں پر سخت حالات تھے۔ باہمی تفرقہ وانتشار بہت

زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اصرار کی وجہ سے مسلمانوں کے مختلف حلقوں اور مکاتب فکر کی صلاحیتیں باہم ایک دوسرے کی تردید وتضلیل ہی پر صرف ہو رہی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ ؒ نے وہ تمام کام کئے جن سے ملت اسلامیہ ہندیہ کی تعمیر نو ہو سکے اور اس کی صفوں میں اتحاد اور قدموں میں ثبات پیدا ہو اور ذوق ومزاج عملی اور مثبت ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے وقت کے فتنوں اور اسلام کو درپیش داخلی وخارجی خطروں پر کڑی نظر رکھی۔ اس سلسلہ میں خاص طور پر رد رفض کے سلسلہ میں ان کے کام کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود دو کتابیں تصنیف کیں:

۱...... ''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء''

۲...... ''قرۃ العین فی تفضیل الشیخین''

بلکہ حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے اس رسالہ کا عربی میں ترجمہ بھی کیا جو انہوں نے رافضیوں کی تکفیر کے سلسلہ میں علماء خراسان کے فتوے کی تائید میں لکھا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ ؒ کے متصلاً بعد ان کے صاحبزادۂ گرامی حضرت شاہ عبدالعزیز ؒ کا زمانہ آیا۔ اس زمانے کے حالات کا اندازہ آپ جیسے اہل علم ونظر حضرات صرف اس سے لگا سکتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب ؒ نے اپنے زمانے میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا۔ لیکن اپنے تمام دوسرے کاموں کے ساتھ جن میں رجال کار کی تیاری کا کام سب سے زیادہ اہم تھا، انہوں نے بھی رفض کے فتنہ سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے ''تحفہ اثنا عشریہ'' جیسی کتاب تصنیف فرمائی جو انشاء اللہ اس راہ میں قیامت تک مسلمانوں کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ پھر حضرت سید احمد شہید ؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہید ؒ نے اپنے تمام کاموں کے ساتھ جن میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے میدان کارزار کا سجانا سرفہرست ہے۔ شرک وبدعات کی بیخ کنی کا کام پورے اہتمام کے ساتھ جاری رکھا۔

پھر وہ وقت آیا کہ مغلیہ حکومت کا گرچہ کچھ نام باقی تھا لیکن فی الحقیقت وہ ختم ہو چکی تھی۔ اس کی جگہ ''سرکار ایسٹ انڈیا کمپنی'' کا اقتدار قائم ہو چکا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی سیاسی مغلوبیت اور کمزوری کے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر عیسائی مبلغین کی ایک فوج میدان میں آ گئی۔ انہوں نے سمجھا تھا کہ اس وقت مسلمانوں کو عیسائی بنالینا آسان ہوگا۔ انہوں نے تحریر وتقریر سے تبلیغی مہم وسیع پیارے پر شروع کر دی تو ہمارے سلسلہ کے اکابر میں سے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی ؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ اور دیگر علمائے کرام نے ایسا مقابلہ کیا جس

نے عیسائی مبلغین کو ہمیشہ کے لئے پسپا اور خاص کر مسلمانوں کی طرف سے مایوس کر دیا۔ اس کے کچھ ہی بعد سوامی دیانند کی آریہ سماجی تحریک وجود میں آئی۔ انہوں نے بھی اسلام اور مسلمانوں کو اپنا نشانہ بنایا۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر وتقریر سے اس کا بھی مقابلہ کیا۔ اسی دور میں یورپ کے سیاسی غلبہ اور اقتدار کے نتیجہ میں عقلیت اور روشن خیالی کے خوبصورت ناموں سے دہریت اور نیچریت کا فتنہ اٹھا۔ اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف بھی خاص توجہ فرمائی اور اپنی تصانیف اور تقریروں سے ثابت کیا کہ اسلام کے تمام بنیادی عقائد ومسائل عقل وفطرت کے عین مطابق ہیں اور جو اس کے خلاف ہے وہی خلاف عقل وفطرت ہے۔ پھر ان خارجی حملوں اور فتنوں کے دفاع اور مقابلہ کے ساتھ شیعیت کی ضلالت کے خلاف بھی آپ نے لسانی وقلمی جہاد کیا۔ اس سلسلے میں آپ کی مستقل ''تصنیف، ھدایۃ الشیعہ'' اور اس موضوع سے متعلق آپ کے مکتوبات حضرات اہل علم کے لئے قابل مطالعہ ہیں۔ اس کے علاوہ تعلیمات نبوی اور دین کی حفاظت واشاعت کا سلسلہ جاری رہنے کے لئے دینی مدارس کے قیام کی طرف بھی خاص توجہ فرمائی۔ علیٰ ہذا! آپ کے رفیق خاص حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عمر بھر رفض اور دوسرے داخلی فتنوں اور گمراہیوں، مشرکانہ رسوم وبدعات سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے جدوجہد فرمائی اور اس کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا۔ انہی کے زمانہ میں مرزاغلام احمد قادیانی کا فتنہ شروع ہوا۔ ابتداء میں جب تک حضرت کے علم میں اس کی باتیں اور دعوے نہیں آئے جن کی وجہ سے اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا فرض وواجب ہوگیا۔ آپ نے احتیاط فرمائی۔ لیکن جب اس کے ایسے دعوے سامنے آگئے جن کے بعد کف لسان کی بھی گنجائش نہ رہی تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے تلامذہ ومسترشدین، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پھر ان کے تلامذہ ومرشدین، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ یہ سب حضرات بھی اپنے اکابر واسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خارجی حملوں اور داخلی فتنوں سے دین کی حفاظت، علوم نبوی کی اشاعت امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور امت کی اصلاح وارشاد کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اس وقت بھی ہم میں بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے، جنہوں نے ان اکابر کی دینی غیرت وحمیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہم

شہادت دیتے ہیں کہ کوئی بڑی سے بڑی مصلحت ان حضرات کو کسی فتنے سے سمجھوتہ اور کسی زیغ وضلال کو نظر انداز کرنے اور اس سے چشم پوشی پر آمادہ نہیں کرسکتی تھی۔ بارہا ہم نے دیکھا اور تجربہ کیا کہ ہمارے یہ اکابر کسی مسئلہ کی طرف بڑی شدت سے متوجہ ہوئے جو ہم جیسے کوتاہ نظروں کی نگاہ میں اس شدت کا مستحق نہیں تھا۔ لیکن تھوڑے ہی دن بعد سامنے آ گیا کہ ہم جس فتنہ کو بہت معمولی سمجھ تھے یا اس کو دین میں رخنہ اور فتنہ میں نہیں سمجھ رہے تھے وہ دین کے لئے ایسے زہریلے برگ وبار لایا کہ الامان والحفیظ!

یہ اجلاس تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے بلایا گیا ہے اور یہی اس کا اصل موضوع اور مقصد ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارے استاذ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ سے (خاص طور سے اس دارالعلوم کی صدارت تدریس کے دور میں) اللہ تعالیٰ نے جو کام لیا اور اس بارے میں ان کا جو حال تھا (جس کی طرف کچھ اشارہ اجلاس کے دعوت نامہ میں بھی کیا گیا ہے) میں مناسب بلکہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر آپ حضرات کے سامنے اس کا کچھ ذکر کروں، میں اس کا عینی شاہد ہوں۔ اس وقت میں اس سلسلہ کی حضرت کی تصانیف اور ان کی علمی عظمت واہمیت کا ذکر نہیں کروں گا۔ اسی طرح حضرت کی توجہ اور فکرمندی سے آپ کے تلامذہ کی جو ایک بڑی تعداد قادیانی فتنہ کے خلاف تحریر وتقریر کے ذریعہ علمی جہاد کے لئے تیار ہو کر میدان میں آ گئی تھی، اس کا بھی ذکر نہیں کروں گا۔ بس چند واقعات ذکر کروں گا جن سے اس فتنہ کے بارے میں حضرت کی شدت احساس اور قلبی اضطراب کا کچھ اندازہ لگایا جاسکے گا۔

میں ۱۳۴۵ھ میں یہاں دورۂ حدیث کا طالب علم تھا۔ یہ اس دارالعلوم میں حضرت کی صدارت تدریس اور درس حدیث کا آخری سال تھا۔ جس دن دورۂ حدیث کے طلبہ کا سالانہ امتحان ختم ہوا اس دن حضرت نے بعد نماز عصر مسجد میں دورہ سے فارغ ہونے والے ہم طلبہ کو خصوصی خطاب فرمایا۔ وہ گویا ہم لوگوں کو حضرت کی آخری وصیت تھی۔ اس میں دوسری اہم باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ ہم نے اپنی عمر کے پورے تیس سال اس میں صرف کئے کہ یہ اطمینان ہو جائے کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ الحمدللہ فیما بیننا وبین اللہ!

اس پر پورا اطمینان ہو گیا کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ اگر کسی مسئلہ کے خلاف کوئی حدیث ہے تو کم از کم اسی درجہ کی حدیث کی تائید اور موافقت میں موجود ہے۔ لیکن اب ہمارا احساس ہے کہ ہم نے اپنا یہ وقت ایسے کام پر صرف کیا جو زیادہ ضروری نہیں تھا۔ جو کام زیادہ

ضروری تھے ہم اس کی طرف توجہ نہیں کر سکے۔اس وقت سب سے زیادہ ضروری کام دین کی اور امت کی فتنوں سے حفاظت ہے۔اس وقت سب سے بڑا فتنہ مغرب (یعنی یورپ) سے آنے والا الحاد اور دہریت کا فتنہ ہے اور ہمارے اس ملک میں اٹھنے والا قادیانیت کا فتنہ ہے جو بلاشبہ فتنۂ ارتداد ہے۔ میں آپ لوگوں کی وصیت کرتا ہوں کہ ان فتنوں سے امت کی اور دین کی حفاظت کے لئے اپنے کو تیار کریں۔ یہ اس وقت کا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔آپ اس کے لئے اردو تقریر وتحریر میں مہارت پیدا کریں اور جن کے لئے انگریزی میں مہارت حاصل کرنے کا امکان ہو وہ انگریزی میں مہارت پیدا کریں۔ملک کے اندر ان فتنوں کا مقابلہ اردو کے ذریعہ کیا جا سکتا ہے اور ملک سے باہر انگریزی کے ذریعہ۔ حضرت الاستاذ قدس سرہ سے یہ ارشاد سنے ساٹھ سال سے زیادہ ہو چکے ہیں۔الفاظ میں تو یقیناً فرق ہوگا لیکن اطمینان ہے کہ حضرت کا پیغام اور ہم لوگوں کو آپ کی وصیت یہی تھی۔

حضرت اپنے خطابات اور تقریروں میں قادیانی فتنہ پر گفتگو فرماتے ہوئے اکثر صدیق اکبرؓ کے اس غیر معمولی حال اور اضطراب کا ذکر فرماتے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد کے فتنوں خاص کر نبوت کے مدعی مسیلمہ کذاب کے فتنہ کے سلسلہ میں آپ پر طاری تھا۔ہم لوگ محسوس کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قادیانی فتنہ کے بارے میں کچھ اسی طرح کا حال ہمارے حضرت استاذ پر طاری فرمادیا ہے۔

یہاں میں فتنۂ قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب ؒ سے متعلق ریاست بہاولپور کے تاریخی مقدمہ کا واقعہ ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ مقدمہ بہاولپور کی ججی کی عدالت میں تھا۔ایک مسلمان خاتون نے دعویٰ کیا تھا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا۔اس نے اپنے کو مسلمان ظاہر کیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے۔اس لئے وہ کافر ہے۔عدالت میرے اس نکاح کو فسخ اور کالعدم قرار دے۔بہاولپور کے علمائے کرام نے اہتمام سے اس مقدمہ کی پیروی کا فیصلہ کیا۔اس سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب ؒ کو بھی دعوت دی گئی کہ وہ تشریف لائیں اور عدالت میں بیان دیں۔اس وقت حضرت مریض اور مرض کی وجہ سے بہت ضعیف ونحیف تھے۔ بالکل اس لائق نہ تھے کہ بہاولپور تک کا طویل سفر فرمائیں۔لیکن آپ نے اسی حال میں تشریف لے جانے کا فیصلہ فرمایا۔(میں نے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میرے پاس کوئی عمل نہیں ہے جس سے نجات کی امید ہو۔شاید اس حال میں یہ سفر ہی میری نجات ومغفرت کا وسیلہ بن جائے) بہرحال

تشریف لے گئے اور جا کر عدالت میں بڑا معرکتہ الآراء بیان دیا۔ دوسرے چند حضرات علمائے کرام کے بھی بیانات ہوئے۔ خاص کر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان نے فاضل جج کو مطمئن کر دیا کہ قادیانی ختم نبوت کے انکار اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج، کافر و مرتد ہیں۔ انہوں نے بہت مفصل فیصلہ لکھا۔ دعویٰ کرنے والی مسلم خاتون کے حق میں ڈگری دی اور نکاح فسخ اور کالعدم قرار دیا۔ فاضل جج کا یہ فیصلہ قریباً ڈیڑھ سو صفحات کی کتاب کی شکل میں اسی زمانہ میں ''فیصلہ مقدمہ بہاولپور'' کے نام سے شائع ہو گیا تھا۔ اس کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس کی بڑی بنیاد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان تھا۔ برطانوی حکومت کے دور میں یہ پہلا عدالتی فیصلہ تھا، جس میں قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔

فتنۂ قادیانیت کے ہی سلسلہ میں ایک واقعہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جلال کا بھی سن لیجئے۔ دورۂ حدیث کے ہمارے ہم سبق طلبہ میں ضلع اعظم گڑھ کے بھی چند حضرات تھے۔ اسی زمانے میں ضلع اعظم گڑھ کے ایک صاحب جو قادیانی تھے سہارنپور میں حکومت کے کسی بڑے عہدے پر آ گئے۔ وہ ایک دن اپنے ہم ضلع اعظم گڑھی طلبہ سے ملنے کے لئے (لیکن فی الحقیقت ان کو جال میں پھانسنے کے لئے) دارالعلوم آئے۔ ان طلبہ نے ان کی اچھی خاطر مدارت کی۔ وہ شکار کے بہانے ان میں سے بعض کو اپنے ساتھ بھی لے گئے جو رات کو دارالعلوم واپس آئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کسی طرح اس واقعہ کی اطلاع ہوگئی۔ حضرت کو ان طلبہ کی اس دینی بے حمیتی سے سخت قلبی اذیت ہوئی۔ ان طلبہ کو اس کا علم ہوا تو ان میں سے ایک سعادت مند طالب علم غالباً معافی مانگنے کے لئے حضرت کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت پر جلال کی کیفیت طاری تھی۔ قریب میں چھڑی رکھی تھی اس سے ان کی خوب پٹائی کی۔ (یہ فاروقی شدت فی امر اللہ کا ظہور تھا) ہمارے وہ ہم سبق طالب علم بڑے خوش اور مسرور تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ ایک غلطی پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے پٹنے کی سعادت ان کو نصیب ہوئی۔ جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہزاروں شاگردوں میں سے غالباً کسی کو نصیب نہ ہوئی ہوگی۔ کیونکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فطری طور پر بہت ہی نرم مزاج تھے۔ ہم نے کبھی ان کو غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔

آخر میں اپنا ایک ذاتی واقعہ ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ میرے اصل آبائی وطن سنبھل سے قریباً ۱۵ میل کے فاصلہ پر ایک موضع ہے۔ اس موضع میں چند دولت مند گھرانے تھے۔ والد ماجد سے ان لوگوں کے تجارتی اور کاروباری تعلقات تھے۔ جس کی وجہ سے ان کی

آمدورفت رہتی تھی۔ میں جب شعبان ۱۳۴۵ھ کے اواخر میں دارالعلوم کی تعلیم سے فارغ ہوکر مکان پہنچا تو میرے بڑے بھائی صاحب نے بتلایا کہ اس موضع والوں کے کوئی رشتہ دار امروہہ میں ہیں جو قادیانی ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ برابر وہاں آتے ہیں اور قادیانیت کی تبلیغ کرتے ہیں اور دعوت دیتے ہیں اور لوگ متاثر ہورہے ہیں اور سنا ہے کہ اس کا خطرہ ہے کہ بعض لوگ قادیانی ہو جائیں۔ میں نے عرض کیا کہ وہاں چلنا چاہئے۔ آپ پروگرام بنایئے! (میرے یہ بھائی صاحب مرحوم عالم تو نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دین کی بڑی فکر عطاء فرمائی تھی) چند روز کے بعد انہوں نے بتلایا کہ معلوم ہوا ہے کہ امروہہ کا وہ قادیانی (جس کا نام عبدالسمیع تھا) فلاں دن وہاں آنے والا ہے۔ بھائی صاحب نے اس سے ایک دن پہلے پہنچنے کا پروگرام بنایا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ ہم اپنے پروگرام کے مطابق پہنچ گئے۔ لوگوں سے ہم نے باتیں کیں تو اندازہ ہوا کہ بعض لوگ بہت متاثر ہو چکے ہیں۔ بس اتنی ہی کسر ہے کہ باقاعدہ ابھی قادیانی نہیں ہوئے ہیں۔ جب ہم نے قادیانیت کے بارے میں ان لوگوں سے گفتگو کی تو انہوں نے کہا کہ امروہہ سے عبدالسمیع صاحب آنے والے ہیں۔ آپ ان کے سامنے یہ باتیں کریں۔ ہم نے کہا کہ یہ تو بہت ہی اچھا ہے۔ ہم ان سے بھی باتیں کریں گے اور ان کو بھی بتلائیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کیسا آدمی تھا اور اس کو نبی ماننا گمراہی کے علاوہ کتنی بڑی حماقت ہے؟ اس گفتگو ہی کے درمیان وہاں کے ایک صاحب نے (جو کچھ پڑھے لکھے اور عبدالسمیع کی باتوں سے زیادہ متاثر تھے) بتلایا کہ وہ تو مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی ؒ سے مناظرہ کر چکا ہے اور امروہہ کے سب بڑے بڑے عالموں سے بحث کر چکا ہے اور سب کو لاجواب کر چکا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ بات سن کر میں بڑی فکر میں پڑ گیا اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی تجربہ کاری اور چرب زبانی سے لوگوں کو متاثر کر لے۔ میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میری مدد اور انجام بخیر فرمائے۔ میں اسی حال میں سو گیا۔ خواب میں حضرت استاذ قدس سرہ کو دیکھا۔ آپ نے کچھ فرمایا جس سے دل میں یہ اعتماد اور یقین پیدا ہو گیا کہ بڑے سے بڑا کوئی قادیانی مناظر آجائے۔ تب بھی میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ حق کو غالب اور اس کو مغلوب فرمائے گا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو الحمدللہ! میرے دل میں وہی یقین واعتماد تھا۔ لیکن امروہہ سے وہ قادیانی عبدالسمیع نہیں آیا۔ ہم نے کہا کہ اب جب بھی وہ آئے تو ہم کو اطلاع دیجیو! ہم انشاءاللہ آئیں گے۔ اس کے بعد ہم نے لوگوں کو بتلایا اور سمجھایا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا یا کسی دعویٰ کرنے والے کو

نبی ماننا صریح کفر وارتداد ہے اور مرزا قادیانی کے بارے میں بتلایا کہ وہ کیسا آدمی تھا؟ ہم بفضلہ تعالیٰ وہاں سے اس اطمینان کے ساتھ واپس ہوئے کہ انشاء اللہ! اب یہاں کے لوگ اس قادیانی کے جال میں نہیں آئیں گے۔ خواب میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دکھایا اس کو میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت اور حضرت شاہ صاحب ؒ کی کرامت سمجھا۔

محترم حضرات! حضرت شاہ صاحب ؒ کے چند واقعات تو میں نے صرف اس لئے بیان کئے کہ اس دارالعلوم کے اکابر میں اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کے تحفظ کا اور قادیانی فتنہ کے خلاف جہاد کا (جو اس اجلاس کا خاص موضوع ہے) سب سے زیادہ کام انہی سے لیا۔ ورنہ میں تاریخی تسلسل کی روشنی میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے اس سلسلہ مجددی وولی للہی اور سلسلہ قاسمی وگنگوہی کی ایک خصوصیت بتوفیق خداوندی ہر قسم کے فتنوں اور ہر قسم کی تحریف سے دین اور امت کی حفاظت اور اس سلسلہ میں پوری بیداری، ہوشیاری اور صلابت وصراحت رہی ہے۔ ہمیں اس کی فکر ہونی چاہئے کہ یہ مزاج اپنی تمام تر خصوصیات کے ساتھ زندہ اور قائم رہے اور ہماری ان نسلوں کو منتقل ہو جو ہمارے مدارس میں تیار ہو رہی ہیں۔

میں اس موقع پر آپ حضرات سے اپنا یہ احساس کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ وقت کا بہت اہم مسئلہ یہ ہے کہ امت کے عوام ہی میں نہیں بلکہ ان میں بھی جن کو خواص سمجھا جاتا ہے ایک بڑی تعداد ہے جو دین کے بنیادی عقاید وحقائق کے بارے میں بھی، تسامح، تساہل اور چشم پوشی کے رویہ کو اچھے اچھے نام دے کر اختیار کرتی جارہی ہے۔ خطرہ یہ ہے کہ وہ ایمانی غیرت وحمیت اور وہ دینی حس جو اکثر بڑے بڑے فتنوں کے مقابلہ میں محافظین دین کی مددگار رہی ہے کہیں وہ اتنی مضمحل نہ ہو جائے کہ پھر اس کے بعد آپ کو دو طرفہ کام کرنا پڑے۔ ایک طرف تو آپ کو ان فتنوں کا مقابلہ کرنا پڑے اور دوسری طرف امت کو بلکہ ان کے خواص کو اس بات پر مطمئن کرنے پر اپنی توانائی صرف کرنی پڑے کہ عقیدہ اور دین پر کسی اور شئے کو مقدم کرنا ہمارے دین کے خلاف ہے۔

اگر یہ اجلاس ختم نبوت کے خلاف ہونے والی صریح اور پوشیدہ بغاوتوں اور اسی طرح دوسرے فتنوں کے مقابلہ کے لئے اپنے اکابر واسلاف کی روایات کو زندہ کرنے کی کوشش کا نقطۂ آغاز بن جائے اور مدارس کے فضلاء کی ایسی جامع تربیت کا ایک پروگرام شروع کرنے کا فیصلہ کر دے جس کے ذریعہ انہیں دین کی حفاظت اور فتنوں کے مقابلہ کے لئے تیار کیا جائے تو میرے خیال میں یہ اجلاس کی افادیت کا ایک عملی ثبوت ہوگا۔ آخری کلمہ اللہ کی حمد وثناء اور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر درود وسلام ہے۔

''اللھم انصر من نصر دین محمد ﷺ واجعلنا واخذل من خذل دین محمد ﷺ ولا تجعلنا منھم''

ایک مناظرہ کی ادھوری رپورٹ

قادیانیوں سے کسی مناظرے کی روداد ہمیں الفرقان میں نہیں ملتی۔ اگرچہ قادیانیت کے خلاف مضامین نکلتے رہے۔ بظاہر اس گروہ سے آپ کا کوئی مناظرہ الفرقان کے دور میں نہیں ہوا۔ البتہ الفرقان ہی کی فائل سے معلوم ہوتا ہے کہ الفرقان کے اجراء سے قبل ۱۹۲۸ء میں جو کہ امروہہ میں آپ کی مدرسی کا یہ پہلا سال تھا ایک ایسے مناظرے کا اتفاق حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی ؒ اور حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری ؒ کی معیت میں پیش آیا تھا۔ اس کا تذکرہ ہمیں اپریل ۱۹۸۰ء کے الفرقان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی ؒ کی وفات پر لکھے گئے۔ آپ کے تعزیتی مضمون میں ملتا ہے، تحریر فرمایا گیا ہے کہ:

''غالباً ۱۹۲۸ء کا کوئی مہینہ تھا کہ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی ؒ اچانک بغیر کسی اطلاع کے امروہہ تشریف لائے۔ کسی نے مجھے اطلاع دی اور بتلایا کہ تم سے ابھی ملنا چاہتے ہیں۔ میں خود فوراً ہی حاضر خدمت ہوگیا۔ فرمایا کہ اس وقت صرف تم کو ساتھ لینے کے لئے راستے میں ٹرین سے اترا ہوں۔ ضلع میرٹھ میں کوئی قصبہ انچولی ہے۔ وہاں قادیانیوں سے مناظرہ طے ہوگیا ہے۔ اس مناظرے نے بڑی اہمیت حاصل کرلی ہے۔ معلوم ہوا ہے کچھ لوگوں کے قادیانی ہوجانے کا خطرہ ہے۔ ایک صاحب جو مولانا کے ساتھ تھے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کل ہی مجھے لینے کے لئے انچولی سے لکھنؤ پہنچے تھے۔ میری طبیعت کئی دن سے خراب چل رہی تھی۔ لیکن میں نے پہنچنا ضروری سمجھا اور یہ طے کرلیا کہ امروہہ سے تم کو ساتھ لے لوں گا۔ اب پہلی ٹرین سے تم کو میرے ساتھ میرٹھ چلنا ہے۔ ممکن ہے مناظرہ تمہیں کو کرنا ہو۔ الغرض ہم لوگ میرٹھ کے لئے روانہ ہوگئے۔ وہاں سے رات کے وقت انچولی پہنچے۔ معلوم ہوا کہ دیوبند سے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب ؒ اور مولانا محمد شفیع صاحب ؒ اور کچھ اور حضرات بھی ہم سے پہلے تشریف لاچکے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مناظرہ تین دن ہوگا۔ پہلے دن مسئلہ ختم نبوت اور دوسرے تیسرے دن صدق وکذب مرزا پر جس میں پہلے دن قادیانی مناظر مدعی ہوگا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت ومسیحیت کی صداقت ثابت کرنے کی کوشش کرے گا اور دوسرے دن مسلمانوں کا نمائندہ مناظر مدعی ہوگا اور مرزا قادیانی کا کذاب ہونا ثابت کرے

گا۔ معلوم ہوا کہ مناظرے کے یہ موضوعات اور یہ ترتیب فریقین کے مقامی لوگوں نے پہلے سے طے کر رکھی ہے۔

مشورے سے طے ہوا کہ پہلے دن مسئلہ ختم نبوت پر مناظرہ مجھے کرنا ہوگا۔ دوسرے دن حضرت مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور آخری دن حضرت مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ مناظرہ فرمائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مناظرے میں ایک ایسے معاون کا وجود بہت مفید ہوتا ہے جس کی زیر بحث مسئلہ کے مالہ وما علیہ پر خود بھی پوری نظر ہو اور حسب ضرورت وموقع کتابوں کے حوالے نکال کر مناظر کو دیتا رہے اور خود مناظر کو کتابوں سے حوالے نکالنے کا کام نہ کرنا پڑے۔ اس مناظرے میں یہ مدد مجھے جیسی مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ سے ملی، کبھی کسی مناظرے میں کسی سے ایسی مدد نہیں مل سکی۔ معلوم ہوتا تھا کہ ختم نبوت کے موضوع کے متعلق مجھے جن حوالوں کی ضرورت پڑ سکتی تھی وہ مفتی صاحب کو گویا حفظ تھے۔"

مفتی صاحب کی اس مدد کی کچھ تفصیل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"اس مناظرے میں مناظر تو میں ہی تھا لیکن مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے گویا "روح القدس" بنادیا تھا۔"

اس حوالے کی بدولت قادیانیوں سے آپ کے ایک مناظرے کا علم ہمیں ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کی کوئی مفصل روداد دستیاب نہیں۔ اس لئے کہ یہ الفرقان کے اجراء کے بہت پہلے کا ہے۔ (الفرقان کا بانی الفرقان خاص نمبر ۱۹۹۸ء ص ۶۱۴، ۶۱۵)

رد قادیانیت پر آپ کے چار رسائل ہمیں دستیاب ہوئے:

۱...... "قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ"

اس کا خود حضرت المصنف مولانا محمد منظور نعمانی نے یہ تعارف لکھا ہے:

جنوری ۱۹۵۳ء میں اس عاجز کو کانپور میں ایک نجی مجلس میں قادیانیت پر ایک گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ جس میں، میں نے صرف یہی بتلایا تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو جانچنے کا اور قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا اور آسان راستہ کیا ہے؟ جس سے ہر عامی سے عامی بھی ان کو جانچ پرکھ سکے۔

جب یہ گفتگو قلمبند ہو کر ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں شائع ہوئی تو بکثرت خطوط آئے کہ اس کو مستقل رسالہ کی شکل میں بھی شائع کیا جائے۔ بمبئی کے ایک تبلیغی ادارے کی طرف سے خصوصیت سے اس کا سخت تقاضا کیا گیا اور اس کے سیکرٹری صاحب نے بار بار لکھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو

جزائے خیر دے۔ دراصل انہی کے مسلسل تقاضوں نے اس پر آمادہ کیا۔ ورنہ بالکل ارادہ نہ تھا۔ بہرحال اب اس رسالہ کی شکل میں اس کو شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ اس کے مطالعہ کے وقت ناظرین کو یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ پہلے یہ گفتگو ماہنامہ الفرقان میں شائع ہوئی تھی اور اسی کو بعینہ اس رسالہ کی شکل میں طبع کرایا گیا ہے۔

اس گفتگو کے لب ولہجہ میں بھی ناظرین کو بعض مقامات پر شاید کچھ غیر متوقع قسم کی سختی محسوس ہو۔ لیکن اس کے لئے یہ عاجز کسی معذرت کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی اوران کی امت کے بارہ میں وہ جانتا ہے جو یہ عاجز جانتا ہے اس کی گفتگو میں اگران لوگوں کے بارہ میں سختی ہو جائے تو دوسروں کو اسے معذور سمجھنا چاہئے۔ بہرحال ایک مختصر نجی مجلس میں جس میں غالباً دس بارہ حضرات ہوں گے۔ اس موضوع پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اس موقع پر قادیانیت کے متعلق ایک اصولی گفتگو کروں اوراس تحریک کے بارہ میں غور کرنے کا میرے نزدیک جو صحیح، سیدھا اور آسان راستہ ہے۔ بس اسی کو اس موقع پر پیش کروں۔ اس مقصد کے لئے میں نے خود مرزا غلام احمد قادیانی کی دو چار کتابوں کا ساتھ رکھ لینا کافی سمجھا تھا اور وہ میرے ساتھ تھیں۔

جو گفتگو اس عاجز نے اس مجلس میں کی وہ بحث ومناظر کے طرز کی نہ تھی اوراس کی نوعیت وعظ وتقریر کی بھی نہ تھی۔ بلکہ ایک مجلسی گفتگو تھی جس کا مقصد جیسا کہ عرض کیا صرف یہی تھا کہ جو لوگ قادیانیت کے بارہ میں غور کرنا چاہیں ان کے سامنے صحیح طریقہ اور سیدھا راستہ آجائے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا فضل ہے کہ اس نے قادیانیت کی حقیقت اور قادیانیوں کی گمراہی کو سمجھنا ہر اس شخص کے لئے بڑا آسان کردیا ہے جو نیک نیتی اور ایمان داری سے سمجھنا چاہے اوراس کے لئے صحیح اور سیدھا راستہ بھی اختیار کرے۔ نہ اس کے لئے بڑے علم کی ضرورت ہے نہ بڑی ذہانت کی۔ بلکہ معمولی سے معمولی عقل رکھنے والا آدمی بھی اگر سمجھنا چاہے تو بفضلہ تعالیٰ خوب سمجھ سکتا ہے۔

۲...... ''قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟''

قادیانیوں اور قادیانیت سے متعلق حضرت مولانا محمد منظور نعمانی ؒ مدیر الفرقان لکھنؤ کے ان تین مضامین اور مقالات کا مجموعہ ہے۔ جن میں اس کا خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ جو کچھ لکھا جائے ایسے عام فہم پیرایہ میں لکھا جائے کہ معمولی پڑھے لکھے لوگ بھی آسانی سے سمجھ سکیں اوران مسائل کے بارے میں جن پر ان مضامین میں گفتگو کی گئی ہے۔ اطمینان حاصل کرسکیں۔

پہلا مضمون ''اسلام اور قادیانیت'' اگست ۱۹۷۴ء میں الفرقان کے افتتاحیہ کے طور پر

اس وقت لکھا گیا تھا۔ جب پاکستان کے ہر طبقہ اور مکتب خیال کے علماء، عوام ایک عوامی تحریک کی شکل میں وہاں کی حکومت سے مطالبہ کر رہے تھے کہ قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے اور ہندوستان میں خاص کر غیر مسلموں کے اخبارات اس کے خلاف آواز اٹھا رہے تھے اور بعض ایسے لوگ بھی مخالفانہ بیانات دے رہے تھے۔ جو اگرچہ مسلمان گھرانوں میں پیدا ہوئے۔ لیکن اسلام کی حقیقت اور اس کے حدود سے وہ اتنے ہی ناواقف ہیں جتنے کہ عام پڑھے لکھے غیر مسلم۔ حضرت مولانا منظور نعمانی ؒ نے ان سب حضرات کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے اس وقت یہ مختصر مضمون لکھا تھا اور اسلام کی حقیقت اور حدود واضح کر کے یہ دکھلایا تھا کہ قادیانیت اور اسلام ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔

دوسرا مضمون ''قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟'' اس وقت لکھا گیا جب پاکستان کی قومی اسمبلی نے ستمبر ۱۹۷۴ء میں متفقہ طور پر ایک دستوری ترمیم کے ذریعہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اس مضمون میں اسی مسئلہ پر اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے کہ کسی کے لئے شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی اور مسئلہ آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو گیا۔

تیسرا مضمون ہے ''قادیانی اور ایک دانشور طبقہ'' یہ دراصل ایک مضمون کا تنقیدی جائزہ اور جواب ہے۔ جو دہلی سے شائع ہونے والے ماہنامہ ''شبستان'' میں شائع ہوا تھا اور اسی کے حوالہ سے قادیانیوں کے مختلف اخبارات ورسائل میں نقل ہوا تھا۔ اس میں قادیانیوں کو مسلمان قرار دیئے جانے کی بڑے گمراہ کن انداز میں وکالت کی گئی تھی۔ مولانا نعمانی ؒ نے اپنے اس جوابی مضمون میں گویا دن کی روشنی میں دکھلا دیا ہے کہ قادیانیوں کی وکالت میں جو کچھ ''شبستان'' والے مضمون میں لکھا گیا ہے وہ جہالت اور آبلہ فریبی کا شاہکار ہے۔

۳...... ''مسئلہ نزول مسیح وحیات مسیح''

ماہنامہ شبستان دہلی میں جو مضمون قادیانیوں کی وکالت میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں مسئلہ نزول مسیح وحیات مسیح پر بھی کلام کیا گیا تھا اور اس بارہ میں بڑے پرفریب طریقہ پر قادیانی نقطۂ نظر کی حمایت کی گئی تھی اس بحث کے بعض اہم نکات پر بھرپور تنقید تو اس جوابی مضمون میں کر دی گئی تھی۔ لیکن حضرت مولانا نعمانی ؒ نے اس مسئلہ پر بعد میں ایک مستقل مضمون بھی سپرد قلم فرمایا اور اس میں بھی اس کی پوری کوشش کی کہ جو کچھ لکھا جائے وہ دو اور دو چار کی طرح دل میں اتر جانے والا اور کم تعلیم یافتہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ سب کے لئے تشفی بخش ہو۔ اس میں پہلے ایک تمہیدی حصہ ہے۔ جس میں بتلایا گیا ہے کہ قادیانی متکلمین اس مسئلہ کو کس مقصد سے اٹھاتے ہیں اور عقل

وفلسفہ کے نام پر جو مغالطے وہ اس مسئلہ میں دیتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے بعد واضح دلائل کی روشنی میں دکھلایا گیا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ اور قرآن پاک پر ایمان رکھتا ہو۔ اس کے لئے حیات مسیح اور نزول مسیح کے مسئلہ میں شک وشبہ کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے اور عہد نبوت سے اب تک اس مسئلہ پر امت محمدیہ کا اجماع رہا ہے۔

مسئلہ نزول مسیح اور قادیانیوں کی چال

جیسا کہ ہر واقف اور باخبر کو معلوم ہے۔ مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان اصل اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور سے لے کر اس وقت تک امت مسلمہ کا یہ عقیدہ اور ایمان رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے اور اسی طرح جو کوئی اس کو نبی مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے۔ صدیق اکبرؓ کی خلافت سے لے کر اب تک کی ساری اسلامی حکومتوں کا عمل بھی اسی کے مطابق رہا۔ الغرض یہ امت کا اجماعی عقیدہ اور اسلامی حکومتوں کا مسلسل دستور العمل رہا ہے اور چونکہ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے کو اسی طرح کا اور اسی معنی میں نبی ورسول بتایا ہے۔ جس طرح کے اور جس معنی میں اگلے پیغمبر نبی ورسول تھے اور اپنے نہ ماننے والوں کو اسی طرح کا کافر قرار دیا ہے۔ جس طرح اگلے پیغمبروں کے اور رسول اللہ ﷺ کے منکر کافر قرار دیئے گئے ہیں۔ اس لئے مسلمان، مرزا قادیانی کو اور ان کے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

۴...... ''کفر واسلام کے حدود اور قادیانیت''

یہ کتابچہ دراصل دو مقالوں کا مجموعہ ہے۔ جن میں پوری تحقیق اور تنقیح کے ساتھ اسلام اور کفر کے حدود اور ان کا معیار واضح کر کے محکم استدلال کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد شرعی معنی میں نبی ورسول ہونے کا دعویٰ کرے اور جو اس کے دعوے کو قبول کر کے اس کو نبی ورسول مانے۔ شریعت اسلام میں اس کو مسلمان ماننے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ قادیانی لٹریچر کے بیسیوں ناقابل تاویل وتردید حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ قادیانی فرقہ مرزا غلام احمد قادیانی کو شرعی معنی میں نبی ورسول مانتا ہے اور ان پر ایمان لانے کو نجات کی شرط قرار دیتا ہے اور ان کے دعوائے نبوت کی تکذیب کرنے والے دنیا بھر کے مسلمانوں کو یہود ونصاریٰ کی طرح کافر کہتا ہے۔

یہ چاروں رسائل وکتب احتساب قادیانیت کی جلد ۱۸ میں آ گئے ہیں۔ فلحمدللہ!

(۸۶۹)

منور احمد ملک (جہلم)، جناب پروفیسر

گجر خان ضلع راولپنڈی گورنمنٹ کالج کے پروفیسر منور احمد ملک صاحب پیدائشی قادیانی تھے۔ آپ محمود آباد ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔ قریباً پینتیس سال قادیانیت میں گزارے۔ قادیانی جماعت کے کئی عہدوں پر کام کرتے رہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو توفیق بخشی۔ آپ قادیانیت ترک کر کے علی الاعلان مسلمان ہوگئے۔ محمود آباد جہلم میں آپ کے خاندان کے دیگر کئی افراد نے قبول اسلام کا اعلان کیا۔ آپ نے محمود آباد جہلم میں مسجد و مدرسہ کے لئے جگہ وقف کی۔ جامعہ حنفیہ جہلم جو ہمارے مخدوم حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد ہے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادہ قاری خبیب احمد عمر رحمۃ اللہ علیہ اور اب حضرت جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور حضرت قاری صاحب کے صاحبزادہ مولانا قاری محمد ابوبکر صدیق صاحب جامعہ حنفیہ کے مہتمم ہیں۔ جامعہ حنفیہ جہلم کے تحت محمود آباد جہلم کی اس جگہ پر جامع مسجد ختم نبوت اور مدرسہ خلفاء راشدین قائم ہیں۔ جو تبلیغ و ترویج اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ جناب پروفیسر منور احمد ملک نے کھڑے پانی میں جو پتھر پھینکا تھا اس کی ایسی لہریں اٹھیں کہ محمود آباد جہلم میں کئی قادیانی گھرانے مسلمان ہوگئے۔ جناب پروفیسر منور احمد ملک نے قادیانی حضرات کی خیر خواہی و چشم کشائی کے لئے قادیانی جماعت کے حالات واقعی پر مسلسل مضمون تحریر کئے۔ ان میں سے جو مضمون فقیر کو ملے وہ احتساب قادیانیت جلد ۴۳ میں شریک اشاعت ہیں۔ یہ مضامین بہت ہی اہم ہیں۔ ان مضامین کے عنوانات کی فہرست پر نظر دوڑائیں تو آپ عش عش کر اٹھیں گے۔ پروفیسر صاحب نے جنوری ۱۹۹۹ء کے رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ کے جمعۃ الوداع پر حضرت قاری خبیب احمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔

(۸۷۰)

منیر احمد رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، جناب قاری محمد

(وفات: ۲۸ ستمبر ۲۰۱۵ء)

مولانا قاری منیر احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ ان کے دادا مرحوم میاں محمد دین بھٹی مرحوم نے

وصیت فرمائی تھی کہ محمد منیر احمد ﷫ کو حافظ قرآن بنانا ہے۔ مقدر نے یاوری کی اور محمد منیر احمد ﷫ نے جامعہ عثمانیہ پونڈانوالہ چوک گوجرانوالہ میں مولانا قاری عبدالقدوس عابد مرحوم سابق نائب امیر عالمی مجلس کی نگرانی وتوجہ سے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ بعدہ جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر ﷫، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی ﷫ سے فیض وتوجہ پائی۔ یہاں انہیں مجلس احرار اسلام مغربی پاکستان کے امیر مولانا مفتی عبدالواحد ﷫، حضرت مولانا عبدالقیوم ہزاروی ﷫، حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ گورمانی مدظلہ اور مولانا زاہد الراشدی مدظلہ سے اکتساب فیض کا موقع بھی ملا۔ مولانا قاری منیر احمد قادری مرحوم کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا عبیداللہ انور ﷫ سے تھا۔

آپ کو مرکزی جامع مسجد فضل فیروز والا روڈ گوجرانوالہ کا امام وخطیب بنا کر حضرت مولانا قاری عبدالقدوس عابد مرحوم نے بھیجا اور آپ آخری دم تک یہ خدمت سرانجام دیتے اور لوگوں کے عقائد واعمال کی اصلاح میں مصروف رہے۔ آپ نے اسی مسجد میں قرآن مجید کو ترجمہ و تفسیر سے سات دفعہ مکمل کیا۔ آپ کئی سال تک جامعہ عثمانیہ پونڈانوالہ چوک کے ناظم رہے اور ہزاروں لوگ آپ سے فیض یاب ہوگئے۔ علاقہ ہی نہیں بلکہ ملک بھر میں آپ سے عقیدت ولگاؤ رکھنے والوں کا ایک حلقہ ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین ہی نہیں بلکہ کارکنوں کے لئے فرش راہ رہتے۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی ختم نبوت تحریکوں میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ ۲۰۰۸ء سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلعی نائب امیر رہے۔ آپ جمعیۃ علمائے اسلام میں بھی سرگرم رہے۔ ضلع کے نائب امیر، سٹی امیر، ضلعی اور صوبائی شوریٰ کے رکن رہے۔

(۸۷۱)

موسیٰ خان۔ خانؔ، پادری

جناب موسیٰ خان۔ خانؔ نے قادیانیوں اور مسیحیوں کے درمیان سیالکوٹ میں مباحثہ کی کارروائی قلمبند کی۔ یہ ستمبر ۱۹۲۴ء میں زیر تجویز مباحثہ کی کارروائی ہے۔ اس کارروائی کی روئیداد کا نام ''کیفیت مباحثہ سیالکوٹ'' ہے۔ جس کے ترتیب دینے والے جناب موسیٰ خان مسیحی نے ٹائٹل پر یہ تعارف قلمبند کیا۔

''مشہور ومعروف قادیانی مبلغ ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب کے مسیحیوں سے مباحثہ

کرنے کے لئے سیالکوٹ جائے''نبوت مرزائے قادیانی'' پر بحث سے کترانے اور مسیح ناصری کے سامنے مسیح قادیانی کو لانے سے شرماتے اور مسیحی مناظرین پادری سلطان محمد خان اور پادری عبدالحق صاحبان کے سامنے نہ آنے اور فریقین کے درمیان پرلطف اور قابل دید خط وکتابت کی مفصل کیفیت جسے ایم.کے خان، مہاں سنگھ باغ لاہور نے شائع کیا۔۱۹۲۵ء'' ۹۰سال بعد محاسبہ قادیانیت جلد۲ میں شائع کیا گیا۔

(۸۷۲)

موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ (لودھراں)، مولانا محمد

(ولادت:۲۰رجولائی ۱۹۲۹ء وفات:۲۶رفروری ۲۰۰۳ء)

لودھراں شہر کسی زمانہ میں ملتان کی تحصیل ہوا کرتا تھا، آج خود ضلع ہے۔لودھراں شہر میں حضرت مولانا محمد موسیٰ مرحوم ہوتے تھے۔مولانا محمد موسیٰ بن محمد حسین بن حاجی محمد بن میاں پیرن بن مولانا غلام حسین بن حافظ نور محمد۔حافظ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈھوری اڈہ ضلع لیہ کے رہائشی تھے۔وہاں ہی آپ کا مزار مبارک بھی ہے۔ان کے بیٹے مولانا غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ سے بہاولپور آگئے۔یہاں نواب آف بہاولپور کے خدام خاص میں شمار ہوتے تھے۔آپ کی قبر مبارک ملوک شاہ قبرستان بہاولپور میں ہے۔نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ایک مربعہ زمین دی تھی جو دریا برد ہوگئی تو ان کے بیٹے میاں پیرن لودھراں آگئے۔لودھراں، بہاولپور ایک دوسرے کے ہمسایہ شہر ہیں۔صرف درمیان میں دریائے ستلج ہے۔جس کا پانی ایوب خان نے ایسے سمجھدار فوجی حکمران نے انڈیا کو فروخت کر کے ریاست بہاولپور کے زرعی علاقہ کو بھی ریگستان میں تبدیل کر دیا۔میاں پیرن کے بیٹے حاجی محمد ان کے بیٹے محمد حسین ان کے بیٹے مولانا محمد موسیٰ ہمارے ممدوح ہیں۔ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی مولانا محمد حسین صاحب سے حاصل کی۔دورہ حدیث شریف جامعہ خیرالمدارس ملتان سے کیا۔آپ کے اساتذہ میں مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد شریف کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد عبداللہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ایسے اکابر تھے۔مولانا محمد موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لودھراں میں مدرسہ خیرالعلوم قائم کیا اور لودھراں میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی داغ بیل ڈالی۔یہ ۱۹۵۸ء کی بات ہے۔

تب مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرپرست حضرت مولانا سید بشیر احمد شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ امیر حافظ غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ، ناظم اعلیٰ مولانا محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ، خازن صوفی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے۔ تب سے لے کر وفات تک لودھراں میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے جھنڈا کو حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بلند کئے رکھا۔ مولانا محمد موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی جفاکش عالم دین تھے۔ دین اسلام کی سربلندی کے لئے ہر باطل سے ٹکرانا آپ کا شیوہ تھا۔ قادیانیت کے خلاف اللہ رب العزت کی بے نیام تلوار تھے۔ قادیانی کتب پر بھرپور عبور تھا۔ جہاں قادیانیت سر نکالتی، یہ قادیانی کتب سائیکل پر رکھتے اور وہاں جا نمودار ہوتے۔ مولانا محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ واقعتاً لودھراں میں قادیانیت کے فرعون کے سامنے لکل فرعون موسیٰ کا مصداق تھے۔ لودھراں کے قرب وجوار میں مولانا عبدالرحیم اشعر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خدا بخش شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی محمد اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ کو بلوا کر ختم نبوت کی صداؤں کو بلند کرتے تھے۔ آپ نے جمعیۃ علماء اسلام کے قیام اور اس کے پروگرام کو آگے بڑھانے میں یادگار اسلاف حضرت مولانا سید بشیر احمد شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے دست وبازو کے طور پر مثالی خدمات سرانجام دیں۔ غرض ایک مخلص عالم دین میں جو خوبیاں ہونی چاہئے تھیں وہ آپ میں علیٰ وجہ الاتم موجود تھیں۔ مولانا محمد موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چار رسائل اور دو اشتہارات رد قادیانیت پر ہمیں میسر آئے جن کے نام یہ ہیں:

۱...... ''لودھراں شہر میں مرزائیوں کی یلغار اور مسلمانان لودھراں کی فریاد''

۲...... ''فرقہ غلام احمدی (مرزائیت) کی حقیقت''

۳...... ''مقام محمدیت اور دجل مرزائیت''

۴...... ''خاتم الانبیاء کی عدالت میں مرزا غلام احمد کو سزا اور حقیقت''

۵...... ''آنجہانی مرزا قادیانی، کرشن تھا یا دجال؟ (اشتہار)''

۶...... ''آنجہانی مرزا قادیانی، مرد تھا یا عورت؟ (اشتہار)''

یہ چار رسائل اور دو اشتہار حضرت مولانا مرحوم کے رشحات قلم فقیر کو دستیاب ہوئے۔ جو احتساب قادیانیت کی جلد ۴۴ میں شامل کئے گئے۔ فلحمدللہ!

(۸۷۳)

مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ (جھاوریاں)، مولانا

جھاوریاں ضلع سرگودھا کی قدیم جامع مسجد میں حضرت مولانا مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے۔ آپ نے اس مسجد اور اس کے ساتھ مدرسہ کی رونقوں اور تعلیم وتربیت سے خوب علاقہ کو مسحور کیا۔ مولانا مولا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی قابل فاضل مدرس اور کمال درجہ کے کتابی استاذ تھے۔ علاقہ بھر سے طالبعلم آپ کے پاس پڑھنے کے لئے آتے اور خوب فیض یاب ہوتے۔ بسطة فی العلم و الجسم کا مصداق تھے۔ بہت ہی حق گو اور بہادر انسان تھے۔ آپ نے علم اور علماء کی شان کو اس علاقہ میں قائم کر کے دکھا دیا تھا۔ صحیح معنوں میں عالم ربانی اور عقیدۂ ختم نبوت کے لئے دن رات دل درمند رکھنے والے تھے۔

(۸۷۴)

مولا بخش کشتہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، جناب

(ولادت:۱۸۷۶ء وفات:۱۹/جون ۱۹۵۵ء)

مارچ ۱۹۲۱ء میں قادیان میں جلسہ عام منعقد ہوا۔ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ صدر جلسہ تھے۔ مہمان خصوصی شیخ الاسلام مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاری محمد طیب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاری محمد طاہر دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بابو پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ ایسے اکابر کے بیانات ہوئے۔ تین دن جلسہ قادیان کی بستی میں ہوا۔ اس کا آنکھوں دیکھا حال معروف جرنلسٹ جناب منشی مولا بخش کشتہ رحمۃ اللہ علیہ نے قلمبند کیا۔ اس کا نام:

''فتح اسلام، جلسہ اسلامیہ قادیان کی روئیداد'' پڑھئے اور دعاؤں میں یاد فرمائیے کہ کیسی کیسی نایاب چیزیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دستیاب ہوئیں اور یہ احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شامل اشاعت ہے۔ اس رسالہ کے مصنف جناب مولانا بخش کشتہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ پنجابی زبان کے

پہلے صاحب دیوان (مطبوعہ) شاعر تھے۔ آپ کے پانچ عدد مجموعہ کلام کا ''وفیات ناموران پاکستان'' کے ص۸۶۱ پر تذکرہ ہے۔ مصنف جناب خلیفہ قمر کے تلمیذ تھے اور خود پنجابی زبان کے خادم تھے۔ قادیانیوں کو آڑے ہاتھوں لیتے تھے۔

(۸۷۵)

مہر الدین رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، مولانا

(ولادت: ۱۸۸۰ء ...... وفات: ۱۸/اگست ۱۹۶۸ء)

بریلوی مکتب فکر کے نامور عالم دین، مصنف وگرامی قدر مدرس تھے۔ یہ مولانا دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ دارالعلوم حزب الاحناف کے صدر مدرس وشیخ الحدیث رہے۔ آپ نے رد قادیانیت پر کتاب بنام: ''حیات عیسیٰ علیہ السلام'' تحریر فرمائی۔ اس کتاب میں قرآن وحدیث، اجماع امت، لغت کے حوالہ سے نیز آئمہ محدثین، آئمہ فقہاء کے اقوال سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے مسئلہ کو مبرہن کیا گیا ہے۔ ہم نے اس کتاب کو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۶ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۸۷۶)

مہر دین انصاری کلانوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب

مولوی مہر دین انصاری رحمۃ اللہ علیہ کلانور کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد لال دین عرف لالہ انصاری کلانور سے قادیان آئے۔ یہ آتش بازی اور پارچہ بافی کا کام کرتے تھے۔ ان کا وسیع کاروبار تھا۔ کئی کاریگر اس شعبہ کے ان کے ہاں ملازم تھے۔ ان کے صاحبزادہ مہر دین نے تعلیم حاصل کی اور پھر اپنے آبائی پیشہ سے منسلک ہوئے۔ یہ قادیان میں رہائش پذیر ہونے کے باعث قادیانیت اور قادیانی قیادت کی رگ رگ سے باخبر تھے۔ احرار رہنما ماسٹر تاج دین انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ''قادیان کا تاریخی مسلمان'' قرار دیا ہے۔ وہ صرف قادیان نہیں بلکہ قرب وجوار میں بھی جلسے کراتا اور قادیانیوں کے عقائد باطلہ کو للکارتا تھا۔ قادیانی اس سے اتنے تنگ تھے کہ ان کے نام سے بھی کوسوں بھاگتے تھے۔ مرحوم قادیان میں فوت ہوئے۔ مسلمانوں کے قبرستان میں سڑک کے کنارے دفن ہونے کی وصیت کی تاکہ یہاں سے قادیانی گزریں تو ان کی

قبر مبارک پر نام پڑھ کر جل بھن جائیں۔ چنانچہ انہیں ایسے دفن کیا گیا جیسے ان کی وصیت تھی اور وہ اسی جذبہ کے تحت قیامت کے دن قادیان سے اٹھیں گے۔ حق تعالیٰ ان پر اپنی رحمتوں کا سایہ قائم ودائم رکھیں۔ آمین!

(۸۷۷)

مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر

(پیدائش: ۱۸۳۹ء ...... وفات: ۱۱ر مئی ۱۹۳۷ء)

نام ونسب

قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف کا سلسلہ پچیس واسطوں سے قطب عالم حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ المعروف ''حضرت غوث اعظم'' اور چھتیس واسطوں سے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کے اجداد کرام بغداد سے ہجرت کر کے ہندوستان کے صوبہ بنگال تشریف لائے تھے۔ آپ کے والد محترم حضرت سید پیر نذر الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد پیر سید روشن دین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کچھ اقرباء کے ہمراہ زیارت حرمین کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر قصبہ گولڑہ جو اس وقت پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کی حدود میں شامل ہے۔ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ بعد میں اپنے دیگر اہل خانہ کو بھی یہیں بلوالیا۔

ولادت

حضرت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ یکم ر رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ (۱۸۳۹ء) بروز سوموار پیدا ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب ہندوستان پر انگریزی استبداد کا مکمل قبضہ ہو چکا تھا۔ سلطنت مغلیہ ہمیشہ کے لئے دم توڑ چکی تھی اور برصغیر کے نامی گرامی علماء یا تو قید وبند کی صعوبتوں سے گزر رہے تھے، یا عالم آخرت سدھار گئے تھے اور یا ہجرت کر کے برصغیر سے رخصت ہو چکے تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے متعلق آپ کے خاندان میں پہلے سے بشارتیں چلی آ رہی تھیں۔ آپ کی پیدائش سے پہلے ایک مجذوب نے آپ کے گھر آ کر آپ کے والد کو آپ کی رفعت اور خوش بختی کی خوشخبری دی تھی۔ آپ نے اپنی خودنوشتہ حالات میں خود

لکھا ہے کہ بچپن میں مجھے آبادی سے ایک گونہ وحشت اور ویرانوں میں جی لگنے کا احساس ہوتا تھا۔ میں اتنا چھوٹا تھا کہ گھر کے دروازے والی زنجیر تک میرا ہاتھ نہ پہنچتا تھا۔ لیکن رات کو جب والدین سو جاتے تو میں کسی چیز کا سہارا لے کر اسے کھولتا اور باہر نکل جاتا۔ رات کا اکثر حصہ سامنے والے پہاڑی نالہ کے کھڈوں اور جھاڑیوں میں گزارتا۔ مجھے تنہائی سے ناقابل بیان حد تک انس ہو گیا تھا۔

''سیف چشتیائی'' میں آپ کے حوالے سے منقول ہے کہ: ''سات برس کی عمر میں خواب میں شیطان سے میری کشتی ہوئی۔ شیطان نے مجھے کہا آؤ میرے ساتھ کشتی لڑو۔ کافی دیر قوت آزمائی کے بعد آخر کار میں نے اسے ہرا دیا۔''

تعلیم و تعلم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر اور نواحی علاقہ بھوئی وغیرہ میں حاصل کی۔ قرآن پاک کی تعلیم کے وقت آپ کی عمر اتنی کم تھی کہ خادم اٹھا کر آپ کو خانقاہ لے جاتا اور واپس لاتا۔ حافظہ کی یہ حالت تھی کہ ناظرہ قرآن کا روزانہ جو سبق پڑھتے وہ آپ کو حفظ ہو جاتا۔ جب ناظرہ قرآن ختم کیا۔ اس وقت بیشتر قرآن آپ کو حفظ ہو چکا تھا۔ عربی، فارسی اور نحو وصرف کی تعلیم کے لئے والد محترم پیر سید نذر الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو علاقہ پکھلی ہزارہ کے مولانا غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آپ کو داخل کرایا۔ مولانا غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے کافیہ تک اسباق پڑھے۔ مزید تعلیم کے لئے آپ حسن ابدال کے مشہور ومعروف عالم حضرت مولانا محمد شفیع قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ یہاں کچھ عرصہ علوم وفنون کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں آپ علی گڑھ کی مشہور علمی شخصیت حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے قریباً اڑھائی سال تعلیم حاصل کی۔ اپنی قابلیت، للّٰہیت اور مثالی کردار کے باعث حضرت مولانا لطف اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منظور نظر تھے۔ حدیث شریف پڑھنے کے لئے آپ سہارنپور کے مشہور محدث حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے حدیث کی دو مشہور کتابیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم پڑھیں۔ آپ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے آخری شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کی ذہانت، خوش خلقی اور علمی شوق و ذوق کے پیش نظر حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔

آپ کو تعلیم و تعلم میں اتنا انہماک اور شوق و رغبت تھی کہ تعلیم حاصل کرنے کے دوران آپ چھوٹے درجات کے طلبہ کو پڑھاتے بھی تھے۔ مطالعہ میں ایسا غرق رہتے کہ بسا اوقات سردیوں کی پوری پوری رات مطالعہ کرتے گزر جاتی اور آپ کو احساس نہ ہوتا۔ تقریباً ۲۰ سال کی عمر میں میں آپ نے علوم دفنون کی تکمیل کی اور اپنے وطن مالوف ''گولڑہ شریف'' واپس تشریف لائے۔ مراجعت وطن کے بعد آپ خانقاہ گولڑہ شریف میں ہی تدریس میں مشغول ہوگئے۔ آپ کے ابتدائی درس میں تقریباً ۵۰ طلباء شریک تھے۔ جن کو حسب مراتب آپ نے پڑھانا شروع کیا۔

مسجد ضرار کے مسئلہ پر حضرت کا علمی مؤقف

دوران تدریس قطبال ضلع کیمبل پور کے علماء کے درمیان ایک مسجد پر تنازعہ ہوا۔ دو فریق بن گئے۔ ایک فریق اس مسجد کو ضرار کہنے پر اصرار کر رہا تھا۔ چنانچہ دونوں فریقوں کے درمیان مناظرہ طے ہوا۔ آپ بھی وہاں کے مقامی حضرات کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے۔ مسجد کو ضرار کہنے والے فریق سے آپ نے پوچھا کہ آپ کس بنیاد پر اس مسجد کو ''ضرار'' کہنے پر مصر ہیں۔ اس نے مسجد ضرار کے متعلق نازل شدہ آیت تلاوت کر کے کہا کہ ضرار کہنے کی علت ''تفریق بین المؤمنین'' ہے۔ آپ نے برجستہ فرمایا کہ صرف تفریق بین المؤمنین کو علت بنانا درست نہیں۔ آیت میں مسجد ضرار کہلانے کی چار علتیں بیان ہوئی ہیں۔ ''ضراراً، کفراً، تفریقاً بین المؤمنین، ارصاداً لمن حارب اللّٰہ ورسولہ'' آپ کی دلیل پر حکم مترتب نہیں ہوتا۔ آپ کے اس مضبوط استدلال سے فریق مخالف نے فوراً اپنے مؤقف سے رجوع کر لیا۔

سلوک و تصوف

حصول تعلیم کے دوران آپ کو کئی مرتبہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی ﷫ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ حضرت خواجہ صاحب ﷫ بھی آپ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ جب ہندوستان سے فارغ التحصیل ہو کر آپ واپس پہنچے تو سیال شریف میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ سیالوی ﷫ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ سیالوی ﷫ نے آپ کے علمی و عرفانی کمالات کے پیش نظر اپنے وصال سے کچھ عرصہ قبل آپ کو تمام اشتغال و وظائف کی اجازت عامہ اور بیعت و ارشاد کا منصب عطاء فرمایا۔ حضرت خواجہ سیالوی ﷫ کی زندگی میں قبلہ حضرت پیر مہر علی شاہ ﷫ کی توجہ زیادہ تر

مقامی درس وتدریس، ریاضات وعبادات اور وقتاً فوقتاً خانقاہ سیال شریف کی حاضری اور استفادہ پر رہی ۱۳۰۰ھ میں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی وفات کے بعد آپ نے علوم رسمیہ کی تعلیم وتدریس کو خیرآباد کہا اور جہاں گردی اور صحراء نوردی اختیار فرمائی۔ آپ نے ہندو پاک کے تمام بزرگوں، اقطاب وابدال کے ہاں حاضری دی اور استفادہ فرمایا۔ ملتان میں حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ؒ کے مزار پر کافی عرصہ مراقبہ فرمایا۔ اجمیر شریف کا سفر کیا۔ پاکپتن شریف سے اکتساب فیض کیا۔ شیخ خواجہ سیالوی ؒ کی وفات کے بعد سے سات سال آپ مسلسل غم واندوہ کی کیفیت میں ہے۔ صحراؤں، بیابانوں میں راتیں گزاریں۔ ابدال واقطاب کے مزاروں کی مہینوں، ہفتوں جاروب کشی کی۔

سفر حجاز

''مہر منیر'' میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ لاہور میں ایک مقام پر تشریف فرماتھے کہ ایک صاحب نے آنحضرت ﷺ کی شان میں کچھ شوقیہ اور کچھ فراقیہ اشعار پڑھے۔ جیسے ہی وہ اشعار آپ کی سماعت سے ٹکرائے۔ آپ پر رقت طاری ہوگئی۔ اچانک اٹھ کر ریلوے اسٹیشن کی طرف چل پڑے اور اپنے ایک مرید کو کہلا بھیجا کہ میرے وظائف ولوازمات سفر اسٹیشن پر پہنچا دو۔ جب مطلوبہ سامان پہنچ گیا تو کسی سے کوئی بات کہے بغیر ٹرین میں سوار ہوئے اور حجاز مقدس کے سفر پر چل نکلے۔ حجاز مقدس میں قیام کے دوران حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی ؒ سے آپ کا تعلق خاطر بنا۔ ان کی مجالس میں بیٹھنے لگے۔ کچھ ہی عرصہ بعد حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی ؒ نے آپ کو اپنے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں اعزاز خلافت سے نوازا۔ حضرت حاجی صاحب ؒ آپ سے خصوصی شفقت ومحبت فرماتے تھے۔

حضرت پیر صاحب ؒ نے اپنے خود نوشتہ حالات میں یہ بات لکھی ہے کہ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ایک وقت ایسا آیا کہ مجھے خیال ہوا کہ مکہ مکرمہ میں اپنی رہائش رکھ لوں۔ حاجی صاحب ؒ نے بطور تکشف میرے ارادے کو بھانپتے ہوئے مجھ سے فرمایا: ''پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہونے والا ہے جس کے سدباب میں آپ کی کوشش اور جدوجہد کی ضرورت ہوگی۔ آپ کو چاہئے کہ اپنے علاقے میں واپس تشریف لے جا کر اس فتنے کا سدباب کریں۔'' آپ فرماتے ہیں: ''مجھے بعد میں اندازہ ہوا کہ حضرت حاجی صاحب ؒ کا مراد فتنہ قادیانیت تھا۔'' حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی ؒ کے حسب ہدایت آپ وطن مالوف واپس

تشریف لائے اور گولڑہ شریف میں مسند نشین ہو کر دعوت و اصلاح کا کام شروع فرمایا۔

تردید قادیانیت اور پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب ''سیف چشتیائی'' میں لکھا ہے: ''بچپن میں میں نے خواب دیکھا کہ دجال مشرق کی طرف سے آ رہا ہے۔ اس کی ایک آنکھ پھوٹی ہوئی ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ کہو خدا ایک نہیں، میں نے کہا مردو! خدا تو ایک ہی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے چند قدم میری طرف بڑھائے اور مجھ پر تلوار کا وار کیا۔ میں اس کے وار سے بچ گیا۔ اس نے دوبارہ وہی بات کی۔ میں نے ویسا جواب دیا۔ اس نے مجھ پر دوبارہ وار کیا۔ میں دوبارہ بھی بچ گیا۔ تین دفعہ اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ لیکن تلوار میرے سر کے اوپر سے گذر جاتی اور میں بچ جاتا۔'' (سیف چشتیائی ص۴۵۴)

یہ اور دیگر چند ایک حوالہ جات ہیں جن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قدرت حق نے تردید مرزائیت کے لئے آپ کا انتخاب کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ایک لادین حکومت کی الحاد پرور فضا میں ایک مدعی نبوت کے خلاف آپ نے کامیاب قلمی اور لسانی جہاد کیا۔ حتیٰ کہ اس محاذ پر مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کی طرف سے آپ قائد تسلیم کئے گئے اور آپ کی تصانیف تردید مرزائیت میں بے نظیر شاہکار قرار دی گئیں۔ ان تصانیف کو مشعل راہ بنا کر تحریر و تقریر کے مجاہدین کا ایک جم غفیر کمر بستہ ہو کر میدان میں آیا اور ان کی مساعی فی سبیل اللہ کی بدولت آج دنیائے اسلام میں ایک عام انسان بھی ختم رسالت کی قادیانی تاویل کو کفر سمجھتا ہے اور قادیانیت اس ملک میں ایک علیحدہ، امتیازی اور لاتعلق اقلیت بن کر رہ گئی۔ رد قادیانیت کے حوالے سے آپ کے تحریر کردہ رسائل پر ایک نظر دوڑا کر آگے بڑھتے ہیں۔

۱...... ہدیۃ الرسول

یہ رسالہ آپ نے مرزا قادیانی کی کتاب ''ایام الصلح، فارسی'' کے جواب میں لکھا ہے۔ مرزا قادیانی نے افغانستان کے مسلمانوں کو مرتد بنانے اور اپنے حلقہ ارادت میں لانے کے لئے یہ رسالہ فارسی زبان میں لکھا تھا۔ آپ نے ''ہدیہ الرسول'' بھی فارسی زبان میں لکھی تا کہ ہدیۃ الرسول سے سادہ لوح افغانی مسلمان گمراہ ہونے سے بچ سکیں۔

۲...... شمس الہدایۃ

مرزا قادیانی نے افغانستان کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی اپنی سازش جب ناکام

ہوتے دیکھی تو اس نے اپنے قلم کی باگ موڑ کر اردو زبان میں اپنے نظریات کے پرچار کا اہتمام کیا۔ حضرت پیر صاحب ؒ نے وقت کی ضرورت کے پیش نظر کو اردو زبان میں ''شمس الہدایۃ'' کے نام سے ایک معرکۃ الآراء کتاب تصنیف کی۔

۳...... سیف چشتیائی

مرزا قادیانی نے کتاب ''اعجاز المسیح'' لکھی جس میں اس ابلیسی القاء کے مطابق سورۂ فاتحہ کی تفسیر کی تھی۔ مرزے کے ایک امتی مولوی احسن امروہی نے ''شمس بازغہ'' لکھی۔ ان دونوں کتابوں کے رد میں آپ نے سیف چشتیائی تحریر فرمائی۔ جس میں آپ نے مرزا قادیانی کے بخئے ادھیڑ دیئے۔ اس کے بعد مرزا قادیانی بدزبانی پر اتر آیا اور آپ کو الہامی گالیوں اور سب وشتم کا نشانہ بنائے رکھا۔

مناظرہ لاہور

۲۲؍جولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا قادیانی نے ایک اشتہار جاری کیا۔ جس میں پیر مہر علی شاہ ؒ کو لاہور میں مناظرہ، تفسیر نویسی، حیات مسیح پر مناظرہ کی دعوت دی۔ حضرت پیر صاحب ؒ نے دعوت قبول فرمائی۔ ۲۵؍اگست کو مناظرہ کی تاریخ طے ہوگئی۔ اس مناظرہ سے قبل مرزا قادیانی نے اپنی حقانیت کی بہت زیادہ ڈینگیں ماری تھیں۔ اپنے مریدین کو ''الہامی'' بشارتیں سنائی تھیں کہ اس مباحثہ میں عظیم الشان فتح ہوگی۔ جس کی خوشی میں کئی ''اہل باطل'' میری بیعت میں داخل ہو جائیں گے۔

اس معرکہ میں تمام مکاتب فکر کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگئے تھے اور قادیانیت کے محاذ پر پیر صاحب ؒ کو اپنا سربراہ اور نمائندہ بنانے کا اعلان کیا۔ حضرت پیر صاحب ؒ ۲۴؍اگست کو علماء وعوام کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ لاہور پہنچے۔ پہنچنے سے قبل آپ نے مرزا قادیانی کو بذریعہ تاریہ اطلاع دے رکھی تھی کہ میں لاہور آرہا ہوں۔ آپ بھی تشریف لے آئیں۔ مباحثہ کا انعقاد شاہی مسجد میں طے پایا تھا۔ اس لئے ۲۵؍اگست کو پولیس نے حفظ وامان کے تمام انتظامات کر رکھے تھے۔ ۲۵ اور ۲۶؍اگست دو دن مرزا قادیانی کا انتظار ہوتا رہا۔ مرزائی خود بھی بڑے پرامید تھے کہ کچھ بھی ہو لیکن آج ہمارے ''پیغمبر'' نے آنا ہے اور حق وباطل طشت ازبام ہونا ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کو نہ آنا تھا اور نہ آئے۔

مرزا قادیانی کے نہ آنے سے قادیانی جماعت میں بہت انتشار پیدا ہوگیا۔ بعض دائرہ

اسلام میں داخل ہوگئے اور بعض سخت مایوسی کی کیفیت میں خانہ نشین ہوگئے۔ لاہوری جماعت کے بعض مرزائی حضرت پیر صاحب کے پاس آگئے اور ان سے کہا: ''آپ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ مباہلہ کیوں نہیں کرتے کہ ایک اندھے، اپاہج کے حق میں مرزا صاحب کریں اور اندھے اپاہج کے حق میں آپ دعا کریں جو برحق ہو اس کی دعا قبول ہوجائے گی۔''

حضرت پیر صاحب نے فرمایا کہ مرزا سے کہہ دیں کہ اگر مردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آجائیں۔ میں اس پر مباہلہ کرنے کو تیار ہوں۔

حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مرزا کی پیشین گوئی

مناظرۂ لاہور میں منہ کی کھانے کے بعد مرزا قادیانی نے حسب عادت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے چھیڑ خانی شروع کی اور ایک پیشین گوئی کی کہ ''جیٹھ'' کے مہینے میں پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ مرجائیں گے۔ اس پیشین گوئی کا سن کر آپ کے متعلقین میں بے چینی پھیل گئی کہ کہیں مرزے کی پیشین گوئی سچی ثابت کرنے کے لئے کوئی قادیانی حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ نہ کردیں۔ استدعا کی گئی کہ حفاظت کا معقول انتظام ہونا چاہئے۔ حضرت نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''میاں موت تو برحق ہے۔ ہر ایک نے مرنا ہے۔ لیکن تسلی رکھیں ہم اس جیٹھ میں نہیں مریں گے۔''

خدا کی شان اللہ نے آپ کی بات کو بالکل حق اور سچ کر کے دکھایا۔ آپ زندہ باصحت وبعافیت رہے۔ جب کہ اگلے جیٹھ میں مرزا مردار ہو کر جہنم رسید ہوگیا۔

سفر آخرت

آپ کا وصال ۲۹؍صفر ۱۳۵۶ھ، بمطابق ۱۱؍مئی ۱۹۳۷ء کو ہوا، اور آپ کی تدفین دارالحکومت اسلام آباد کے مشہور شہر گولڑہ میں ہوئی۔ آپ کے جنازے میں تمام مکاتب فکر کے لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی۔ بعض روایات کے مطابق جنازے کے پیچھے ہندو، سکھ اور عیسائی بھی ہاتھ باندھے کھڑے، اظہار غم کر رہے تھے۔ زیادہ رش کی وجہ سے محکمہ ریلوے کی طرف سپیشل ٹرینوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ!

حجاز کے مبارک سفر مکہ معظمہ میں حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی، جو ایک صحیح صاحب کشف انسان تھے۔ جب ان کو میری آزاد اور بے باک طبیعت کا علم ہوا تو شدید اصرار اور تاکید سے حکم دیا کہ چونکہ عنقریب ہندوستان میں ایک فتنہ ظاہر ہونا ہے۔ لہٰذا تم وطن واپس جاؤ۔ اگر بالفرض تم خاموش بھی رہو گے تو بھی یہ فتنہ ترقی نہ کرسکے گا اور اس طرح ملک میں

آرام رہے گا۔ چنانچہ میں پورے وثوق کے ساتھ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس کشف کو مرزا قادیانی کے فتنے سے تعبیر کرتا ہوں۔

اور آنحضرت ﷺ نے بھی خواب میں مجھے حکم دیا کہ: ''یہ مرزا قادیانی غلط تاویل کی قینچی سے میری احادیث کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور تو خاموش ہے؟''

اس کے بعد جو کچھ لکھا گیا ہے وہ عام لوگوں کی خیر خواہی کے لئے لکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس کے فاسد عقائد لوگوں کے لئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کتاب وسنت، ائمہ کرام اور امت مرحومہ کے علماء کے صحیح عقائد کی بنیاد پر اس کی حقیقت کو آشکارا کر دیا ہے۔

(ملفوظات طیبہ ص۱۲۶، ۱۲۷)

سیّدنا مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حجرے میں آنکھیں بند کئے بحالت بیداری دیکھا کہ آنحضرت ﷺ قعدہ کی حالت میں جلوس فرما ہیں۔ حضور ﷺ سے چار بالشت کے فاصلے پر پیر صاحب باادب بیٹھے ہیں، لیکن مرزا غلام احمد اس جگہ سے دور حضور ﷺ کی طرف پیٹھ کئے بیٹھا ہے۔ (تحریک ختم نبوت ص۵۰)

مرزا کی دجال سے مشابہت

حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبلہ نے سیف چشتیائی میں دجال کی صورت سے متعلق اپنے بچپن کا ایک خواب لکھا ہے کہ وہ مرزا قادیانی سے ہو بہو مشابہت رکھتا تھا۔ (تحریک ختم نبوت ص۵۰)

مرزا قادیانی کو مناظرے کا چیلنج

پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کو مناظرے کا چیلنج دیا۔ ۲۵ر اگست ۱۹۰۰ء لاہور بادشاہی مسجد مقام مناظرہ طے پایا۔ مگر مرزا قادیانی کو پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ پیر صاحب کو قدرت نے ایسا رعب اور جلال نصیب کیا تھا کہ مرزا قادیانی ان کا نام سن کر تھر تھر کانپنے لگ جاتا تھا۔

مرزائیوں کا مباہلے سے فرار

قادیانی جماعت کے ایک وفد نے حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ: ''آپ مرزا صاحب سے مباہلہ کریں۔ ایک اندھے اور ایک لنگڑے کے حق میں مرزا صاحب دعا کرتے ہیں۔ دوسرے اندھے اور اپاہج کے حق میں آپ دعا کریں۔ جس کی دعا سے اندھا اور لنگڑا ٹھیک ہو جائیں، وہ سچا ہے۔ اس طرح حق وباطل کا فیصلہ ہو جائے گا۔'' حضرت قبلۂ عالم نے

جواب دیا کہ: ''اگر مردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آجاؤ'' یہ جواب پاکر وفد چلا گیا۔ پھر کچھ پتہ نہ چلا کہ مرزا قادیانی اور ان کے حواری کہاں ہیں؟ (تحریک ختم نبوت ص۵۲)

دوروحانی چیلنج

جب مرزا قادیانی کی تعلّیاں بہت بڑھ گئیں تو حضرت قبلۂ عالم نے ان کی ''ملہمانہ'' شوخیوں کا تجزیہ کرتے ہوئے دوروحانی چیلنج کئے۔ ایک یہ کہ کاغذ پر قلم چھوڑ دو، سچا قلم خودبخود چلے گا اور تفسیر قرآن لکھ دے گا۔ دوسرا یہ کہ حسب وعدہ شاہی مسجد میں آؤ۔ ہم دونوں اس کے مینار پر چڑھ کر چھلانگ لگاتے ہیں جو سچا ہوگا وہ بچ جائے گا۔ جو کاذب ہوگا مر جائے گا۔ مرزا قادیانی نے جواب میں اس طرح چپ سادھی گویا دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں۔ (تحریک ختم نبوت ص۵۲)

(۸۷۸)

میر عباس علی لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

میر عباس علی لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ سلیمان تونسوی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے وصال کے بعد میر صاحب کو کسی نئے پیر کی تلاش ہوئی۔ ان ایام میں مرزا قادیانی نے شہرت ونمود کی دنیا میں نیا نیا قدم رکھا تھا۔ ان کی تعلّیاں اور لن ترانیاں گوش زد ہوئیں تو اصل اور نقل میں امتیاز کئے بغیر اس جنس کاسد کے خریدار بن گئے۔ میر صاحب کے سلسلہ ارادت کا آغاز ۱۸۸۲ء میں ہوا جب کہ مرزا قادیانی نے براہین کا تیسرا حصہ شائع کیا تھا اور اغلب ہے کہ میر عباس علی ہی الہامی صاحب کے سب سے پہلے مرید تھے۔ انہوں نے اس وقت ان کی حلقہ بگوشی اختیار کی جب کہ ہنوز کسی شخص نے مرزا قادیانی کی طرف دست ارادت نہ بڑھایا تھا۔ مکتوبات احمدیہ کی سب سے پہلی اور ضخیم ترین جلد انہیں خطوط پر مشتمل ہے جو الہامی صاحب نے میر عباس علی کے نام روانہ فرمائے تھے۔ میر صاحب نے اپنے مخدوم ومطاع کی خدمت گزاری اور عون ونصرت میں وہ کمال دکھایا کہ تمام مرزائیوں سے گوئے سبقت لے گئے۔ اس اثناء میں کئی مرتبہ ایسے حوادث بھی پیش آئے، جنہوں نے بارہا ان کے پائے عقیدت کو متزلزل کر دیا۔ تاہم اس سے دام رہائی کی توفیق نہ ہوئی۔ آخر نو سال تک بادیہ ضلالت میں سرگرداں رہنے کے بعد ہدایت کا آوان سعید آپہنچا۔ مساعدت ازلی نے راہنمائی فرمائی اور میر صاحب مرزائیت سے تمام علاقے توڑ کر از سر نو دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔

مرزا قادیانی نے ۲۱ر مئی ۱۸۸۳ء کی چٹھی میں میر عباس علی کو لکھا تھا کہ: ’’جس ذات قدیم نے آپ کو یہ اخلاص بخشا ہے اس نے خود آپ کو چن لیا ہے۔‘‘ ۲۹ر اکتوبر ۱۸۸۳ء کے خط میں لکھا ’’الحمدللہ والمنۃ کہ خداتعالیٰ نے آپ کو سب سے زیادہ اس عاجز کے انصار میں سے بنایا۔ اس ناچیز کو آپ کے وجود سے فخر ہے اور اپنے خداوند کریم سے آپ کو ایک رحمت مجسم خیال کرتا ہے۔‘‘

اور پہلی جنوری ۱۸۸۴ء کی چٹھی میں فرمایا: ’’سعید وہ انسان ہے جس پر نیک ظن غالب ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ٹھوکر کھانے سے بچتے ہیں اور اس کا فطرتی نور ان کو شیطانی تاریکی سے بچا لیتا ہے اور تھوڑے ہیں، جو ایسے ہیں اور الحمدللہ کہ میں آپ کو ان تھوڑوں کے اوّل درجہ میں دیکھتا ہوں۔‘‘ ۱۹ر اپریل ۱۸۸۵ء کو لکھا کہ آپ کا اخلاص اور جوش محبت اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء! اور ایک اور خط میں جس پر تاریخ درج نہیں لکھتے ہیں کہ جس قدر آں مخدوم نے اشاعت دین اور اعلاء کلمہ اسلام کے لئے رنج اٹھایا ہے خداتعالیٰ اس کے عوض میں آپ پر اس طور سے راضی ہو کہ جیسا اپنے سچے خادموں اور مقبولوں اور راضی ہوا کرتا ہے۔ (مکتوبات احمدیہ ج۱ ص۲۱، ۶۳، ۷۰، ۸۶، ۸۹)

اسی طرح مرزا قادیانی نے میر عباس علی کے متعلق اپنی کتاب ’’ازالہ اوہام‘‘ میں لکھا کہ: ’’یہ میرے وہ اوّل دوست ہیں جن کے دل میں خداتعالیٰ نے سب سے پہلے میری محبت ڈالی اور جب سب سے پہلے تکلیف سفر اٹھا کر ابرار اخیار کی سنت پر بقدم تجرید محض للہ قادیاں میں میرے ملنے کے لئے آئے، وہ یہی بزرگ ہیں۔ میں اس بات کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ بڑے سچے جوشوں کے ساتھ انہوں نے وفاداری دکھلائی اور میرے لئے ہر ایک قسم کی تکلیفیں اٹھائیں اور قوم کے منہ سے ہر ایک قسم کی باتیں سنیں۔ اوائل ایام میں بیس برس تک انگریزی دفتر میں سرکاری ملازم رہے۔ مگر بباعث غربت و درویشی ان کے چہرہ پر نظر ڈالنے سے ہرگز خیال نہیں آتا کہ وہ انگریزی خواں بھی ہیں لیکن وہ دراصل بڑے لائق اور مستقیم الاحوال اور دقیق الفہم ہیں۔‘‘

(ازالۃ الاوہام حصہ دوم ص۷۹۱، خزائن ج۳ ص۵۲۸)

میر عباس علی کے جو مناقب ومحامد اوپر نقل کئے گئے ان سب سے بڑھ کر انہیں یہ شرف بھی حاصل تھا کہ مرزا قادیانی کو ان کی شان میں ایک الہام بھی ہوا تھا۔ چنانچہ اپنی کتاب ’’ازالہ اوہام‘‘ میں میر عباس علی مرحوم کے تذکرے میں فرماتے ہیں: ’’ان کے مرتبہ اخلاص کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ ایک مرتبہ اس عاجز کو ان کے حق میں الہام ہوا تھا۔ اصلہ ثابت

وفرعہ فی السماء (ان کی جڑ نہایت مضبوط ہے اوران کی شاخیں آسمان تک چلی گئی ہیں)۔" (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۷۹۰،۷۹۱، خزائن ج۳ ص۵۲۸)

اس الہام کا یہ مطلب تھا کہ میر صاحب مرزائیت میں ایسے مضبوط اور راسخ ہیں کہ ان کی حالت میں کبھی جنبش اور تزلزل نہیں ہوسکتا۔ لیکن جب میر صاحب مرزائیت سے تائب وبیزار ہوکر ازسرنو حلقہ اسلام میں داخل ہوگئے تو مریدوں نے پوچھنا شروع کیا۔ حضور خدا نے تو اطلاع دی تھی کہ ان کی جڑ بڑی مضبوط ہے۔ اب ان کی جڑ اکھڑ کیسے گئی؟ الہامی صاحب کے پاس تاویل کاری اور سخن سازی کی کچھ کمی نہ تھی، باتیں بنانی شروع کر دیں جو حضرات اس گلشن سخن سازی کی بہار دیکھنا چاہیں وہ الہامی صاحب کے (آسمانی فیصلہ ص۴۹تا۵۳ یا تبلیغ رسالت ج۲ ص۷۸تا۸۵) کا مطالعہ فرمائیں۔ جب سید عباس علی ﷫ توفیق ایزدی کی مدد سے مرزائیت کے خارزار سے نکل کر اسلام کے چمن زار میں داخل ہوئے تو مسیح صاحب نے اپنے جلے دل کے پھپھولے ان الفاظ میں پھوڑے۔ "وہ مرتد ہوگیا۔ اس کا انجام بد ہوا۔ جب انسان پر شقاوت کے دن آتے ہیں تو وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتا۔" (نزول المسیح ص۲۴۰، خزائن ج۱۸ ص۶۱۸)

میر صاحب ﷫ کی علیحدگی اور توبہ کے مختلف اسباب تھے۔ ان میں ایک سبب تو بٹالوی دوست نے یہ بتایا کہ ایک مرتبہ لدھیانہ میں ایک مسلمان شعبدہ گر آیا۔ ان ایام میں الہامی صاحب اسی جگہ اپنی مسیحیت کی ڈفلی بجا رہے تھے۔ شعبدہ گر، الہامی صاحب کے پاس آ کر کہنے لگا کہ یا تو اپنا کوئی کمال دکھایئے یا دیکھئے۔ انہوں نے کہا اچھا اپنا کمال دکھاؤ۔ شعبدہ گر نے کھرپی لے کر تھوڑی سی زمین نرم کی۔ پھر چند بیج بکھیر کر اوپر سے پانی کے چھینٹے دیئے۔ تھوڑی دیر میں چھوٹے چھوٹے پودے نکل آئے جو دیکھتے دیکھتے فٹ ڈیڑھ فٹ بلند ہوگئے۔ پھر ہر ایک کو پانچ پانچ سات سات قسم کے پھول لگے۔ ہر پھول میں علیحدہ علیحدہ قسم کی خوشبو تھی۔ یہ طلسم دیکھ کر سب لوگ محو حیرت رہ گئے۔ جب شعبدہ باز لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا چکا تو مرزا قادیانی سے کہنے لگا۔ "اگر آپ بھی کوئی عجوبہ دکھائیں تو میں کچھ اور کمال بھی دکھاؤں گا۔" مرزا قادیانی نے کہا: "بھئی ہم تو صرف دعا کرنا جانتے ہیں۔ اس کے سوا ہم میں کوئی کمال نہیں۔" اس کے بعد مرزا قادیانی میر عباس علی ﷫ سے کہنے لگے کہ اگر سو دو سو روپیہ بھی خرچ ہو جائے تو یہ کمال حاصل کر لینا چاہئے۔ یہ سن کر میر صاحب ﷫ کے دل میں گرہ پڑ گئی اور یقین ہوگیا کہ یہ شخص دنیا پرست ہے۔ اگر اس کے دل میں عشق الٰہی کا ذرا بھی شائبہ ہوتا تو کسی شعبدہ پر نہ ریجھتا۔ میر صاحب کے منحرف ہونے کی دو وجہیں خود مرزا قادیانی نے یہ لکھی ہیں کہ:

۱...... میر صاحب کے دل میں دہلی کے مباحثات کا حال خلاف واقعہ جم گیا ہے۔
۲...... میر صاحب کے دل میں سراسر فاش غلطی سے یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ گویا میں ایک نیچری آدمی ہوں۔ معجزات کا منکر اور لیلتہ القدر سے انکاری اور نبوت کا مدعی اور انبیاء علیہم السلام کی اہانت کرنے والا اور عقائد اسلام سے منہ پھیرنے والا۔

مرزا قادیانی کا بیان ہے کہ میر صاحب نے علیحدگی کے بعد ان کے خلاف اشتہار بھی شائع کیا ہے جو ترک ادب اور تحقیر کے الفاظ سے بھرا ہوا ہے۔ میر صاحب نے اس اشتہار میں اپنے کمالات ظاہر کر کے تحریر فرمایا ہے کہ گویا ان کو رسول نمائی کی طاقت ہے۔ چنانچہ وہ اس اشتہار میں اس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ: ''میں نے مرزا قادیانی سے کہا تھا کہ ہم دونوں کسی مسجد میں بیٹھ جائیں پھر یا تو مجھے رسول خدا ﷺ کی زیارت کرا کے اپنے دعاوی کی تصدیق کرادو یا زیارت کرا کے اس بارہ میں فیصلہ کراووں گا۔ مگر مرزا قادیانی نے اس بارہ میں میرا مقابلہ نہیں کیا۔ اگر میر صاحب کو یہ قدرت اور کمال حاصل تھا تو پھر انہوں نے اس عاجز سے بدون تصدیق نبوی کیوں بیعت کر لی اور کیوں دس برس تک برابر خلوص نماؤں کے گروہ میں رہے۔ تعجب ہے کہ ایک دفعہ بھی رسول کریم ﷺ ان کے خواب میں نہ آئے اور ان پر ظاہر نہ کیا کہ اس کذاب اور مکار اور بے دین سے کیوں بیعت کرتا ہے؟'' (تبلیغ رسالت حصہ دوم ص۸۳، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۹۸)

اگر واقعی میر صاحب نے مسیح قادیان کو اس قسم کا کوئی چیلنج دیا تھا تو معلوم نہیں میر صاحب نے الہامی صاحب کی اس تحریر کا کیا جواب دیا ہوگا۔ لیکن ظاہر ہے کہ جب میر صاحب نو دس سال کی طویل مدت تک اسلام سے منقطع ہو کر مرتد ہونے والے تھے تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ محبوب رب العالمین ﷺ ان کے پاس خواب میں قدم رنجہ فرماتے؟ آخر جب میر صاحب نے وادی کفر سے نکل کر ریاض اسلام میں قدم رکھا تو رویت رسول کی سعادت یا رسول نمائی عود کر آئی۔

مرزا قادیانی کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف نیچریت کی طرف مائل تھے بلکہ ان کی ہر ادا میں تفریح اور مغربیت کی شان ہویدا تھی۔ مرزا قادیانی نے میر صاحب کے جس اشتہار کا ذکر کیا ہے وہ انہوں نے دبدبہ اقبال ربی پریس لدھیانہ میں چھپوایا تھا۔ میر صاحب نے اس میں لکھا تھا کہ: ''میں اس فیصلے پر پہنچا ہوں کہ مرزا قادیانی قطعی نیچری ہیں۔ معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء کے قطعی منکر ہیں۔ معجزات اور کرامات کو مسمریزم قیافہ، قواعد طب یا دستکاری پر مبنی جانتے ہیں۔ ان کے نزدیک خرق عادت جس کو تمام اہل اسلام خصوصاً اہل تصوف نے مانا ہے کوئی چیز نہیں۔ سر سید احمد خان اور مرزا غلام احمد کی نیچریت میں بجز

اس کے کوئی فرق نہیں کہ وہ بلباس جیکٹ وپتلون ہیں اور یہ بلباس جبہ ودستار اور صوفیائے عظام کے دفتر کو درہم برہم کرنے والے۔“ (رئیس قادیان)

مرزا قادیانی کا ایک گرویدہ بدنصیب قادیانی جس کا نام میاں افتخار احمد تھا، اس کے نام میر عباس علی لدھیانوی ؒ نے ۱۰رجنوری ۱۸۹۲ء کو خط لکھا۔ اس کا نام رکھا ”نیاز نامہ میر عباس علی صوفی لدھیانوی بجانب میاں افتخار احمد حواری مرزا غلام احمد قادیانی“ پھر اسے شائع کر دیا۔ ایک سو پچیس سال بعد دوبارہ محاسبہ کی جلد۴ میں شائع کیا گیا ہے۔

(۸۷۹)

میر محمد ربانی ؒ (ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان)، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۳ء ...... وفات: ۶ردسمبر ۱۹۹۲ء)

مولانا میر محمد ربانی ؒ کا ارائیں فیملی سے تعلق تھا۔ والد کا نام مولانا غلام رسول ؒ تھا۔ ۱۹۰۳ء میں بستی ارائیں موضع ہیراں ہیڈ حاجی پور نزد ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان میں پیدا ہوئے۔ علاقہ کے عالم دین مولانا غلام محمد لاشاری ؒ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ صرف ونحو حضرت مولانا اللہ بخش ؒ میانوالی شیخاں سے پڑھی جو امام الصرف والنحو مولانا غلام رسول پونٹوی ؒ کے شاگرد تھے۔ وسطانی تعلیم مولانا قادر بخش صاحب ؒ بستی کالو نزد دیجہ عباسیاں سے حاصل کی۔ مولانا قادر بخش ؒ، حضرت شیخ الہند ؒ کے شاگرد تھے۔ مولانا میر محمد ربانی ؒ دین پور شریف بھی پڑھتے رہے۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ عباسیہ بہاولپور میں داخلہ لیا اور جامعہ عباسیہ کی سب سے اعلیٰ ڈگری ’علاّمہ‘ حاصل کی۔

جامعہ عباسیہ میں مولانا غلام محمد گھوٹوی ؒ، مولانا محمد صادق بہاولپوری ؒ، مولانا احمد علی بہاولپوری ؒ ایسے یگانہ روزگار حضرات سے آپ نے کسب فیض کیا۔ فراغت کے بعد پھر یہاں پڑھانے لگ گئے۔ کہتے ہیں کہ اگست ۱۹۳۲ء میں قادیانی، مسلم کیس میں بیان دینے کے لئے جب مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ بہاولپور تشریف لائے تو جامعہ عباسیہ کے اساتذہ حضرات نے مولانا رحمت اللہ ارشد ؒ کے ساتھ مولانا میر محمد ربانی ؒ کی بھی ڈیوٹی لگائی تھی اور آپ نے بھی حضرت شاہ صاحب ؒ کا عدالت میں بیان قلمبند فرمایا تھا۔

جامعہ عباسیہ سے ’علاّمہ‘ پنجاب یونیورسٹی سے ”منشی فاضل“ اور ”مولوی فاضل“ کے

امتحانات پاس کئے۔ طب یونانی اور ہومیوپیتھی کے بھی کورس کئے۔ ہارون آباد، ترنڈہ مولویاں، رکن پور وغیرہ کے سکولوں میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۵۷ء میں مڈل سکول رکن پور سے ریٹائر ہوئے۔ بڑے کامیاب مدرس تھے۔ عربی ادب ان کا خاص ذوق تھا۔ دیوان حسان اور قصیدہ لامیہ خواجہ ابوطالب کی آپ نے شرح لکھی۔

مرزا قادیان کی کتاب اعجاز احمدی کے مقابلہ میں قصیدہ لکھا اور کمال کر دیا۔ آپ نے اپنی حیات میں فقیر راقم کو فون کیا کہ یہ قصیدہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ نے ملاحظہ فرمالیا ہے۔ اسے شائع کرانا ہے۔ فقیر نے نامعلوم کیا جواب ہانکا ہوگا۔ اللہ رب العزت معاف فرمائیں۔ کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ وہ اس کی کتابت کرا رہے ہیں۔ اتنے میں ۶ ردسمبر ۱۹۹۲ء کو آپ وصال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! کسی جلسہ پر ان کے صاحبزادہ غالباً حافظ مشتاق الحسن سے ملاقات ہوئی تو ان سے عرض کیا کہ وہ مسودہ بھجوادیں تو شائع کر دیں گے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ وقت مقرر کریں، کتنے عرصہ میں شائع کریں گے؟ فقیر نے عرض کیا کہ مشروط اشاعت تو ہمارے لئے مشکل امر ہے۔ آپ مسودہ دے دیں۔ محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو شائع بھی ہو جائے گا۔ اس پر وہ آمادہ نہ ہوئے۔

اس پر بہت عرصہ بیت گیا۔ پھر کہیں ملاقات ہوئی تو انہوں نے وہ مسودہ بھجوادیا۔ فقیر نے اس کا فوٹو کرایا۔ پھر عرصہ بعد دوبارہ انہوں نے اصل مسودہ طلب کیا۔ فقیر کا خیال تھا کہ وہ واپس کر دیا ہے۔ وہ فرمائیں کہ نہیں۔ ایک دن ان کے تکرار واصرار پر تلاش شروع کی تو مسودات میں وہ مسودہ مل گیا۔ موصوف کو بھجوادیا۔ فوٹو کاپی تو موجود تھی۔ خیال یہی تھا کہ مرزا قادیانی کے قصیدہ کے جواب میں امت نے جو قصائد لکھے ہیں وہ تمام جمع ہو جائیں تو ان کو یکجا شائع کریں گے تاکہ مرزا قادیانی کے قصیدہ کے جوابات ایک جلد میں محفوظ ہو جائیں اور پھر یہ باب ایسے مکمل کر دیا جائے کہ قادیانیوں کی بولتی ہی نہیں تھوتھنی بھی بند کر دی جائے۔

تمام قصائد یکجا ہوگئے تھے۔ البتہ حضرت مولانا قاضی ظفر الدین صاحب ؒ کا ''قصیدہ رائیہ بجواب قصیدہ مرزائیہ'' کی اقساط مکمل نہ ہو رہی تھیں۔ بلا مبالغہ اس پر بہت وقت لگا۔ حق تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ وہ بھی مل گیا تو اب تمام قصائد کو ترتیب دی۔ مولانا میر محمد ربانی ؒ کا قصیدہ سن تصنیف کے حوالہ سے آخری قصیدہ ہے تو احتساب قادیانیت جلد ۵۹ میں سب سے آخر پر اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اس قصیدہ کو آپ ''مسک الختام'' قرار دے سکتے ہیں کہ یہ اس کا حق ہے۔

اب جب قصائد کی دوبارہ کمپوزنگ کرائی تو مولانا میر محمد ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ استاذ العلماء شیخ التفسیر حضرت مولانا منظور احمد نعمانی ظاہر پیر والوں کے صاحبزادہ مولانا محمد ساجد صاحب نے کمال مہربانی سے ایک ورق پر مشتمل معلومات مہیا کردیں۔ فللحمد للہ!

دیکھئے! جب جوانی تھی تو ظاہر پیر جاکر مولانا میر محمد صاحب ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر حاضر نہیں ہوسکا۔ اب بڑھاپا ہے تو ان سطور کو تحریر کرتے وقت دل مضطرب ہے۔ اللہ رب العزت کو منظور ہے تو ان کے ایصال ثواب ودعا کے لئے ان کے مزار مبارک پر حاضر ہوں گا۔ نہ جاسکا تو آخرت میں تو ملنا یقینی ہوگا کہ ان کی علمی تصنیف پہلی بار اہل علم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت، اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمادی ہے۔ مؤلف مرحوم سے یہی نسبت انشاء اللہ فقیر کے لئے توشۂ آخرت ہے۔ شہباز محمدی کے علاوہ ''مکتوبات ربانیہ'' جو قادیانیت کے رد پر مشتمل ہے وہ بھی اسی شہباز محمدی میں مصنف نے سمودی ہے۔

(ن)

(۸۸۰)

نادر علی رحمۃ اللہ علیہ (گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور)

موصوف نے رد قادیانیت پر ایک صدی قبل رسالہ لکھا جس کا نام: ''درّہ نادریہ برسر فرقہ مرزائیہ'' رکھا۔ اس کے تعارف میں انہوں نے ٹائٹل پر لکھا۔ ''مرزا غلام احمد قادیانی کے کاذب اور مفتری ہونے کے ثبوت میں نہایت پختہ روشن اڈلہ اور محققانہ ابحاث ہیں جنہیں طالبان حق ملاحظہ فرما کر بہت مسرور ہوں گے۔''

(۸۸۱)

نافع رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ آباد جھنگ)، مولانا محمد

(وفات: ۳۰ر دسمبر ۲۰۱۴ء)

چنیوٹ سے قریباً پینتیس کلومیٹر جھنگ روڈ پر ایک اڈا جامعہ آباد آتا ہے۔ جامعہ آباد

سے بجانب غرب دو کلو میٹر پر ایک گاؤں ''محمدی شریف'' ہے۔ یہاں ایک بزرگ عالم دین حضرت مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے مولانا سلطان محمود چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔ مولانا سلطان محمود چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث شریف کی تعلیم قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کا بیعت کا تعلق خانقاہ سیال شریف ضلع سرگودھا سے تھا۔ سیال شریف کے بانی حضرات کا تعلق قطب عالم حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ساکن محمدی شریف نے اپنے صاحبزادہ مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کو بھی سیال شریف کے اعلیٰ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے صغرسنی میں بیعت کرادیا۔ مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ سیال شریف کے حضرت ثانی خواجہ محمد الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شرف بیعت حاصل کیا اور پھر سیال شریف کے حضرت ثالث مولانا خواجہ ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شرف بیعت کے علاوہ سعادت حصول خلافت کا شرف بھی پایا۔ انہیں حضرت مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے تین صاحبزادے دیئے۔ ان میں سے سب سے چھوٹے کا نام محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ تھا۔

ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۱۴ء میں حج کے لئے حاضر ہوئے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جانے کے لئے اونٹوں پر سفر ہوا۔ ساربان کا نام نافع تھا۔ وہ اتنا شریف النفس اور عالی اخلاق ساربان تھا کہ سفر حج سے واپسی پر مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۹۱۵ء میں اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا تو اس کا نام مدنی ساربان کے نام پر نافع تجویز کیا۔ عموماً عرب میں مفرد نام ہوتے ہیں اور عجم میں مرکب، تو صرف نافع کی بجائے تبرک کے طور پر اسم گرامی محمد کا اضافہ کر کے ''محمد نافع'' نام تجویز کیا۔ اس صاحبزادہ ''محمد نافع'' نے اپنے والد گرامی مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ سے حفظ قرآن مجید مکمل کیا۔ مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ کے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہ تھے جو فاضل دیوبند اور مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ ان سے اور مولانا اللہ جوایا شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ابتدائی دینی کتب کی مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ اشاعت العلوم فیصل آباد، جو ان دنوں جامع مسجد کچہری بازار میں قائم تھا۔ حضرت مولانا محمد مسلم عثمانی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا حکیم حافظ عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نابینا بی۔اے، سے مزید تعلیم حاصل کی۔ اس دوران آپ کے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہ نے محمدی شریف میں ''جامعہ محمدی'' کی بنیاد رکھی۔ حضرت مولانا سید احمد شاہ چوکیروی رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند پہلے صدر مدرس کے طور پر یہاں تشریف لائے تو مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ بھی فیصل آباد سے اپنے گاؤں محمدی شریف میں

مولانا چوکیروی ﷫ سے پڑھتے رہے۔اچھالہ وادی سون سکیسر حضرت مولانا قطب الدین ﷫، مولانا احمد بخش گدائی ﷫ ضلع ڈیرہ غازیخان اور دیگر اساتذہ سے بھی جو اس وقت جامعہ محمدی شریف میں مدرسین تھے آپ نے کسب فیض کیا۔ مشکوٰۃ شریف کے سال آپ نے واں بھچراں ضلع میانوالی میں مولانا غلام یاسین ﷫ اور دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ انی ضلع گجرات کے معروف استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ولی اللہ ﷫ سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا اور پھر دورہ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند سے کیا۔

یہ ۱۳۶۲ھ کی بات ہے۔ تب شیخ العرب العجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ﷫ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث تھے۔ (حضرت مدنی ﷫ نے بخاری شریف شروع کرائی چند دن اسباق پڑھائے اور پھر گرفتار ہو گئے) حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی ﷫، حضرت مولانا اعزاز علی امروہی ﷫، حضرت مولانا محمد شفیع عثمانی دیوبندی ﷫ ایسے اساتذہ کرام سے مولانا محمد نافع ﷫ نے دارالعلوم دیوبند میں حدیث شریف پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد ﷫، شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر ﷫ آپ کے دارالعلوم دیوبند میں ہمدرس تھے۔

فراغت کے بعد آپ اس وقت کی معروف جماعت ''تحریک تنظیم اہل سنت پاکستان'' سے وابستہ ہوئے۔ تنظیم اہلسنت کا اس وقت ترجمان سہ روزہ ''دعوت'' لاہور تھا جس کے ایڈیٹر حضرت مولانا نور الحسن شاہ بخاری ﷫ تھے۔ چوکیرہ ضلع سرگودھا سے آپ کے استاذ محترم حضرت مولانا سید احمد شاہ چوکیروی ﷫ کا رسالہ ''الفاروق'' ماہواری شائع ہوتا تھا۔ ان میں آپ نے لکھنا شروع کیا۔ آپ نے ان مضامین کے ذریعے بہت جلد قارئین میں ایک حلقہ پیدا کر لیا۔ فراغت کے بعد اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکر ﷫ کے قائم کردہ ''جامعہ محمدی شریف'' میں پڑھاتے بھی رہے اور پھر ایک زمانہ میں ناظم بھی رہے۔ سینکڑوں حضرات نے آپ سے کسب فیض کیا۔ مولانا محمد نافع ﷫ ایک بزرگ، متبحر اور نقطہ رس عالم دین تھے۔ آپ نے لکھنا شروع کیا تو اس میں اعتدال کی وہ مثال قائم کی کہ خود اس میں ''ضرب المثل'' بن گئے۔ عموماً ''رفض'' کے خلاف کام کرنے والے خام ذہن اور رسوخ فی العلم نہ ہونے کے باعث ''خارجیت'' کے جراثیم کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔ لیکن جن حضرات نے پوری عمر عظمت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے نہ صرف کام کیا بلکہ اس محاذ کے اپنے وقت میں امام قرار پائے۔ ان میں حضرت مولانا محمد نافع ﷫ صف اول میں نمایاں اور بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔ اعتدال میں اپنی مثال

آپ تھے۔ جہاں آپ عظمت صحابہ ؓ کے نامور وکیل تھے۔ وہاں عظمت وتکریم اہل بیت ؓ کے صف اوّل کے علمبردار تھے۔ برصغیر میں ماضی بعید میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ نے عظمت اہل بیت ؓ ودفاع صحابہ کرام ؓ کے لئے بہت ہی تحریری علمی ذخیرہ چھوڑا۔ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی ؒ نے اپنے دور میں اس کام کو آگے بڑھایا اور پھر ان شیخین کریمین کے بعد مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری ؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ، مولانا قاضی مظہر حسین ؒ اور ہمارے ممدوح مولانا محمد نافع ؒ نے وہ تحریری خدمات سرانجام دیں جس پر آنے والی نسلیں بھی ان کی احسان مند رہیں گی۔

مولانا محمد نافع ؒ کی تصانیف پر ایک نظر ڈالیں تو بعض وجوہ سے آپ کی کتابیں اپنے معاصر حضرات سے بہت ساری امتیازی شان اپنے اندر رکھتی ہیں معلومات کا خزانہ ہیں۔ فریق مخالف کو اس کے مسلمات سے کمال فروتنی اور جذبہ خیر خواہی علم کے ساتھ آپ آئینہ دکھاتے ہیں کہ اس سے وہ سوائے اپنے ڈوب، ڈوب جانے کے کوئی راستہ نہیں پاتا۔ مولانا محمد نافع ؒ نے جس عنوان پر قلم اٹھایا دیانتداری کی بات ہے کہ ان کی تحریر اس عنوان پر ''حرف آخر'' کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ کی تصانیف میں:

۱...... ''مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین''
۲...... ''حدیث ثقلین''
۳...... ''رحماء بینھم'' (۳ جلدیں)
۴...... ''مسئلہ اقربا پروری''
۵...... ''حضرت ابوسفیان ؓ اور ان کی اہلیہ''
۶...... ''بنات اربعہ ؓ''
۷...... ''سیرت سیدنا علی المرتضیٰ ؓ''
۸...... ''سیرت سیدنا معاویہ ؓ''
۹...... ''فوائد نافعہ'' (۲ جلدیں) قابل ذکر ہیں۔

ان کو پڑھیں تو معلومات کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر نظر آتا ہے۔ اس کی گہرائی تک رسائی حاصل کریں تو موتیوں کے ڈھیر ہی ڈھیر پائے جاتے ہیں۔ طرز تحریر، اسلوب بیان، ایسا دلکش، سادہ، عام فہم اور معتدل جو قلب ونظر کو سدابہار بنادے۔

قادیانیوں نے ۱۹۳۵ء میں ''روزنامہ الفضل لاہور'' کا خاتم النبیین نمبر شائع کیا جس

میں دھوکہ دہی کی انتہا کر دی۔ دجل وکذب کا شاہکار یہ اخبار سامنے آیا تو دنیا نے دیکھا کہ نام خاتم النبیین اور اندر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ نبوت جاری ہے۔ اف اللہ! حد ہوگئی علمی بددیانتی کی کہ خاتم النبیین کے نمبر کے نام سے اجراء نبوت کا اثبات، اجراء نبوت کے اثبات کو خاتم النبیین کا نام دینا گویا جاہل کو مولوی فاضل اور اندھی کو نور بھری قرار دینے کی کوشش تھی۔ قادیانیوں کے اس دجل پر سب سے پہلے ہمارے جن مخادیم نے امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا وہ حضرت مولانا محمد نافع رحمہ اللہ اور پھر مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ تھے۔

مولانا محمد نافع رحمہ اللہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار بھی رہے۔ پہلے جھنگ پھر لاہور بورسٹل جیل میں تین ماہ سنت یوسفی کو زندہ کیا۔ آپ ختم نبوت کے نہ صرف قدردان تھے بلکہ ہردم باخبر رہتے تھے اور غائبانہ دعاؤں سے اس محاذ پر کام کرنے والوں کی ڈھارس بندھواتے تھے۔ وہ کیا گئے، دنیا نے انہیں کیا زیر زمین کیا، کہ علم وفضل کا خزانہ پوشیدہ ہوگیا۔

سو سال عمر پائی۔ آخر وقت تک دل ودماغ، حافظہ، علوم کا استحضار، حیرت انگیز طور پر برابر کام کر رہا تھا۔ ۳۰ر دسمبر کی رات دس بجے فوت ہوئے۔ ۳۱ر دسمبر غروب آفتاب کے وقت تدفین کا عمل مکمل ہوا۔ دنیا نے عجائبات زمانہ سے یہ بھی دیکھا کہ آفتاب آسمان اور مہتاب علم ایک ساتھ غروب ہوئے۔ ان کے غروب کے بعد اندھیرا ہوگیا یا اندھیرے کی گھٹا چھائی۔ یہ قارئین پر چھوڑتا ہوں۔ لاکھوں لاکھ افراد جنازہ میں شریک ہوئے۔ مولانا صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نے جنازہ پڑھایا۔

(۸۸۲)

نجم الدین رحمہ اللہ (اورینٹل کالج لاہور)، مولانا پروفیسر

پروفیسر اورینٹل کالج جناب پروفیسر نجم الدین صاحب رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے نامور عالم تھے۔ ہزاروں لوگوں نے آپ سے پڑھنے کا اعزاز حاصل کیا۔ مستشار العلماء پنجاب لاہور کی بنیاد رکھی گئی۔ صدر اعظم جناب محمد خلیل صاحب رحمہ اللہ اور پروفیسر نجم الدین رحمہ اللہ نائب صدر مقرر ہوئے۔ ناظم اعلیٰ مولانا نور الحق علوی رحمہ اللہ تھے۔ یہ انجم قادیانی فتنہ کے ابطال اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وجود میں آئی تھی۔ اس نے کئی پمفلٹ قادیانیت کے رد پر شائع کئے۔ ۲ر اگست ۱۹۳۳ء کو پروفیسر صاحب نے ''قادیانیت اور اس کے مقتداء'' کا دیباچہ لکھا۔ یہ پمفلٹ ۴۸ صفحات کا ہے اور مولانا نور الحق علوی رحمہ اللہ کا مرتب کردہ ہے۔

(۸۸۳)

نذر دین رحمۃ اللہ علیہ (گولڑہ شریف)، پیر سید

حضرت قبلہ عالم (پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ اوائل عمر میں حضرت اجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (پیر سید نذر دین رحمۃ اللہ علیہ والد ماجد پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، پوٹھواری زبان میں والد کو ’’اجی‘‘ کہتے ہیں) شب و روز عبادت الٰہی اور مطالعہ کتب کے سلسلے میں اپنی آبائی مسجد میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اس مسجد کے قریب ہی سکھوں کا محلّہ تھا، جہاں سکھ قلعہ دار کی ایک رشتہ دار لڑکی بدچلنی کے الزام میں حاملہ پائی گئی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک مقامی مخالف نے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو متہم کیا۔ جس پر قلعہ دار نے کسی اور ثبوت کے بغیر آپ کو گرفتار کرا کر زندہ جلا دینے کا حکم دے دیا۔ اس الزام و سزا کے حکم کے خلاف قرب و جوار کے مسلمانوں کے وفد سکھ سردار کے پیش ہوئے تو اس نے کہا: ’’سجادہ نشین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فوراً آ کر یقین دلائیں کہ لڑکا بے گناہ ہے۔‘‘ سجادگی پر اس وقت والد صاحب کے ماموں سیّد فضل دین رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز تھے۔ آپ نے جانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ: ’’اسے کہہ دو کہ اسے جلا ڈالے۔ اگر یہ گنہگار ہے تو ہمارے لئے اس کا جل جانا ہی بہتر ہے۔‘‘

تاریخ سزا سے ایک دن پہلے مواضعات میرا بادیہ دمیرا اکو وغیرہ کے مسلمانوں نے اجتماع کر کے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اطراف و جوانب میں پیغامبر بھجوا کر اطلاع کرا دی کہ جو کوئی ایسا قدم اٹھائے گا، اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا۔ چنانچہ لوگ رک گئے۔

سزا والے دن علی الصبح ہی ہزاروں کی تعداد میں مرد و زن قلعے کے باہر جمع ہو گئے۔ اس قلعے کے کھنڈرات شہر سے مغرب کی جانب کچھ دور ندی کے کنارے اب تک موجود ہیں۔ عورتوں نے آہ و بکا کرتے ہوئے اپنے زیورات کے ڈھیر لگا دیئے کہ ہمارے پیرزادے کو ان کے ساتھ تول کر جرمانہ وصول کر لو اور انہیں رہا کر دو۔ مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق عبرت عامہ کے لئے سزائے موت شارع عام پر دی جاتی تھی۔ اس لئے ایک کھلی جگہ لکڑیاں چن کر چتا تیار کی گئی اور فوج نے اسے گھیرے میں لے لیا۔

یہ بدھ کا دن تھا۔ اس رات والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی

زیارت نصیب ہوئی۔ جنھوں نے فرمایا کہ: ''چتا پر جانے سے پہلے غسل کر کے گھر میں جو نیا لباس موجود ہے پہن کر، دو نفل نماز ادا کریں۔'' چنانچہ سکھ سپاہیوں نے آخری خواہش کی تکمیل میں غسل کے لئے پانی بھی دیا اور گھر سے لباس بھی منگوا دیا جو آپ نے پہن کر نماز دوگانہ ادا فرمائی اور چتا پر جا کر بیٹھ گئے۔ لکڑیوں پر تیل لگا کر آگ لگانے کی کوشش کی گئی، مگر لاکھ جتن کے باوجود آگ نہ لگی، یہ دیکھ کر الزام لگانے والے شخص نے کہا کہ: ''سپاہی پیروں سے مل گئے ہیں اس لئے دانستہ ہیری پھیری کر رہے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں آگ کیسے نہیں لگتی؟'' یہ کہہ کر اس نے حضرت کے کپڑوں اور لمبے لمبے گھونگھریالے بالوں پر کافی تیل ڈالا اور ایک برتن میں خشک بنولے ڈال کر جلائے اور جب شعلے بلند ہونے لگے تو اس برتن کو آپ کے تیل میں تر بتر بالوں کے نیچے رکھ دیا۔ مگر شعلے لپکتے رہے اور ان کی حرکت سے حضرت کے بال لہراتے رہے، لیکن انہوں نے آگ کا کوئی اثر قبول نہ کیا۔ آخر اس نے جلتے ہوئے بنولوں کو آپ کے تیل میں شرابور کپڑوں پر الٹ دیا، لیکن وہ بغیر کسی قسم کا اثر قبول کئے ہوئے لکڑیوں پر جا گرے اور بجھ گئے۔

یہ دیکھ کر لوگوں میں آپ کی بے گناہی کا غوغا اٹھا اور قلعہ دار نے حکم دیا کہ مخبر کو گرفتار کر کے اسی چتا پر جلا دیا جائے اور خود گلے میں کپڑا ڈال کر دست بستہ حضرت سے معافی کا خواستگار ہوا کہ: ''آپ واقعی بے گناہ ہیں۔ میں نے اس برے آدمی کے کہنے پر آپ پر ناحق ظلم کیا۔'' (ماخوذ از ''مہر منیر'' مصنفہ مولانا فیض احمد فیضی ص۵۵،۵۶)

(۸۸۴)

نذیر احمد بغوی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

حضرت مولانا نذیر احمد بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحاریک ختم نبوت میں جوش و جذبہ کے ساتھ حصہ لیا تھا۔ ۱۹۸۳ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی تشکیل کے موقع پر وہ بھی جامع مسجد ناڑی مانسہرہ میں شریک اجلاس تھے۔ اس اجلاس میں نہایت پراثر تقریر کی تھی۔ آپ زندگی بھر اشاعت اسلام اور تحفظ ختم نبوت و ناموس رسالت اور دفاع صحابہ کے مشن پر مجاہدانہ انداز میں سرگرم عمل رہے۔ آپ مجاہد تحفظ ختم نبوت مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد تھے۔ (قاری محمد شاہ)

(۸۸۵)

نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ (سنکھترہ)، مولانا حکیم

(وفات:۱۶؍اپریل ۱۹۹۹ء)

مولانا حافظ محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ سنکھترہ مناظر اسلام کے جانشین مولانا حکیم نذیر احمد سنکھتر وی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو جامعہ اشرفیہ لاہور کے فارغ التحصیل تھے۔ اپنے بزرگوں کے قائم کردہ مدرسہ قاسم العلوم والخیرات کو بام عروج تک آپ نے پہنچایا۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنی مسجد سے صدائے عشق بلند کرتے رہے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائے۔

(۸۸۶)

نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، شیخ الحدیث مولانا

(وفات:۳۰؍جولائی ۲۰۰۴ء)

پاکستان کے ممتاز عالم دین، شیخ الحدیث، بانی جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد کے حضرت مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ آپ ۱۹۳۱ء روشن والا ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ ارائیں فیملی کے چشم و چراغ تھے۔ ذہین و روشن دماغ تھے۔ آپ نے جامعہ خیر المدارس ملتان میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا عبدالمجید انور رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ان جیسے دیگر طلباء ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ خیر المدارس کی تاریخ میں اس جماعت کو ذہین اور ہوشیار شمار کیا گیا۔ چنانچہ جامعہ خیر المدارس کے بانی حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کلاس کو مشکوٰۃ شریف پڑھانے کے لئے فقط ایک سال کے لئے حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو ساہیوال سے ملتان بلوایا۔ دورہ حدیث میں آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد شریف کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ ایسے شیوخ حدیث شامل تھے۔

فراغت کے بعد آپ کو آپ کے استاذ مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے قاری لطف اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ مدرسہ نعمانیہ کمالیہ میں تدریس کے لئے بھیج دیا۔ آپ کی تدریس کا وہاں سے آغاز ہوا۔ جامعہ خیر المدارس کے مہتمم ثانی حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو جامعہ خیر المدارس میں تدریس کے لئے بلا لائے۔ بڑے کامیاب محنتی، نامور اساتذہ میں

آپ کا شمار ہونے لگا۔ طلباء آپ پر جان چھڑکتے تھے اور تعلیم کے لئے کشاں کشاں آپ کے ہاں آنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا مفتی زین العابدین ؒ اپنے قائم کردہ دارالعلوم پیپلز کالونی فیصل آباد میں استاذ حدیث کے طور پر مولانا نذیر احمد ؒ کو لے گئے۔ اس زمانہ میں آپ کی تعلیم کا شہرہ پورے پاکستان کے مدارس تک پھیل گیا تھا۔ ۱۹۸۳ء میں مولانا نذیر احمد صاحب ؒ نے جامعہ اسلامیہ امدادیہ کی فیصل آباد میں بنیاد رکھی۔ رکھ رکھاؤ، گفتگو، میل ملاقات، دل موہ لینے والے تعلقات رکھنے میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ جامعہ امدادیہ کرایہ کی بلڈنگ سے اپنے خرید کردہ پلاٹ میں منتقل ہوا۔ پورے شہر فیصل آباد میں امدادیہ کی دھاک بیٹھ گئی۔ کچی عمارت سے پکی عمارتوں، متصل کے پلاٹوں کی خریداری و تعمیرات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں کوہ قامت بلڈنگوں نے دوست، دشمن سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ ہزار ہا طلباء تعلیم حاصل کرنے لگے۔ پورے پنجاب کے معیاری مدارس میں جامعہ امدادیہ نے ظاہری و باطنی تعلیمی و تنظیمی ترقی کا اعلیٰ نمونہ و مثال قائم کردی۔ ہزاروں طلباء نے آپ سے حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی۔ آپ دیوبند کے تھانوی حلقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے شاگردوں کی کھیپ نے ملک کے طول و عرض میں مدارس کا جال بچھادیا۔ تعلیمی و تربیتی اہتمام کے باعث ملک بھر کے علماء، مشائخ، خطباء و اساتذہ کے صاحبزادگان کے لئے امدادیہ کا انتخاب سنہری انتخاب شمار ہونے لگا۔ مولانا نذیر احمد صاحب ؒ نے ہمارے تھانوی خانوادہ کی قائم کردہ روحانی اصلاحی انجمن صیانۃ المسلمین میں خاص مقام حاصل کیا۔ اس کے نائب صدر منتخب ہوگئے۔ وفاق المدارس کی عاملہ کے رکن تھے۔ قدرت کے کرم سے آپ کی خوبیوں کو وہ رنگ لگا کہ ان کی عزت و شہرت آسمان سے باتیں کرنے لگی۔

مدرسہ ختم نبوت چناب نگر مسلم کالونی سالانہ ردقادیانیت کورس کی اختتامی تقریب کا بیان طے شدہ امر تھا۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں ضرور شریک ہوتے۔ جامعہ امدادیہ کے دروازے مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے انہوں نے وا کردیئے تھے۔ ان کے بزرگانہ محبت بھرے خطوط جو مشوروں اور ناصحانہ امور پر مشتمل ہیں مجلس کے لئے سرمایہ افتخار ہیں۔ قدرت نے آپ کو خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔ آپ کی ذہانت، معاملہ فہمی، مزاج شناسی، ہر دلعزیزی کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ جس سے ایک بار ملاقات ہوگئی وہ زندگی بھر آپ کے گن گانے لگ جاتا تھا۔ لوگوں کی شادی، غمی، تیمارداری میں برابر شریک رہتے۔ گویا ایک کامیاب زندگی گزارنے کا حق تعالیٰ نے آپ کو سلیقہ نصیب کیا تھا۔ آپ جتنی ترقی کرتے گئے حاسدین، معاندین کی تعداد میں بھی

اضافہ ہوتا گیا۔ ہر جگہ لگائی بجھائی، اکھاڑ پچھاڑ سے عمر بھر واسطہ رہا۔ لیکن وہ سانحات سے نبردآزما ہوکر کامیاب جرنیل کی طرح فاتح ہوکر نکھر آتے تھے۔ دیکھتی آنکھوں کے سامنے آپ نے ترقی کی وہ منازل طے کیں جنہیں صرف فضل ربی ہی جا سکتا ہے۔ پہلے جواں سال صاجزادہ کی شہادت نے ان کی صحت پر کاری ضرب لگائی۔ پھر جامعہ امدادیہ کے معاملات کے بوجھ نے ان کی کمر خمیدہ کی۔

دل کی بیماری اور بوڑھاپے نے اتحاد کرلیا تو آپ کی صحت نے شکست مان لی۔ بستر پر محوآرام ہوگئے۔ علاج معالجہ جاری رہا۔ وقت گزرتا رہا۔ تا آنکہ وقت موعود آ گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین!

(۸۸۷)

نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب سید مولانا

(پیدائش: ۱۸۰۵ء ...... وفات: ۱۰ ر رجب ۱۳۲۰ھ)

سید نذیر حسین صوبہ بہار کے موضع سورج گڑھ ضلع مونگیر میں سید جواد علی کے گھر پیدا ہوئے۔ ۱۷ برس کی عمر میں عظیم آباد پٹنہ میں آ کر شاہ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں سے تھے) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور قرآن وحدیث کے علوم حاصل کئے۔ دوران تعلیم پٹنہ ہی میں میاں نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے استاذ (شاہ محمد حسین) کے مرشد سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بیٹھنے اور ان سے استفادہ حاصل کرنے کا موقع ملا۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے دہلی چلے آئے جہاں اوّلاً مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد اورنگ آبادی اور بعدازاں تکمیل حدیث میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کرنے کا موقع منجانب اللہ میسر آیا۔

تحصیل علم کے بعد جب ۱۲۵۷ھ، بمطابق ۱۸۴۱ء میں شاہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ مع اہل خانہ مکہ معظمہ ہجرت کر گئے تو آپ مسجد اورنگ آبادی میں مسند خاندان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پر تشریف فرما ہوئے اور قرآن وحدیث اور فقہ کا درس شروع کیا اور بفضل اللہ تعالیٰ دہلی جیسے علمی اور عملی مرکز میں بیٹھ کر عوام الناس میں ایک حلقہ قائم کیا۔ ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے اس اورنگ آبادی مسجد کو گرا کر ریلوے اسٹیشن کی حدود میں شامل کیا تو آپ پھاٹک

حبش خان میں منتقل ہو گئے اور اس مقام پر باستغنا قرآن وسنت کی اشاعت میں مصروف عمل رہے۔ ایسے مصروف عمل رہے کہ زمانہ آپ کی فقاہت علم وفضل کا معترف ہوا۔ درسگاہ ہو، خانقاہ ہو، بادشاہ کا دربار ہو یا مصنف کا قلم آپ کی قابلیت اور استعداد کا ذکر قابل تحسین رہا ہے۔ سوانح قاسمی جلد اوّل میں سید مناظر احسن گیلانی ؒ لکھتے ہیں کہ سید احمد خان کی کتاب ''آثار الصنادید'' نامی جو شائع ہوئی تھی اس میں میاں نذیر حسین کا ذکر کرتے ہوئے سید (احمد) صاحب نے لکھا کہ:

''مولوی نذیر بہت صاحب استعداد ہیں۔ خصوصاً فقہ میں ایسی استعداد کامل بہم پہنچائی ہے کہ اپنے نظائر واقران سے گوئے سبقت لے گئے ہیں۔ فن روایت میں آج بے نظیر ہیں...... باعتبار سن کے جوان اور باعتبار طبیعت حلیم اور وضع متین کے پیر۔'' (سوانح قاسمی طبع لاہور جلد اوّل)

سید (احمد خان) کا یہ تبصرہ بھی اس وقت کا ہے جب سید نذیر حسین ؒ کی عمر ۴۳ برس کی تھی۔ اس کے تقریباً ۵۷ سال بعد زندہ رہے اور درس وتدریس میں مشغول رہے۔ جب ۴۳ برس کی عمر میں ان کے متعلق یہ تبصرہ ہے کہ فقہ میں اپنے نظائر واقران سے گوئے سبقت لے گئے اور فن روایت میں بے نظیر ہیں تو ان کی زندگی کے آخری حصہ میں ان کے علمی مقام کا اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں۔ میاں نذیر حسین ؒ کا شمار ان نابغہ روزگار شخصیات میں سے ہے جو ایک انجمن کی حیثیت رکھتی ہیں اور ہر میدان میں پیش پیش نظر آتی ہیں۔ دور یشانہ صفت کے ساتھ ساتھ مجاہدانہ صفات بھی نمایاں تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزدی میں سربرآوردہ قائدین میں بھی شامل رہے اور بعدازاں مجاہدین ختم نبوت میں بھی۔

جب مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد تبدیل ہوئے تو یہی میاں نذیر حسین صاحب ؒ ۹۰ سال کی عمر میں ڈولی میں بیٹھ کر عقیدتمندوں کے سہارے چلتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ اس کے غلط عقائد پر مناظرے کے لئے دہلی کی جامع مسجد میں پہنچے اور باقی ماندہ عمر مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریہ عقائد کی تردید میں گزارے۔ جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے آپ کو ہامان، ابولہب، مخبوط الحواس وغیرہ کی گالیاں نکال کر اپنی بدزبانی پر مہر ثبت کی۔ مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ نے جو فتویٰ مرتب کیا اس کا آپ نے ہی مفصل جواب تحریر کیا۔ اس کا یہ حصہ توجہ چاہتا ہے۔

''مرزا غلام احمد قادیانی اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت سے خارج ہے۔ اس کے بعض عقائد ومقالات یونانی فلاسفہ کے ہیں۔ بعض پیروان وید یعنی ہنود سے لئے گئے ہیں۔ بعض نصاریٰ سے ماخوذ ہیں۔ اس کا طریقہ ملحدین باطنیہ وغیرہ اہل ضلال کا سا ہے۔ اس کے دعوائے

نبوت اور اشاعت اکاذیب اور ملحدانہ طریق کی وجہ سے وہ یقیناً ان تیس دجالوں میں سے ہے جن کی اطلاع حضرت مخبر صادق ﷺ نے دی تھی اور اس کے پیرو وہم مشرب ذریت دجال ہیں۔ اگر اس عمل واعتقاد کا شخص خدا کا ملہم ومخاطب ہوتو انبیاء وملہمین سابقین کا الہام پایہ اعتبار سے ساقط ہو جاتا ہے۔ قادیانی کا کواکب وسیارات وافلاک کے لئے نفوس وارواح تجویز کرنا یونان کے فلاسفہ اشراقیین اور ہنود کا مذہب ہے۔ چنانچہ قادیانی نے توضیح المرام کے ص۳۲ پر اپنا یہی عقیدہ لکھا ہے قادیانی کا بطور استعارہ ابن اللہ کہلانے کو تجویز کرنا پوری نصرانیت ہے۔ بائبل سے ثابت ہے کہ عیسائیوں نے بھی استعارہ کے طور پر خدا کے پیارے اور مطیع بندوں کو ابن اللہ کہا ہے اور قرآن میں ان کے اس قول کی حکایت کا ہم خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ مگر یہی استعارہ ان لوگوں کے مشرک ہوجانے اور مخلوق کو حقیقتاً خدا کا بیٹا قرار دینے کا موجب ہوا تو قرآن واسلام آیا اور اس محاورہ کو دور کیا۔ اب قادیانی نے پھر اس محاورہ کو رائج کرنا چاہا اور قادیانی کا محدث ہونے کا دعویٰ کرنا اس ذریعہ سے ایک قسم کا نبی کہلانا اور نبوت جزئی کے دروازے کو مفتوح کہنا بھی قرآن کا انکار ہے۔ قادیانی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر چڑھایا جانا تجویز کرنا نص قرآنی وما قتلوہ وما صلبوہ سے انکار ہے اور اس میں اس نے نیچریوں کی تقلید کی ہے جو عیسائیوں کے مقلد ہیں۔ قادیانی کا حضرت مسیح کے معجزات سے انکار کرنا قرآن کا انکار ہے۔ قادیانی کا حدیث نبوی کو مفسر قرآن نہ ماننا ضلالت ہے۔ اہل سنت وجماعت میں مسلم ہے کہ حدیث قرآن کی مفسر اور اس کے اجمال کی مبین ہے۔ قادیانی کا اپنی پیروی کو مدار نجات ٹھہرانا بھی انتہاء درجہ کی گمراہی ہے۔ کیونکہ ایسا دعویٰ انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی کو نہیں پہنچتا۔ قادیانی کا یہ کہنا کہ حیات مسیح علیہ السلام کا اعتقاد رکھنا شرک ہے۔ اس کا ان تمام صحابہ وتابعین وتبع تابعین اور آئمہ مجتہدین اور آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے آج تک کے تمام مسلمانوں کو جو حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ سمجھتے ہیں اور قیامت سے پہلے ان کے نزول کے معتقد ہیں مشرک بنانا ہے۔ قادیانی کا یہ عقیدہ جیسا کفر ہے محتاج تشریح نہیں، غرض یہ شخص اسلام سے قطعاً خارج ہے۔“

(۸۸۸)

نذیر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ، جناب صوفی محمد

جناب ڈاکٹر نذیر احمد صوفی سیالکوٹ کے باسی تھے۔ سیالکوٹ کی مسلم لیگ حلقہ نمبر۸

شہر کے صدر بھی تھے۔ آپ نے علامہ اقبال مرحوم کے فرامین کی روشنی میں قادیانیت کے ملعونہ عقائد کا تجزیہ کیا۔ ڈاکٹر نذیر صاحب نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے تحریک کی بھرپور اخلاقی مدد کی۔ یہ قادیانی فتنہ کی سنگینی سے خود آگاہ تھے اور لیگی قیادت کو اس فتنہ کے زہریلے عقائد وعزائم سے باخبر کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے تردید مرزائیت کے لئے ''قادیانی مذہب اور علامہ اقبال کا قول فیصل'' نامی رسالہ مرتب کیا جو احتساب قادیانیت جلد ۳۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۸۹)

نصر اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ (خان گڑھ)، جناب نوابزادہ

خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ کے بے تاج بادشاہ، بابائے جمہوریت نوابزادہ نصر اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ پاکستان بننے سے قبل مجلس احرار اسلام سے وابستہ ہوئے اور کل ہند مجلس احرار کے ناظم عمومی منتخب ہوئے۔ نوابزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی روایات، ذاتی شرافت، کمال دیانتداری کے باعث پاکستان کے ان نامور راہنماؤں میں سے ہیں جن پر پاکستان کی دھرتی کو بھی ناز ہے۔ آپ نے اپنے بزرگوں کے ساتھ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے نائب صدر اور مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ مرکزی صدر کے دست وبازو تھے۔ آپ کی خطابت نے تحریک میں جان پیدا کی اور آپ تحریک کے روح رواں تھے۔ قیام مجلس کے پہلے سے لے کر فیصلہ ہوجانے تک پورے دور میں دن رات تحریک کی کارروائی کے لئے ایک کر دیئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شریک عمل رہے۔ سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ و چناب نگر میں ان کی تشریف آوری سے کانفرنس کا ایک سماں قائم ہوجاتا تھا۔

(۸۹۰)

نصیر الدین غورغشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا

(وفات: ۲۳؍ جنوری ۱۹۶۸ء)

شارح مشکوٰۃ، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ واں بھچراں کے

خلیفہ مجاز، نامور محدث اور معروف زمانہ مدرس تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں والہانہ حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ انہیں ایسے ایثار پیشہ مشائخ کی قربانیوں کے صدقہ میں قادیانیت آج زبوں حالی کا شکار ہے۔

(۸۹۱)

نصیر الدین گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، پیر

(وفات: ۱۳ر فروری ۲۰۰۹ء)

حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا پیر طریقت حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے گدی نشین تھے۔ عالم، فاضل، علوم جدید و قدیم کے شناور، صوفی، سکالر اور شاعر تھے۔ روایتی پیروں سے ہٹ کر وہ توحید کے علمبردار تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی آبیاری اور پاسبانی انہیں ورثہ میں ملی تھی۔

فتنہ قادیانیت کے رد کے لئے کبھی کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔ پاسپورٹ میں خانہ مذہب کی بحالی کے لئے قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی زیر صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے آل پارٹیز میٹنگ منعقد کی۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ کی طرف سے دعوت نامہ اور پیغام خصوصی لے کر مولانا صاجزادہ عزیز احمد مدظلہ ان سے ملنے گولڑہ شریف تشریف لے گئے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ مولانا صاجزادہ عزیز احمد مدظلہ خانقاہ سراجیہ کے موجودہ سجادہ نشین کے بڑے صاجزادہ ہیں تو اکرام و احترام کی بارش کردی۔ بہت ہی عزت افزائی کی۔ کانفرنس میں شرکت کے لئے پہلے سے طے شدہ پروگرام کو پس و پیش کرنے کا فرمایا۔ دو روز بعد پہلے سے طے شدہ پروگرام میں تبدیلی نہ ہونے کے باعث حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے پاس وفد بھیج کر معذرت کی اور کانفرنس میں نہ صرف اپنا نمائندہ وفد بھیجا بلکہ تحریری پیغام بھی ارسال کیا۔ جو صدر اجلاس مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے کانفرنس میں پڑھ کر سنایا۔

حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اگست ۱۹۰۰ء میں مرزا قادیانی سے مناظرہ و مقابلہ کے لئے لاہور تشریف لائے تھے۔ مرزا قادیانی نے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ سے راہ فرار اختیار کر کے اپنے چہرہ و دل کی طرح قادیانیت کی تاریخ کو بھی سیاہ کردیا۔ اس واقعہ کے سو سال پورے ہونے پر ۲۰۰۰ء میں پیر نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام کیا۔

مولانا پیر نصیر الدین صاحب ؒ سے ایک بار چناب نگر سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے درخواست کی۔ کانفرنس کے دنوں میں ہی آپ کا سفر عمرہ طے تھا۔ تاہم وعدہ کیا کہ جب پنجاب کے سفر پر ضلع جھنگ کا دورہ ہوا تو چناب نگر مسجد ومدرسہ ختم نبوت کے لئے مستقل وقت دوں گا۔ ہماری سستی کہ ہم دوبارہ یاددہانی نہ کرا سکے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن حضرت مولانا قاری محمد امین ؒ مہتمم جامعہ عثمانیہ راولپنڈی ان سے مسلسل رابطہ میں رہتے تھے اور حضرت پیر صاحب ؒ مجلس کی کارکردگی پر غائبانہ دعاؤں سے سرفراز کرتے رہتے تھے۔ ان کے بہت ہی اجلے کردار اور اپنے اباؤ اجداد کی روایات کو برقرار رکھنے کے لئے تفصیلی مقالہ کی ضرورت ہے۔ ان سے عہد رفتہ کی بہت سی وابستہ یادیں آئندہ نسلوں کے لئے زریں تاریخ کا درجہ رکھتی ہیں۔ وہ کیا گئے عہد رفتہ کی تاریخ کا باب ہی گم ہوگیا۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۸۹۴)

نظام الدین ؒ بی۔اے (گجرات)، ابوعبیدہ

(وفات: ۵؍جولائی ۱۹۸۵ء)

ہمارے ممدوح جناب ابوعبیدہ نظام الدین مرحوم ۱۸۹۶ء میں بہور چھ ضلع گجرات پنجاب پاکستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام بھاگ دین تھا۔ آپ کا تعلق بٹ کشمیری قوم سے تھا۔ ابتدائی تعلیم سے لے کر ایف۔اے تک اپنے آبائی گاؤں اور آبائی ضلع گجرات میں حاصل کی۔ آپ نے پرائیویٹ طور پر بی۔اے کیا اور پھر ایس۔اے۔ یو کیا۔ آپ کے بڑے بھائی فوج میں ملازم تھے اور کوہاٹ چھاؤنی میں تعینات تھے۔ انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی نظام الدین ؒ کو کوہاٹ بلا بھیجا۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد ۱۹۲۳ء میں حضرت مولانا نظام الدین مرحوم کوہاٹ اسلامیہ ہائی سکول میں سائنس ٹیچر مقرر ہوگئے۔ آپ نے اپنی بقیہ زندگی کا بھی اکثر حصہ کوہاٹ میں گزارا۔ رہائش گاہ اور زمین کی دیکھ بھال کے علاوہ عزیز واقارب کی خوشی وغمی میں شرکت کے لئے سال میں ایک دو بار آپ بہور چھ تشریف لاتے تھے۔ قدرت نے آپ کو سات بیٹے اور ایک بیٹی، اولاد صالح نصیب فرمائی۔ تمام اولاد کو آپ نے اعلیٰ تعلیم دلائی۔ تمام

اولاد اعلیٰ عہدوں پر فائز رہی۔ اکثر بیٹے فوج میں ملازم ہوئے اور اعلیٰ عہدوں پر ترقی پائی۔ اس وقت مرحوم کی تمام اولاد بحمد اللہ حیات ہے اور پاکستان، کینیڈا اور برطانیہ میں مقیم ہے۔ اولاد کے نام درج ذیل ہیں:

۱...... میجر قاسم عبید اللہ۔ یہ کینیڈا میں مقیم ہیں۔

۲...... عنایت اللہ برق۔ آپ علی گڑھ کالج کے سند یافتہ ہیں۔ واپڈا کے جنرل منیجر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ آج کل لاہور میں مقیم ہیں۔

۳...... ڈاکٹر مفتی کفایت اللہ۔ آپ راولپنڈی میں مقیم ہیں۔ اپنا کلینک ہے۔ میڈیکل کے کئی شعبوں میں اسپیشلسٹ ہیں۔ یہ ۱۵؍جولائی ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے۔ ان دنوں جناب ابوعبیدہ مولانا نظام الدین مرحوم فقیہ ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ سے ملاقات کے لئے دہلی گئے ہوئے تھے۔ اس دوران بیٹے کی ولادت ہوئی تو اسی نسبت سے آپ نے بیٹے کا نام مفتی کفایت اللہ رکھا۔

۴...... بریگیڈیئر خالد سیف اللہ۔ یہ ریٹائرڈ بریگیڈیئر ہیں۔ آج کل اسلام آباد میں مقیم ہیں۔

۵...... انور صبغۃ اللہ۔ یہ کینیڈا میں مقیم ہیں۔

۶...... عثمان حفیظ اللہ۔ یہ برطانیہ میں مقیم ہیں۔

۷...... میجر شبیر احمد ثانی۔ یہ ریٹائرڈ میجر ہیں۔ اسلام آباد میں مقیم ہیں۔

۸...... بیٹی کا نام فوزیہ خانم ایم۔اے ہے۔

مولانا مرحوم نے اپنے بڑے صاحبزادے عبید اللہ کے نام پر اپنی کنیت ابوعبیدہ اختیار کی اور یوں ابوعبیدہ نظام الدین بی اے کوہاٹی کے نام سے متعارف ہوئے۔

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، جناب علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ سے تعلق ارادت تھا۔ ان اکابر کی صحبتوں نے آپ میں دینی کتب کے مطالعہ کا ذوق پیدا کیا۔ ہر وقت دینی کتب کا مطالعہ آپ کی زندگی کا مشغلہ تھا۔ ہندوستان بھر میں آپ نے اہل باطل سے مناظرے کئے۔ دلائل و براہین سے گفتگو آپ کی پہچان تھی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی خانہ ساز نبوت، مہدویت، مجددیت اور مسیحیت کا تانا بانا تیار کیا تو دیگر مناظرین اسلام کی طرح آپ بھی قادیانیت شکن بن کر میدان میں اترے۔ تردید

قادیانیت کے موضوع پر آپ کے تمام رشحات قلم کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ''احتساب قادیانیت چودھویں جلد'' میں یکجا شائع کیا ہے۔

آپ کے صاحبزادے ڈاکٹر مفتی کفایت اللہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ دو آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا چچا مرنے والا ہے۔ وہ قادیانی ہے۔ آپ ہمارے گاؤں چلیں اور اسے سمجھائیں کہ وہ قادیانیت سے توبہ کر لے۔ آپ فوری طور پر ان افراد کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ ان کے چچا کو تبلیغ کی۔ اس پر قادیانیت کے دجل وفریب کو واضح کیا اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اللہ کے فضل اور آپ کی تبلیغ کی برکت سے وہ شخص اسی وقت مسلمان ہوگیا۔ ابھی آپ اسے مسلمان کرنے کے بعد اس گھر سے نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ اس نومسلم کا انتقال ہوگیا۔ اسی طرح نہ معلوم کتنی مخلوق خدا کو آپ نے ارتداد وزندقہ سے توبہ کرا کر حلقہ بگوش اسلام کیا۔

بہور چھ میں موجود مولانا مرحوم کے ایک نواسہ کے مطابق مولانا مرحوم ہلکے پھلکے جسم کے انسان تھے۔ چہرے پر رب کریم کے کرم سے نورانیت موسلا دھار بارش کی طرح برستی نظر آتی تھی۔ بے پناہ جاذبیت سے ان کی مخلصانہ تبلیغ اسلام اور تحفظ ختم نبوت کے مقدس مشن سے لگاؤ کی برکات جھلکتی نمایاں نظر آتی تھیں۔ آخر دم تک چلتے پھرتے رہے۔ کبھی معذور نہیں ہوئے۔ ۸۹ سال عمر پائی۔ زندگی کے آخری ایام میں اپنے آبائی گاؤں بہور چھ آ گئے۔ رات کو ہاٹ اٹیک ہوا۔ چند دن کمبائنڈ ملٹری ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ ۵؍جولائی ۱۹۸۵ء یوم الجمعہ کو انتقال فرمایا۔ گاؤں کے خطیب حضرت مولانا محمد طارق صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہور چھ کے قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔ علاقہ میں ''کوہاٹی بابا'' کے نام سے مشہور تھے۔

رب کریم کے کرم کو دیکھیں کہ مولانا نظام الدین ؒ نے جس فتنہ خبیثہ قادیانیت کا تعاقب ہندوستان میں شروع کیا۔ پاکستان میں ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریکات ختم نبوت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی، حکیم نورالدین، مرزا محمود اور مرزا ناصر کو اپنے سامنے ایڑیاں رگڑتے دیکھا۔ قادیانیت کی ذلت، رسوائی اور پسپائی اور مجاہدین ختم نبوت کی کامیابیوں وکامرانیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر، کامیاب زندگی گزار کر رب کریم کے حضور تشریف لے گئے۔

اخفاء واخلاص کے دلدادہ اور ریاکاری سے دور بھاگنے والے ان بزرگ کے ان مقدس اعمال کو دیکھیں۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی مقدس تحریکات ختم نبوت ہم مسکین لوگوں نے

اپنی جوانی میں لڑیں۔ چراغ تلے اندھیرے والی بات ہے کہ ہمیں معلوم نہ ہوسکا کہ ہمارے مجاہد، جرنیل، کامیاب وفاتح قائد جناب ابوعبیدہ مولانا نظام الدین صاحب ؒ قریب ہی رہتے ہیں۔ ان کی اس مخلصانہ ریاضت پر اس سے بہتر کیا خراج تحسین پیش کیا جاسکتا ہے کہ عاش غریبا ومات غریبا!

شان بوذری ؓ کا ایک عظیم نشان آں مرحوم کی ذات گرامی تھی۔ حضرت مولانا لال حسین اختر ؒ، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ، حضرت مولانا محمد حیات ؒ اور ابوعبیدہ حضرت مولانا نظام الدین ؒ اور حافظ محمد شفیع سنکھتروی ؒ کا خمیر ایسا لگتا ہے کہ ایک مٹی سے گوندھا گیا تھا۔ ان پانچ مناظرین میں سے دو، حضرت مولانا لال حسین اختر ؒ اور حضرت مولانا محمد حیات ؒ راقم الحروف کے استاذ اور تین، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ ابوعبیدہ حضرت مولانا نظام الدین ؒ اور حافظ محمد شفیع سنکھتروی ؒ غائبانہ محبتوں کا محور ومرکز ہیں۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں ان سبھی حضرات کا ساتھ نصیب فرمائیں۔ وماذالک علی اللہ بعزیز!

آپ کا امتیازی وصف اور خوبی یہ ہے کہ آپ قادیانیوں کو قادیانیوں کی کتابوں سے جواب دیتے ہیں۔ قادیانیوں کے ہر اعتراض کے سامنے قادیانی کتابوں کے حوالہ جات کی سدّ سکندری کھڑی کردیتے ہیں۔ یاجوج ماجوج کی طرح قادیانی ان حوالہ جات کی دیوار کو چاٹ چاٹ کر نیم جان ہوکر ادل فول بکنے لگ جاتے ہیں۔ موصوف کی یہ امتیازی شان ان کی کتابوں میں واضح طور پر پائی جاتی ہے۔ تقریباً سو سال گزرنے کے باوجود ان کی کتابوں کی ضرورت اور آب وتاب جوں کی توں باقی ہے۔ کوئی مناظر ان کی کتب سے بے نیازی نہیں برت سکتا۔ آج بھی قادیانیوں کے خلاف مناظرہ کا ہر صاحب ذوق مناظر ان کی کتب کا زیردست وممنون احسان نظر آتا ہے۔ ان کی عظیم خدمات کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔

ان کی چار کتب ہمیں میسر آئی ہیں:

۱...... ’’توضیح الکلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام‘‘

۲...... ’’کذبات مرزا‘‘

۳...... ’’برق آسمانی برفرق قادیانی‘‘

۴...... ’’منکوحہ آسمانی‘‘

جو احتساب قادیانیت کی جلد ۱۴ کی زینت بنی ہیں۔ مزید ان کے رشحات قلم شائع نہ ہوسکے۔ ان کی کتب و مسودہ جات بیس سال کا عرصہ ہوا ان کے ایک عزیز جو فوجی آفیسر تھے اور لاہور میں مقیم تھے انہوں نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی لائبریری کو وقف کئے تھے۔ ان کی نوٹ بکوں کو آج کوئی اللہ کا بندہ ترتیب دے۔ حوالہ جات پر محنت کرے تو رد قادیانیت کا خوبصورت انڈکس تیار ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کام کے لئے صلاحیت و توفیق اور فرصت درکار ہے۔ کسے اللہ تعالیٰ توفیق دیتے ہیں یہ ایک سوالیہ ہے؟ فقیر حقیر راقم الحروف سے جو ہوسکا وہ عنایت الٰہی ہے اور آپ کے سامنے پیش خدمت ہے۔

قارئین! قدرت کے کرم کو دیکھیں کس طرح ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے ایسے افراد کار امت کو نصیب کئے جنہوں نے قادیانیت کے خلاف اپنی صلاحیتوں کو وقف کئے رکھا۔ آج ان حضرات کی محنت کو حق تعالیٰ کس طرح اجاگر فرمارہے ہیں۔ یہ ان کے مخلصانہ کام اور جدوجہد کی عند اللہ مقبولیت کی دلیل ہے۔ ہم ان کے صحیح وارث ہیں؟ یہ ہمارے پر منحصر ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرسکتے ہیں یا نہیں۔ یہی قارئین، مبلغین اور رفقاء سے میری درخواست ہے۔ حق تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ عالم آخرت میں ان مرحوم مصنفین سے ملاقات یقیناً تمام تھکاوٹوں کو دور کردے گی۔ اے مولائے کریم! تو ایسے ہی فرما۔ ان کے علوم کا صحیح وارث بنادے اور قیامت کے دن تمام رسوائیوں سے محفوظ فرماکر ان حضرات کی صحبتوں کے مزے لوٹنے کی توفیق عنایت کردے۔ ہماری مشکلات کو آسان اور پریشانیوں کو دور فرما اور زیادہ سے زیادہ جگر سوزی کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عنایت فرما۔ آمین ثم آمین! بحرمة النبی الکریم وخاتم النبیین!

(۸۹۳)

نظام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، جناب مفتی

بریلوی مکتب فکر کے مولانا نظام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ بعد میں وزیرآباد شہر میں منتقل ہوئے۔ وہاں وصال ہوا۔ ''قہر یزدانی برقلعہ قادیانی'' آپ کا مرتب کردہ ہے اور اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۴۶ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۹۴)

نظیر احسن بہاری رحمۃ اللہ علیہ، جناب

۱...... ’’مسیح کاذب‘‘

یہ کتاب سابق مرزائی جناب ملک نظیر احسن بہاری مرحوم کی مرتب کردہ ہے۔۱۹۱۳ء کی شائع کردہ ہے۔اب ۲۰۱۲ء میں مکمل ایک سوسال بعد شائع کرنے کی توفیق وانعام الٰہی کے شکر میں سراپا نیاز ہوں۔ الحمدللہ! مصنف نے ٹائٹل پر پہلے ایڈیشن میں تحریر کیا:

از مصرعہ اولین عنوان — ہجری بے رمز شد نمایان
بے حمل سن مسیح پیداست — از مصرعہ ثانیش ہویدا است

۱۳۳۱ھ

این برق کند شرر فشانی — بر خرمن کذب قادیانی

۱۹۱۳ء

المسمّٰی بہ ’’مسیح کاذب‘‘

سلطان قلم کجا است آید — شاید بفرار رونماید
گر قطع کن سر خلافت — تارخ بہم رسد ز ہجرت

۱۹۳۰ء......خارج: ۶۰۰......باقی ۱۳۳۰ھ

اس مختصر رسالہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی دو درجن جھوٹی پیش گوئیاں اور الہامی اقوال کو واضح طور سے خود مرزا کی کتابوں سے چن کر بنظر آگاہی خاص وعام دکھائی گئی ہیں جس سے اس کی جھوٹی مسیحیت اور مہدویت کا شیرازہ خود بخود ٹوٹ گیا اور اہل مذاق کے لئے تو تاریخوں کا یہ رسالہ گنجینہ ہے۔ مصنف جناب مولانا مولوی ملک نظیر احسن بہاری سابق مرید خاص مرزا قادیانی، دی پرنٹنگ ورکس دہلی حوض قاضی میں چھپا ۱۹۱۳ء۔

۲...... ’’تائید ربانی (۱۳۳۱ھ) بجواب ہزیمت قادیانی‘‘

یہ رسالہ بھی مولانا ملک نظیر احسن بہاری سابق مرید خاص مرزا قادیانی کا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ آسمانی تحریر فرمایا۔ ایک مرزائی ملک منصور نے ’’نصرت یزدانی بجواب فیصلہ آسمانی‘‘ تحریر کیا۔ اس کا جواب ۱۳۳۱ھ میں ملک نظیر احسن بہاری نے ’’تائید ربانی بجواب ہزیمت قادیانی‘‘ تحریر کیا۔ ۱۳۳۱ھ میں یہ رسالہ شائع ہوا۔ آج ۱۴۳۳ھ ہے۔ ایک سو دو

سال کے بعد دوبارہ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۵ میں شائع کرنے کی سعادت پر اللہ رب العزت کا سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔ ربنا تقبل منا ۰ انک انت السمیع العلیم۔ آمین!

(۸۹۵)

نظیر صوفی رحمۃ اللہ علیہ (سیالکوٹ)، جناب ڈاکٹر

جناب ڈاکٹر نظیر صوفی سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۲رجون ۱۹۷۲ء کو مرزا قادیانی کی کتب سے ثابت کیا کہ آنحضور ﷺ کے بعد مدعی نبوت، لعنتی، کذاب، کافر اور دائرہ سلام سے خارج ہے۔ رسالہ کا نام آپ نے ''ختم نبوت افروز اظہار الحق'' رکھا اور اب یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہے۔

(۸۹۶)

نعیم آسی (سیالکوٹ)، مولانا

(ولادت: ۱۹۴۹ء ...... وفات: ۹رنومبر ۱۹۹۰ء)

سیالکوٹ کی ایک مرنجاں مرنج دینی شخصیت حضرت مولانا نعیم آسی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ مدنیہ لاہور کے مرید خاص تھے۔ سیالکوٹ میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا نعیم آسی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم اکادمی کے نام پر سیالکوٹ میں ادارہ قائم کیا۔ آپ بہت اچھے معیاری لکھاری تھے۔ آپ کے مضامین اس زمانہ میں ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور میں آغا شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ شائع کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ''نوائے وقت'' ترجمان اسلام، تبصرہ میں آپ کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ کچھ عرصہ الاحرار کے سب ایڈیٹر بھی رہے۔ مولانا نعیم آسی رحمۃ اللہ علیہ جمعیۃ علماء اسلام سیالکوٹ کے روح رواں تھے اور مدرسہ قاسم العلوم مسجد الکوثر مجاہد روڈ سیالکوٹ کے خطیب بھی تھے۔ خوب علم دوست انسان تھے۔ آپ کی رد قادیانیت پر ایک کتاب اور ایک رسالہ ہمیں دستیاب ہوئے۔ کتاب کا نام ہے:

۱...... ''اقبال اور قادیانی'' یہ کتاب مئی ۱۹۷۴ء میں آپ نے شائع کی اور جو رسالہ ملا اس کا نام ہے:

۲...... ''قادیانی مسئلہ آئینی ترمیم کے مطابق قانون سازی کا تقاضا کرتا ہے'' یہ رسالہ فروری ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا۔

مولانا نعیم آسی رحمۃ اللہ علیہ جوانی میں جاں بحق ہوئے۔ ان کے رشحات قلم کو احتساب قادیانیت جلد۴۴ میں شائع کرنے پر دل مسرتوں سے لبریز ہے کہ وہ فقیر کے بہت اچھے دوست تھے۔ ہمارے حضرت خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منظور نظر تھے۔ مولانا حامد میاں کے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ بیعت ہوئے۔

(۸۹۷)

نعیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، جناب

(ولادت: جون ۱۹۱۶ء ...... وفات: ستمبر ۲۰۰۲ء)

جناب نعیم صدیقی مرحوم کا اصل نام: مولانا فضل الرحمٰن تھا۔ آپ ایک ممتاز عالم دین، دانشور، شاعر، ادیب، مصنف، صحافی اور بانی رکن جماعت اسلامی تھے۔ جناب نعیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ وسعید احمد ملک رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ دونوں حضرات جماعت اسلامی سے وابستہ تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے حالات، نتائج وعواقب کی ذمہ داری کے تعین کے لئے حکومت نے مسٹر جسٹس منیر اور مسٹر ایم.آر کیانی پر مشتمل انکوائری کمیشن قائم کیا۔ عدالتی کمیشن کی رپورٹ جب چھپ کر آئی تو وہ تضاد بیانیوں اور غلط معلومات کا ملغوبہ تھی۔ مختلف حضرات نے انکوائری کمیشن کی رپورٹ پر تبصرے وتجزیے کئے۔ اس میں آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے وکیل مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش درانی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ ''محاسبہ'' کے نام پر ''احتساب قادیانیت'' میں پیش کر چکے ہیں۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۶ میں جناب نعیم صدیقی مرحوم وسعید احمد ملک رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ تبصرہ جو جماعت اسلامی نے شائع کیا۔ جس کا نام ہے: ''تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ پر تبصرہ'' شامل اشاعت ہے۔

(۸۹۸)

نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا مفتی محمد

(وفات: ۱۹۷۰ء)

لدھیانہ کے معروف عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ

کے خاندان کے اکابر نے اوّلاً مرزا قادیانی ملعون پر کفر کا فتویٰ جاری کیا تھا۔ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، بانی احرار، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے رشتہ میں چچا لگتے تھے۔ تقسیم کے بعد آپ منڈی بہاؤالدین میں عرصہ تک جامع مسجد کے خطیب رہے۔ ۱۹۶۳ء میں فیصل آباد جناح کالونی کی جامع مسجد میں بطور خطیب کے تشریف لائے۔ ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ جب آپ لدھیانہ میں تھے۔ تب آپ لدھیانہ کے مفتی تھے۔ آپ نے ایک رسالہ ۱۴؍نومبر ۱۹۳۳ء کو تحریر فرمایا۔ قادیانیوں نے ۲۲؍اکتوبر ۱۹۳۳ء کو پورے ہندوستان میں یوم تبلیغ منانے کا اعلان کیا۔ اس موقعہ پر ’’کیا آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت غیر تشریعی کے اجراء کا قائل کافر ہے؟‘‘ دو ورقہ پمفلٹ قادیانی جماعت نے قادیان سے شائع کیا، جس کا حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا۔ ’’قادیانی نبوت کا خاتمہ...... مرزائیوں سے چند سوال‘‘ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۰ میں شائع ہوا ہے۔

(۸۹۹)

نمائندہ اخبار، سراج الاخبار (جہلم)

جہلم سے سراج الاخبار شائع ہوا کرتا تھا۔ جب مولانا فقیر محمد صاحب مرحوم جہلمی مالک وایڈیٹر تھے، ملعون قادیان کی وفات ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ اس موقعہ پر آخر مئی میں نظم ونثر میں مرزا قادیانی کی موت کی کیفیت پر خامہ فرسائی کی گئی۔ ’’مرزا قادیانی کی موت کا عبرتناک نظارہ‘‘ ایک سو چھ سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شائع کرنے پر کوئی ہماری خوشی کے ٹھکانہ کا ادراک کرسکتا ہے؟

(۹۰۰)

نواب الدین ستکوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا نواب الدین ستکوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے نامور عالم دین، مناظر اور خطیب تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے دور میں ہی مرزائیت کے خلاف گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا مظہر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

’’میرے والد ماجد مولانا نواب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصبہ رمداس، ضلع امرتسر کے

تھے۔ والد صاحب چونکہ حضرت خواجہ سراج الحق ؒ کے خلیفہ اعظم تھے اور غیر معمولی اوصاف و کمالات کے حامل۔ اس لئے انہیں قادیان کے خطرناک محاذ دستکوہا پر متعین کیا گیا۔ جو قادیان سے تین کوس کے فاصلے پر تھا اور بٹالہ سے اگلے اسٹیشن ''چھینا'' سے اتر کر قادیان جانے والوں کی راہ گزر میں ایک اہم مقام کی حیثیت رکھتا تھا۔

تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد جب والد صاحب ؒ قادیان پر حملہ آور ہوتے تو تیزی سے دیہات میں یہ خبر پھیل جاتی کہ مولوی صاحب ؒ مرزا سے مناظرہ کرنے جارہے ہیں اور دیہاتی عوام اپنے ہل چھوڑ کر ساتھ ہو جاتے۔ یہ واقعہ میری پیدائش سے چند سال پہلے کا ہے۔ مرزا غلام احمد اور حکیم نورالدین سے گفتگو کا سلسلہ صرف علمی مباحث تک ہی محدود نہ رہتا، بلکہ والد صاحب ؒ اسے شدید مطعون بھی کرتے۔ یہ خبریں تو مجھ تک عینی شاہدوں کے ذریعے بکثرت پہنچی ہیں کہ مرزا غلام احمد دق ہو کر عجز وانکسار کی راہ اختیار کر لیتا اور اپنے دعوؤں کی تاویلیں کرنے لگتا۔ مرزا کی موت کے بعد مناظروں کا دور شروع ہوا تو والد صاحب ؒ پنجاب کے عظیم مناظر ہونے کی حیثیت سے ان کا مقابلہ کرنے لگے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے مناظروں کی تعداد کتنی ہے؟ سینکڑوں یا ہزاروں؟ بہرحال مناظروں میں زبانی کلامی ہی باتیں نہ ہوتی تھیں، بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کا آغاز بھی ہو جاتا تھا۔

غالباً ۱۹۲۹ء کا واقعہ ہے کہ پاک پتن شریف کی درگاہ میں والد صاحب ؒ کے پیرو مرشد کی درگاہ تھی۔ اس وقت پاک پتن شریف کی جامع مسجد کے خطیب ایک متبحر عالم دین مولانا عبدالحق صاحب ؒ تھے جو یہیں کے ایک زمیندار بھی تھے۔ مرزائیوں سے شرائط مناظرہ طے کرنے کے لئے مولانا تشریف لے جانے لگے تو میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ مرزائی بڑے کروفر کے ساتھ آئے تھے۔ میں ان کی کتابوں کے انبار اور ان کا کروفر دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔ دل میں یہ خیال گزرنے لگا کہ میرے والد صاحب ؒ کے پاس تو کوئی کتاب نہیں، وہ کیسے مناظرہ کریں گے؟ چنانچہ جب میں نے اپنے اس تاثر کا والد صاحب ؒ سے اظہار کیا تو وہ ہنس پڑے اور مولانا عبدالحق صاحب ؒ سے فرمانے لگے کہ: ''دیکھو! مظہر کیا کہہ رہا ہے؟'' پھر مولانا نے فرمایا: ''اس لڑکے کو سمجھاؤ کہ مناظرہ کتابوں سے نہیں تائید ربانی سے ہوتا ہے اور الحمد للہ! یہ ہمیشہ میرے شامل حال رہی ہے۔ میں نے زندگی میں ارباب باطل سے تمام مناظرے کتاب کے بغیر کئے ہیں۔''

یہاں یہ ذکر بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ مرزائیوں نے عام دستور کے خلاف پاک پتن

شریف کے مناظرے میں والد ماجد کے مقابلے کے لئے کہن سال اور گرگان باران دیدہ کی بجائے نوجوان مناظروں کو بھیجا جو والد ماجد کے تبحر علمی، زور خطابت، شخصیت، ذہانت وفطانت اور شجاعت وبہادری سے قطعی طور پر ناآشنا تھے۔ ان نوجوانوں کے سرخیل تین مناظروں کا نام تو مجھے اب تک یاد ہے۔ جلال الدین شمسی، عبدالرحمٰن اور سلیم، اور الحمد للہ! اسی مناظرے میں ۱۳۰ رآدمیوں نے مرزائیت سے توبہ کی اور والد صاحب ؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔

تم نے جادوگر اسے کیوں کہہ دیا؟

محمدی بیگم کے قصبہ ''پٹی'' میں جب والد صاحب ؒ کا مناظرہ ہوا تو فریق مخالف آنکھ ملاکر بات کرنے سے گریز کر رہا تھا۔ والد ماجد نے متعدد بار کڑک کر کہا کہ: ''ادھر دیکھو!'' لیکن وہ آنکھ چرا رہے تھے۔ اسٹیج پر بیٹھے ہوئے بعض لوگوں نے کہا کہ: ''حضرت! ان لوگوں کا خیال ہے کہ آپ جادوگر ہیں اور آپ کی آنکھوں میں سحر ہے۔'' یہ سن کر والد صاحب ؒ ہنس پڑے اور اپنے مخصوص انداز میں فرمایا:

تم نے جادوگر اسے کیوں کہہ دیا؟ دہلوی ہے داغؔ، بنگالی نہیں!

حیات مسیح علیہ السلام اور مولانا روم ؒ

ضمناً یہ بات بھی سن لیجئے جو میں نے والد ماجد کی زبان سے سنی ہے۔ فرمایا کہ ایک روز قادیان سے گزر ہوا تو میں نے احباب سے کہا کہ: ''مرزا غلام احمد سے ملے بغیر یہ سفر ناتمام رہے گا۔ آؤ! مرزا سے ملتے چلیں۔'' جب میں گیا تو مرزا اور حکیم نورالدین چند لوگوں کے سامنے مثنوی مولانا روم کے اشعار پڑھ رہے تھے۔ مرزا کی زبان سے مولانا روم کی تعریف وتوصیف سن کر میں نے کہا کہ مولانا روم تو حیات مسیح کے قائل ہیں فرماتے ہیں:

عیسیٰ و ادریس چوں ایں راز یافت بر فراز گنبد چارم شتافت
عیسیٰ و ادریس برگر دو شدند زاں کہ از جنس ملائک آمدند

مرزا نے جواب دیا کہ: ''یہ ان کی انفرادی رائے ہے۔'' میں نے کہا کہ: ''ان کی رائے انفرادی نہیں۔ یہ اجماعی ہے۔'' مرزا نے جھٹ حکیم نورالدین سے کہا کہ: ''بھئی! مولانا کے لئے چائے لاؤ۔'' ایک صاحب نے جھٹ پوچھا کہ: ''حضرت! آپ نے چائے پی؟'' فرمایا: ''استغفر اللہ! یہ کیسے ممکن تھا؟''

یہاں مجھے بے اختیار ایک واقعہ یاد آ گیا اور وہ یہ کہ والد صاحب ؒ نے اپنی موت سے ہفتہ عشرہ پہلے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ: ''مظہر! اللہ کریم مجھے بخش دے گا۔'' تھوڑے سے وقفے کے بعد فرمانے لگے کہ: ''اعمال پر نہیں۔ اعمال کا محاسبہ ہوا تو مجھے جہنم کا کوئی مناسب گوشہ بھی نہیں ملے گا۔ میں نے زندگی میں مرزائیوں کو بہت مارا ہے۔ اسی لئے امید ہے کہ اللہ کریم مجھے بخش دے گا۔''

مجھ جیسا وجیہ انسان یا تجھ جیسا بجو؟

جب مرزا ایک مقدمے میں ماخوذ ہو کر گورداسپور کی کچہری میں آیا تو والد صاحب ؒ بھاگم بھاگ کچہری پہنچ گئے اور مرزا کے گرد لوگوں کا حلقہ توڑ کر مرزا کا بازو پکڑ لیا۔ بازو کو ایک شدید جھٹکا دے کر فرمانے لگے کہ: ''مردود! نبوت اگر جاری ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس علاقے میں کوئی نبی بھیجتا؟ تو بتا کہ مجھ جیسے وجیہ انسان کو بھیجتا یا تجھ سے جیسے بجو کو؟'' یہ سن کر حاضرین کے انبوہ سے ایک قہقہہ بلند ہوا اور مرزا پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔ والد صاحب ؒ کی روانگی کے وقت ہی خواجہ سراج الحق صاحب ؒ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ مولوی صاحب، مرزا سے باتیں کرنے کے لئے گئے ہیں۔ چنانچہ بہت جلد حضرت ؒ بھی پہنچ گئے اور والد صاحب ؒ کو اپنے ساتھ لے آئے۔

پٹوار کے امتحان میں فیل ہونے والا فرستادۂ خدا کیسے؟

میری عمر بہت چھوٹی تھی کہ ہمارے خاندان میں سے ایک خاتون کا رشتہ ایک مرزائی سے ہو گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ شخص مرزائی ہے تو والد صاحب ؒ کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ: ''کافر سے مسلمان خاتون کا رشتہ جائز نہیں۔'' لیکن میرے ماموں چوہدری ابراہیم ؒ تحصیل دار، جو مشہور ناول نگار نسیم حجازی کے والد تھے۔ اگرچہ مرزا کے بہت خلاف تھے اور مرزا کے رد میں بالعموم یہی دلیل دیا کرتے تھے کہ: ''میں نے اور مرزا غلام احمد نے سیالکوٹ میں پٹوار کا امتحان دیا۔ وہ فیل ہو گیا اور میں پاس ہو گیا۔ جو شخص پٹواری نہ بن سکے وہ فرستادۂ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟'' مگر وہ کہہ رہے تھے کہ کوئی ایسی صورت ہونی چاہئے کہ ہمارے خاندان کی لڑکی عدالت میں نہ جائے۔ چنانچہ والد صاحب ؒ نے یہ کہہ کر موصوفہ سے نکاح کر لیا کہ: ''عدالت کا معاملہ میں خود نمٹ لوں گا۔'' مرزائیوں کو جب اس نکاح کی اطلاع ملی تو انہوں نے گورداسپور کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ یہ مقدمہ سات سال تک جاری رہا۔ انجام

روالدصاحب کو فتح ہوئی اور میری دوسری والدہ، مرزا بشیر الدین اور چوہدری ظفر اللہ خان
انتہائی سعی وکوشش کے باوجود ایک بار بھی عدالت میں پیش نہ ہو سکیں۔

تنسیخ نکاح کا پہلا مقدمہ

جب مرزا بشیر الدین بطور گواہ عدالت میں آیا تو ظفر اللہ خان نے یہ مسئلہ کھڑا کر دیا کہ
الدین کو عدالت میں کرسی ملنی چاہئے۔ ادھر سے یہ تقاضا تھا کہ کرسی ملے تو دونوں کو۔ ورنہ
دونوں کھڑے رہیں۔ والدصاحب بیٹھنے پر کھڑا رہنے کو ترجیح دے رہے تھے۔ کافی بحث کے
ر یہی فیصلہ ہوا کہ دونوں کھڑے رہیں۔ بشیر الدین اور ظفر اللہ خان پر والدصاحب کی
ح دیدنی تھی جس کا تھوڑا سا تصور اب بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ والدصاحب کہہ رہے
کہ: ''برخوردار! تیرے والد کو حیض آتا تھا؟'' اور ظفر اللہ خان سٹپٹا رہا تھا۔ مختصر یہ کہ تنسیخ نکاح کا
پہلا مقدمہ تھا جو والدصاحب نے جیتا۔ مقدمہ بہاولپور بہت بعد کی بات ہے۔

تحریک ختم نبوت کے دوران تنسیخ نکاح کے سلسلے میں جتنی تحریریں میرے سامنے آئی
ں۔ ان میں کہیں بھی یہ مذکور نہیں کہ تنسیخ کا پہلا مقدمہ مولانا نواب الدین ستکوہی نے جیتا
۔ حالانکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔

رزا کا ''آسمانی نکاح'' جو زمین پر نہ ہو سکا

یہاں میں ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی نے
ری بیگم مرحومہ سے اپنے آسمان پر نکاح ہونے کا دعویٰ کیا تو والدصاحب، محمدی بیگم کے
یہ ''پٹی'' پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے اپنی سحر بیانی اور روحانی قوت سے ''پٹی'' کے مغلوں
اپنے حلقہ ارادت میں شامل کر لیا۔ محمدی بیگم مرحومہ کا خاندان والدصاحب کا مرید ہو گیا۔
ں مرزا غلام احمد کا ''آسمانی نکاح'' زمین پر نہ ہو سکا۔ یہ والدصاحب کا مرزا پر سیاسی حملہ
۔ پٹی میں والدصاحب کے ورود مسعود کی داستان ان کے ایک مرید، مشہور صحافی اور شاعر
جی لق لق مرحوم کے قلم سے چند سال پیشتر ہفت روزہ ''چٹان'' میں چھپ چکی ہے۔

آج سے تقریباً نصف صدی پیشتر کے اسلامی اجتماعات کے اشتہارات کو اگر دیکھا
ئے تو ان میں والد ماجد کے نام کے ساتھ ''فاتح قادیان'' کے الفاظ ملیں گے۔ یہ خطاب علمائے
لام نے والدصاحب کو اسی لئے دیا تھا کہ انہوں نے تنسیخ نکاح کا پہلا مقدمہ جیتا تھا۔
نہ مناظر تو اس عہد میں اور بھی تھے۔

مرزائیوں کو پٹخنیاں

غالباً ۱۹۲۵ء کا واقعہ ہے کہ مرزائیوں نے ریاست جموں وکشمیر کو اپنی تخریبی سرگرمیوں کی آماجگاہ بنالیا۔ چنانچہ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب ثانی ؒ نے اس فتنے کے سدباب کے لئے جموں میں ایک تبلیغی کانفرنس منعقد کی اور مشاہیر علمائے اسلام کو دعوت نامے بھیجے۔ ان میں والد صاحب ؒ کا نام بھی تھا۔ یہ وہ عہد تھا کہ والد صاحب ؒ اپنے آبائی وطن رمداس، ضلع امرتسر میں تشریف لاچکے تھے۔ اس وقت ہمارا عظیم الشان مکان زیر تعمیر تھا اور والد صاحب ؒ کی ساری توجہ مکان کی تعمیر پر مرکوز تھی۔ اسی دوران میں حضرت امیر ملت ؒ کا دعوت نامہ آ گیا اور والد صاحب ؒ تمام کام چھوڑ کر جموں روانہ ہوگئے۔ روانگی کے وقت مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ: ''تم بھی چلو گے؟'' لیکن اس عہد طفولیت میں میری تمام تر توجہ اپنے کبوتروں پر مرکوز تھی۔ میں نے جواب دینے میں ذرا تامل کیا تو مسکرا کر فرمانے لگے کہ: ''تیرے کبوتروں کی حفاظت کے لئے میں خاص آدمی مقرر کردیتا ہوں۔ جموں میں، میں مرزائیوں کو جو پٹخنیاں دوں گا وہ تیرے کبوتروں کی قلابازیوں سے بہتر ہوں گی۔ مزا نہ آیا تو کسی کے ساتھ واپس بھیج دوں گا۔'' یہ سن کر میں ہنس پڑا اور ساتھ جانے کے لئے تیار ہوگیا۔

اس منظر کو دیکھنے والے لوگ ابھی تک بقید حیات ہیں۔ کانفرنس میں زیادہ تر والد ماجد ہی کی تقریریں ہوتی تھیں۔ اس معرکے سے خوش ہوکر حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب ثانی ؒ والد صاحب ؒ کو اپنے ساتھ علی پور لے گئے۔ علی پور میں والد صاحب ؒ کا قیام طویل سے طویل تر ہوتا گیا۔ ہر روز رات کو والد صاحب کی تقریر ہوتی تھی اور دن علمی وعرفانی باتوں میں گزرتا تھا۔ ایک بچے کے لئے ایسے ماحول میں زیادہ دیر ٹھہرنا مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ میں گاؤں میں گھومنے پھرنے لگا، بلکہ حضرت امیر ملت ؒ خود فرمادیتے کہ: ''مظہر! جاؤ مسجد، مدرسہ اور تہہ خانہ دیکھ آؤ۔'' ایک روز میں واپس آیا تو حضرت نے فرمایا کہ: ''مسجد اور مدرسہ پسند آیا؟'' میں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمانے لگے کہ: ''بس تعلیم کے لئے یہیں آجاؤ۔'' مختصر یہ کہ یہیں سے صاحبزادگان سے تعلقات کی ابتدا ہوئی۔

کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ مرزائیوں نے حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب ثانی ؒ، مولانا دیدار علی شاہ صاحب ؒ اور والد ماجد کا جموں وکشمیر میں داخلہ قانوناً بند کروادیا۔ اس سے عوام نے اور بھی خوشگوار اثر لیا۔ وہ سمجھنے لگے کہ مرزائی، مسلمان علماء کی تاب نہیں لاسکتے۔

پہلی تصنیف

میرے عنفوان شباب میں والد صاحب کے مرزائیوں سے جو مناظرے ہوئے انہی کا یہ نتیجہ تھا کہ مجھے تمام سوالات و جوابات یاد ہوگئے۔ جنھیں میں نے قلمبند کر کے ”خاتم المرسلین“ (ﷺ) کے نام سے شائع کر دیا۔ یہ میری پہلی تصنیف تھی جس پر استاد محترم ابوالبرکات سیّد احمد صاحب ؒ، والد ماجد اور مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش ؒ نے تقریظیں لکھیں۔

(۹۰۱)

نواب حسین شاہ ؒ، مولانا سید

مولانا سید نواب حسین شاہ صاحب ؒ جامع مسجد شنکیاری کے خطیب اور ضلع مانسہرہ کے ڈسٹرکٹ خطیب ہو گزرے ہیں۔ آپ زندگی کے آخری لمحہ تک مولانا ہزاروی ؒ کے ساتھ رہے ہیں۔ آپ نے ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء کی تحاریک ختم نبوت میں قائدانہ حیثیت سے شرکت فرمائی۔ آپ اپنے دور میں مانسہرہ کی اسلامی سیاست کے اہم رکن رکین رہے ہیں۔ اشاعت اسلام اور علوم دینیہ کے اشاعت کے جذبہ سے سرشار تھے۔ آخر تک جامعہ حسینیہ شنکیاری میں بخاری شریف پڑھاتے رہے ہیں۔ آپ ہی جامعہ حسینیہ کے بانی و مہتمم بھی تھے۔ (سید محمد شاہ)

(۹۰۲)

نواز ؒ (ایبٹ آباد)، مولانا قاضی محمد

الیاسی مسجد ایبٹ آباد کے خطیب مولانا قاضی محمد نواز صاحب ؒ نے اگست ۱۹۷۲ء میں کاکول ملٹری اکیڈمی کے نزدیک قادیانی مرکز کی تعمیر کے خلاف اپنے رفقاء سمیت بھرپور حصہ لیا۔ مولانا لال حسین اختر ؒ امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ۱۸؍اگست ۱۹۷۲ء کا خطبہ جمعہ آپ کی مسجد الیاسی میں دیا اور پھر جلوس نکلا۔ ضلع بھر کی دینی قیادت نے اس میں شرکت کی اور قادیانی مرکز کی تعمیر ہمیشہ کے لئے گاؤ خورد ہوگئی۔ مولانا قاضی محمد نواز صاحب ؒ کا اس میں بہت حصہ ہے۔

(۹۰۳)

نواز رحمۃ اللہ علیہ (ایم.اے)، جناب محمد

’’قادیانی عزائم اور پاکستانی مسلمان‘‘ یہ جناب محمد نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایم.اے کی مرتب کردہ ہے۔۱۹۷۴ء میں ’’چٹان‘‘ پریس سے شائع ہوئی۔ شائع کنندہ اتحاد العلماء کا مرکزی دفتر لاہور تھا۔ بہت ہی اہم معلومات پر مشتمل ہے۔ احتساب قادیانیت جلد۴۰ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

(۹۰۴)

نور احمد نازکی رحمۃ اللہ علیہ، جناب خواجہ

بہاولپور ریاست کے نامور پیر اور صوفی شاعر حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء اور متعلقین میں ایک بڑا نام خواجہ نور احمد نازکی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ جو فرید آباد تحصیل خانپور کے سجادہ نشین تھے۔ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اشارات فریدی کے نام سے مرتب ہوئے۔

اشارات فریدی کے مؤلف مولوی رکن دین تھے جن کے قادیانی غلام محمد اختر ملعون سے تعلقات تھے۔ انہوں نے بہاولپور کے معروف درویش خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مرزا قادیانی کو ’’من عباد اللہ الصالحین‘‘ لکھا جسے بہاولپور کی عدالت میں ایک مقدمہ کے سلسلہ میں مرزائیوں نے اپنی تائید میں پیش کیا۔ خواجہ نور احمد نازکی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین تھے۔ ان سے علماء نے مراجعت کی۔ انہوں نے اس کی تفصیل سے ان کو آگاہ کیا کہ کس طرح مرزائی دجل وتلبیس، سازش وشرارت سے اس کتاب میں یہ ناروا باتیں خواجہ صاحب مرحوم کی طرف منسوب ہوگئی ہے۔ اس سلسلہ کی تمام تفصیل چھ صفحات کے مضمون میں بیان کی گئی ہے جو ماہنامہ ’’الفرید‘‘ ملتان اشاعت جنوری ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔

(۹۰۵)

نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)، مولانا سید

(وفات: ۴؍جنوری ۱۹۸۴ء)

تنظیم اہل سنت پاکستان کے بانی، امام اہل سنت حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ

بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ۷۶ برس تھی۔ ملک عزیز کے ہردلعزیز مذہبی خطیب، بلند پایہ مصنف وادیب اور قومی راہنما تھے۔ حضرت مرحوم کواللہ رب العزت نے بے پناہ خوبیوں اور بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ڈیرہ غازیخان کے علاقہ راجن پور کے باشندہ تھے۔ سکول کی تعلیم کے بعد اپنے علاقہ میں سکول ٹیچر ہو گئے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس علاقہ میں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے گئے۔ مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ اپنے ہمراہ لائے اور دیوبند میں داخل کرادیا۔ ڈابھیل میں حضرت سید بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ ایسے دیگر مشاہیر اسلام سے مختلف فنون کی دینی کتابیں پڑھیں اور پھر برصغیر کی معروف بلند پایہ یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھا اور یوں تین سال میں ماسٹر سے مولانا ہو گئے۔

تکمیل علوم کے بعد تنظیم اہل سنت پاکستان کی بنیاد رکھی۔ تنظیم کے ترجمان تنظیم اہل سنت اور ہفتہ وار دعوت لاہور کے ایڈیٹر بنے۔ جو آپ کی ادارت میں مثالی دینی پرچے ثابت ہوئے۔ ان رسائل سے وابستگی کے باعث صحافتی زندگی کا آغاز کیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے آپ برصغیر کے معروف و بلند پایہ مصنف بن گئے۔ آپ کے قلم کی روانگی و پختگی پر اسلامیان برصغیر داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ آپ نے ایسی گرانقدر تصنیفات کا اپنے بعد ذخیرہ چھوڑا ہے۔ جو ان کے لئے ذخیرہ آخرت اور صدقہ جاریہ ہے۔ بلاشبہ برصغیر پاک و ہند میں آپ مدح صحابہ وتحفظ ناموس یاران مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمبردار تھے۔ آپ اس محاذ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے لخت جگر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور ان کی روایات ومشن کے امین تھے۔ آپ کی گرانقدر تصنیفات میں حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی روح وجد کرتی نظر آتی ہے۔ ۲۵ سے زائد تصنیفات ہوں گی۔ جو اپنے اپنے موضوع پر حرف آخر کا درجہ رکھتی ہیں۔ تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشن پر کام کرنے والے حضرات علماء وخطیب ان کے خوشہ چین تھے۔

آپ نے تقسیم ملک کے بعد ہر دینی تحریک میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ ۳۱ علماء کے بائیس نکات پر مشتمل اسلامی دستور کا خاکہ مرتب کرنے والوں میں شریک تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس ختم نبوت کی کراچی کی میٹنگ میں تنظیم کے مندوب کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ میٹنگ کے بعد ملتان روانہ ہوئے۔ باقی حضرات علماء کرام امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابو الحسنات رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ، سید مظفر علی شمسی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ کو دفتر

مجلس تحفظ ختم نبوت بندر روڈ کراچی سے گرفتار کرلیا گیا۔ آپ نے ملتان پہنچ کر چوک بازار میں تاریخی جلسہ میں تاریخی خطاب کیا۔ ملتان کے در و دیوار کو ہلا دیا۔ اسی شام گرفتار کر کے حوالہ زندان کر دیئے گئے۔ ۱۹۶۸ء میں جمعیۃ علمائے اسلام کے سٹیج سے مجاہد ختم نبوت آغا شورش کاشمیری ؒ ایک تقریر کے سلسلہ میں گرفتار کر کے کراچی پہنچا دیئے گئے۔ جہاں انہوں نے بھوک ہڑتال شروع کر دی۔ تقریر مسئلہ ختم نبوت پر تھی اس لئے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے سربراہ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری ؒ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود ؒ اور امام اہل سنت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری ؒ کے دستخطوں سے آغا مرحوم کی رہائی کے لئے مشترکہ جدوجہد کے آغاز کی اپیل پر مشتمل پوسٹر چھاپ کر ملک میں تقسیم کیا گیا۔ ملتان میں ایک احتجاجی جلوس نکالا گیا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ کے دائیں حضرت مولانا مفتی محمود ؒ اور بائیں مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری ؒ تھے۔ تینوں علم و عمل، صورت و سیرت کے کوہ ہمالیہ۔ جب جلوس کی قیادت کر رہے تھے تو اس پر وقار احتجاجی جلوس کے قائدین کی جھلک دیکھنے کے لئے فرشتے بھی آسمان سے جھانکتے ہوں گے۔

آہ! موت کے ہاتھوں آغا شورش کاشمیری ؒ، مولانا مفتی محمود ؒ اور مولانا محمد علی جالندھری ؒ ہم سے جدا ہو گئے۔ اب ان کی نشانی اور ان کی روایات کے امین مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری ؒ بھی داغ مفارقت دے گئے۔ حضرت مرحوم کو اللہ رب العزت نے جن بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا ان میں سے ایک ان کی خودداری تھی۔ بلا مبالغہ بڑے ہی خوددار واقع ہوئے۔ بڑی سے بڑی شخصیت سے اختلاف ہوا کوہ ہمالیہ کی طرح ڈٹ گئے اور پھر کمال یہ کہ کسی کی نہ غیبت کرتے تھے اور نہ ان کی مجلس میں کسی کو کسی کی غیبت کرنے کی جرأت ہوتی تھی۔ ان کے بعض عزیز شاگردوں نے آخری دور میں ان سے فرضی روایات کی بنیاد پر اختلاف کیا اور احترام کی حدوں کو پھلانگ گئے۔ مگر کیا مجال ہے کہ کسی کے متعلق آپ نے کوئی جملہ کہا ہو یا سنا ہو۔ انہوں نے غیروں کی سی روش اختیار کی۔ مگر آپ صبر و رضا کا پتلا بن گئے۔ تنظیمی احباب کی خواہش و اصرار پر حقیقت حال کو واضح کرنے کے لئے چند ورقی پمفلٹ لکھ کر اس معاملہ کو اپنی طرف سے اس طرح ختم کر کے بیٹھ گئے۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ ان کی خودداری اور غیبت سے اجتناب ہم سب کے لئے درس اور نمونہ ہے۔

۳۰ر دسمبر ۱۹۸۳ء اپنی زندگی کا آخری جمعہ تنظیم اہل سنت نواں شہر ملتان کی مسجد میں پڑھایا اور کہا کہ زندگی کی آخری دو خواہشیں تھیں۔ حرمین شریف کی حاضری سو وہ اس سال پوری

ہوگئی۔ دوسری خواہش تھی سیرت اصحاب مصطفیٰ ﷺ نامی کتاب کی تکمیل۔ وہ بھی اس ہفتہ مکمل کرلی ہے۔ اب فارغ ہوں اور سفر آخرت کے لئے تیار ہوں۔ کتنے عظیم انسان تھے کس طرح موت کا استقبال کرنے کو تیار بیٹھے تھے۔ بدھ کو عشاء کی نماز کی خود امامت کرائی۔ وظیفہ پڑھا پھر اس مسودہ کو لے کر نظر ثانی کے لئے بیٹھ گئے۔ اسی حالت میں دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اپنی زندگی کی آخری خواہش وآخری تصنیف کو جھولی میں لئے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

دوسرے دن ۵؍جنوری ۱۹۸۴ء جمعرات کو باغ لانگے خان ملتان میں جنازہ ہوا۔ ان کی قائم کردہ جماعت کے سربراہ مولانا علامہ عبدالستار تونسوی ؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس جنازہ کی خصوصیت یہ تھی کہ حاضرین کی اکثر وبیشتر تعداد علماء مشائخ پر مشتمل تھی۔ سچ ہے کہ:

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

مولانا سید نورالحسن بخاری ؒ کے ردقادیانیت پر رسائل:

...... ''ہفت روزہ تنظیم اہل سنت لاہور، مرزاغلام احمد نمبر'' کسی زمانہ میں ''تنظیم اہل سنت'' لاہور سے ہفت روزہ رسالہ شائع ہوتا تھا جس کا ملک کے رسائل میں بڑا نام ومقام تھا۔ حضرت مولانا سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری ؒ اس کے ایڈیٹر ہوتے تھے۔ آپ نے ۱۹۴۹ء میں اس کا ''مرزاغلام احمد نمبر'' شائع کیا۔ اس میں ملک کے نامور اہل قلم اور سیاستدانوں کے رشحات قلم شائع کئے گئے۔ ایک سال میں اس خاص نمبر کے تین ایڈیشن شائع ہوئے۔ ۵؍شعبان ۱۳۶۹ھ، مطابق مئی ۱۹۵۰ء میں اس خاص نمبر کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ احتساب قادیانیت جلد ۵۵ میں یہ شائع ہوا۔ اس زمانہ (۱۹۴۹ء) میں قادیانیوں کے خلاف قلم اٹھانا بڑے جگرگردہ کا کام تھا۔ مولانا سید نورالحسن بخاری ؒ پوری امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ بیڑا اٹھایا۔ تریسٹھ سال بعد اس کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

...... ''لاہور اور قادیان کے سالانہ جلسہ کے موقع پر جماعت احمدیہ کی خدمت میں ہمارا علمی ہدیہ'' اس کا دوسرا نام ''مسیح موعود کی پیشین گوئی متعلقہ مصلح موعود کی منصفانہ تحقیق'' دسمبر ۱۹۴۴ء لاہوری اور قادیانی گروہ کے سالانہ جلسے تھے۔ تب مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری ؒ تنظیم اہل سنت کے مرکزی دفتر شریف لاج امرتسر میں قیام پذیر ہوئے

تھے۔ آپ نے یہ پمفلٹ ۲۴؍دسمبر ۱۹۴۴ء کو شائع کیا جو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳ میں بھی ہم نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ فلحمدللہ!

(۹۰۶)

نورالحق علوی رحمۃ اللہ علیہ (قصور)، مولانا

(پیدائش: ۱۸۸۸ء ...... وفات: ۹؍مارچ ۱۹۵۱ء)

مولانا نورالحق رحمۃ اللہ علیہ معروف دانشور جناب غلام جیلانی برق کے بڑے بھائی تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے دورہ حدیث کیا۔ لاہور میں ردقادیانیت کے لئے ایک جماعت مستشار العلماء پنجاب قائم کی۔ حضرت مولانا محمد خلیل رحمۃ اللہ علیہ صدر اور مولانا نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ پروفیسر اورینٹل کالج لاہور نائب صدر، مولانا نورالحق رحمۃ اللہ علیہ ناظم عمومی مقرر ہوئے۔ مستشار العلماء کے تحت پہلا رسالہ ۲۲؍جولائی ۱۹۳۳ء کو شائع ہوا جو مولانا نور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا۔ اس کا نام ہے:

۱...... ''قادیانیت اور اس کے مقتداء''

۲...... ''التعرف بیوذ آسف'' حضرت مولانا نورالحق علوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ مرزا قادیانی ملعون نے یوذ آسف کو یسوع مسیح ثابت کرنا چاہا۔ پھر یوذ آسف کی قبر کشمیر کو مسیح علیہ السلام کی قبر ثابت کرنے کے درپے ہوا۔ دجل در دجل، کذب در کذب، فراڈ در فراڈ کے بعد ایک ایسا مؤقف پیش کیا۔ مسلمان، مسیحی، یہودی، تینوں آسمانی مذاہب کے پیروکاروں میں سے ایک شخص نے بھی مرزا قادیانی کے مؤقف کو تسلیم نہ کیا۔ نتیجتاً مرزا قادیانی ملعون کے حصہ میں سوائے دھوکہ دہی کی ابدی لعنت کے اور کچھ نہ آیا۔ مولانا نورالحق علوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ میں ثابت کیا کہ یوذ آسف مرزا قادیانی کی طرح خود ایک جھوٹا مدعی نبوت تھا۔ یوذ آسف شہزادہ نبی نہ تھا بلکہ ایک ملعون تھا۔ یہ اس رسالہ کا موضوع ہے۔ اس عنوان پر بہت سارے حضرات نے بہت کچھ تحریر فرمایا۔ فقیر کی رائے میں اس موضوع پر یہ رسالہ حرف آخر کا درجہ رکھتا ہے۔

۳...... ''الشہاب الثاقب علی الرجیم الکاذب'' یعنی اسلام اور

مرزائیت کا تضاد، حضرت مولانا نورالحق علوی ؒ نے ستمبر۱۹۳۴ء میں یہ رسالہ تحریر فرمایا تھا۔ چھیاسی سال گذرنے کے بعد اس رسالہ کی اہمیت اور ضرورت باقی ہے۔

۴..... ''مجلس مستشار العلماء کا قیام'' پنجاب کے دارالحکومت لاہور میں مجلس مستشار العلماء کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مولانا قاضی محمد خلیل ؒ سابق مفتی مالیر کوٹلہ کو اس کا صدر اور مولانا نورالحق علوی ؒ کو اس کا جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ سرپرست اس کے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری ؒ قرار پائے۔ اس تنظیم کے تحت میں ردقادیانیت کے کام کے لئے مختلف شعبہ جات قائم کئے گئے۔ اس جماعت کے اراکین کے اسماء اور اغراض ومقاصد پر مشتمل تعارفی پمفلٹ مولانا نورالحق ؒ نے شائع کیا۔ جو شامل اشاعت ہے۔ یہ وہی مستشار العلماء ہے جس کا مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ نے اپنے رسالہ دعوت حفظ ایمان نمبر۲ میں تذکرہ کیا ہے اور ساتھیوں کو اس تنظیم کے ساتھ مدد کرنے کی نصیحت فرمائی ہے۔

یہ چاروں رسائل احتساب قادیانیت جلد۳۱ میں شائع ہوگئے ہیں۔

(۹۰۷)

نورحسین ؒ جعفری کربلائی، جناب ڈاکٹر

جناب ڈاکٹر نورحسین صابر ؒ گورنمنٹ پنشنر جعفری کربلائی جھنگ سیالوی نے ''خاتم النبوۃ'' رسالہ تحریر فرمایا۔ مولانا علی الحائری ؒ نے اس کی تقریظ تحریر کی۔ جناب علی الحائری ؒ وہ شخصیت ہیں جو مرزا قادیانی ملعون کے مقابلہ میں میدان عمل میں ثابت قدم رہے۔ مرزا قادیانی ان کی تردید کرتا رہا۔ لیکن مولانا علی الحائری نے مرزا قادیانی کا ناطقہ بند کئے رکھا۔ اس رسالہ کی آپ نے تقریظ تحریر فرمائی۔ رسالہ شیعہ نقطہ نظر سے ردقادیانیت پر لکھا گیا ہے۔ تاہم مرزا قادیانی کی ''بولورام'' کردی گئی ہے۔ احتساب قادیانیت جلد۳۱ میں شائع شدہ ہے۔

(۹۰۸)

نورمحمد قریشی ؒ ایڈووکیٹ (لاہور)، جناب

آپ نے ردقادیانیت پر کئی کتب تحریر فرمائیں۔

(۹۰۹)

نور محمد گھر جاکی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

’’ختم نبوت ازروئے آیات قرآنی واحادیث رسول حقانی واقوال مرزا قادیانی‘‘

مولانا نور محمد گھر جاکی رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ کے رہائشی تھے۔ اہل حدیث مکتبہ فکر کے نامور علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۷ میں شامل کیا گیا ہے۔

(۹۱۰)

نور محمد مجاہد رحمۃ اللہ علیہ (لودھراں)، جناب صوفی

(وفات: ۱۷؍جولائی ۲۰۰۰ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لودھراں کے پرجوش ورکر، فعال اور مخلص کارکن، جناب صوفی نور محمد مجاہد رحمۃ اللہ علیہ تحریک ختم نبوت کے پرجوش اور فعال کارکن تھے۔ ساری زندگی عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ عالم نہ ہونے کے باوجود علماء کرام جتنی خدمات سرانجام دیں۔ فتنہ قادیانیت کے لئے ننگی تلوار تھے۔ صبح تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جارہے تھے کہ راستے میں دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔

مرحوم نہایت نیک، متقی، پرہیزگار انسان تھے۔ مرحوم جماعتی کارکنوں کو اپنی اولاد اور بھائی سمجھتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی راہنماؤں سے والہانہ عشق تھا۔ ضلع لودھراں میں حاجی عبدالحمید بٹ مرحوم اور صوفی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ختم نبوت کے علم کو بلند کئے رکھا۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر ہو یا ختم نبوت کانفرنس ملتان، صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بمعہ ساتھیوں کے ہر حال میں شرکت کو سعادت سمجھتے تھے۔ نہایت ہی سادہ اور درویش منش انسان تھے۔ ان کی وفات نہ صرف خاندان والوں کے لئے صدمہ کا باعث ہے بلکہ جماعت ختم نبوت کے لئے بھی صدمہ عظیم ہے۔

(۹۱۱)

نور محمد ٹانڈوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

(وفات: ۴رجون ۱۹۸۲ء)

علامہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ ابن جناب دین محمد رحمۃ اللہ علیہ سلطان پور (یو. پی) کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ عین العلوم ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں حاصل کی۔ یہاں ایک صاحب نسبت بزرگ حضرت مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کی زیر تربیت تعلیم پائی۔ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب پر اعلیٰ تعلیم کے لئے مظاہر العلوم سہارنپور میں ۱۳۴۰ھ میں داخل ہوئے اور ۱۳۴۳ھ میں فراغت حاصل کی۔ دوران تعلیم ہی مناظرہ سے فطری دلچسپی کی وجہ سے کافی شہرت حاصل ہوئی۔ ایک مرتبہ سرخیل علماء دیوبند حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تقریر سنی تو خوش ہوکر چار روپیہ ماہانہ اپنی جیب خاص سے جاری فرمایا اور ''علامہ'' کے خطاب سے نوازا۔ چنانچہ علامہ ٹانڈوی ہی کے لقب سے آپ جانے پہچانے جاتے ہیں۔ شادی کے بعد سلطان پور چھوڑ کر قصبہ ٹانڈہ ہی کو آپ نے اپنا مستقل وطن بنالیا تھا۔

فراغت کے بعد تقریباً دو سال تک قادیانی فتنہ کے سدباب کے لئے راجپورہ (پنجاب) میں امامت وتعلیم سے جڑے رہے۔ محرم ۱۳۴۶ھ سے رجب ۱۳۵۶ھ تک مظاہر العلوم میں مبلغ اور مدرس رہے۔ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ملک میں آپ نامور خطیب تھے۔ مختلف غیر ملکی اسفار بھی تبلیغ کی نسبت سے کئے۔ دیوبند مکتب فکر کے مشہور مناظر تھے۔ آریوں، عیسائیوں، قادیانیوں اور دیگر تمام ہی باطل فرقوں سے آپ کے مناظرے ہوئے ہیں۔ شعبان ۱۳۵۶ھ میں مظاہر سے سبکدوش ہوکر کولوٹولہ کلکتہ کی جامع مسجد میں بحیثیت مفسر قرآن خدمات انجام دیں۔ ۱۳۵۸ھ میں مدرسہ کنز العلوم ٹانڈہ میں مبلغ کی حیثیت سے تشریف لائے۔ مختصر سی علالت کے بعد ۱۱رشعبان ۱۴۰۲ھ، مطابق ۴/۵رجون ۱۹۸۲ء شنبہ یکشنبہ کی درمیانی شب لکھنؤ میں ساڑھے بارہ بجے آپ کا وصال ہوا اور تدفین ٹانڈہ میں ہوئی۔

سچے محب وطن جنگ آزادی کے بے باک مجاہد اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شیدائی تھے۔ جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے زندگی بھر وابستہ رہے۔ آزادی کی

تحریک میں تین مرتبہ جیل گئے۔ مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی ؒ سے بھی آپ کے علمی مراسم گہرے تھے۔ اسی لئے آپ کی تقریر وتحریر میں مولانا فاروقی کا رنگ نمایاں ہے۔ مولانا نور محمد خان ؒ اپنے زمانہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے نامور مناد تھے۔ آپ کے ردقادیانیت پر مندرجہ ذیل رسائل ہمیں دستیاب ہوئے۔ جن کے نام اورسن اشاعت یہ ہیں۔

۱......	''اختلافات مرزا''	۵؍ربیع الاوّل ۱۳۵۲ھ	۲۹؍جون ۱۹۳۳ء
۲......	''کفریات مرزا''	۲۴؍ربیع الاوّل ۱۳۵۲ھ	۱۸؍جولائی ۱۹۳۳ء
۳......	''کذبات مرزا''	۵؍ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ	۲۲؍مارچ ۱۹۳۴ء
۴......	''مغلظات مرزا''	۲۰؍ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ	۲۵؍فروری ۱۹۳۵ء
۵......	''کرشن قادیانی''	۳؍صفر ۱۳۵۴ھ	۷؍مئی ۱۹۳۵ء
۶......	''دفع الحاد عن حکم الارتداد''		

آخر الذکر رسالہ کو ہم ''فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۲۱۵ تا ص۲۳۴'' میں شائع کر چکے ہیں۔ اس لئے احتساب قادیانیت میں یہ شامل اشاعت نہیں۔ باقی رسائل ۱تا۵، احتساب قادیانیت جلد۱۷ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ، دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم واستاذ الحدیث حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم نے اختلافات مرزا (تناقضات مرزا) کی اشاعت دیوبند ۱۹۸۶ء کے مقدمہ میں مصنف مرحوم کے ساتویں رسالہ ''امراض مرزا'' کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ وہ ہمیں میسر نہیں آسکا۔ تلاش بسیار کے باوجود اسے شامل نہیں کر سکے۔

مصنف رسائل ہذا! حضرت مولانا نور محمد صاحب ٹانڈوی ؒ بہت بڑے مناظر، مدرس اور مبلغ تھے۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے ۱۳۴۳ھ میں دورہ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔ برکتہ الہند حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ اور حضرت مولانا عبداللطیف سہارنپوری ؒ کے فاضل اجل شاگرد تھے۔ سیاسیات میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کے پیرو تھے۔ جمعیۃ علماء ہند کے ممتاز رہنما تھے۔ ۱۹۳۰ء میں حضرت مدنی ؒ کے ہاتھ پر جان کی بیعت کی۔ متعدد بار قید وبند کے مراحل سے گذرے۔ فتنہ قادیانیت کا تحریر وتقریر کے ذریعہ مقابلہ کیا۔ کراچی سے خیبر، دہلی سے بمبئی تک قادیانی فتنہ کے خلاف آپ نے جدوجہد کی۔ ملایا، سنگاپور، فرانس، کینیا، افریقہ تک قادیانیت کا تعاقب کیا اور خوب کیا۔ اپنے دور میں ردقادیانیت کا آپ عنوان تھے۔ یگانہ روزگار، فاضل اجل، مناظر اسلام کے رشحات قلم کو شائع

کرنے کی سعادت پر اللہ رب العزت کالاتعد ولاتحصیٰ شکر بجالاتے ہیں۔ فلحمد للّٰہ اوّلاً وآخـــراً! اللہ رب العزت حضرت مولانا نور محمد خان ٹانڈوی ؒ کی تربت پر اپنی رحمتوں کی موسلا دھار بارش نازل فرمائیں اور کل روز جزاء ان کی رفاقت کا ہم مسکینوں کو شرف نصیب فرمائیں۔ آمین!

(۹۱۲)

نور محمد ہزاروی ؒ، مولانا

(وفات:۴؍اپریل۱۹۸۵ء)

مولانا نور محمد ہزاروی ؒ جامع مسجد دارالسلام اسلام آباد کے بانی تھے۔ نامور عالم دین، شیخ الحدیث، مذہبی رہنما اور خطیب تھے۔ مولانا خواجہ خان محمد صاحب ؒ سے بیعت کا تعلق تھا۔ ان کی مسجد عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالہ سے سرگرمیوں کا مرکز بنی اور ہے۔

(۹۱۳)

نیاز احمد شاہ گیلانی ؒ، مولانا سید

(وفات:۱۶؍مئی۱۹۷۷ء)

حضرت مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانی ؒ نواں شہر ضلع جالندھر میں پیر رحمت علی شاہ گیلانی ؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کے شاگرد رشید تھے۔ شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ سے بیعت ہوئے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد تلمبہ ضلع ملتان میں جامعہ قادریہ قائم کیا، جو اپنے دور میں وقیع ادارہ شمار ہوتا تھا۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ بہت بہادر اور نڈر عالم دین اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ کلمہ حق کہنے میں کسی رورعایت کے روادار نہ تھے۔ جامعہ خالد بن ولید دہاڑی کے بانی ومہتمم اور شیخ الحدیث مولانا ظفر احمد قاسم مدظلہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء پر مشتمل کتاب ملتان سے مدینہ طیبہ لے کر گئے وہاں پر مطالعہ فرمایا تو اپنے ایک مکتوب گرامی کے ذریعہ اس کی اطلاع دی۔ اس میں یہ بھی تحریر فرمایا:

''مولانا سید نیاز احمد شاہ صاحب گیلانی تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہوئے۔ آپ کی جوانی کا عالم تھا۔ آل رسول، مجاہد فی سبیل اللہ اور عالم دین تھے۔ ان کو ہتھکڑی لگائی گئی۔ جلال میں آ کر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ بازوں کو جھٹکا دیا تو ہتھکڑی ٹوٹ گئی۔ ہتھکڑی بدلی تو پھر اس طرح ہوا۔ بالآخر پولیس والے قدموں میں گر گئے اور بغیر ہتھکڑی کے آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔'' (تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء ج۱ ص۷)

مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سیاسی طور پر جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ تھے۔ آپ ضلع ملتان پھر پنجاب جمعیۃ علماء اسلام کے امیر منتخب ہوئے۔ آپ کی خدمات تاریخ کا روشن باب ہیں۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بہادرانہ حصہ لیا۔ آپ اعلیٰ درجہ کے خطیب تھے۔ آپ اجلی سیرت کے مالک تھے۔ آپ کے قائم کردہ مدرسہ قادریہ کے اس وقت مہتمم تبلیغی جماعت کے مرکزی رہنما اور خطیب مولانا محمد طارق جمیل ہیں۔ مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ خوب قد کاٹھ اور عالمانہ جاہ و جلال رکھتے تھے۔ آپ کا وجود اس دھرتی پر اللہ رب العزت کا ایک انعام تھا۔ آپ زندگی بھر اشاعت اسلام، نفاذ شریعت اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل رہے۔

(۹۱۴)

نیاز لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب محمد

جناب نیاز لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں کراچی بندر روڈ پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں ہوتے تھے۔ نشتر پارک میں قادیانی ظفر اللہ خان کا جلسہ ہوا۔ پھر ۱۹۵۳ء کی تحریک چلی تو نیاز لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ گرفتار بھی ہوئے۔ اس تحریک کے زمانہ میں ''ہنا سپتی نبوت'' نام کا کتابچہ لکھا جو احتساب قادیانیت کی جلد ۴۹ میں پیش خدمت ہے۔

(و)

(۹۱۵)

واجد علی خان رحمۃ اللہ علیہ، جناب

واہ کینٹ ضلع راولپنڈی کے جناب واجد علی خان رحمۃ اللہ علیہ جدید تعلیم یافتہ تھے۔ آپ

نے ردقادیانیت پر ’’فتنۂ قادیانیت‘‘ کے نام سے رسالہ لکھا جو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۷ میں شامل ہے۔

(۹۱۶)

واجد علی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، جناب

ہندوستان میں طاعون آیا۔ ملعون قادیان مرزا قادیانی نے معاذ اللہ! اسے اپنی نبوت کاذبہ کی دلیل قرار دیا اور اس پر ایک کتابچہ ’’دافع البلاء‘‘ نامی تحریر کیا۔ ایک قادیانی نے یہ رسالہ ملتان کے جناب واجد علی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے اپنے تأثرات قلمبند کئے۔ قادیانی نے کہا کہ اسے شائع نہ کرنا ورنہ تمہاری خیر نہیں۔ شاید وہ پہلے شائع نہ کرتے۔ مگر اس دھمکی کے بعد وہ اسے شائع کرنے کے درپے ہوئے۔ ’’صحیفۃ الولاء المنظر الیٰ دافع البلاء‘‘ کے نام پر شائع کر دیا۔ دراصل وہی خط ہے جو انہوں نے مرسل دافع البلاء کو بھیجا تھا۔ یہ خط ۱۵؍جولائی ۱۹۰۲ء کو بھیجا گیا۔ گویا اس رسالہ کی اشاعت کے بعد ملعون قادیان چھ سال زندہ رہا۔ مگر جواب کی جرأت نہ کر سکا۔ آج ۲۰۱۳ء ہے۔ ۱۹۰۲ء کی امانت ۲۰۱۳ء میں گویا ایک سو گیارہ سال بعد اس رسالہ کی اشاعت احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں محض توفیق الٰہی ہی ہے اور بس۔

(۹۱۷)

وصیت علی غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

مولانا وصیت علی غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں تحریر فرمایا کہ:

’’ہم نے جہاں تک مرزائے قادیانی کے اقوال دیکھے اور سنے ان کے رو سے وہ احاطہ اسلام سے خارج ہے۔‘‘

(۹۱۸)

وفاقی حکومت پاکستان

۱...... ’’ختم نبوت پر قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ‘‘ ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ (چناب نگر) ریلوے

اسٹیشن پر چناب ایکسپریس سے سفر کرنے والے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کو قادیانی اوباشوں نے تشدد، بربریت، ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ جس کے ردعمل میں ملک گیر تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء چلی۔ تب پاکستان کے وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم تھے۔ انہوں نے یہ مسئلہ پاکستان کی قومی اسمبلی کے سپرد کیا۔ پوری قومی اسمبلی کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا۔ قادیانی ناقوس مرزاناصر، لاہوری مہنت صدرالدین قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سامنے گواہ کے طور پر پیش ہوئے۔ ان گواہان پر پاکستان اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار مرحوم نے جرح کی۔ خصوصی کمیٹی کی کاروائی مکمل ہونے کے بعد ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوا۔ خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیشن کی سفارشات کی روشنی میں قومی اسمبلی میں اس وقت کے وفاقی وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ مرحوم نے متفقہ طور پر دوسری ترمیم کا بل پیش کیا۔ اس کی متفقہ منظوری کے بعد قائد ایوان جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے قومی اسمبلی میں خطاب کیا۔ قادیانی فتنہ سے متعلق ترمیم کا متن اور ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء قادیانی مسئلہ سے متعلق جناب بھٹو صاحب مرحوم کی تقریر کا متن حکومت پاکستان پریس، فلم اینڈ مطبوعات منسٹری (وزارت اطلاعات) نے ''ختم نبوت پر قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ'' کے نام سے شائع کیا۔

۲..... ''نئے آرڈیننس کا اجراء (قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیاں)'' جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے عہد اقتدار میں ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ لیکن اس پر قانون سازی نہ ہوسکی۔ جناب جنرل محمد ضیاءالحق صاحب مرحوم کے زمانہ میں ۲۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کو اس پر قانون سازی ہوئی۔ اس آرڈیننس کے اجراء پر حکومت نے پاکستان آرڈیننس کا مکمل متن شائع کیا۔

۳..... ''قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ (قادیانیوں کے خلاف اسلام سرگرمیاں روکنے کے لئے حکومت کے اقدامات)'' جنرل محمد ضیاءالحق صاحب مرحوم نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔ اس پر قادیانیوں نے واویلا کیا۔ حکومت پاکستان نے ''قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ'' کے نام پر یہ دستاویز مرتب کر کے شائع کی جو بہت معلومات افزاء ہے۔

۴..... ''قادیانی بدستور غیرمسلم ہیں (حکومت پاکستان کی توثیق)'' حکومت آئینی ترامیم یا

آرڈیننس کے ذریعہ قانون میں تبدیلی کرتی ہے۔ مثلاً ایک حکم ہوتا ہے کہ یوں کردیا جائے۔ جب ہوگیا، گولی چلاؤ، چل گئی۔ اس نے اپنا عمل مکمل کرلیا۔ تو خالی خول کو ضائع کردیا جاتا ہے۔ وزارت قانون اس طرح گاہے بگاہے ان حکم ناموں کو جن پر عمل ہو چکا اور وہ اپنے محل پر فٹ اور مؤثر ہیں ان جیسے حکم ناموں کو منسوخ کرتی ہے۔ دوسری ترمیم جس میں قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اس کی رو سے آئین کی دفعہ ۲۰۶ اور ۲۶۰ میں ترمیم کی گئی۔ ترمیم موجود استقرار دمؤثر برقرار۔ لیکن ''یہ ترمیم کر دی جائے'' یہ آرڈر منسوخ ہوا تو بعض قانون دانوں نے کہا کہ اس کے کسی عیار نے الفاظ ایسے تیار کئے ہیں کہ کہیں ترمیم ہی نہ متاثر ہو جائے۔ چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لئے جدوجہد کی۔ تب حکومت سے یہ آرڈیننس جاری کر کے اعلان وتوثیق کی کہ قادیانیوں سے متعلق ترمیم مؤثر وبرقرار ہے۔ قادیانی بدستور غیرمسلم ہیں۔ یہ آرڈیننس ۱۹۸۲ء میں جاری ہوا۔

اور اب یہ چاروں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہیں۔

(۹۱۹)

وقار حسین طاہر رحمۃ اللہ علیہ (گجرات)، جناب

جناب وقار حسین طاہر رحمۃ اللہ علیہ محلہ کامل پورہ گجرات کے رہائشی تھے۔ آپ نے قادیانیت کے خلاف کتاب لکھی جس کا نام: ''مکہ سے قادیان کو'' تجویز کیا۔ یہ ۱۳۸۲ھ میں شائع کی۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر دعائیہ کلمات بھی تحریر کئے۔ نصف صدی کے بعد اسے دوبارہ محاسبہ قادیانیت جلد ۳ شائع کیا گیا۔

(۹۲۰)

ولی الدین بھاگل پوری رحمۃ اللہ علیہ، جناب حکیم

''محکمات ربانی، لنسخ القائم قادیانی'' ''حجۃ اللہ علی الارض حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے ''فیصلہ آسمانی'' کتاب مرزا قادیانی کے رد میں تالیف

فرمائی۔ قادیانیت کے نفس ناطقہ عبدالماجد قادیانی بھاگلپوری نے ’’القائے ربانی بتردید فیصلہ ابواحمد رحمانی‘‘ اس کتاب کے رد میں تحریر کی۔ اللہ رب العزت نے فضل کا معاملہ فرمایا کہ عبدالماجد قادیانی کے رشتہ دار حکیم حافظ مولانا ولی الدین پورینی بھاگل پوری ﷫ نے عبدالماجد قادیانی کی کتاب القائے ربانی کے رد میں ’’محکمات ربانی لنسخ القائے قادیانی‘‘ تحریر کر کے قادیانیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ یہ کتاب کم از کم ایک صدی قبل کی ہوگی جو احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شامل ہے۔

(۹۲۱)

ولی الدین ﷫، مولانا محمد

مولانا محمد ولی الدین صاحب ﷫ پہلے قادیانی تھے۔ قادیانی جماعت کے انسپکٹر مال اور مبلغ رہے۔ پھر اللہ رب العزت کی رحمت کو ان پر ترس آ گیا۔ وہ قادیانیت پر چار حرف بھیج کر مسلمان ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق بخشی کہ وہ قادیانیوں کے عقائد کو طشت از بام کرنے کے لئے میدان میں اترے اور پھر جہاں بھی گئے مسلمانوں نے ان کو آنکھوں پر بٹھایا۔ پنجاب یونیورسٹی سے انہوں نے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا ہوا تھا۔ آپ نے قادیانیوں کے خلاف ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا:

۱...... ’’ختم نبوت اور قادیانی وسوسے‘‘ یہ حیدرآباد دکن بھارت سے ۱۹۸۶ء میں پہلی بار مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کی۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں اس کتاب کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

۲...... ’’قادیانیوں کا کلمہ اور حکومت پاکستان کا آرڈیننس‘‘ یہ بھی مولانا ولی الدین ﷫ کا رسالہ ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں شامل ہے۔

(۹۲۲)

ولی حسن ٹونکی ﷫ (کراچی)، مولانا مفتی

(ولادت: ۱۹۲۳ء ...... وفات: ۳؍فروری ۱۹۹۵ء)

مولانا مفتی ولی حسن ﷫ کے والد، دادا، پردادا تینوں اپنے دور کے جید علماء میں شامل

تھےاور ریاست ٹونک کے یکے بعد دیگرے قاضی اور مفتی رہے۔ مفتی ولی حسن ؒ کو ان کے چچا مفتی حیدر حسن خان ؒ ندوۃ العلماء لے گئے۔ یہاں آپ نے ان سے چار سال پڑھا۔ اس سے قبل ابتدائی تعلیم مفتی صاحب ؒ اپنے والد گرامی سے حاصل کر چکے تھے۔ اپنے استاذ و چچا مفتی حیدر حسن ؒ کی (وفات: ۱۶ر جون ۱۹۴۰ء) وفات کے بعد الہ آباد یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور فاضل فارسی کے امتحانات پاس کئے۔ اس دوران آپ ریاست ٹونک کی عدالت شرعیہ میں ملازمت بھی کرتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد پہلے مظاہر العلوم سہارنپور اور پھر دارالعلوم دیوبند پڑھتے رہے۔

دورۂ حدیث شریف حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ سے کیا۔ اس کے بعد پھر ٹونک ریاست کے مفتی اور قاضی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ تقسیم کے بعد کراچی چلے آئے۔ پہلے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ کے دارالعلوم نانک واڑہ میں پڑھانا شروع کیا۔ دارالعلوم نانک واڑہ سے کورنگی منتقل ہوا تو حضرت مفتی ولی حسن ؒ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن سے وابستہ ہوئے۔ ان دنوں بخاری شریف اور ترمذی شریف حضرت شیخ بنوری ؒ خود پڑھاتے تھے۔ حضرت شیخ بنوری ؒ کے حکم پر حضرت مفتی ولی حسن ؒ اپنے حصہ کی منتہی کتب پڑھانے کے علاوہ باقاعدہ حضرت بنوری ؒ کے ترمذی شریف کے سبق میں شریک ہوئے۔

سال بھر یہ سلسلہ جاری رہا۔ اگلے سال حضرت بنوری ؒ نے ترمذی شریف کا سبق حضرت مفتی ولی حسن ؒ کو منتقل کر دیا اور پھر یہ بھی وقت آیا کہ شیخ بنوری ؒ کے وصال کے بعد بخاری شریف بھی آپ کے ذمہ ٹھہری۔ یوں آپ شیخ الحدیث کے منصب پر پہنچے۔ آپ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے صدر مفتی کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ آپ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قادیانیوں کے بائیکاٹ پر فتویٰ لکھا جو فتاویٰ ختم نبوت کی جلد دوم میں آخری رسالہ کے طور پر شامل ہے۔

''لاہوری قادیانی دونوں کافر ہیں'' کے نام سے آپ کے فتویٰ مطبوعہ بصورت پمفلٹ فتاویٰ ختم نبوت کی تیسری جلد میں شامل اشاعت ہے۔

(ک)

(۹۲۳)

کاظم حبیب رحمۃ اللہ علیہ (بھیں ضلع چکوال)، جناب محمد

جناب محمد کاظم حبیب رحمۃ اللہ علیہ نے ''ارتداد، ماضی اور حال کے آئینہ میں'' کتاب عربی زبان میں تحریر فرمائی۔ دارالعروبہ منصورہ لاہور نے اس کا اردو میں ترجمہ شائع کرنے کا فرض نبھایا۔ فتاویٰ ختم نبوت میں عالمی مجلس نے پوری کتاب کو شائع کیا۔ اس عنوان پر جامع اور عمدہ مواد اس پر جمع کر کے ریکارڈ قائم کیا گیا ہے۔

(۹۲۴)

کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاضی

(وفات: ۱۷/ جولائی ۱۹۴۷ء)

مولانا قاضی کرم الدین رحمۃ اللہ علیہ بھیں ضلع چکوال کے باسی تھے۔ آپ نے حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث شریف پڑھی۔ آپ بیک وقت تقریر وتحریر، مناظرہ ومباحثہ کے شناور تھے۔ آپ نے رفض کے رد میں ایک کتاب ''آفتاب ہدایت'' لکھی۔ اسی طرح ردقادیانیت پر بھی آپ کی دو تصانیف ہمیں ملیں۔

مرزائی جماعت کے لاہوری گروہ کو لاہوری مرزائی کہا جاتا ہے۔ ان کا لاٹ پادری ومہنت محمد علی لاہوری تھا۔ جو دجل کرنے میں مرزا قادیانی کے بھی کان کترتا تھا۔ پٹھہ اپنے گرو سے بھی چار قدم آگے نکل گیا۔ اس لاہوری پٹھہ نے اپنے عقائد کی ایک فہرست شائع کی۔ یہ یک ورقی اشتہار قادیانی دجل کا شاہکار تھا۔ پنجاب کے معروف عالم دین، بزرگ رہنما، ونامور مناظر حضرت مولانا محمد کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ ساکن بھیں ضلع چکوال نے اس یک ورقی اشتہار کا جواب لکھا۔ جسے انجمن حزب الاحناف لاہور نے شائع کیا۔ اس رسالہ پر نمبر ۱۸ درج ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اس سے قبل بھی اس انجمن نے رسائل شائع کئے۔ ان میں قادیانیت کی پرتردید کتنے تھے؟ بعد میں کتنے شائع ہوئے/ وہ سب مہیا کرنا۔ ردقادیانیت کے رسائل کو یکجا کرنا ایک محنت کا

متقاضی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ کسے توفیق بخشتے ہیں۔ یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ فقیر راقم کو یہ رسالہ ملا جس کا نام: ''مرزائیت کا جال، لاہوری مرزائیوں کی چال'' ہے۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد۵۳ میں محفوظ ہوگیا۔ بھلے یہ کیا کم خدمت ہے۔ مولانا کرم الدین دبیر ؒ ہمارے مخدوم یادگار اسلاف حضرت مولانا قاضی مظہر حسین ؒ کے والد گرامی تھے۔ مولانا کرم الدین صاحب ؒ کی مرزا قادیانی کے ساتھ عدالتی جنگ بھی رہی۔ سالہا سال تک مقدمات چلتے رہے۔ مرزا قادیانی کو مولانا کرم الدین ؒ کے ہاتھوں کس طرح رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ تاریخ کا ایک شاندار باب ہے جسے مولانا کرم الدین صاحب ؒ نے ''تازیانہ عبرت'' میں قلمبند کردیا تھا۔ یہ احتساب قادیانیت جلد۵۴ میں شائع ہوئی۔

مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین صاحب دبیر ؒ (متوفی ۱۳۶۵ھ) پنجاب کے ان نامور علماء میں سے ہیں جنھوں نے ردمرزائیت میں نمایاں کردار انجام دیا۔ ضلع جہلم کی ایک غیرمعروف بستی موضع بھیں آپ کے مولد و مسکن کے باعث دور دور تک مشہور ہوئی۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے وقت آپ کی عمر چار پانچ سال کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ پھر لاہور اور امرتسر کے مختلف مدارس سے علوم وفنون کی تکمیل کر کے اپنے گاؤں میں درس وتدریس کا سلسلہ قائم کیا۔ سیال شریف میں حضرت خواجہ محمد الدین چشتی ؒ سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ نہایت ذکی، سلیم الطبع، وجیہ، بلند قامت، مضبوط جسامت، وسیع القلب اور حاضر جواب تھے۔

مرزا قادیانی نے جب اپنے باطل دعاوی کا سلسلہ شروع کیا تو مولانا اس فتنے کی سرکوبی کے لئے میدان عمل میں کود پڑے۔ آپ کے دست راست مولانا فقیر محمد جہلمی ؒ نے ان دنوں جہلم سے ہفتہ دار پرچہ ''سراج الاخبار'' جاری کر رکھا تھا۔ انہوں نے ''سراج الاخبار'' کو ردقادیانیت کے لئے وقف فرماتے ہوئے مولانا محمد کرم الدین صاحب ؒ کو اس کا ایڈیٹر مقرر کردیا اور قادیانی کذاب کا نہایت مدلل اور ٹھوس مضامین سے تعاقب شروع فرمایا۔ جس کی تاب نہ لاتے ہوئے مرزا اور اس کے حواری اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے اور خفت مٹانے کے لئے اپنی پشت پناہ گورنمنٹ برطانیہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ کی ناقابل جواب تحریرات کو بہانہ بنا کر مقدمات کی ابتدا کردی۔ پہلا مقدمہ مرزا کے حواری حکیم فضل دین بھیروی کی طرف سے ۱۴؍نومبر ۱۹۰۲ء کو زیر دفعہ ۴۱۷ تعزیرات ہند، گورداسپور میں دائر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مولانا

ابوالفضل ؒ کو اس مقدمے میں باعزت طور پر بری فرمایا۔ حالانکہ اس مقدمے کی نسبت مرزا قادیانی نے اپنی فتح کے الہامات متواتر شائع کئے تھے۔

دوسرا مقدمہ بھی حکیم فضل دین بھیروی ہی نے ۲۹؍جون ۱۹۰۳ء کو مولانا کے خلاف گورداسپور میں دائر کیا۔ اس میں بھی آپ کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور مرزائیوں کی خوب گت بنی اور مقدمہ خارج ہوگیا۔ پھر تیسرا مقدمہ شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر اخبار ''الحکم'' قادیان کی طرف سے مولانا ابوالفضل ؒ اور مولانا فقیر محمد جہلمی ؒ کے خلاف دائر ہوا۔ جس میں ہر دو مستغاثہ علیہا پر ۵۴؍روپے جرمانہ ہوا جو ادا کر دیا گیا۔ اس لئے کہ حقیر سی رقم کی خاطر اپیل کرنا غیر مناسب تھا۔ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں مرزا کی مطبوعہ کتاب ''مواہب الرحمٰن'' تقسیم کی گئی جس میں مولانا ابوالفضل ؒ کے خلاف سخت توہین آمیز کلمات استعمال کئے گئے۔ چونکہ مقدمات کی ابتدا مرزائیوں کی طرف سے ہو چکی تھی اس لئے مولانا ابوالفضل ؒ نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم فضل دین بھیروی کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا اور یہ مقدمہ حق و باطل کے درمیان عظیم الشان معرکے کی صورت اختیار کر گیا۔ اہل حق کی طرف سے شہادت میں بڑے بڑے فضلائے کرام پیش ہو رہے تھے اور فریق مخالف کی طرف سے حکیم نورالدین بھیروی، خواجہ کمال الدین لاہوری اور اس کے حواری ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ روپیہ پانی کی طرح بہایا۔ الہامات کے ذریعے اپنے حواریوں کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ مگر یہ سب حربے ریت کے گھروندے ثابت ہوئے اور مقدمہ مرزا کے لئے سوہان روح بن گیا۔ مولانا ابوالفضل ؒ نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے۔ عدالت میں جرح کے دوران کئی کئی گھنٹے اتنی زبردست تقریریں کیں کہ مخالفین تلملا اٹھے۔ خواجہ کمال الدین وکیل مرزائی بے ساختہ پکار اٹھا کہ: ''مولانا محمد کرم الدین کے دلائل کا جواب نہیں۔'' مقابلے میں مرزا قادیانی کو عدالت میں دو لفظ بولنے کی بھی جرأت نہ ہوسکی، بلکہ چھ چھ گھنٹے مرزا غلام احمد کو مجرموں کے کٹہرے میں دست بستہ کھڑا ہونا پڑا۔ اس مقدمے کا پرلطف پہلو یہ بھی ہے کہ مرزا اپنی ناکامی کو دیکھتے ہوئے اتنا مرعوب ہوا کہ عدالت میں جب پیشی کی تاریخ ہوتی تو بیماری کا سرٹیفکیٹ بھیج دیا کرتا۔ تقریباً دو سال تک یہ تاریخی مقدمہ چلتا رہا۔ آخر ۱۸؍اکتوبر ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کی عدالت سے مرزا کو پانچ صد روپے جرمانہ اور عدم ادائیگی کی صورت میں چھ ماہ قید محض کی سزا ہوئی۔ جبکہ اس کے حواری حکیم فضل دین کو دو صد روپے جرمانہ یا پانچ ماہ قید کی سزا سنائی گئی۔ اس مقدمے میں مرزا قادیانی اور اس

کے حواریوں کو عبرت ناک شکست اور سخت ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ نیز اس مقدمے کے بارے میں بھی الہام مرزا کی خوب مٹی پلید ہوئی اور مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے خوب خوب نوازا۔

ان مقدمات کے علاوہ آپ نے مرزائیت کے خلاف مناظرے فرمائے۔ فن مناظرہ میں آپ نے خاصی شہرت پائی۔ مرزا قادیانی کے بعد مولوی اللہ دتہ وغیرہ مرزائی مناظرین سے مناظرے ہوئے اور ہر مرتبہ شکست فاش دی اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ خود مرزا غلام احمد، جو اس مشن کا بانی تھا، اسے آپ نے پے در پے شکستوں سے دوچار کردیا تھا۔ اس کے متبعین کی کیا مجال تھی کہ آپ سے بازی لے جاتے۔ الغرض! مرزائیوں کو ہر میدان میں آپ سے ذلت کا سامنا نصیب ہوا۔

(۹۲۵)

کرم حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ دوالمیالوی، پیر سید

(وفات: ۸/اپریل ۱۹۷۵ء)

''حقیقت مرزائیت'' چواسیدن شاہ ضلع جہلم کے حضرت مولانا پیر سید کرم حسین شاہ حنفی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فروری ۱۹۲۴ء میں مرزا قادیانی کے خلاف تحریر کیا جو احتساب قادیانیت جلد ۲۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۹۲۶)

کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ (بھیرہ)، مولانا پیر سید

(ولادت: ۱۹۱۸ء ...... وفات: ۷/اپریل ۱۹۹۸ء)

برصغیر پاک وہند کی معروف خانقاہ سلیمانیہ تونسہ شریف کا فیض جب سیال شریف پہنچا تو ''خانقاہ سیال شریف'' وجود میں آئی۔ خانقاہ سیال شریف کے بانی خواجہ احمد دین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کے جانشین خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ موصوف کے جانشین حضرت خواجہ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کے جانشین حضرت العلامہ خواجہ قمر الدین سیالوی مرحوم تھے۔ حضرت خواجہ قمر الدین

سیالوی ﷫ سے جن شخصیات نے کسب فیض کر کے خرقۂ خلافت حاصل کیا، ان میں ایک ہمارے ممدوح حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری ﷫ بھی تھے۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب ﷫ بہت فاضل شخصیت تھے۔ جامعہ ازہر مصر سے آپ فارغ التحصیل تھے۔ اس لئے ازہری کہلاتے تھے۔ آپ نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی جس کا نام: ''ضیاء القرآن'' ہے۔ آپ وفاقی شرعی عدالت کے جج بھی رہے۔ آپ کے حوالہ سے اپریل ۱۹۸۴ء ردقادیانیت پر ایک رسالہ شائع ہوا۔ جس کا نام: ''فتنۂ انکار ختم نبوت'' ہے۔ مجھے بہت خوشی حاصل ہو رہی ہے کہ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۱ میں اسے بھی شائع کیا گیا۔ اسی طرح آپ کا ایک اور رسالہ جس کا نام ہے: ''فتنۂ مرزائیت اور پاکستان'' جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے آپ کو جنیوا بھجوایا۔ جہاں قادیانیوں نے اپنی مظلومیت کا فرضی کیس پاکستان گورنمنٹ کے خلاف دائر کر رکھا تھا۔ آپ نے کیس کی پیروی کی۔ قادیانی ہار گئے اسلام جیت گیا۔ اس سفر کی تفصیلات پر پیر کرم شاہ صاحب ﷫ کا یہ رسالہ ہے۔ یہ بھی احتساب قادیانیت کی جلد ۴۱ میں شامل ہے۔

(۹۲۷)

کفایت اللہ دہلوی ﷫، حضرت مولانا مفتی

(پیدائش: ۱۸۷۵ء ...... وفات: ۳۱؍دسمبر ۱۹۵۲ء)

دہلی بہادر شاہ ظفر کے مکان کے مین گیٹ پر آپ کھڑے ہوں تو آپ کے بائیں طرف ایک چبوترہ ہے۔ اس پر کئی قبریں ہیں۔ ان میں سے دو قبور ہیں۔ ایک قبر مبارک حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب ﷫ کی ہے اور دوسری حضرت سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی ﷫ کی ہے۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ کا سلسلہ نسب شیخ جمال یمنی سے جا کر ملتا ہے۔ یہ موتیوں کا کاروبار کرتے تھے۔ کشتی پر سوار تھے۔ طوفان آیا۔ کشتی ٹوٹ گئی۔ شیخ جمال ایک تختہ پر تھے۔ وہ ساحل سے آن لگا۔ بھوپال کے ایک تاجر انہیں بھوپال لائے۔ یہاں وہ آباد ہوئے۔ پھر بھوپال سے شاہجہان پور آ گئے۔ یہ مفتی کفایت اللہ ﷫ کے مورث اعلیٰ بیان کئے جاتے ہیں۔ مفتی صاحب ﷫ کے والد صاحب کا نام شیخ عنایت اللہ ﷫ تھا۔ نہایت پرہیزگار انسان تھے۔ مفتی صاحب ﷫ کے تین بھائی اور تھے۔ ایک قاری نعمت اللہ ﷫ جو شاہجہان پور میں تدریس کرتے تھے۔ دوسرے بھائی سلامت اللہ ﷫ جو شاہجہانپور میں

تجارت کرتے تھے۔ تیسرے بھائی قدرت اللہ یہ قصور میں آگئے تھے۔ کانگریس کمیٹی کے صدر تھے۔ آخری عمر میں فلور مل قصور میں لگائی تھی۔

مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۲ھ، مطابق ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۵ سال کی عمر میں حافظ برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مکتب شاہجہان پور میں تعلیم کا آغاز کیا۔ قرآن مجید اور فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم شاہجہانپور کے مدارس میں حاصل کی۔ آپ کے ایک استاذ مولانا عبدالحق خان رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ وہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کے باعث چاہتے تھے کہ آپ دارالعلوم دیوبند چلے جائیں۔ لیکن کم سنی کے باعث آپ کے والد نہ مانے۔ اس وقت مفتی صاحب کی عمر پندرہ سال تھی۔ بالآخر قریب میں مراد آباد مدرسہ شاہی میں والد صاحب نے تعلیم کے لئے بھجوادیا۔ مدرسہ شاہی میں داخلہ ہوگیا۔ کھانا مدرسہ سے مل جاتا۔ باقی اخراجات کے لئے کپڑے کی ٹوپیاں سیتے۔ ان پر کروشیا سے بیل بوٹے بناتے اور نئی ٹوپی دو روپیہ پر نکال دیتے۔ اس سے گزر بسر ہو جاتی۔ کسی پر بوجھ نہ بنتے۔ اتنے ذہین تھے کہ سبق کے دوران ٹوپیوں کا کام بھی کرتے رہتے۔ تب بھی پوری کلاس میں اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہوتے۔ یہ ٹوپیاں آپ کی ہنرمندی میں کمال کی دلیل ہوتی تھیں۔ لوگ ہاتھوں ہاتھ خریدتے تھے۔ مدرسہ شاہی میں آپ نے دو سال پڑھا۔ ۱۳۱۲ھ میں دارالعلوم دیوبند داخلہ لیا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ میرٹھی ایسے نابغہ روزگار شخصیات سے آپ نے کسب فیض کیا۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ نے تین سال پڑھا اور دورۂ حدیث شریف مکمل کیا۔ ۱۳۱۵ھ میں بعمر ۲۲ سال آپ نے دارالعلوم سے فراغت حاصل کی۔ آپ نے اپنے استاذ مولانا عبیدالحق خان رحمۃ اللہ علیہ کے نئے قائم کردہ مدرسہ عین العلم شاہجہان پور میں پڑھانا شروع کردیا اور استاذ محترم کے اعتماد کے باعث اہتمام کی تقریباً تمام ذمہ داری بھی آپ پر تھی۔ تدریس کے ساتھ ساتھ افتاء کا کام بھی تھا۔ یہاں عین العلم میں قیام کے دوران آپ نے ماہنامہ رسالہ ''البرہان'' شائع کرنا شروع کیا۔ حضرت مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی منشی سلطان حسن رحمۃ اللہ علیہ اس کے منیجر اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ایڈیٹر تھے۔ یہ رسالہ صرف قادیانیت کی تردید کے لئے وقف تھا۔ آج اگر اس کی فائل مل جائے تو مکمل شائع کر دیا جائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز! آج ۱۷ / مارچ ۲۰۱۴ء کو مولانا شاہ عالم گورکھپوری سے استدعا کی ہے کہ وہ فائل تلاش کر کے بھجوائیں۔ ۱۳۱۵ھ کے فائل کی ۱۴۳۵ھ میں تلاش۔ گویا ایک سو بیس سال بعد! ہے کوئی ہمارے ذوق دیوانگی کی انتہاء؟

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب عین العلم میں پڑھاتے تھے۔ تب حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ استاذ الفقہ والادب دیوبند، حضرت مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ مفتی دارالعلوم دیوبند وہاں عین العلم میں پڑھتے تھے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تدریس کے علاوہ تبلیغ ومناظرہ میں بھی معروف رہے۔ اس زمانہ میں عیسائیوں سے کئی مناظرے ہوئے۔ ہر جگہ بعد از مناظرہ لوگوں کو یہ کہتے سنا جاتا کہ: ''علماء نے اسلام کی لاج رکھ لی۔ وہ دبلا پتلا سوکھا سا مولوی تو شیر کی طرح جب غرّاتا تھا تو پادری کو پسینہ آ جاتا تھا۔'' یہ کمزور مولوی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اسی زمانہ میں یہاں عیسائیوں کے ساتھ قادیانیوں نے بھی اسلام اور مسلمانوں کو نشانہ بنایا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی للکار ویلغار نے انہیں دم بخود کر دیا۔ مدرسہ عین العلم شاہجہان پور میں تدریس کے دوران آپ کا پہلا عقد ہوا۔ اس اہلیہ سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوئے جو بچپن میں ہی ذخیرہ آخرت ہو گئے۔ بعد میں اہلیہ کا بھی وصال ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرا عقد کیا۔ اس سے آپ کی وفات کے وقت دو لڑکے اور دو لڑکیاں حیات تھیں۔

دہلی آمد

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق خاص مولانا امین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنہری مسجد چاندنی چوک دہلی میں مدرسہ امینیہ کی بنیاد رکھی۔ اس کے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ۱۳۲۱ھ شوال کے مہینہ سے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے۔ اس زمانہ میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، اپنے وطن کشمیر جا چکے تھے۔ اب حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ، صدر مدرس، مفتی اور منتظم ہو گئے۔ گویا مدرسہ امینیہ کے بہت سارے امور آپ سے وابستہ تھے۔ اس زمانہ میں صرف مدرسہ امینیہ نہیں تمام مدارس میں اصلاح نصاب، نظام تعلیم اور نظام امتحان کو یکساں طور پر لاگو کرنے کے لئے آپ نے محنت فرمائی۔ یوں سمجھئے کہ آج پاکستان میں ''وفاق المدارس العربیہ'' کا تمام نظام مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوچ کا مرہون منت یا اس کا آئینہ دار ہے۔ جب آپ دہلی تشریف لائے تب جنگ بلقان شروع ہو گئی تو ترکی کے مسلمانوں کی مدد کے لئے جہاں آپ نے فتویٰ جاری کئے۔ وہاں فنڈ بھی اکٹھا کر کے ان کو بھجوایا۔

ضرورت محسوس ہوئی کہ ہند سے دو بڑے طبقے مسلمان اور ہندو باہم متحد ہو کر تحریک

آزادی کو مؤثر بنائیں۔اس کے لئے مسلم لیگ نے میثاق لکھنؤ منظور کیا۔اس وقت جمعیۃ علماء ہند نہ بنی تھی۔اس میثاق لکھنؤ میں مسلمانوں کے نکتہ نظر سے خامیاں تھیں۔تب مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شرعی نقطہ نظر سے ان خامیوں کی نشاندہی کر کے اسلامیان ہند کی رہنمائی اور خدمت کا فریضہ سرانجام دیا۔اس پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو بہت خوشی ہوئی اور مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دماغ نکتہ رس کی تصویب فرمائی۔ چنانچہ اس موقع پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رفقاء سے فرمایا: ''بیشک تم لوگ سیاستدان ہو۔لیکن مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سیاست ساز ہے۔'' یہ ۱۹۱۵ء، ۱۹۱۶ء کی بات ہے۔

صرف حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق خاطر نہ تھا۔ادھر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے استاذ پر فدا تھے۔جس کا مظہر آپ کا قصیدہ ''روضۃ الریاحین'' ہے۔ جس کا ایک ایک شعر اپنے استاذ کے لئے عقیدت ومحبت کا سمندر اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میدان سیاست میں

۱۸راگست ۱۹۱۷ء کو ملکۂ معظم برطانیہ نے ہندوستانیوں کو حکومتی خودمختاری دینے کا اعلان کیا۔ وزیر ہند برطانیہ سے ہندوستان آئے۔ مسلم لیگ اور کانگریس نے متحدہ سمجھوتہ میثاق لکھنؤ پیش کیا۔ دسمبر ۱۹۱۸ء کو مسلم لیگ کا گیارھواں اجلاس شیر بنگال مولوی افضل حق رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں دہلی میں منعقد ہوا۔ جس میں مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ فرنگی محلی، مولانا آزاد سبحانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبداللطیف دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ شریک ہوئے۔اس اجلاس میں صدر اجلاس نے علماء کی شرکت کا بطور خاص شکریہ ادا کیا۔اس کے بعد ۱۹۱۹ء کو خلافت کمیٹی کے اجلاس دہلی میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے برطانیہ کے جشن صلح کے بائیکاٹ کی قرارداد منظور کرائی۔

اسی اجتماع کے موقع پر علماء کرام مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد سجاد، مولانا منیر الزمان اور دیگر حضرات کل پچیس حضرات نے طے کیا کہ ۱۹۱۹ء میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ علماء کرام کے اجلاس منعقد کرنے کا انتظام کریں گے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی زیرصدارت اجلاس امرتسر میں ہوگا۔ چنانچہ اجلاس ہوا۔ جمعیۃ علماء ہند کے مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ صدر اور مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ

مقرر ہوئے۔ مدرسہ امینیہ دہلی میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب ؒ کا حجرہ جمعیۃ علماء ہند کا دفتر قرار پایا۔ اسی سال ۱۹۱۹ء کے آخر میں کانگریس اور مسلم لیگ کے جہاں اجلاس امرتسر میں ہوئے۔ جمعیۃ علماء ہند کا دوسرا اجلاس بھی امرتسر میں ہوا۔ جس میں ستر، اسی علماء کرام شریک اجلاس ہوئے۔ اس کی صدارت بھی حضرت مولانا عبدالباری ؒ نے کی۔ اس اجلاس میں جمعیۃ علماء ہند کا حضرت مفتی کفایت اللہ ؒ نے آئین منظور کرایا۔ کانگریس کے پنڈال میں خلافت کمیٹی کا بھی اجلاس ہوا۔ جس میں رہائی کے بعد مولانا محمد علی جوہر ؒ اور مولانا شوکت علی ؒ بھی بطور خاص شریک ہوئے اور یہیں گاندھی جی سے ان کی پہلی ملاقات ہوئی۔

جمعیۃ علماء ہند کے اس دوسرے اجلاس میں حضرت شیخ الہند ؒ کو جمعیۃ علماء ہند کا سربراہ تسلیم کیا گیا۔ حضرت مفتی کفایت اللہ ؒ آپ کے نائب کے طور پر کام کرتے تھے۔ کان پور، مراد آباد، جون پور، دہلی، گیاہ۔ امروہہ میں بھی جمعیۃ علماء ہند کے سالانہ اجلاس ہوئے۔ حکیم اجمل خان مسیح الملک ؒ نے اس میں ایک اجلاس کی صدارت اور خطاب کیا۔ ۱۹۳۰ء میں جمعیۃ علماء ہند کا پشاور میں اجلاس ہوا۔ جس میں ولایتی کپڑے کے بائیکاٹ اور بازار قصہ خوانی میں حکومت انگریز کی فائرنگ پر اظہار نفرت کی قرارداد منظور ہوئی۔ یہاں جو تحقیقات فائرنگ قصہ خوانی بازار پشاور کے لئے تحقیقاتی کمیٹی بنی جسے پٹیل کمیٹی کہا گیا۔ اس میں جمعیۃ علماء ہند کی نمائندگی حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب ؒ نے فرمائی۔

شدھی کی تحریک اور حضرت مفتی صاحب ؒ

۱۹۲۲ء میں تحریک خلافت کے خاتمہ کے بعد سوامی شردھانند نے شدھی کی تحریک چلائی۔ مسلمانوں کو مرتد بنا کر ہندو بنانے لگے۔ تب حضرت مفتی صاحب ؒ مسلمانوں کے مفاد اور اسلام کی نمائندگی کے لئے میدان میں آئے۔ مولانا محمد عرفان ؒ ایڈیٹر الجمعیۃ اور مولانا وحید حسن ٹونکی ؒ اور خود پورے ملک میں جہاں شدھی کی تحریک تھی ایک طوفانی دورہ کیا اور مسلمانوں کو ارتداد سے بچانے کے لئے سد سکندری کا قدرت نے ان حضرات سے کام لیا۔ شدھی تحریک کی وجہ سے ہندو مسلم فسادات ہوئے۔ یہی انگریز چاہتا تھا۔ گاندھی جی نے ستمبر ۱۹۲۴ء میں ۲۱ دن کا مرن برت شروع کیا۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۴ء کو تمام فرقوں کی اتحاد کانفرنس بھی ہوئی۔ اس میں پنڈت مدن مالوی نے مسلمانوں سے کہا کہ آپ اپنے آئین اسلام سے ارتداد کی سزا اور تبلیغ کو نکال دیں۔ اس شدید تناؤ کے ماحول میں اکیلے حضرت مفتی صاحب ؒ کی ذات تھی جنہوں نے

ارتداد کے مسئلہ کی وضاحت اور تبلیغ اسلام کے احکام بیان کئے اور اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ جس سے پورا اجلاس جھوم جھوم اٹھا۔ اس ''مسئلہ ارتداد پر کفایت المفتی ج۹ ص۳۴۳ تا۳۶۱'' پر بحث ہے اور ڈیرہ غازی خان میں قادیانی عبادت گاہ کے ایک کیس کے سلسلہ میں حضرت مفتی صاحب ﷫ کے بیانات کی تفصیل ''کفایت المفتی'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ۱۹۲۵ء میں جو وفد حجاز مقدس بھیجا گیا۔ اس جمعیۃ علماء ہند کے وفد میں حضرت مفتی کفایت اللہ ﷫ بطور صدر وفد بھی شریک تھے۔ اس میں خلافت کمیٹی کے وفد کی صدارت مولانا سید سلیمان ندوی ﷫ نے فرمائی۔ مؤتمر عالم اسلامی کی سبجیکٹ کمیٹی میں مولانا مفتی کفایت اللہ ﷫ اور مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی ﷫ کے علاوہ اور حضرات بھی شامل تھے۔

۱۹۳۰ء میں ہندوستان میں سول نافرمانی کی تحریک میں حضرت مفتی صاحب ﷫ بھی گرفتار ہوئے۔ آپ کو چھ ماہ کی سزا ہوئی۔ پہلے دہلی پھر گجرات جیل منتقل ہوئے۔ خان عبدالغفار خان ﷫، مولانا ظفر علی خان ﷫، ڈاکٹر انصاری ﷫، مولانا نورالدین لائل پوری ﷫، مولانا احمد سعید دہلوی ﷫، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ﷫ ایسے رہنماؤں کے ساتھ آپ نے جیل کاٹی۔ دوسری گول میز کانفرنس دسمبر ۱۹۳۱ء کی ناکامی کے بعد سول نافرمانی کی تحریک کا اعلان ہوا۔ ۱۱رمارچ ۱۹۳۲ء کو جمعیۃ علماء کا جلسہ وجلوس ہوا۔ مفتی صاحب ﷫ پہلے ڈکٹیٹر مقرر ہوئے اور دوسری بار گرفتار ہوئے۔ ایک لاکھ آدمی کے اس جلوس کی قیادت مفتی صاحب ﷫ نے فرمائی۔ اس میں آپ کو اٹھارہ ماہ کی قید بامشقت ہوئی۔ یہ قید آپ نے ملتان کی سنٹرل جیل میں گزاری۔ مولانا احمد سعید ﷫، سید عطاء اللہ شاہ بخاری ﷫، مولانا حبیب الرحمٰن ﷫، مولانا داؤد غزنوی ﷫، شیر جنگ ﷫، ڈاکٹر انصاری ﷫ اور دیگر رہنماؤں کے ساتھ قید کاٹی۔ جیل میں متعدد حضرات نے آپ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے متعدد کتب پڑھائیں۔ جیل میں قیدیوں کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھتے۔ فرماتے: لاؤ تمہارے کپڑے درست کردوں۔ ان پھٹے کپڑوں کو سی دیتے تھے۔ کیا اجلی سیرت کے عالم دین تھے۔

فلسطین یہودیوں کو دینے کی انگریز نے سازش کی۔ تقسیم فلسطین کا فارمولا آیا تو جمعیۃ علماء ہند نے مجلس تحفظ فلسطین قائم کی۔ ۶راگست ۱۹۳۸ء کو یوم فلسطین منایا۔ جمعیۃ کا وفد فلسطین گیا۔ ۷راکتوبر ۱۹۳۸ء کو قاہرہ میں فلسطین کانفرنس میں جمعیۃ علماء ہند کی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ ﷫، مولانا عبدالحق مدنی ﷫ اور مولانا سید محمد یوسف بنوری ﷫ نے نمائندگی کی۔ حضرت

شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی رپورٹ میں تحریر فرمایا کہ ”قاہرہ میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اتنا بھرپور استقبال ہوا کہ اتنا کسی وفد کا استقبال نہیں ہوا۔“ فرماتے ہیں کہ ”مارے خوشی کے ہمارے دل اچھل اور سر فخر سے بلند ہوگئے۔“ اس موقع پر علماء مصر سے فوٹو کے عدم جواز پر آپ کا ایک نجی مجلس میں تبادلہ خیال بھی ہوا۔

مدرسہ امینیہ دہلی میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۲۱ھ، مطابق ۱۹۰۳ء کو تشریف لائے تھے۔ سنہری مسجد چاندنی چوک کی جگہ تھوڑی تھی۔ چنانچہ مسجد پانی پتیاں کشمیری دروازہ کی زمین متولی حضرات سے مدرسہ امینیہ کے لئے حاصل کر کے ۱۹۱۵ء میں تعمیر کا آغاز کیا۔ ۱۹۱۸ء میں مدرسہ امینیہ اس تعمیر نو میں منتقل ہوگیا۔ ۱۹۲۰ء میں مولانا امین الدین رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوگئے تو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے مالٹا کی رہائی سے واپسی پر شوال ۱۳۳۸ھ کو ایک بڑے جلسہ میں مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو مدرسہ امینیہ کا مہتمم مقرر کیا۔ مسجد پانی پتیاں نواب لطف اللہ خاں صادق رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی کی بنائی ہوئی تھی۔ جو آپ نے ۱۱۳۸ھ، مطابق ۱۷۲۵ء میں بنائی تھی۔ دو سو سال گزرنے کے بعد بوسیدہ مسجد کو گرا کر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۵۳ھ میں نئے سرے سے دوبارہ تعمیر کیا۔

مدرسہ امینیہ سے (۱) مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ شیخ الادب دارالعلوم دیوبند۔ (۲) مولانا سید مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند۔ (۳) مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند۔ (۴) مولانا عبدالغنی پٹیالوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۵) مولانا سید محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت پیر جماعت علی شاہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ علی پوری۔ (۶) مفتی عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ مکرانی۔ (۷) مفتی تقی رحمۃ اللہ علیہ امینی۔ (۸) مولانا محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ بہاول پوری صدر المبلغین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ (۹) مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ ملتانی بانی ومہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان ایسے ہزاروں علماء نے فراغت حاصل کی۔ مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن رہے۔ مدرسہ امینیہ کی طرح مسجد ومدرسہ فتح پوری کی تعمیر و ترقی میں آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ کا مشہور زمانہ کارنامہ آپ کی فتویٰ نویسی ہے۔ جس کی دلیل ”کفایت المفتی“ ہے۔

سفر آخرت

۳۱ر دسمبر ۱۹۵۲ء کو رات ساڑھے بجے وصال فرمایا۔ اگلے روز یکم رجنوری ۱۹۵۳ء آپ کے مکان سے چتلی قبر اور دریا گنج بازار تک سڑکیں بھر گئیں۔ صبح سے مردوں عورتوں نے علیحدہ علیحدہ باری باری لائنوں میں شرف دیدار حاصل کیا۔ ساڑھے بارہ بجے دن جنازہ اٹھایا گیا تو تمام

بازار بند تھے۔ ہر جگہ غم و افسوس کا سماں تھا۔ کوچہ چیلاں سے جامع مسجد دہلی تک انسانوں کے ٹھٹھ ہی ٹھٹھ تھے۔ انسانوں کا سیل رواں تھا جو تھمنے کا نام نہ لیتا تھا۔ سوا ایک بجے پریڈ گراؤنڈ یعنی لال قلعہ اور جامع مسجد دہلی کے درمیان کا علاقہ میں جنازہ پہنچا۔ جنوری کا مہینہ ادھر بارش مگر اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کی مقبولیت کا اس سے اندازہ فرمائیں کہ برابر رش بڑھ رہا تھا۔ جنازہ کی چارپائی سے لمبے لمبے بانس باندھے گئے۔ پھر بھی ہزاروں لوگ کندھا نہیں دے پائے۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی ہر طبقہ کے لیڈر موجود تھے۔ جنازہ شیخ الاسلام حضرت مدنی ؒ نے پڑھانا تھا۔ مگر وہ بارش کے باعث لیٹ ہوگئے تو اب جنازہ مولانا احمد سعید دہلوی ؒ نے پڑھایا۔ ایک لاکھ آدمی نے جنازہ میں شرکت کی۔ دہلی دروازہ سے جنازہ کو رخصت کرتے وقت ڈیڑھ لاکھ کا مجمع ہو چکا تھا۔ مرد، عورتیں، جوان، بوڑھے سب مسجد کی سیڑھیوں، مکانوں کے چھتوں، بازار اور میدان میں محو دیدار تھے کہ یوں درویش، خادم قوم، اہل حق کے جنازے اٹھا کرتے ہیں۔ دہلی دروازہ سے باہر بڑی ایمبولینس میں جنازہ رکھا گیا۔ دہلی دروازہ سے مہرولی، حضرت قطب الدین بختیار کاکی ؒ کا مزار جس کے متصل آپ کی تدفین ہونا تھی۔ جہاں قریب میں بہادر شاہ ظفر ؒ کے محل شاہی کا صدر دروازہ ہے۔ وہاں تک گیارہ میل کا سفر ہے۔ اب ایمبولینس کے چلتے ہی لوگ بھی بسوں، ویگنوں، اپنی سواریوں پر روانہ ہوئے۔ تدفین کی جگہ پر عصر کے بعد آپ کا جسد مبارک لایا گیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ، حضرت مولانا اعزاز علی ؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم ؒ بلیاوی، حضرت مولانا قاری محمد طیب ؒ صاحب بھی دیوبند سے یہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے آخری دیدار کیا اور آپ کو لحد میں اتار دیا گیا۔

آپ کے صاحبزادہ جناب واصف صاحب ؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ریل کے سفر میں حضرت والد ماجد کے ہم رکاب تھا۔ جس ڈبے میں ہم دونوں تھے، اسی میں دہلی کے سوداگروں میں سے دو معزز دولتمند حضرات بھی ہم سفر تھے اور ان کے قریب بھاری بھرکم قادیانی مبلغ بھی بیٹھے تھے اور مرزا غلام احمد کی صداقت اور نبوت پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ان میں سے ایک بڑا مبلغ بڑے زور و شور سے بول رہا تھا۔ بڑا لسان اور طرار معلوم ہوتا تھا۔ حضرت والد ماجد کچھ فاصلے پر تھے اور ان لوگوں کی گفتگو سن رہے تھے۔ قادیانیوں کے مخاطب کبھی کبھی جواب دیتے تھے، مگر پھر لاجواب ہو جاتے تھے۔ آخر حضرت ؒ نے فرمایا کہ: ''میں آپ لوگوں کی گفتگو میں شامل نہیں ہونا چاہتا تھا، مگر یہاں معاملہ دین کا ہے، اس لئے خاموش نہیں رہ سکتا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے ابھی یہ جو فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اور مرزا صاحب کی

نبوت سے ختم نبوت میں کوئی نقصان واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ مرزا صاحب کی نبوت حضورﷺ ہی کی نبوت کا ایک جزو اور ضمیمہ ہے، تو یہ فرمایئے کہ نبی علیہ السلام کے اس قول: ’’لا نبی بعدی‘‘ میں تو کسی قسم کی نبوت کی تخصیص نہیں ہے۔ مطلق نبوت کی نفی ہے۔ ضمنی، غیرضمنی، ظلی، بروزی کی تخصیص کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ لائے نفی جنس نے نبوت کے تمام اقسام، اصناف کی نفی کردی ہے۔ پھر بیچ میں نبوت ضمنی کیسی؟‘‘ قادیانی مولوی نے جواب دیا کہ: ’’جس طرح سچا خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہے، اسی طرح ضمنی نبوت بھی ہوتی ہے اور چونکہ آنحضرتﷺ کی نبوت کا دائرۂ عمل قیامت تک ہے اور آپﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس لئے آپ ہی کے دین کی تجدید کے لئے نبی آسکتا ہے اور اس سے آپﷺ کی ختم نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔‘‘

حضرت مفتیٔ اعظمؒ نے فرمایا کہ: ’’نبوت کا چالیسواں حصہ اگر کسی کو عطا فرمایا جائے تو وہ شخص نبی نہیں بن جائے گا۔ انسان کی ایک انگلی کو ’’انسان‘‘ کا لقب نہیں دیا جاسکتا اور آنحضرتﷺ تو آپ کے دعوے کے مطابق قیامت تک کے لئے نبی ہیں اور پھر حضورﷺ کا یہ فرمانا کہ: ’’میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔‘‘ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا؟ بولئے جواب دیجئے!‘‘

حضرت نے کئی مرتبہ فرمایا: ’’بولئے جواب دیجئے!‘‘ مگر ادھر ایسا سناٹا تھا کہ صدائے برنخاست، قادیانی ایک دم مبہوت ہوگئے۔ بالکل جواب نہ دے سکے۔

پھر فرمایا کہ: ’’آپ لوگوں کا یہ کہنا کہ حضورﷺ قیامت تک کے لئے نبی ہیں۔ خود اس امر کا اقرار ہے کہ حضور علیہ السلام کی بعثت کے بعد نبوت کا عہدہ کبھی کسی کو عطا نہیں کیا جائے گا۔ دوران نبوت کسی اور نبی کی بعثت کے کیا معنی اور اس کی ضرورت کیوں؟ بولئے جواب دیجئے!‘‘ مگر صدائے برنخاست، قادیانیوں پر اوس پڑگئی اور شکست خوردگی کی وجہ سے چہرے زرد اور ہونٹ خشک ہوگئے اور بالکل ساکت وصامت ہوگئے۔ تو حضرت والد ماجد نے تقریباً ایک گھنٹے تک قادیانیت کے رد میں مسلسل تقریر فرمائی۔ اس کے بعد دہلی کے ہم سفر حضرات نے دریافت کیا کہ: ’’حضرت! آپ تعارف تو فرمایئے‘‘ فرمایا کہ: ’’مجھے کفایت اللہؒ کہتے ہیں، مدرسہ امینیہ کا مدرّس ہوں۔‘‘

اس وقت کا منظر بڑا عجیب تھا۔ ڈبے کے تمام ہم سفر مسلمانوں نے یہ تقریر سنی تھی۔ بہت شکریہ ادا کیا اور ان دولتمند حضرات نے کہا کہ:

’’حضرت! ہم تو تذبذب میں تھے۔ آپ نے بروقت ہماری دست گیری کی اور اپنی

اس کوتاہی پر بڑے نادم ہوئے کہ دہلی میں رہتے ہوئے ہم شرف ملاقات سے محروم تھے۔'' ادھر قادیانیوں کا حال یہ تھا کہ ادھر ادھر کی باتوں کا خیال بھی بھول گئے۔ (ہیں بڑے مسلمان)

(۹۲۸)

کفایت حسین رحمۃ اللہ علیہ (لاہور شیعہ رہنما)، جناب حافظ

(وفات: ۴ر اپریل ۱۹۶۸ء)

شیعہ عالم، بلند پایہ مقرر، قادیانیت کے خلاف جب بھی ضرورت پڑی پیش پیش رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا۔

(۹۲۹)

کے. ایل ناصر، پادری

پادری کے. ایل ناصر گوجرانوالہ کے تھے۔ انہوں نے مرزا قادیانی کے خلاف ''حقیقت مرزا بقلم خود'' کے نام پر کتاب لکھی جس کا چوتھا ایڈیشن ۲۳ر مارچ ۱۹۸۴ء کو شائع کیا جو ''محاسبہ قادیانیت'' کی جلد دوم میں شامل اشاعت ہے۔

(ہ)

(۹۳۰)

ہارون الرشید رشیدی رحمۃ اللہ علیہ (پتوکی)، مولانا

(وفات: ۶ر جولائی ۲۰۱۵ء)

مولانا ہارون الرشید رشیدی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب امام الدین عرف امام خان میواتی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر آنکھ کھولی۔ ان دنوں آپ کے والد محترم چک نمبر ۹/۶۲، ایم. بی جوہر آباد ضلع خوشاب میں قیام پذیر تھے۔ مرحوم نے جامعہ الیاسیہ جوہر آباد میں قرآن پاک حفظ کیا اور گردان جامعہ مصباح العلوم جوہر آباد میں کی۔ ابتدائی کتب مدرسہ عربیہ خیر العلوم پتوکی میں پڑھیں۔ درجہ رابعہ

تک جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں تعلیم حاصل کی۔ مشکوٰۃ شریف مولانا سید امیر حسین گیلانی ؒ کے مدرسہ جامعہ مدنیہ اوکاڑہ میں مولانا مفتی عطاء اللہ ؒ سے پڑھی۔ دورہ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور سے ۱۹۸۰ء،۱۹۸۱ء میں کیا۔ حدیث پاک کے اساتذہ کرام میں مولانا محمد مالک کاندھلوی ؒ، مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی ؒ، مولانا عبدالرحمان اشرفی ؒ، مولانا صوفی محمد سرور مدظلہ، مولانا عبیداللہ اشرفی ؒ، مولانا محمد یعقوب ؒ، مولانا نور محمد ؒ کے نام نمایاں ہیں۔

دورہ حدیث شریف سے فراغت کے بعد مولانا قاری محمد ابراہیم ؒ کی نگرانی میں ۱۹۸۸ء تک تدریس علوم اسلامیہ کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۹۸۷ء سے ۲۰۱۵ء تک جامعہ مسجد فاروق اعظم چتوکی میں جمعۃ المبارک کا خطبہ دیتے رہے۔ ۱۶ فروری ۱۹۹۰ء دارالعلوم دینیہ کے نام سے چتوکی میں مدرسہ قائم کیا۔ جبکہ ۲۰۰۰ء میں جامعہ حمیر اللبنات کے نام سے بچیوں کے لئے درسگاہ قائم کی۔ جہاں دورہ حدیث شریف تک تعلیم دیتے رہے اور بخاری شریف کے اسباق خود پڑھائے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ قاری محمد ابراہیم مفید ؒ اور پروفیسر مسعودالحسن رشیدی کی معیت میں گرفتاری پیش کی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں چتوکی میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگوں سے والہانہ عقیدت تھی۔ جبکہ ہمارے جیسے خوردوں کے ساتھ بھی محبت فرماتے۔ ان کی دو ہی جماعتیں تھیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام۔

(۹۳۱)

ہاشم فاضل شمسی ؒ (حیدرآباد)، جناب سید محمد

(ولادت: ۲؍اگست ۱۹۰۸ء ...... وفات: ۱۵؍اگست ۱۹۸۸ء)

حضرت مولانا سید محمد ہاشم ؒ فاضل شمسی حیدرآباد کے نامور عالم دین تھے۔ آپ نے ۱۹۷۵ء میں ایک کتاب اپنے عزیزوں کی خواہش پر تحریر کی۔ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے ختم نبوت کے مسئلہ پر دلائل جمع کئے۔ آپ نے اس کا نام: ''عالمگیر نبوت'' تجویز کیا۔ اس کتاب پر حصہ اوّل درج ہے۔ دوسرا حصہ تالیف ہوا یا نہ، شائع ہوا اور ہمیں نہ مل سکا یا کہ سرے سے شائع ہی نہیں ہوا۔ اس پر کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ تاہم حصہ اوّل میں بھی بہت اچھا مواد جمع کیا

ہے۔زیادہ تر مواد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ کی کتاب ختم نبوت کامل سے لیا گیا ہے۔اس کتاب کو حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ؒ کے سسر جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری قادری ؒ کے ادارہ ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک سنٹر کراچی نے شائع کیا۔اب احتساب قادیانیت جلد ۴۴ میں اسے شامل کیا گیا ہے۔

(۹۳۲)

ہدایت اللہ ؒ (مقیم راولپنڈی)،مولوی

مولوی ہدایت اللہ ؒ مقیم راولپنڈی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ:

’’مجھے قادیانی کے بعض مریدوں سے مباحثہ کا اتفاق ہوا اور خود مرزا قادیانی سے بھی الہام کے متعلق بالمشافہ ایک سوال کیا تھا۔جس کے جواب میں وہ مبہوت ولا جواب رہ گیا تھا۔علماء نے مرزا قادیانی اوراس کے پیروؤں کے متعلق جو فتویٰ دیا ہے وہ بجا ہے۔یہ گمراہ فرقہ اس سے بھی زیادہ کا مستحق ہے۔حق تعالیٰ ان کو توبہ نصیب کرے اوراپنی مخلوق کو ان کے پنجہ اغواء سے بچائے۔‘‘

(۹۳۳)

ہلال احمد دہلوی ؒ،مولانا

کراچی حضرت مولانا ہلال احمد دہلوی ایک جگہ ہر اتوار کو درس قرآن دیتے تھے۔اس میں منصوبہ کے تحت ایک قادیانی بھی آنے لگا۔وہ درس میں شریک مسلمانوں سے تعلقات بنا کر ان کو قادیانیت کے دام تزویر میں پھانسنے لگا۔جہنم اور عذاب جہنم ابدی نہیں۔یہ قادیانی علم کلام کا وہ اہم مسئلہ ہے جو دیگر قادیانی متنازعہ مسائل کی طرح اجماع کی راہ سے ہٹا ہوا ہے۔نتیجہ یہ ہوا کہ اس مسئلہ پر مولانا ہلال احمد دہلوی نے دلائل دیئے۔وہ اس قادیانی نے چناب نگر (ربوہ) بھیجے۔قادیانی معلم الملکوت نے ان کو توڑنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ہانپتے کانپتے جواب بھجوایا۔مولانا ہلال احمد دہلوی نے اس کا جواب الجواب تحریر کیا،اس کے جواب کی قادیانیوں کو جرأت نہ ہوئی۔قادیانیوں کا بولو رام ہو گیا۔مولانا دہلوی نے یہ تمام خط وکتابت شائع کر دی۔

’’تحریف مرزائیت،ربوہ سے ایک تحریری علمی مناظرہ‘‘ یہ کتاب اسی تحریری مواد کے مجموعہ کا نام ہے۔دیانتداری کی بات ہے کہ آج کل حیات مسیح،ختم نبوت،کذب مرزا پر تو

قادیانیوں سے بحث ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ کہ عذاب جہنم ابدی نہیں۔ اس پر عموماً قادیانیوں سے بحث نہیں ہوتی۔ اس عنوان پر مولانا ہلال احمد دہلوی کا رسالہ بہت ہی وقیع و قابل قدر معلومات کا خزانہ ہے۔ ہم نے احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

(ی)

(۹۳۴)

یحییٰ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا محمد

(وفات: ۲۴؍دسمبر ۱۹۸۶ء)

بانی صدر احرار الاسلام مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے برادر خورد مدرسہ اشرف المدارس گرونانک پورہ فیصل آباد کے مہتمم تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت کے مجاہد رہنما تھے۔ ۹۲ سال عمر پائی اور ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مدفون ہوئے۔

(۹۳۵)

یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، فدائے ختم نبوت مولانا محمد

(وفات: ۱۴؍فروری ۲۰۱۴ء)

مولانا محمد یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲۹ء میں مردم خیز دھرتی لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ تقسیم ملک کے بعد آپ کا گھرانہ کراچی میں منتقل ہوا۔ مولانا یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ آغاز جوانی سے تبلیغی جماعت کے ساتھ وابستہ ہوگئے۔ تبلیغی جماعت کے امیر ثانی حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ مرید صادق اور عاشق زار تھے۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد برکۃ العصر ریحانۃ الہند حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے تجدید بیعت کی اور پھر خلیفہ مجاز بنے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے کراچی میں آپ میزبان اور تمام تر پروگراموں کے گویا آپ انچارج ہوتے تھے۔ آپ کو بڑی عمر میں دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق ہوا۔ ۱۹۷۴ء میں دورہ حدیث شریف کیا۔ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل

خان ؒ اور آپ دورہ حدیث شریف کے ساتھی تھے اور خوب بھائی چارہ اور تعلق خاطر کا مخلصانہ ومحبانہ تعلق تھا۔ جسے دونوں حضرات اپنی اپنی عمر میں نبھاتے رہے۔ جب آپ نے کراچی جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے دورہ حدیث کی تکمیل کی تب جامعہ کے بانی شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری ؒ، مولانا مفتی ولی حسن ؒ، مولانا محمد ادریس میرٹھی ؒ ایسے حضرات جامعہ کے افق پر اپنے علم کے گلشن کو صدا بہار کئے ہوئے تھے۔ مولانا یحییٰ مدنی ؒ نے ان سب حضرات سے اکتساب فیض کیا۔

آپ کے دورہ حدیث شریف کے سال حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر ہونے کے ناتے آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کل پاکستان کے صدر منتخب ہوئے۔ پورے ملک میں تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء برپا تھی جو پاکستان کی تاریخ میں پرامن جدوجہد کی آئینہ دار تھی۔ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان ؒ، حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی ؒ اور آپ کے گرامی قدر رفقاء نے کراچی میں تحریک کے بانکپن کو قائم رکھنے کے لئے شب وروز ایک کردیئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کراچی کی مساجد میں پہنچ جاتے اور نماز کے بعد ایمان پرور بیانات سے لوگوں کے جذبہ ختم نبوت کو خوب رنگ وروغن کرتے۔ یوں بیسیوں مساجد میں ہزارہا لوگوں کو تحریک کے لئے متحرک کرتے۔ بلامبالغہ ۲۹رمئی سے ۷رستمبر تک لاکھوں لوگوں کو آپ حضرات نے تحریک ۱۹۷۴ء کے لئے سرگرم عمل کردیا۔ مولانا محمد یحییٰ مدنی ؒ اکثر خود راقم کے سامنے بڑے مزے سے اس تحریک کی آپ بیتی کی داستان عشق ووفاء بیان کرتے تو خود بھی گلوگیر ہوجاتے اور سامعین کو بھی نمناک کردیتے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایسے فرائض کا تعلق رحمت عالم ﷺ کے اعمال مبارک سے ہے اور ختم نبوت کا تعلق خود ذات اقدس ﷺ سے ہے۔ اعمال کی بجا آوری اعضاء سے تعلق رکھتی ہے۔ جس طرح اعضاء پر جان مقدم ہے۔ تمام فرائض پر آپ ﷺ کی عزت وناموس کا مسئلہ مقدم ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کا تعلق آپ ﷺ کے ذاتی کمال سے ہے اور پھر قادیانیت کا وجود ہی آنحضرت ﷺ کی اہانت پر مبنی ہے۔ (معاذ اللہ) اس کا منطقی تقاضہ یہ ہے کہ جو شخص جتنا بڑا عاشق رسولؐ ہوگا، اسے اتنا زیادہ قادیانیت سے نفرت اور ختم نبوت سے والہانہ عشق ہوگا۔ یہی حال میرے ممدوح حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی ؒ کا تھا۔ آپ فدائے ختم نبوت تھے۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں کراچی سے ٹرین کے ذریعہ جو وفد ۲۶راپریل کی عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس راولپنڈی میں شرکت کے لئے روانہ ہوا۔ مولانا محمد یحییٰ مدنی ؒ اس وفد کے امیر تھے۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ، مولانا مفتی احمد الرحمٰن ؒ،

مولانا مفتی نظام الدین ؒ، مولانا مفتی محمد جمیل خان ؒ کے بعد قدرت حق نے آپ کو کراچی میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا مثا دبنا دیا۔ آپ نے ختم نبوت کانفرنس شاہی مسجد لاہور، ختم نبوت کانفرنس چناب نگر، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی اجلاس مجلس شوریٰ منعقدہ خانقاہ سراجیہ میں بارہا شرکت فرمائی۔ مولانا سعید احمد جلالپوری شہید ؒ کے بعد آپ کراچی مجلس کے سرپرست چنے گئے۔ عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کرنے والے خدام آپ کی مثانی محبتوں کا محور ومرکز ہوتے تھے۔ بارہا اپنے ادارہ معہد الخلیل بہادر آباد میں ختم نبوت کے عنوان پر کورس کراتے۔ طلباء وطالبات میں بیان ہوتے۔ آپ کی محبتوں کا یہ عالم ہوتا تھا کہ بیان کے پورے دورانیہ کے دوران شریک محفل رہتے۔ اپنے اساتذہ، طلباء، فرزندان گرامی وعزیز واقارب، متوسلین ومحبین شاگردوں اور نمازیوں کو فرداً فرداً ذاتی طور پر ان پروگراموں میں شرکت کا پابند کرتے۔

سہ ماہی پروگرام جو ایک شادی ہال میں منعقد ہوتا اس کی آپ ہمیشہ صدارت فرماتے۔ آپ نے معہد الخلیل بہادر آباد کراچی کو مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ کے نام سے معنون کیا۔ آپ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ؒ کی تصانیف کو اہتمام کے ساتھ اپنے ادارہ سے شائع کر کے عام کیا۔ آپ نے بیک وقت تدریس، تبلیغ، بیعت وارشاد، محافل ذکر وبیان، دینی اداروں کے قیام وسرپرستی، نشرواشاعت، چھوٹوں کی سرپرستی غرضیکہ نامعلوم کتنے خیر کے کام تھے جو آپ نے جاری کر رکھے تھے۔ ہر سال حج پر جانا آپ کی زندگی کا گویا معمول قرار دیا جاسکتا ہے۔ گزشتہ سال ختم نبوت کانفرنس چناب نگر حج سے کچھ ہفتے پہلے منعقد ہوئی۔ آپ کانفرنس میں آغاز سے قبل تشریف لائے، اختتام پر تشریف لے گئے۔ آپ نے بیان بھی فرمایا، ایک اجلاس کی صدارت کو بھی عزت بخشی، کانفرنس پر صدا بہار نظر آتے تھے۔ آپ کی ایک ایک ادا سے عشق رسالت مآب ﷺ ٹپکتا تھا۔ مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے بیسیوں حفظ وکتب کے وفاقی طلباء کو آپ نے اپنے ہاتھوں سے سندات دیں۔ اس دوران آپ کی طبیعت پر بے نفسی ومحبت کا ایسا غلبہ ہوا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری سے فرمایا کہ آپ مدرسہ ختم نبوت کے طلباء میں میرا نام بھی شامل کریں۔ رجسٹر داخلہ میں میرا نام ضرور درج کریں۔ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری پر رقت طاری ہوگئی کہ حضرت آپ کیا فرماتے ہیں؟ اس وقت تو آپ کو شیخ الکل اور رأس المال کا درجہ حاصل ہے۔ لیکن آپ کا اصرار اس حد تک بڑھا کہ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے مدرسہ کے صدر المدرسین مولانا غلام رسول دین پوری کو بلا کر تعمیل

ارشاد کے لئے فرمایا۔ غرض مولانا یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ خوبیوں اور خیر کا منبع وچشمہ تھے۔ آپ سے حق تعالیٰ نے بہت ہی کام لیا۔ وہ کیا گئے تاریخ کا ایک سنہری باب مکمل ہوگیا۔

(۹۳۶)

یعسوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ (مونگیر)، جناب حکیم محمد

۱...... ’’صاعقہ آسمانی برفتنہ قادیانی‘‘

حضرت حکیم محمد یعسوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ رحمانیہ مونگیر کے متوسلین میں سے تھے۔ ’’صاعقہ آسمانی برفتنہ قادیانی‘‘ آپ کی تالیف کردہ رسالہ ہے۔ آپ نے اس کا تعارف یوں لکھا۔ ’’اللہ دتہ صاحب قادیانی کے مایہ ناز رسالہ’’خاتمہ مسیح آسمانی‘‘ کا برہانی جواب ان کے بہتر (۷۲) مطالبات کا انہیں پر انقلاب (پھیر دینا) قابل دید ہے۔ پھر حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت قرآن وحدیث سے اور مرزا کا اپنے قسمیہ اقرار سے جھوٹا ہونا اس پر مزید ہے۔‘‘ ۲۸؍جنوری ۱۹۲۲ء کو بانکی پور پٹنہ سے شائع ہوا۔

۲...... ’’عبدالماجد قادیانی کی کھلی چٹھی کا مفصل جواب‘‘

انڈیا میں پورینی کے مقام پر عبدالماجد قادیانی رہتے تھے۔ حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ وہاں (پورینی) تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ پورے علاقہ میں دھوم دھام سے ہر دو بزرگان کے بیانات ہوئے۔ عبدالماجد قادیانی کے پاؤں تلے سے زمین سرکنے لگی۔ اپنی خفت مٹانے کے لئے اس نے کھلی چٹھی شائع کی۔ موقعہ پر اجمالی جواب حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے دے کر قادیانی عبدالماجد کی بولو رام کردی۔ بعد میں اس رسالہ کی شکل میں حکیم محمد یعسوب رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلی جواب دیا ہے۔ یہ ۱۶؍مئی ۱۹۱۶ء کو لکھا گیا تھا۔ خانقاہ رحمانیہ مونگیر سے شائع ہوا۔

۳...... ’’مرزائیت کے متعلق جزیرہ ٹرینی ڈاڈ کے مسلمانوں کے سات سوالات کے جوابات‘‘

حضرت مولانا حکیم محمد یعسوب رحمۃ اللہ علیہ نے جوابات تحریر کئے۔ مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ امام اہل سنت ایسے اکابر نے اس کی تائید وتوثیق فرمائی۔

یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۰ میں شامل ہیں۔

۴...... ’’حقیقت مرزا‘‘

مرزا محمد یعسوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی حقیقت ناواقف

مسلمانوں کی اطلاع کے لئے بیان کی ہے کہ مرزا قادیانی کو محض صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ نہیں بلکہ نعوذ باللہ ان کو خدا کا بیٹا اور اس سے بھی بڑھ کر خدا ہونے کا دعویٰ تھا۔ آخر میں مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کی صرفی، نحوی، عروضی غلطیاں بھی دکھلائی گئی ہیں۔ ایک صدی قبل کا یہ رسالہ اب دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شائع ہوا ہے۔ فالحمد للہ!

(۹۳۷)

یعقوب پٹیالوی رحمۃ اللہ علیہ، جناب شیخ محمد

یہ پٹیالہ کے رہنے والے تھے۔ انگریزی عہد میں نائب تحصیلدار تھے۔ ان کے ایک عزیز پولیس میں ملازم تھے جن کا نام جناب منشی محمد سعید خان رحمۃ اللہ علیہ رئیس سامانہ ضلع پٹیالہ تھا۔ ایک بار منشی محمد سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سامانہ سے پٹیالہ آرہے تھے۔ ان کے ساتھ ہی سامانہ کی قادیانی جماعت کے ممتاز رکن شیخ ظفر حسن بھی ہم سفر تھے۔ ان کی قادیانیت پر گفتگو شروع ہوگئی تو بالآخر یہاں ختم ہوئی۔ قادیانی نے کہا کہ مرزا قادیانی کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ان کی پیش گوئیاں ہیں۔ خان سعید خان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مرزا قادیانی کی تو تمام متحدیانہ پیش گوئیاں کذب محض ثابت ہوئیں جیسے محمدی بیگم والی اس پر قادیانی نے کہا کہ اس پر آپ اپنے اعتراضات لکھ کر مجھے بھجوادیں۔ میں آپ کو جواب دوں گا۔ چنانچہ محمد سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی فرصت میں سوالات لکھ کر بھیج دیئے۔ لیکن اس کی طرف سے جواب کیا آنا تھا جواب سے ہی جواب ہوگیا۔

محمد سعید خان رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے پر کہ تمام تر تفصیلات محمدی بیگم کی پیش گوئی کی آپ قلمبند کریں۔ جناب مولانا محمد یعقوب پٹیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے قلم اٹھایا اور یہ کتاب ''تحقیق لاثانی'' لکھ دی۔ اس کتاب کے اختتام پر مصنف نے کس الحاح وزاری سے اللہ رب العزت کے حضور دعا کی ہے؟ ملاحظہ فرمائیں:

دربار خداوندی میں بصدق دل التجاء

یاالٰہا! اے بے سہاروں کے سہارے! اے ہر قوی وضعیف کی آواز سننے والے ہم سب مسلمانوں کے دلوں کو نور ایمان سے منور فرمادے۔ ہم سب کو اسلام کی سچی محبت عطا کر۔ ہم سب کو خدمت دین کی توفیق بخش تاکہ تیری رحمت سے ہم سب اسلام کی برکات سے بہرہ ور ہوکر'' انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ''کے سے سرافراز ہوں ہمارے بھولے بھٹکے

بھائی اپنی غلطیوں پر متنبہ ہوں۔اور کجروی چھوڑ کر راہ راست اختیار کریں اور پھر ہم سے آ ملیں۔

۱...... ''عشرہ کاملہ''

عشرہ کاملہ دراصل تحقیق لاثانی کا ہی حصہ دوم ہے۔ جسے الگ نام ''عشرہ کاملہ'' سے شائع کیا گیا۔دونوں کتابیں اپنے اندر یہ شان امتیازی رکھتی ہیں کہ ان پر حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ؒ کی تقریظ ہے۔ یہ اوّلاً ۱۳۴۶ھ میں شائع ہوئی۔ بعد میں ریحانۃ الہند حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ؒ نے کتب خانہ یحیوی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے ان کو شائع کیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ ان دونوں کتابوں کا سو،سونسخہ انڈیا سے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے پاکستان میں تقسیم کے لئے مرکز ملتان میں بھجوایا۔اس لحاظ سے یہ دونوں کتابیں ہمارے لئے ''تبرکات اکابر'' کا درجہ رکھتی ہیں۔حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ، حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری ؒ کے ہاں سے جن کتابوں نے شرف قبولیت کا اعزاز حاصل کیا ہو وہ ہمارے لئے کس درجہ تسکین قلب کا باعث ہو سکتی ہیں؟ امید ہے کہ قارئین سے جو عرض کرنا چاہئے تھا وہ عرض کر دیا ہے۔ہاں البتہ کتاب عشرہ کاملہ کی یہ خوبی بھی ہے کہ اس کے دس فصل قائم کئے ہیں۔ ہر فصل میں دس دلائل ہیں۔یوں مرزا قادیانی کے کذب پر اس کتاب میں سو دلائل جمع کر کے مرزا قادیانی کو سو فیصد کذاب ودجال، مکار وعیار، مردود ومرتد ثابت کیا گیا ہے۔قادیانیوں نے تفہیمات کے نام سے عشرہ کاملہ کا جواب شائع کیا۔بارقۂ ضیغمیہ کے نام پر اس کا جواب الجواب علامہ نصیری ؒ بی۔اے نے شائع کیا وہ بھی اس جلد میں اس کتاب کے ساتھ شامل اشاعت ہے۔حق تعالیٰ شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین۔ بحرمة النبی الکریم!

۲...... ''تحقیق لاثانی''

یہ کتاب ماہ اکتوبر ۱۹۲۷ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔اس میں آپ نے مرزا قادیانی کے نکاح آسمانی (محمدی بیگم) کے واقعہ کی تفصیلات کو ایسے انداز میں مرتب کر دیا ہے کہ اس کی کوئی جزئی چھوٹنے نہیں پائی۔ مرزا کے الہام، اقرار اور خود اس کے قائم کردہ معیاروں کی رو سے مرزا قادیانی کے کذب اور اس کے عقائد کو شریعت اسلامیہ کے مخالف ثابت کیا ہے۔

ان کتابوں کے مصنف جناب محمد یعقوب پٹیالوی ؒ کی سعادت ملاحظہ ہو کہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ نے تقریظ لکھی۔تقاریظ پر نظر فرمائیے:

الحمدللہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

امابعد! ناچیز خلیل احمد ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نزیل مدینہ طیبہ اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ منشی محمد یعقوب صاحب پٹیالوی سلمہ اللہ تعالیٰ نے جس زمانہ میں عشرہ کاملہ تصنیف فرمائی تھی اور میں نے اسے پڑھا تھا۔ اس کتاب کے طرز استدلال متانت مضامین اور تہذیب آمیز الفاظ سے معلوم ہو چکا تھا کہ یہ رسالہ ناممکن الجواب ہے۔ فرقہ مرزائیہ قیامت تک بھی اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ چنانچہ بحمداللہ ایسا ہی ثابت ہوا کہ فرقہ مرزائیہ اس کے جواب سے عاجز رہا اور کوئی جواب اس کا ان سے نہیں بن پڑا اور وہ اپنے نبی کو کسی طرح سچا ثابت نہ کر سکے۔ اس کے بعد ہی ممدوح نے ایک دوسرا رسالہ لکھا اور اس کا مسودہ بھی میرے پاس دہیں بھیج دیا۔ میں نے دیکھا کہ یہ بھی ماشاءاللہ! رسالہ عشرہ کاملہ کی طرح لاجواب ہے۔ جس میں بانی فرقہ مرزائیہ کی ایک عظیم الشان پیش گوئی یا ایک اہم نشان پر بحث کی گئی ہے۔ جسے خود مرزا قادیانی نے اپنے صدق یا کذب کا معیار قرار دیا تھا۔ جس متانت، سنجیدگی اور تہذیب سے یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ وہ منشی صاحب موصوف کا ہی حصہ ہے۔ اس مبحث میں منشی صاحب سلمہ کو حق تعالیٰ شانہ نے وہ دستگاہ عطا فرمائی ہے کہ جس سے علماء بھی قاصر ہیں۔ یقیناً یہ رسالہ بھی مخالف ہر دو فریق کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ مصنف کی عمر و علم اور اس کے دین و دنیا میں برکت عطاء فرمائیں۔ اور ان کی تصنیفات کو شرف قبولیت بخشیں۔ اور نیز مقبول خلائق فرمائیں۔

آمین • وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین!

(حضرت) خلیل احمد عفی عنہ سہارنپوری

نزیل مدینہ طیبہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۴۵ ہجری

پیشکش: قادیانی مذہب کے رد میں میں نے اپنی کتاب عشرہ کاملہ کو بحضور سیدی و مولائی عمدۃ الکاملین، زبدۃ العارفین، فخر المحدثین، رأس الناظرین، مخزن علم و حکمت، واقف اسرار شریعت، مقبول بارگاہ لم یزل، پروانہ شمع محمدی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔ اطاب اللہ ثراہ وجعل الجنتہ مثواہ پیش کیا تھا۔ حضور کی دعا اور نگاہ کرم سے کتاب مذکور ایسی مقبول عام ہوئی کہ اب مکرر بہ تعداد کثیر طبع کرائی گئی ہے۔ یہ رسالہ بھی مکمل ہونے پر حضور ممدوح کی ہی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ جسے حضور نے بعد ملاحظہ بیحد پسند فرمایا جلد طبع کرانے کی ہدایت فرمائی اور تقریظ مدینہ منورہ سے تحریر فرما کر ارسال فرمائی۔

مجھے اپنی کم نصیبی پر افسوس ہے کہ یہ تعمیل ارشاد عالی میں اسے جلد طبع کرا کر مدینہ طیبہ میں

پیش نہ کر سکا۔ اور ادھر حضرت ممدوح شرح ابوداؤد کے مہتم بالشان کام سے فارغ ہونے کے بعد اپنی دیرینہ تمنا کے مطابق بتاریخ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ بروز چہارشنبہ عصر اور مغرب کے درمیان داعی اجل کو لبیک کہہ کر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون!

حضور کے منتسبین اور وابستگان دامن اگرچہ ظاہری دیدار فیض آثار سے محروم ہو گئے ہیں۔ لیکن حضور کے روحانی فیوض و برکات بدستور جاری ہیں۔ اور حضور کے اخلاق کریمہ شفقت ورأفت پر لطف صحبتیں مہر و کرم کی نگاہیں اور پیارے پیارے کلمات طیبات عقیدت مندوں کے دلوں سے فراموش ہو جانے والے امور نہیں ہیں۔ بے شک اب آپ گنبد خضرا کے زیر سایہ جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔ لیکن نیاز کیشوں کے قلوب میں آپ کی یاد تازہ ہے۔ اور انشاء اللہ تاحیات اسی طرح رہے گی۔ اس لئے نہایت ادب و عقیدت کے ساتھ میں ان اوراق پریشان کو بھی حضور کی ہی ذات ستودہ صفات سے منسوب کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

الٰہی! اگر میری اس ناچیز دینی خدمت پر کوئی اجر نیک مترتب ہونا ہے تو اس کا ثواب حضرت ممدوح کے نامہ اعمال میں درج فرما اور اس عاجز کو اپنے فضل و کرم سے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین!

خاکسار! محمد یعقوب پٹیالوی

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی تقریظ

تحقیق لاثانی متعلق نکاح آسمانی مرزا قادیانی

نکاح آسمانی کی پیش گوئی نے مرزائی جماعت کو اتنا زچ اور بے دست و پا کیا ہے کہ مناظروں میں اس کا نام تک آجانا مرزائیوں کے لئے سوہان روح ہو جاتا ہے۔ اس پیش گوئی کے خوب بخیے ادھیڑے جا چکے ہیں۔ مگر مرزائی حضرات حق مریدی ادا کرنے کے لئے اس پیش گوئی کی رکیک تاویلات اور فضول توجیہات بیان کر کے عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہو رہے ہیں۔ کبھی انبیاء علیہم السلام کو غلطیوں کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔ کبھی آنحضرت ﷺ کو خاطی قرار دیتے ہیں۔ (خاک بدہن) اس رسالہ میں الہام نکاح کی حقیقت کو واضح کر کے اسکا انجام اور مرزا قادیانی کا اپنے دعوؤں میں کاذب ہونا بخوبی ثابت کیا گیا ہے اور ان تمام تاویلات، دلائل اور جوابات کی تردید کی گئی ہے۔ جو مرزائیوں نے تاحال اس بارے میں پیش کئے ہیں۔

ضخامت اس رسالہ کی بھی عشرہ کاملہ کے قریب قریب ہو گئی ہے۔ یہ جلد بھی ۱۳۴۶ھ میں طبع ہوئی تھی۔

(شیخ الحدیث، محمد زکریا: مالک کتب خانہ یحیوی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور)

ایک ہزار روپیہ انعام

مرزائی صاحبان کی خدمت میں التماس ہے کہ جس غرض اور درد دل سے یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ اس کی کیفیت تمہید کتاب ہذا سے واضح ہوگی۔ اللہ جانتا ہے کہ ہمیں نہ مرزا غلام احمد قادیانی سے کوئی ذاتی بغض وعناد ہے اور نہ ان کے مریدوں سے ایسی کوئی مخاصمت، محض فرزندان اسلام میں باہمی تفرقہ اندازی ونفاق، عقائد واصول میں اختلاف اور عبادات ومعاملات میں بیگانگی کو دیکھ کر امرحق کے اظہار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ سعید طبیعتیں ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں اور مسیحیت ومہدویت کی اس بھول بھلیاں سے نکل کر قرآن وحدیث کو مشعل راہ بنا کر پھر صراط مستقیم اختیار کریں۔ ''ان ارید الا الا صلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ الیب''

مجھے پورا پورا یقین ہے کہ جس مومن کے دل میں اسلام کی سچی عزت ہے اور حالات حاضرہ سے متاثر ہو کر وہ اسلام کی بہبودی کے لئے فکر مند ہے وہ کبھی اپنے پیارے مذہب میں ان نئی نئی باتوں کی مداخلت ہرگز ہرگز نہ کرے گا اور ارشاد نبوی ﷺ ''اتبعوا سواد الاعظم'' سے روگرداں ہو کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ہرگز علیحدہ نہ بنائے گا۔ بقول یہ کہ:

خلاف پیمبر کسے راہ گزید کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

لیکن ان لوگوں کے لئے جو محض دوراز کار تاویلات اور فلسفیانہ توجیہات سے کام لینے کے عادی اور مثل مشہور ملاّ آں باشد کہ چپ نہ باشد کے مصداق ہیں۔

یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ جو صاحب شرافت وتہذیب متانت وسنجیدگی اور سب سے پہلے تقویٰ اور خشیۃ اللہ کو ملحوظ فرما کر اور اپنے مشرب کی کتابوں کے طرز تحریر کا بھی خیال رکھ کر اس رسالہ کے دلائل کا جواب لکھیں گے اور منصفوں کے ذریعہ جن کو فریقین مقرر کریں اپنی تحریر کی صداقت ثابت کر دینگے وہ اس کتاب کی جملہ دس (۱۰) فصلوں پر یکصد روپیہ فی فصل کے حساب سے ایک ہزار روپیہ انعام لینے کے مستحق ہونگے۔ خواہ کوئی ایک صاحب جواب لکھیں یا ایک جماعت مل جل کر ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ان کی اس کوشش سے بمقتضائے ہم خرما وہم ثواب جہاں ان کے مذہب کی پوزیشن صاف ہوگی۔ وہاں ایک معقول رقم بھی مفت ہاتھ آئے گی۔ مزید برآں یہ کہ اس کے جواب کے لئے جناب مرزا قادیانی کے رسالہ اعجاز المسیح اور قصیدہ اعجازیہ کی طرح ۷۰ یوم یا بیس (۲۰) یوم کی کوئی میعاد نہیں ہم اپنی زندگی تک اس کی ذمہ داری لیتے ہیں اور امید کامل

ہے کہ ہمارے بعد کوئی اور بندۂ خدا اس کا کفیل ہو جائے گا۔

ادھر آؤ پیارے ہنر آزمائیں تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

ڈیڑھ سال سے کتاب عشرہ کاملہ معہ اسی اعلان کے شائع ہو چکی ہے کسی مرزائی نے جواب دینے کی ہمت نہیں کی۔ اب یہ کتاب دوسری بار طبع ہوئی ہے۔ لہٰذا ہم پھر اسی اعلان کی تجدید کرتے ہیں۔ مجیب صاحب کو لازم ہوگا کہ کتاب کا جواب طبع کرا کر اس کی ایک کاپی ہمیں بھی مرحمت فرمائیں اور پھر منصفان فیصلہ کے لئے شرائط طے کریں۔

(خاکسار: محمد یعقوب نائب تحصیلدار بندوبست ہر ہائنس گورنمنٹ پٹیالہ پنجاب)

انتساب

میں اس ناچیز تالیف کو کمال ادب وعقیدت کے ساتھ بحضور عمدۃ الکاملین، زبدۃ العارفین، فخر المحدثین، رئیس المناظرین، مخزن علم وحکمت، واقف اسرار شریعت، حضرت اقدس مولانا الحاج مولوی خلیل احمد صاحب مدظلہم وزادمجدہم ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی خدمت بابرکت میں پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عزوشرف

ریت کے بے حقیقت ذرے، آفتاب عالمتاب کی ضیاباری سے کیسے چمک اٹھتے ہیں! یقین کامل ہے کہ میری یہ دینی خدمت بھی آنمخدوم کی ذات گرامی سے معنون ہو کر عوام کے لئے مفید اور میرے لئے فلاح دارین کا باعث ہوگی۔

آنانکہ خاک رابہ نظر کیمیا کنند آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

بندہ ناچیز: محمد یعقوب پٹیالوی

دیباچہ طبع ثانی

مؤلف عرض پرداز ہے کہ یہ رسالہ ''عشرہ کاملہ'' ستمبر ۱۹۲۴ء میں مقام لاہور طبع ہوا تھا۔ اس کے پٹیالہ پہنچتے ہی سب سے پہلے تین جلدیں مرزائی دوستوں کی نذر کی گئیں۔ ایک کرم فرما مرزائی نے ایک جلد خاص طور پر لے کر فوراً ہی قادیان پہنچائی کہ اس کا جواب دیا جاوے۔ مگر قادیان سے عرصہ دراز تک صدائے برنخاست کا معاملہ رہا۔ ادھر اس کتاب کو دیکھ کر میرے سنوری ہم وطن مرزائی ایسے چراغ پا ہوئے کہ عیاذاً باللہ سنور اور پٹیالہ کے بازاروں میں عشرہ کاملہ اور اس کے مؤلف کے خلاف جوش ظاہر کیا گیا۔ اس کے دلائل کو خلاف واقعہ بیان کیا گیا۔ بعض حوالے

غلط بتلائے گئے اوراس کے جواب لکھے جانے کی دھمکیاں میرے نام آنے لگیں۔ چنانچہ:

۱...... ایک سنوری مرزائی مولوی صاحب نے جوان دنوں بسی ہائی سکول میں مدرس تھے۔ مجھے خط لکھا کہ عنقریب میں اس کا جواب شائع کروں گا۔

۲...... دوسرے صاحب نے میرے ایک معزز دوست تحصیلدار صاحب سے ذکر کیا کہ بس چندروز میں جواب آنے والا ہے ایک پنجابی مولوی صاحب جواب لکھ رہے ہیں۔

۳...... ایک تیسرے صاحب نے جوتھانہ دار ہیں میرے مکرم دوست افسر مال صاحب سے بیان کیا کہ جماعت احمدیہ سامانہ نے مؤلف عشرہ کاملہ کو نوٹس دیا تھا کہ انعامی رقم کا انتظام کرو ہم جواب دیں گے۔ مگر نوٹس کا کوئی جواب نہیں آیا۔ (شاید ڈاکخانہ کی غلطی سے وہ نوٹس دوسری دنیا میں مرزا قادیانی کے پاس پہنچ گیا ہو) مؤلف۔

۴...... ایک مرزائی پٹواری صاحب نے مکرمی منشی صاحب وکیل سنام کے پاس ظاہر کیا کہ عشرہ کاملہ کا جواب قادیان میں چھپ رہا ہے اوراس کا نام عشرہ مبشرہ رکھا گیا ہے۔

۵...... دسمبر۱۹۲۴ء کے جلسہ قادیان سے واپس آ کر پٹیالہ میں ایک مرزائی وکیل صاحب نے بیان کیا کہ دوران جلسہ میں عشرہ کاملہ کے جواب کا معاملہ ایک کمیٹی کے سپرد کیا گیا جس میں تجویز پاس ہوئی کہ جواب ضرور لکھا جانا چاہئے۔ چنانچہ ایک مولوی صاحب نے جواب لکھنے کا ذمہ لے لیا ہے جو عنقریب طبع ہوگا۔

۶...... جلسہ سالانہ قادیان دسمبر ۱۹۲۵ء کے بعد بھی سنوری مرزائیوں نے پٹیالہ اورسنور میں مشہور کیا کہ جواب تیار ہوگیا جو چھپ رہا ہے۔

یہ واقعات تو وہ ہیں جو مجھے معلوم ہوگئے ورنہ خبر نہیں کہ کہاں کہاں اور کیا کیا چہ میگوئیاں ہوئی ہوں گی؟۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عشرہ کاملہ کی گولہ باری سے ایک دفعہ تو مرزائی کیمپ میں ایسی بوکھلاہٹ اور سراسیمگی پھیل گئی۔ کہ یہ لوگ بدحواسی میں کچھ کا کچھ کہنے لگے اور کہتے رہے۔ مگر بیچارے بے بس تھے۔ میں نے عشرہ کاملہ میں اپنی طرف سے کوئی نمک مرچ نہیں لگایا تھا۔ بلکہ مرزائی صاحبان کی ضیافت طبع کا سامان خود انہی کے نعمت خانہ سے بعض اشیاء چن کر ایک قرینہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اس لئے عشرہ کاملہ کی تردید خود مرزائی کتابوں کی تردید تھی۔ پس جواب دیتے تو کیا دیتے اور دینگے تو کیا دینگے؟

دوسری طرف مرزائیوں نے ارباب اشاعت مذہب قادیان یعنی قادیانی اخباروں کے ایڈیٹروں سے مطالبہ کیا یا موخرالذکر اصحاب کو خود محسوس ہوا تو انہوں نے عشرہ کاملہ کے منہ

آنے کی کچھ ناکام سی کوشش کی۔ چنانچہ:

۷...... ایڈیٹر الفضل نے ۵؍فروری ۱۹۲۵ء کے اخبار میں ایک مضمون بعنوان ''عشرہ کاملہ کے پٹیالوی مصنف کا کھلا کھلا کذب اور افتراء'' شائع کیا اور خوب جی کھول کر مجھے صلواتیں سنائیں لیکن قادیانی سنت مستمرہ کے مطابق وہاں سے اور امید ہی کس چیز کی ہو سکتی تھی؟ اس اخبار کا کوئی پرچہ میرے نام نہیں بھیجا گیا۔ بلکہ یہ مضمون لکھ کر جماعت مرزائیہ کو ہی تسلی دلانا مقصود تھا۔ ورنہ ضروری اور لازمی تھا کہ یہ مضمون میرے نام بھیجا جاتا۔ جس میں مجھے مخاطب کیا گیا تھا۔ کسی مرزائی کے پاس کئی ماہ بعد یہ پرچہ میرے ایک مسلمان بھائی نے دیکھا اور مجھے لا کر دیا۔ میں نے مضمون پڑھ کر کہا۔

بدم گفتی و خور سندم عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ می زیبد دہان قادیانی را

اس مضمون کا حرف بحرف درج کرنا فضول سمجھ کر اس کا خلاصہ اور اس پر مختصراً ریمارک ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

الف...... شروع میں ایڈیٹر صاحب نے ان چند تعظیمی الفاظ پر پھبتی اڑائی ہے۔ جو میں نے سیدی ومولائی حضرت مولانا صاحب سہارنپوری مدظلہم العالی کے اسم گرامی کے ساتھ لوح کتاب پر درج کئے ہیں اور اسی سے اپنے مسخراپن، رندانہ طبیعت اور اہل اللہ سے عداوت کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ یہ سب اوصاف مرزائیوں کو مرزا قادیانی سے ورثہ میں ملے ہیں۔ لیکن شاید اپنی آنکھ کا شہتیر انہیں نظر نہیں آیا جہاں مرزا قادیانی کے نام کے ساتھ مرسل یزدانی، مامور آسمانی، مہدی صاحب قرآنی، مسیح ثانی اور خبر نہیں کیا کچھ آنی، بانی، تانی، ثانی وغیرہ کی گردانیں مختلف کتابوں کے ٹائٹلوں پر درج کی گئی ہیں اور غالباً مرزا قادیانی کے یہ شعر ایڈیٹر صاحب کو یاد نہیں رہے۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے من بعرفان نہ کمترم زکسے
آنچہ دادست ہر نبی راجام داد آں جام رامرا بتمام

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں ہر کہ گوید دروغ ہست ولعین

(نزول المسیح ص۱۰۰، خزائن ج۱۸ ص۴۷۸)

اور کیا مرزا قادیانی کے یہ دعوے ان کی نظر سے نہیں گذرے کہ: ''میں آدم ہوں، نوح ہوں، ابراہیم ہوں، اسحاق ہوں، یعقوب ہوں، اسماعیل ہوں، داؤد ہوں، یوسف ہوں، عیسیٰ

ہوں، محمد ہوں۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص۸۴، ۸۵، خزائن ج۲۲ ص۵۲۱) اور تمام انبیاء سے افضل ہوں وغیرہ وغیرہ۔

کیوں جناب ایڈیٹر صاحب کیا اسی خودستائی اور انانیت میں کچھ بھی معقولیت ہے؟ اور خصوصاً حضرت پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے اتباع کامل کے مدعی کی زبان سے یہ الفاظ قرین ثواب معلوم ہوتے ہیں؟ اور اس حرکت سے بمقتضائے۔

ثنائے خود بخود گفتن نزیبد مرد دانا را

کیا آپ کے پیر جی ایک بھلے آدمی بھی ثابت ہوتے ہیں؟ اور پھر ہر ایک امر کی شہادت واقعات سے ملا کرتی ہے۔ آپ کے مرزا قادیانی کو باوجود الہام کہ ’’ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔‘‘ (تذکرہ ص۵۹۱) عرب کی مقدس زمین پر قدم رکھنا بھی نصیب نہ ہوا اور میرے مخدوم حضرت مولانا صاحب مدظلہم العالی جو درحقیقت شمع نبی کے پروانے ہیں۔ باوجود پہلے کئی بار حج و زیارت کا شرف حاصل کرنے کے بفضلہ تعالیٰ پچھلے سال پھر حج سے فارغ ہو کر اب تک مدینہ طیبہ میں مقیم اور آستان مقدس پر حاضر اور حدیث نبوی کی خدمت میں مشغول ہیں۔ ذرا دل کی آنکھوں سے دیکھو کہ آپ کے مرزا قادیانی اور حضرت مولانا مدظلہم العالی کے مدارج میں کیا فرق ہے؟

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ب...... اس سے آگے چل کر آپ لکھتے ہیں کہ اگر حضرت مولانا صاحب سہارنپوری جیسے چالیس علماء تصدیق کر دینگے کہ عشرہ کاملہ کا مؤلف ہمارا نمائندہ ہے تو ہم چالیس دن کے اندر ہی عشرہ کاملہ کا جواب لکھ دیں گے۔ سبحان اللہ! اجی عشرہ کاملہ کی تصدیق تو بجائے چالیس کے چار سو علماء کرام کر دیں گے۔ آپ فکر نہ کریں ہاں اگر جواب کے لئے یہی شرط لازمی ہے تو آپ بھی اپنے فرقہ کے چالیس سرکردہ علماء کی تحریر پیشگی پیش کریں اور جناب خلیفہ صاحب سے بھی اس کی تصدیق کرالیں کہ اگر مرزائی مجیب عشرہ کاملہ کی ہر ایک بات کی تردید میں کامیاب نہ ہوا تو مرزائی مذہب باطل تصور ہوگا اور ہم سب اس سے تائب ہو جائیں گے۔ دیکھیں آپ مرد میدان بنتے ہیں یا گھر میں چرخہ چلالینا ہی کافی سمجھتے ہیں؟

ج...... عشرہ کاملہ کو کذب وافتراء کا پلندہ ثابت کرنے کے لئے آپ نے صرف ایک ہی بات کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی نے اشتہار دیا کہ جو کوئی بہشتی مقبرہ میں دفن ہوگا بہشتی ہو جائے گا۔

حالانکہ مرزا قادیانی کی کسی تقریر، کسی رسالہ، کسی ڈائری وغیرہ میں یہ الفاظ نہیں ہیں اس سے آگے آپ خود ہی لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے تو رسالہ الوصیت میں یوں لکھا ہے کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ بہشتی ہی اس مقبرہ میں دفن کیا جائے گا۔(جل جلالہ) کیوں جناب ایڈیٹر صاحب ناک کو سامنے سے پکڑا یا ہاتھ کو پیچھے لے جا کر پکڑا۔ آخر گرفت تو ناک پر ہی پڑی۔ کیا آپ کی یہ ژولیدہ تقریر:

چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد

کی مصداق نہیں؟ بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والے بہشتی ہوں گے یا بہشتی ہی اس میں دفن ہوں گے۔ دونوں فقروں میں فرق کیا ہوا۔ الفاظ وہی، نتیجہ وہی، آمدنی کا دسواں حصہ دینے کی شرط وہی، باقی رہا آمدنی کا حساب سو یہ آپ خود گریبان میں منہ ڈال لیں کہ مرزا قادیانی کی پہلی حالت کے مقابلہ میں جب کہ وہ ہزاروں روپیہ کے مقروض تھے اب ان کے خاندان کی مالی حالت کیا ہے؟ یہ کیمیا گری کا عقلی معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟

۷...... اس ثبوت کی بناء پر ایڈیٹر صاحب رقم طراز ہیں کہ عشرہ کاملہ توجہ دینے کے لائق نہیں اور اس کا جواب دینا وقت ضائع کرنا ہے۔ ادھر میں بھی یہی کہتا ہوں کہ عشرہ کاملہ کا جواب امت مرزائیہ قیامت تک بھی نہیں دے سکتی اور لومڑی کا منہ ہرگز انگور کے خوشہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں انہیں کھٹے کہہ کر اپنی جی خوش کر لے تو دوسری بات ہے۔

۸...... الفضل کی کارگزاری کے بعد اب الفاروق قادیان کی سنئے!

ایک مسلمان دوست نے مجھے اخبار''الفاروق'' کا پرچہ مورخہ ۱۳؍فروری ۱۹۲۶ء لا کر دیا۔ جس میں ایک صاحب مولوی غلام احمد بدوملہوی مولوی فاضل کا مضمون زیر عنوان ''سنوری ملاں کی عشرہ کاملہ پر تبصرہ'' درج تھا۔ مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی فاضل صاحب نے عشرہ کاملہ پر بااقساط تبصرہ کرنا چاہا ہے۔ چنانچہ: دوسری قسط ہے جو اخبار مذکورہ میں طبع ہوئی ہے اور اس کا تعلق عشرہ کاملہ کی دوسری فصل سے ہے۔ مضمون کی معقولیت عشرہ کاملہ کی فصل دوم اور مولوی صاحب کا محولہ بالا مضمون دیکھنے سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ اس میں سے دو باتوں کا میں ذکر کرتا ہوں۔

(۱)...... عشرہ کاملہ کی فصل دوم کا عنوان ہے۔ مرزا قادیانی کی ترقی کی دس منازل مولوی صاحب کہتے ہیں کہ مؤلف عشرہ کاملہ نے مرزا قادیانی کی ملازمت عہدہ محرری پر اعتراض کیا ہے۔ حالانکہ حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ ؓ کی ملازمت

کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرائیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان حضرات کا ملازمت کرنا قابل اعتراض نہیں تو مرزا قادیانی پر کیوں اعتراض ہوسکتا ہے......الخ!

اب ناظرین عشرہ کاملہ کو بغور ملاحظہ کریں کہ اس کی فصل دوم میں میں نے مرزا قادیانی کی ملازمت پر کوئی اعتراض کیا ہے؟ میں نے صرف مرزا قادیانی کی مختلف اور مسلسل حالت کا اظہار کیا ہے۔ اعتراض نہیں کیا۔ پس اعتراض کی بناء پر مولوی صاحب نے جو خامہ فرسائی کی ہے محض بے معنی اور فضول ہے اور باقی باتوں کا جواب عشرہ کاملہ کی دوسری فصل پڑھنے ہی سے مل سکتا ہے۔

(۲)...... مضمون کے اخیر پر مولوی صاحب کہتے ہیں مؤلف عشرہ کاملہ کو مرزا صاحب کی تدریجی ترقیوں پر اعتراض ہے۔ حالانکہ قرآن شریف بھی ایک ہی بار نازل نہیں ہوا بلکہ تدریجی طور پر نازل ہوا تھا۔

واہ مولانا! قلم توڑ دیئے کہاں مرزا قادیانی کی پریشان خیالیاں یعنی دعوائے مجدد، مہدی، مسیح، محدث، نبی، رسول، اور خدا اور خدا کی اولاد وغیرہ وغیرہ۔ کہاں قرآن کریم کا تدریجاً نزول سچ ہے۔ اذا لم تستحی فاصنع ماشئت آپ نے تو مولوی فاضل کی ڈگری کو بھی دھبا لگایا۔ کہیں شرم سے بھی کام لینا چاہئے۔

باوجود یہ کہ مولوی غلام احمد مرزائی کا یہ تبصرہ مرزائیوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کے لئے ہی تھا اور میرے پاس اس کی کوئی کاپی نہیں بھیجی گئی تھی۔ تاہم میں نے ملت مرزائیہ کی ایک مایہ ناز ہستی مقیم قادیان کی معرفت ایڈیٹر ''الفاروق'' کو لکھا کہ اس اخبار کا پہلا پرچہ جس میں یہ تبصرہ شروع ہوا ہے اور بعد کے پرچہ جب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ میرے نام مفت یا قیمتاً بھیجتے رہیں۔ مگر کسی نے جواب نہیں دیا نہ پرچے بھیجے۔

۹...... میرے ایک دوست نے قادیان خط لکھا کہ عشرہ کاملہ کا جواب اگر چھپ چکا ہے تو قیمت سے اطلاع دیں۔ جواب ملا کہ: ''عشرہ کاملہ کا جواب لکھا پڑا ہے مگر روپیہ کی کمی کے باعث ابھی چھپ نہیں سکا۔ اگر پٹیالہ اور اس کے مضافات کی جماعتیں دو صد خریدار بھی دیدیں۔ تو ہم اسے چھپوا دیں گے۔ مگر اب تک کسی نے حوصلہ نہیں دلایا۔

(۱۵ر جنوری ۱۹۲۷ء)

اس تازہ بتازہ جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے حواری اپنے نبی صاحب کے

کیسے فدائی ہیں کہ ان کی صداقت ثابت کرنے اور ان پر لگے ہوئے الزامات کی تردید کے لئے تین چار سوروپیہ صرف کرنا بھی ان کے لئے مشکل ہے۔ نہ چندوں کی موسلا دھار بارش میں سے چند قطرے اس کے لئے مل سکتے ہیں۔ نہ مریداں عقیدۃ کیش ہی متوجہ ہوتے ہیں۔ کیسا حوصلہ شکن جواب ہے۔ اس تفصیل سے میرا مدعا اپنی یا عشرہ کاملہ کی ستائش نہیں بلکہ صرف یہ دکھانا متصور ہے کرامت مرزائیہ پر اس کتاب کا کیا اثر پڑا ہے اور باوجود جواب دینے کی ضرورت تسلیم کر لینے کے جواب دینے سے کیسی عاجز ہے۔

پہلی بار عشرہ کاملہ بارہ سو (۱۲۰۰) چھپی تھی جس میں سے چار سو کے قریب مفت تقسیم ہوئی۔ باقی تھوڑے عرصہ میں ہی ختم ہوگئی اور احباب نے دوبارہ طبع کرانے کا تقاضا شروع کیا۔ میں نے بھی چاہا کہ نظر ثانی کر کے اس کی دوبارہ طباعت کا انتظام کیا جاوے لیکن ملازمت کی مصروفیتیں اتنی زیادہ ہیں کہ جلد نظر ثانی نہ ہوسکی اور قریباً سال بھر تک اسی غرض سے کتاب میرے بستہ میں رہی۔ جس کی اب تکمیل ہوئی ہے۔ نظر ثانی میں بعض مضامین مفید سمجھ کر ایزاد کئے گئے۔ بعض تبدیل کئے گئے اور بعض جگہ معمولی ترمیمیں ہوئی ہیں اور اب جناب مولوی نصیرالدین صاحب سہارنپوری کی ہمت سے کتاب طبع ہوکر ناظرین کے ہاتھوں میں پہنچتی ہے۔

ناظرین کرام! کو معلوم ہے کہ اس کتاب کا ماخذ عموماً مرزائی تصانیف ہی ہیں۔ جن کے حوالہ جات موقعہ بہ موقعہ درج کئے گئے ہیں۔ پہلی اشاعت میں بعض حوالہ جات کے ہندسوں کے متعلق بے احتیاطی ہوگئی۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ مرزائی کتابیں کئی بار طبع ہوئی ہیں اور ان کے صفحے بدل گئے ہیں۔ اس لئے حوالہ کے ساتھ سال طبع یا نمبر اشاعت درج نہ ہونے کے باعث بعض دفعہ مقابلہ کرنے والوں کو دھوکا ہوا اور بعض جگہ کاپی نویس اور لیتھو چھاپہ کی مہربانی سے نمبر صفحہ ہی غلط ہوگیا اور چونکہ کتابت ہوتے ہی بہت جلد کتاب پریس میں دے دی گئی تھی اور اصل مسودہ سے حوالہ جات کا مقابلہ کرنے کا مجھے موقعہ اور وقت نہیں ملا تھا۔ اس لئے کہیں کہیں ایسا نقص رہ گیا۔ اب دوبارہ اشاعت میں حوالہ جات کی درستی اور صحت کا خاص انتظام کر لیا گیا ہے اور مرزائی کتابوں کی ایک فہرست بھی شامل کی گئی ہے۔ جس میں ان کا سن طبع وغیرہ درج ہے۔ بہر حال طبع اول کے ایسے نقائص کے متعلق میں اپنے مسلمان بھائیوں سے معافی چاہتا ہوں۔ والعذر عند کرام الناس مقبول لیکن ان بعض مرزائی صاحبان کی خدمت میں جو بعض حوالہ جات کو غلط پا کر بغلیں بجاتے دیکھے گئے ہیں۔ مرزا قادیانی کی ہی ایک تحریر پیش کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

”دانشمندوں......کو خوب معلوم ہے کہ عربی اور فارسی کی کوئی مبسوط تالیف سہو اور غلطی سے خالی نہیں ہوسکتی اور حیلہ جو کے لئے کوئی نہ کوئی لفظ کو سہو کاتب ہی سہی۔ حجت پیش کرنے کے لئے ایک سہارا ہوسکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بہت ہاتھ پیر مار کر اور مثل مشہور ”مرتا کیا نہ کرتا“ پر عمل کر کے شرم ناک عذر پیش کر دیا اور اپنے دل کو اس بازاری چالبازی سے خوش کر لیا کہ کسی ایک سہو کاتب یا فرض کرو اتفاقاً کسی غلطی کے نکلنے سے یہ حجت ہاتھ آ جائے گی۔ کہ اب غلطی تمہاری کتاب میں نکل آئی۔ اس لئے اب بحث کی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن افسوس کہ بٹالوی صاحب (مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) نے یہ نہ سمجھا کہ نہ مجھے اور نہ کسی انسان کو (سہو کاتب ہے نہ کسی انسان کو چاہئے۔ مؤلف) بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا دعویٰ ہے۔ جو شخص عربی فارسی میں مبسوط کتابیں تالیف کرے گا۔ ممکن ہے کہ حسب مقولہ مشہورہ قلما سلم مکثار کے کوئی صرفی یا نحوی غلطی اس سے ہو جائے اور بباعث خطاء نظر کے اس غلطی کی اصلاح نہ ہو سکے اور یہ بھی ممکن ہے کہ سہو کاتب سے کوئی غلطی چھپ جائے اور بباعث ذہول بشریت مؤلف کی اس پر نظر نہ پڑے۔“ (کرامات الصادقین ص۵، خزائن ج۷ ص۴۷)

پس جب مرزائیوں کے پیغمبر کی الہامی اور اعجازی کتابوں میں نہ صرف معمولی سہو بلکہ صرفی اور نحوی غلطیاں ہوسکتی ہیں اور وہ قابل اعتراض نہیں تو ایسے شخص کی تالیف میں جسے الہام یا نبوت کا دعویٰ نہیں۔ معمولی ہندسہ وغیرہ کی غلطی کیوں کر قابل مواخذہ ہوسکتی ہے۔

عام اسلامی اخبارات، زمیندار، وکیل، سیاست، اہل سنت والجماعت، اہل حدیث الفقیہہ، خالقیہ، رسالہ تائید الاسلام، رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور اور مرزائیوں کے گھر کے بھیدی کوکب ہند وغیرہ نے اس کتاب پر مفصل ریویو کئے ہیں اور سلطنت ابد مدت حیدر آباد کے محکمہ شرعیہ نے اس کی ایک سو جلدیں خاص قیمت پر طلب فرمائی ہیں۔ اس سے کتاب کی مقبولیت و اہمیت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

اللہ کے فضل سے امید بلکہ یقین کامل ہے کہ ناظرین اس کتاب کو بہت مفید پائیں گے۔ جو مرزائیوں کے مقابلہ میں انشاء اللہ ایک کاری حربہ اور بے خطاء نشانہ کا کام دے گی۔

ومنه التوفيق! راجي رحمة علام الغيوب

خاکسار! محمد یعقوب پٹیالوی
یکم رشعبان المعظم ۱۳۴۵ھ

(۹۴۸)

یعقوب چنیوٹی، مولانا محمد

(وفات: ۲۱؍دسمبر ۲۰۰۶ء)

مولانا محمد یعقوب ؒ جناب محمد وارث دبیر کے گھر دسمبر ۱۹۴۸ء میں پیدا ہوئے۔
ئمری تک تعلیم چنیوٹ میں حاصل کی۔ مدرسہ احیاء العلوم چنیوٹ میں جناب قاری ارشاد احمد
ں پتی ؒ کے ہاں حفظ قرآن کی تعلیم مکمل کی۔ دینی تعلیم احیاء العلوم چنیوٹ، جامعہ قاسمیہ فیصل
باد اور جامعہ خیر المدارس ملتان میں حاصل کی۔

دورہ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔ دورہ حدیث شریف کی سند ۱۷؍صفر
۱۳۰ھ کو جاری ہوئی جس پر حضرت مولانا رسول خان ؒ، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد
توی ؒ، حضرت مولانا عبید اللہ اشرفی ؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی ؒ کے دستخط
ں۔ ان اساتذہ کے علاوہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ؒ، حضرت مولانا محمد شریف
شمیری ؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد ؒ
ے بھی آپ نے کسب فیض کیا۔

حضرت مولانا محمد یعقوب ؒ اور حضرت مولانا نذیر احمد چنیوٹی ؒ ہر دو بچپن
ے ساتھی تھے۔ حفظ قرآن سے دورہ حدیث شریف تک ساتھ رہا۔ حضرت مولانا نذیر احمد
احب ؒ عمر میں بڑے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب ؒ نے چھوٹے بھائی اور ساتھی
نے کے ناطے ان سے خوب تعلق کو نبھایا۔ فراغت کے بعد مدرسہ فیض العلوم پہلے محلہ
کھاناں پھر محلہ عثمان آباد میں قائم کیا۔ حضرت مولانا نذیر احمد ؒ بانی مدرسہ اور حضرت
لانا یعقوب ؒ مدرس قرار پائے۔ فیض العلوم مدرسہ میں سینکڑوں ناظرہ اور بیسیوں حفظ
ے طلباء نے آپ سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا نذیر احمد ؒ صاحب کی
تی مصروفیات زمیندارہ وغیرہ کے باعث عملاً صبح وشام مدرسہ میں تعلیم اور طلباء کی رہائش،
خلہ، تربیت کا تمام تر نظم حضرت مولانا محمد یعقوب ؒ نے اپنے ذمہ لگائے اور نبھائے رکھا۔

جناب خان اسد اللہ خان ؒ چنیوٹ کے باسی تھے اور مغل بادشاہ شاہجہاں کے
یر تھے۔ خان اسد اللہ خان ؒ نے چنیوٹ کی شاہی مسجد کی تعمیر وترقی کے لئے جہاں سعی

مشکور کی وہاں اپنے پیرومرشد (شاہ برہان ﷫) کا مقبرہ تعمیر کرایا اور اس کے ساتھ شاہ برہان مسجد تعمیر کرائی۔ اس محلّہ کو اسی نسبت سے محلّہ شاہ برہان کہا جاتا ہے۔ اس محلّہ میں چنیوٹ کی اہم دینی وسیاسی شخصیت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی ﷫ کا بھی رہائشی مکان ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب ﷫ نے ۱۴؍اگست ۱۹۷۰ء کو فجر کی نماز سے امامت وخطابت کی ذمہ داری سنبھالی اور آخری صحت کے دور تک کمال درجہ حسن ذمہ داری کے ساتھ اس کو نبھایا۔ اس مسجد کی خطابت کے ساتھ انہوں نے اپنے نام کے ساتھ برہانی کا لاحقہ استعمال کرنا شروع کیا۔ یوں اب وہ حضرت مولانا محمد یعقوب برہانی کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے۔

چنیوٹ میں قیام پاکستان کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ذمہ داران میں چوہدری محمد ظہور ﷫، حاجی فیروز دین ﷫، شیخ منظور احمد ﷫ اور دوسرے بہت سارے حضرات تھے۔ تب سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں دھوم دھام سے منعقد ہوتی تھی۔ غالباً ۱۹۷۷ء سے مولانا محمد یعقوب برہانی ﷫ بھی اس قافلہ میں شریک سفر ہوگئے۔ ۱۹۸۲ء میں چنیوٹ سے یہ کانفرنس چناب نگر میں منتقل ہوئی تو مولانا محمد یعقوب ﷫ بھی برابر اس کے نظم ونسق میں صف اوّل میں شامل رہے۔ کئی دفعہ مجلس چنیوٹ کے ناظم تبلیغ، ناظم اعلیٰ اور امیر کے عہدوں پر بھی کام کیا۔

حضرت مولانا محمد یعقوب ﷫ جوانی میں خوش شکل، خوش لباس وخوش خوراک تھے۔ کڑیل جوان، رعنا، وجیہہ چہرہ اور عربی رومال سر پر آپ کی شناخت تھی۔ خطابت میں حضرت مولانا محمد یعقوب برہانی ﷫ کے آئیڈیل حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی ﷫ تھے۔ حضرت مولانا برہانی ﷫ عام خطاب اور خطبہ بہت تیاری کے ساتھ ادا فرماتے تھے اور جس موضوع پر بولتے اس کا اپنے طور پر حق ادا کردینے میں اپنی طرف سے کسر نہ اٹھا رکھتے۔ ختم نبوت، عظمت صحابہ ﷡، مدح اہل بیت ﷡، اتحاد بین المسلمین آپ کے پسندیدہ عنوانات تھے۔ چنیوٹ شہر میں دیگر شہروں کی طرح دھڑوں کی سیاست ہے۔ مولانا برہانی ﷫ نے چنیوٹ کی سطح پر اپنی سیاسی محنت کے لئے جس دھڑے کا انتخاب کیا نہایت ہی استقلال وعزم کے ساتھ آخری وقت تک اسے نبھایا۔ حق دوستی ادا کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ جس کے ساتھ جتنا تعلق ہوا اس میں زندگی بھر رنگ بھرتے رہے۔ حضرت مولانا نذیر احمد چنیوٹی ﷫ کے ساتھ طالب علمی کے

زمانہ سے دوستانہ ہوا۔ شہری سیاست، مذہبی خدمات، تعلیم و تعلم کے لئے اِن کے ساتھ بھرپور مجاہدہ سے شریک سفر رہے۔

حضرت مولانا نذیر احمد مرحوم کے وصال کے وقت ان کے صاحبزادہ مولانا فیض نذیر زیر تعلیم تھے۔ جب یہ فارغ التحصیل ہو کر مدرسہ کے مہتمم بنے۔ آپ نے اپنی مرنجان مرنج طبیعت کے باعث جنوری ۲۰۰۱ء تک اس مدرسہ میں تدریس کے عمل کو جاری رکھا۔ جب دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب مدرسہ کو اکیلے آسانی سے بطریق احسن چلانے کے قابل ہو گئے ہیں تو بہت ہی شریفانہ انداز میں ان سے رخصت پا کر ایسے واپس ہوئے کہ پھر اس کی طرف سے ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر لیا۔ اس خوبصورت طرز عمل کی بہت کم مثالیں دیکھنے میں آتی ہیں۔

گزشتہ دس پندرہ سال سے شوگر کے زیر اثر آ گئے۔ وفات سے پانچ سال قبل اہلیہ کا وصال ہو گیا تو خیر سے عقد ثانی میں دیر نہ لگائی۔ شوگر نے بھی دھیرے دھیرے آپ کو گھیرے میں لینا شروع کیا۔ گزشتہ چند ماہ سے بہت علیل ہو گئے تو اپنے صاحبزادہ مولانا محمد افضل صاحب کو اپنی مسجد کے منبر پر بٹھا کر جمعہ و عیدین کا خطبہ ان کے سپرد کر دیا۔ اس وقت یہ صاحبزادہ صاحب جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں دورہ حدیث شریف کر رہے ہیں۔ دوسرے بڑے صاحبزادہ محمد یوسف ایل۔ایل۔بی ہیں اور ایک مل میں ملازمت کر رہے ہیں۔ سب سے چھوٹے صاحبزادہ نصیر احمد مشکوٰۃ شریف کی کلاس میں جامعہ ملیہ چنیوٹ میں زیر تعلیم ہیں۔ ان کے علاوہ تین صاحبزادیاں ہیں اور تینوں شادی شدہ اپنے گھروں میں آباد ہیں۔

مولانا محمد یعقوب ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے چنیوٹ کے محلہ غفور آباد میں دو کنال اراضی خرید کر اس میں مدرسہ ادبیہ ختم نبوت قائم کیا۔ اس وقت اس میں حفظ و ناظرہ کی تعلیم ہو رہی ہے۔ آپ کا حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ جمعرات شام کو انتقال ہوا۔ جمعہ کے دن جنازہ ہوا۔ جنازہ جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد زاہد نے پڑھایا۔ جنازہ میں جم غفیر شامل تھا۔ علماء اور طلباء کی کثرت تھی۔ تبلیغی مرکز، محلہ درکھاناں میں جنازہ ہوا اور جھنگ روڈ قبرستان حافظ دیوان میں آخری گھر بنا۔ حق تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

(۹۳۹)

یعقوب نانوتوی ؒ، مولانا محمد

(پیدائش: ۱۳ر صفر ۱۲۴۹ھ ...... وفات: ۳ر ربیع الاوّل ۱۳۰۲ھ)

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ، حضرت مولانا مملوک علی نانوتوی ؒ کے فرزند ہیں۔ مولانا مملوک علی نانوتوی ؒ سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ، مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ نے بھی پڑھا۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ ۱۳ر صفر ۱۲۴۹ھ کو پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم نانوتہ میں حاصل کی۔ آپ کے والد مولانا مملوک علی ؒ مدرسہ عالیہ دہلی میں صدر مدرس تھے۔ والد صاحب، مولانا محمد یعقوب ؒ کو اپنے ہمراہ دہلی لے گئے۔ والد گرامی سے تعلیم حاصل کی۔ حدیث حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری ؒ اور مولانا شاہ عبدالغنی ؒ سے پڑھی۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ اجمیر شریف میں بھی پڑھاتے رہے۔ محرم ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کی بناء قائم ہوئی۔ اسی سال کے آخر میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ بھی پہلے صدر مدرس کے طور پر یہاں تشریف لائے اور پھر وفات کے سال تک یہاں پڑھاتے رہے۔ اٹھارہ سال کے عرصہ میں جتنے حضرات فارغ ہوئے آپ سب کے استاذ ہیں۔ جن میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن ؒ، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ، مولانا احمد حسن امروہی ؒ، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی ؒ، حضرت تھانوی ؒ ایسے حضرات بھی شامل تھے۔

مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ ہم عصر تھے۔ چھ سات ماہ کا عمر میں تفاوت ہے۔ مولانا محمد قاسم ؒ آپ سے بڑے تھے۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کی سوانح لکھی ہے۔ جس کا نام ''سوانح قاسمی'' ہے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں: ''فقیر اور مولوی صاحب (مولانا محمد قاسم ؒ) کے علاوہ قرب نسب کے بہت سے روابطِ اتحاد تھے۔ ایک مکتب میں پڑھا۔ ایک وطن، ایک نسب۔ ہم زلف ہوئے۔ ایک استاذ ایک وقت میں علم حاصل کیا اور بعض کتابیں مولانا سے بھی پڑھیں۔ ایک پیر کے مرید ہوئے۔ دو مرتبہ حج میں ہم سفر رہے اور ایک زمانہ دراز تک ساتھ رہے۔'' (سوانح قاسمی) دارالعلوم دیوبند کے پہلے مفتی بھی مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ تھے۔ مولانا رشید

احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک بار امامت صلوٰۃ کے لئے مصلی پر کھڑے ہوئے۔ کسی نے کہا، مولوی صاحب (مولانا یعقوب رحمۃ اللہ علیہ) آ گئے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ صف میں واپس آ گئے۔ مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ مصلی پر گئے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ مولانا کی پنڈلیاں غبار آلود ہیں تو آگے بڑھ کر اپنے کرتہ سے غبار صاف کیا۔ ادھر اگر احترام ومحبت کا یہ عالم تھا تو ادھر بھی معاملہ کم نہ تھا۔ ایک بار حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے گئے تو شلوار میں بندھن کی بجائے بان کی رسی ڈال لی۔ ظاہر ہے وہ سخت ہوتی ہے۔ تکلیف ہوتی ہے۔ تو مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھانپ گئے۔ وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا جلدی تھی، بندھن نہ ملا تو بان ڈال لیا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کھونٹی سے میرا بندھن لے لیں۔ مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ اس میں تو ایک روپیہ بھی بندھا ہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ بھی رکھ لیں۔ چنانچہ آپ نے ایسے کیا۔ اس سے دونوں حضرات کی بے نفسی سمجھی جا سکتی ہے۔ مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ خوش طبع بھی تھے۔ ہندوؤں کے سادھو، سر، ابرو، پلکوں اور داڑھی مونچھ کے سب بال اترواتے ہیں۔ آپ ان کے متعلق فرماتے تھے کہ یہ ”فارغ البال“ ہیں۔

صرف مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہیں بلکہ آپ کے صاحبزادہ مولوی معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خوب خوش طبعی سے حصہ پایا تھا۔ واقعہ مشہور ہے کہ: ”ایک دفعہ سردی میں بخار نے وبائی شکل اختیار کر لی۔ کسی عقیدت مند نے مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے مٹی لے جا کر مریض کو باندھی تو ٹھیک ہو گیا۔ اب رش لگ گیا۔ مٹی اٹھا، اٹھا کر لوگ لے جانے لگے تو قبر مبارک زمین برابر ہو گئی۔ صاجزادہ صاحب نے مٹی نئی ڈلوادی وہ بھی لوگ اٹھا کر لے گئے۔ انہوں نے پھر ڈلوادی۔ لوگ پھر اٹھا کر لے گئے۔ یہ بہت پریشان ہوئے تو والد گرامی (مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ) کی قبر مبارک پر آئے اور عرض کیا: ”آپ کی تو کرامت ہو گئی اور ہماری مصیبت ہو گئی۔ یاد رکھو اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے۔ ایسے ہی پڑے رہیو۔ لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے۔“ پس اس دن سے کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی اب یہ شہرت ہو گئی کہ اب آرام نہیں ہوتا۔ پھر لوگوں نے مٹی لے جانی بند کر دی۔

ایک بار میرٹھ مطبع مجتبائی میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد یعقوب

نانوتوی ؒ ٹھہرے ہوئے تھے۔ نیچے کی منزل میں مولانا محمد قاسم ؒ اور بالا خانہ پر مولانا محمد یعقوب ؒ کی رہائش تھی۔ ایک رنڈی اپنی چھوکری کو لے کر مولانا محمد قاسم صاحب ؒ کے پاس آئی کہ یہ بیمار ہے۔ میرا سارا کاروبار اس کے سر ہے۔ آپ تعویذ دیں کہ صحت یاب ہو۔ مولانا محمد قاسم صاحب ؒ نے مولانا محمد یعقوب ؒ کے متعلق فرمایا کہ وہ بالا خانہ پر ہیں۔ ان سے تعویذ لے لو۔ وہ اوپر پہنچی اور مولانا یعقوب ؒ سے پوری بات کر کے تعویذ چاہا۔ آپ نے تعویذ دے دیا۔ دعا کی، بہرحال اس سے جان چھڑائی۔ نیچے اترے تو پوچھا کہ اس کو کس نے اوپر بھیجا تھا؟ مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ خاموش ہوگئے۔ مولانا یعقوب صاحب ؒ نے فرمایا، بڑے متقی نکلے؟ اپنے تقویٰ کی اس قدر حفاظت اور میرے پاس خلوت میں بازاری عورت کو بھیج دیا۔ اپنے نفس پر کس کو اعتماد ہے؟ خوب جلال دکھایا۔ ادھر خدا کے فضل سے اس بچی کو آرام ہوگیا۔ اس کی ماں مٹھائی لائی اور سیدھی بالا خانہ پر مولانا کے پاس گئی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ آپ کی دعا سے میری چھوکری ٹھیک ہوئی۔ آپ شکرانہ کی یہ مٹھائی رکھ لیں۔ آپ نے فرمایا رکھ دو۔ وہ رکھ کر چلی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حرام کے مال کی ہے۔ اغنیاء تو قطعاً استعمال نہیں کر سکتے۔ غرباء کی مرضی ہے جس کا دل چاہے لے لے۔ آپ نے شریعت وطریقت دونوں کو جمع کر دیا۔

(ملخص ارواح ثلاثہ ص۳۴۰)

مرزا قادیانی کی براہین احمدیہ کے آتے ہی علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ اس زمانہ میں مرزا قادیانی کے دعاوی سے عدم واقفیت کے باعث مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ ابھی فتویٰ کفر دینے میں توقف رکھتے ہیں۔ بعد میں حضرت گنگوہی ؒ کی طرف سے اشتہار شائع ہوا کہ ''مرزا کافر ہے۔'' چنانچہ اس کا ذکر مرزا نے بھی کیا ہے۔ ''مولوی رشید احمد گنگوہی اٹھا اور ایک اشتہار میرے مقابل نکالا اور جھوٹے پر لعنت کی۔''

(نزول مسیح ص۴۲، خزائن ج۱۸ص۴۰۹)

دوسری جگہ مرزا قادیانی نے لکھا کہ: ''ایک فیصلہ کرنے والا اشتہار انعامی ہزار روپیہ میاں رشید احمد گنگوہی ؒ وغیرہ کی ایمانداری پرکھنے کے لئے جنہوں نے اس عاجز (مرزا قادیانی) کی نسبت یہ اشتہار شائع کیا ہے کہ یہ شخص (قادیانی) کافر، دجال اور شیطان ہے۔''

(انوار الاسلام ص۴۶، خزائن ج۹ص۴۷)

حضرت گنگوہی ؒ کے پاس جب ابتداء میں علماء لدھیانہ کا وفد گیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ ہم سب کے بڑے ہیں جو وہ فیصلہ کر دیں۔ ہمیں منظور

ہوگا۔ وفد مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ آپ نے ان کی باتیں سننے کے بعد فرمایا:
''میں اس شخص (مرزا قادیانی) کو اپنی تحقیق میں لامذہب اور آزاد خیال جانتا ہوں اور آپ کو اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا۔ کیونکہ آپ اس کے کل حالات سے بسبب قریب الوطن ہونے کے واقف ہیں اور نیز آپ نے اس کی کتاب براہین احمدیہ کی ہر چہار جلد کو دیکھ لیا ہے۔''
(رئیس قادیان ج ۲ ص ۹، فتاویٰ قادریہ)

(۹۴۰)

یعقوب نورانی رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)، مولانا محمد

فیصل آباد میں بریلوی مکتب فکر کے مولانا محمد یقوب نورانی رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو بہت ہی مرنجاں مرنج معتدل عالم دین تھے۔ آپ نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ وہ ختم نبوت کے مبلغ اور مناد تھے۔

(۹۴۱)

یوسف سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، جناب پروفیسر

(ولادت: مئی ۱۸۹۶ء، بریلی ...... وفات: ۱۱ر فروری ۱۹۸۴ء، لاہور)

پروفیسر یوسف سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام محمد عیسیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ پروفیسر سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ ۲ر مئی ۱۸۹۶ء کو بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بھرپور تعلیم حاصل کی۔ اشاعت تعلیم کالج لاہور کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۹ء سے ۱۹۴۳ء تک یہاں خدمات سرانجام دیں۔ اردو، فارسی ادب کے نامور محقق تھے۔ اقبالیات آپ کا پسندیدہ موضوع تھا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتب اردو، فارسی کی آپ نے شروحات لکھیں۔ ۱۹۴۳ء میں پیام حریت، ۱۹۴۹ء میں تعلیمات اقبال، ۱۹۴۹ء میں ہی حکمات عالم قرآنی اور ختم نبوت، ۱۹۵۹ء میں شرح دیوان غالب، ۱۹۷۶ء میں تاریخ تصوف ہندی، یونانی، اسلامی شرح رومی عصر ایسی کتابیں تحریر فرمائیں۔ سرکاری ملازمت کے دوران محکمہ اوقاف کی علماء اکیڈمی شاہی مسجد لاہور کے بھی ڈائریکٹر رہے۔ لاہور ہی میں ۱۱ر فروری ۱۹۸۴ء کو وفات پائی۔ میانی قبرستان میں آسودۂ خاک ہیں۔

آپ کی رد قادیانیت پر دو کتابیں ہیں۔ ایک کا نام: ''ختم نبوت'' ہے۔ دوسری کا نام:

''ضرورت مجدد'' ہے۔ ان دونوں کتابوں کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپریل ۲۰۰۲ء میں احتساب قادیانیت کی جلد ۶ میں شائع کیا۔ پیش لفظ آپ کی کتاب ''ضرورت مجدد'' کے تعارف پر فقیر نے لکھا تھا جو یہ ہے:

شناخت مجدد

''شناخت مجدد'' اس عنوان پر عالی جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتی ؒ کا مضمون ۱۹۳۵ء اور ۱۹۳۶ء کے ماہنامہ ''حقیقت اسلام'' لاہور میں قسط وار شائع ہوا۔ اس کی آخری دو قسطیں تو میسر آ گئیں مگر پہلی قسط نہ مل سکی۔ ۱۹۹۰ء میں کتاب ''قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت'' میں لکھا تھا کہ یہ مضمون مکمل مل جائے تو شائع کرنے کے قابل ہے۔ بارہ سال اس مضمون کے حصول کے لئے کئی لائبریریوں کو کھنگالا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ ۱۹۹۹ء گرمیوں میں محترم پروفیسر ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب پروفیسر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے توسط سے ''سردار جھنڈیر لائبریری تحصیل میلسی'' حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہاں ردقادیانیت کی کتب دیکھتے دیکھتے اپنی جہالت پر ترس آیا کہ جسے صرف ماہنامہ رسالہ میں قسط وار مضمون سمجھ رہا تھا۔ وہ تو جون ۱۹۳۶ء میں ''شناخت مجدد'' کے نام سے کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ کتاب کیا ملی خزانہ ہاتھ لگ گیا۔ اللہ تعالیٰ ''سردار جھنڈیر لائبریری'' کے مالکان کو جزائے خیر دیں۔ ان کی علم دوستی کہ انہوں نے کتاب فوٹو کرانے کے لئے مہیا فرمادی۔ قادیانی کتب کے حوالہ جات نئے لگا کر اسے جامع بنا دیا گیا ہے۔ آج سے پینسٹھ سال قبل شائع ہونے والی گرانقدر کتاب پیش خدمت ہے۔ یہ کتاب لاہوری مرزائیوں کے رد میں لکھی گئی ہے۔ اس میں ''دس اصول'' مقرر کر کے ان پر مرزا قادیانی کو جانچا گیا ہے۔ مگر مرزا غلام احمد قادیانی مجدد تو درکنار شرافت کے معیار پر بھی پورا نہیں اترا۔

ضرورت مجدد کا پروفیسر صاحب نے خود دیباچہ لکھا جو یہ ہے:

دیباچہ کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

یہ مضمون جواب کتابی شکل میں شائع ہو رہا ہے، میں نے پارسال مکرمی ماسٹر محمد احسان

صاحب ؒ کی خاص فرمائش اور ان کے شدید اصرار پر لکھا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی ملازمت کی مصروفیات کی وجہ سے کوئی مضمون حسب دلخواہ نہیں لکھ سکتا۔ لیکن سخت کفران نعمت ہوگا اگر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کروں کہ اس نے اپنے خاص فضل وکرم سے اس ناچیز خدمت کو رنگ قبول عطاء فرمایا۔ لوگوں نے اس مضمون کو میری توقع سے کہیں زیادہ پسند کیا۔ چنانچہ دفتر میں اب تک متعدد خطوط موصول ہو چکے ہیں۔ جن میں اظہار پسندیدگی کیا گیا ہے۔ چند قادیانی حضرات نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس مضمون کے پڑھنے سے پہلے ہم کٹر مرزائی تھے۔ لیکن اب انشراح صدر حاصل ہوگیا ہے اور دوبارہ مسلمان ہو چکے ہیں۔

اکثر دوستوں نے تاکید فرمائی کہ اس مضمون کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے تاکہ اس کا حلقہ اشاعت وسیع ہو سکے۔ اگرچہ علامہ دوراں حکیم الامت مفکر اسلام علامہ اقبال ؒ کے مضمون ''اسلام اور احمدیت'' کے بعد اب کسی اور کتاب کی اشاعت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ لیکن محض اس وجہ سے مجھے اس امر کی جسارت ہوئی کہ علامہ موصوف کا مضمون بہت فلسفیانہ اور عالمانہ اور تحقیق پر مبنی ہے۔ جس سے صرف علماء اور فضلاء ہی مستفید ہو سکتے ہیں اور یہ مضمون جو آپ کے سامنے ہے نہایت سلیس عبارت اور سادہ انداز میں لکھا گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ معمولی لیاقت کا آدمی بھی اسے بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

میں نے اس مضمون میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا ہے۔ مجدد کی شناخت کا جو معیار پیش کیا ہے وہ عون المعبود، شرح سنن ابی داؤد سے اور مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ سب ان کی یا سلسلہ احمدیہ کی مستند کتابوں سے ماخوذ ہے۔ اسلوب بیان اور لب ولہجہ کے متعلق خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ تہذیب اور متانت کے درجہ سے نہ گرنے پائے۔ میرا مقصود اس تحریر سے کسی کی دل آزاری نہیں ہے بلکہ مسلمان کی خیر خواہی اور اصلاح حال۔ علامہ اقبال ؒ نے اپنے مضمون میں ایک جگہ یہ تحریر فرمایا ہے کہ کیا اچھا ہو اگر کوئی شخص مرزا غلام احمد قادیانی کی جملہ تصانیف کا مطالعہ کر کے ان کی دعاوی پر نفسیاتی زاویہ نگاہ سے تنقید کرے اور اپنی اس تحقیق کو مسلمان کے فائدہ کے لئے کتاب کی شکل میں مرتب کردے۔ انشاء اللہ! اگر مجھے فرصت ہوئی تو میں آئندہ سال تک اس اچھوتے موضوع پر کچھ نہ کچھ ضرور لکھ کر ہدیہ ناظرین کروں گا تاکہ علامہ کے ارشاد کی تعمیل بھی ہو جائے اور مسلمانوں کی خدمت بھی۔

مکرمی ماسٹر محمد احسان صاحب ؒ کے دل میں خدمت اسلام والمسلمین کا جو زبردست جذبہ موجود ہے اس کو دیکھ کر مجھے توقع ہوتی ہے کہ انشاء اللہ! مستقبل قریب میں

اسلامی تصنیفات کا ایک مستقل سلسلہ شروع ہو جائے گا جو موجودہ زمانہ کی سب سے بڑی ضرورت کو پورا کرنے اور مسلمانوں میں مذہبی اور تبلیغی بیداری پیدا کرنے کا موجب ہوگا۔ اس کام کے لئے وسیع پیمانہ پر تیاریاں شروع کردی گئی ہیں۔ مسلمانوں کا اخلاقی اور مذہبی فرض یہ ہے کہ کثیر تعداد میں بکو لمیٹڈ کے حصے خرید کر کمپنی کے کارکنوں کو اس قابل بنائیں کہ وہ اسلامی تصنیفات کو جلد از جلد حلیہ طبع سے آراستہ کر کے قوم کے سامنے پیش کرسکیں۔

ماسٹر صاحب موصوف نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر بھروسہ کر کے اسلامی خدمات کا بیڑا اٹھالیا ہے اور ان کی توجہ سے موازنہ مذاہب پر ایک اہم اور مبسوط کتاب کی تصنیف کا کام شروع کردیا گیا ہے۔ اس کتاب میں اسلامی تعلیمات کا دنیا کے تمام مروجہ مذاہب کی تعلیمات سے موازنہ کیا جائے گا۔ یہ کتاب جس پایہ کی ہوگی اس کا اندازہ اس پراسپیکٹس سے ہوسکے گا جو اس کے متعلق عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ آخر میں ان تمام دوستوں کی قدر دانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس ناچیز مذہبی خدمات کو بنظر استحسان دیکھا اور پسند فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس خدمت کو مزید قبولیت عطاء فرمائے اور بیش از بیش قادیانی حضرات کی ہدایت کا موجب بنائے۔ آمین!

واخردعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

فقیر یوسف سلیم چشتی

۱۰؍اپریل ۱۹۳۶ء، مطابق ۱۶؍محرم ۱۳۵۵ھ

(۹۴۲)

یوسف علی ہاشمی قریشی رحمۃ اللہ علیہ (گوجرانوالہ)، جناب حاجی

(وفات: ۱۰؍جون ۱۹۸۲ء)

گوجرانوالہ کھیالی کے معروف بزرگ اور مخیر راہنما، عقیدہ ختم نبوت کے بدی خواں مجلس احرار اسلام، جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے عاشق، صادق جنہوں نے ایک بیگھہ شہری زمین مسجد ومدرسہ اور ختم نبوت دفتر کے لئے عنایت کی اور ایک بیگھہ دارالعلوم دیوبند کو دیا۔ سراپا خوبیوں کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔

(۹۴۳)

یوسف (کوئٹہ)، جناب الحاج محمد

کوئٹہ میں اسلامیہ پریس کے مالک حضرت حاجی محمد یوسف صاحب ایک کھرے انسان تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے قیام سے تا زیست کوئٹہ میں مجلس کی سرگرمیوں میں برابر کے حصہ دار رہے۔

(۹۴۴)

یونس مرادآبادی ثم فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمد

(وفات: ۲۶ر جنوری ۱۹۵۴ء)

مفتی محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ فیصل آباد میں تحریک کی ایکشن کمیٹی کے صدر تھے۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں قلبی لگاؤ تھا اور ان کی خدمات کو بہت سراہتے تھے۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ بھی ان سے بہت محبت رکھتے تھے۔ فیصل آباد میں آمد کے دوران حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اکثر تشریف لے جاتے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ڈائریکٹ ایکشن کے لئے پہلا قافلہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ہی روانہ ہوا تھا۔ ایک دفعہ کسی مرزائی نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط لکھا کہ ”آپ مرزائیت کے بارے میں اپنی تقاریر بند کر دیں۔ ورنہ آپ کو گولی سے اڑا دیا جائے گا۔“ آنے والے جمعہ کے خطبے میں آپ ریوالور پہن کر جامع مسجد کچہری بازار میں جمعہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے اور مرزائیت پر ایک ضرب کاری لگائی اور زبردست تقریر کی اور خط کی دھمکی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: ”اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے ہمیں کبھی دھمکیوں سے مرعوب نہیں کر سکتے۔“

اور فرمایا کہ: ”خدا کی قسم! اگر مجھے سو گولیاں ماری جائیں اور میرے گوشت کا قیمہ کر دیا جائے تو بھی ہر ٹکڑے سے ختم نبوت کی صدائیں بلند ہوں گی۔“

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست ...... چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگا رنگ